M. A.

The Government of Europe. Pt. I.

by

F. A. Ogg.

حکومتہائے یورپ حصۂ اول

ترجمہ

قاضی تلمذ حسین ، ایم - اے -

سلسلۂ نصابِ عمرانیاتِ جامعۂ عثمانیہ

حکومتہائے یورپ

حصۂ اول

تصنیف

فریڈرک آسٹن اوگ

ترجمہ

قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔اے

رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۵۴ھ م سنہ ۱۳۴۴ف م سنہ ۱۹۳۵ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

حکومتہائے یورپ

حصۂ اوّل

حصۂ اول

برطانیۂ عظمیٰ اور آئرلینڈ کی حکومت

اور

ان ممالک کے سیاسیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

بنا ہائے دستور سلطنت

انگلستان کی سیاسی اہمیت "زمانۂ جدید کا ایک مورخ یہ کہتا ہے کہ انگلستان نے دستوری حکومت کے عقدے کو حل کرنے میں سربراہی کی ہے۔ یہ حکومت متقدر حکومت ہوتی ہے مگر قانون سے محدود، رائے (عامہ) سے متقید اور شخصی حق و حرّیت کا پاس و لحاظ کرنے والی۔ انگلستان نے دنیا کے لئے یہ کام کر دکھایا ہے۔ اور اس کی تاریخ کے ساتھ تمام دنیا کو جو خاص دلچسپی ہے، وہ اسی میں مضمر ہے۔"[1]

---

[1] گولڈون اسمتھ "سلطنت متحدہ" (The United Kingdom) مطبوعہ نیویارک، ۱۸۹۹ء۔ جلد اوّل صفحہ ا۔

پس ہمعصر یورپ کے حکومتی نظموں کا مطالعہ شروع کرتے وقت یہ ایک فطری امر ہے کہ انگلستان یعنی اس قوم سے آغاز کیا جائے جس نے سیاسی عمومیت کے عمل و اشاعت میں ویسا ہی امتیاز عظیم حاصل کیا ہے جیسا امتیاز عبرانیوں نے مذہب میں، یونانیوں نے نقاشی و تعمیر میں اور رومانیوں نے قانون و جنگ میں حاصل کیا تھا۔ کسی دوسری جگہ ایسا منتظم، ایسا مسلسل اور ایسا سیاسی ارتقا نظر نہیں آسکتا۔ کسی دوسری سلطنت کے حکومتی اشکال و اطوار کا نہ اس سے زیادہ دلچسپی سے مطالعہ ہوا ہے اور نہ ان سے بہتر نتائج کے ساتھ ان کی نقل کی گئی ہے۔ انسانوں کی کسی دوسری منتظم جماعت کی روش عامہ متمدن دنیا کے معاشری و اقتصادی و نیز سیاسی ترقی کی تشکیل پر اس سے زیادہ اثر انداز نہیں ہوئی ہے۔

مزید براں، امریکی طلبہ کے لئے یورپی براعظم کی حکومتوں کی طرف متوجہ ہونا باغلب وجوہ اس طرح زیادہ سہل و دلچسپ ہوجائیگا کہ وہ سیاسی ادارات کے اس نظم سے آشنا ہو جائیں جو امریکی و براعظمی دونوں ادارات کے بہت بڑے حصّہ کا اصل الاصول ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مختلف جہات ایسے ہیں جنہیں آج ممالک متحدہ امریکہ کا نظم حکومت انگلستان کی بہ نسبت فرانس، جرمانیہ یا سوئزرلینڈ سے زیادہ قریبی مشابہت رکھتا ہے۔ تاہم انگریزی و امریکی نظم کی مشابہت بالجملہ مشترکہ اصل و روایت کی مشابہت ہے۔ اس کے برخلاف، فرانسیسی یا سوئزرلینڈی اور امریکی نظم کی مشابہت بیشتر نقل و تقلید یا اتفاقی یکسانی سے پیدا ہوگئی ہے۔ ایک امریکی عالم لکھتا ہے کہ "برطانی دستور کی تکوین کی تاریخ خود ہماری تاریخ کا ایک جزو ہے ...... ہمارے عدالتی ادارات و قانون عامہ، حکومت پر قانون کا تفوق، ہمارا نیابتی نظم، اجرائے محصول پر عوام کا اقتدار، جماعت مقننہ کے روبرو وزراکی ذمہ داری، اور سب سے بڑھکر قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اساس الکل اصول، یہ سب ہمارے انگلستانی بزرگوں کے کام تھے"[1]

---

[1] جی۔ بی۔ ایڈمز۔ "انگلستان کی تاریخ آئینی کا خاکہ" (Outline Sketch of

اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ یورپ کی حکومتیں اس وقت جس طرح قائم ہیں اور جس طرح عمل کرتی ہیں، اسے بیان کیا جائے۔ لیکن کسی حکومتی نظم کا سمجھنا اس کے بغیر نہیں ہوسکتا کہ جن تاریخی احوال وافعال سے وہ وجود میں آئی ہیں ان کا کسی قدر قرار واقعی علم ہو۔ لہٰذا اس تمام مطالعہ میں آئینی تاریخ کے موضوع پر کسی حد تک توجہ ضروری ہوگی، اور انگلستان کے معاملہ میں تو خصوصیت کے ساتھ اس کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے باوجود کہ اس ملک کی حکومتی تنظیم میں موجودہ نسل کے اندر اور علی الخصوص جنگِ عظیم کے شروع ہونے کے بعد سے بہت سے عظیم الشان تغیرات واقع ہوئے ہیں، پھر بھی انگریزی سیاسی ادارات تا حال اصلاً واقدماً زمانہ گزشتہ ہی کی بنیاد پر جوں کی توں قائم ہیں۔ اور ان میں سے بعض زمانے ہم سے کئی سو برس پیچھے ہیں۔

اینگلو سیکسن اساسات انگریزی دستورِ سلطنت کی تاریخ میں پہلا ممیز دور، اینگلو سیکسنوں کی آبادی و حکمرانی کا دور ہے۔ یہ زمانہ پانچویں صدی سے چلکر ۱۰۶۶ء کے نارمنی حملے تک جاتا ہے۔ زمانۂ موجودہ کے دستورِ سلطنت میں اس دور کا حصہ اس سے کم ہے جتنا پہلے یقین کیا جاتا تھا۔ تاہم اس میں بعض ایسے ادارات کی ابتدا ہوئی جنھیں ازمنۂ بعد میں مقدم اہمیت حاصل ہوگئی۔ ان ادارات میں، شاہی مجلس عقلا، صوبوں کی مقامی حکومتی تقسیم، حلقہ (Hundred) برو (Borough) اور قصبہ خصوصیت خاص رکھتے ہیں۔ اینگلو سیکسن شاہی کا آغاز گمنامی میں پوشیدہ ہے مگر یہ معلوم ہے کہ اس کا آغاز آباد کاری کے دور کے بعد سے تعلق رکھتا ہے۔ بظاہر اولین بادشاہ ظفر مند جنگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) English Constitutional History)
مطبوعہ نیو یورک ۱۹۱۸ء۔ صفحہ ۴-۵۔

گرد ہوں کے سردار ہوا کرتے تھے اور ایسے بہت سے سرداروں نے یہ اعزاز خاص حاصل کرلیا۔ جب سیاسی اجتماع میں ترقی ہوئی تو سابق کی قبائلی بادشاہیاں وسیع تر بادشاہیوں کے انتظامی ضلعے بن گئیں۔ اور آخر الامر نویں صدی میں ملک کا تمام مقبوضہ حصہ ایک واحد بادشاہ کے تحت اقتدار میں آگیا۔ سیکسن بادشاہی انتخابی، پدر سرانہ، اور محدود الاختیار تھی۔ ذی اہمیت اشخاص ایک مجلس میں جمع ہوکر بادشاہ کا انتخاب کرتے تھے اور اگرچہ یہ اعزاز کسی ایسے خاندان کی ملک موروثی ہوتا تھا جسے ربانی اصل سے سمجھا جاتا تھا، پھر بھی کسی بعیدی مگر قابل تر رشتہ دار کے حق میں قریبی وارث کو نظر انداز کردینا غیر معمولی بات نہ تھی۔ بادشاہ فی الاصل ایک سپہ سالار ہوجاتا تھا۔ وہ واضع قانون بھی تھا۔ مگر اس کے "فرامین" عقلا کی مشورت ہی سے مرتب ہوتے تھے اور ان کا دعویٰ امن کے قائم رکھنے سے کچھ اور زائد نہیں ہوتا تھا۔ وہ منصف اعلیٰ بھی تھا اور تمام جرائم و نقض امن کے متعلق یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ سب قصور اسی کے خلاف کئے گئے ہیں مگر اس کی کوئی مخصوص عدالت نہ تھی اور فی الواقع نفاذ انصاف سے اس کا تعلق بہت کم ہوتا تھا۔ اسی طرح مقامی معاملات پر اُسے براہِ راست کسی قسم کا اقتدار نہیں حاصل تھا۔

دانشوروں کی جماعت یعنی مجلس عقلا بادشاہ کے ساتھ شریک کار تھی۔ چونکہ اس جماعت کی ترکیب کا انحصار بیشتر ہر ایک بادشاہ کی ذاتی مرضی پر ہوا کرتا تھا، اس لئے وقتاً فوقتاً اس میں بہت وسیع تغیرات ہوتے رہتے تھے۔ جن لوگوں کا طلب کیا جانا سب سے زیادہ متوقع ہوتا تھا وہ شاہی خاندان کے ارکان اعلیٰ، پیشوایان مذہبی، بادشاہ کے مصاحبین، اضلاع کے انتظام کرنے والے الڈرمین (اکابر) سلطنت اور محل شاہی کے دوسرے سربرآوردہ عہدہ دار اور وہ خاص اشخاص ہوتے تھے جنھیں براہ راست بادشاہ کی طرف سے زمین دیجاتی تھی

عوام کے انتخاب کردہ نمایندے اس میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ معمولاً، ہر مجلس عقلا سال میں تین یا چار مرتبہ طلب کی جاتی تھی۔ بادشاہ کے شریک عمل ہو کر یہ مجلس قوانین وضع کرتی، محصول عائد کرتی، معاہدات کی گفت و شنود کرتی الڈرمین (اکابر) اور اساقفہ کا تقرر کرتی۔ اور گاہ بگاہ ان مقدمات کی سماعت کرتی جن کا فیصلہ صوبہ اور حلقہ کی عدالتوں میں نہ ہوا ہوتا۔ علاوہ ازیں یہی مجلس تھی جو بادشاہ کا انتخاب کرتی تھی، اور چونکہ یہ مجلس اسے معزول بھی کر سکتی تھی اس لئے بادشاہ کسی حد تک اس کے روبرو اپنی ذمہ داری کے تسلیم کرنے پر مجبور تھا، ایک انگریز عالم یہ جتاتا ہے کہ ہماری دستوری تاریخ میں یہ ایک نمایاں خصوصیت رہی ہے کہ اصولاً سلطنت کے معاملات میں بادشاہ نے ارباب شوریٰ کے مشورے اور منظوری کے بغیر کبھی کوئی کارروائی نہیں کی ہے[1]

بادشاہی کو چھوڑ کر اینگلو سیکسن سیاسی ادارات میں سب سے زیادہ دیرپا مقامی حکومت کے متعدد فردیات تھے۔ ان میں سے سب سے چھوٹا فرد یہ قصبہ تھا، جو علی العموم ایک گاؤں پر مشتمل ہوتا تھا جس کے ارد گرد قابل کاشت آراضی، چراگاہ اور جنگل ہوتے تھے۔ مجلس قصبہ گاؤں کے آزاد اشخاص کی ابتدائی مجلس تھی اور ایک ناظم کے تحت وہ قصبہ کے معاملات کا انتظام کرتی تھی۔ قصبہ ہی کی دوسری شکل برو (Borough) تھی جبکی آبادی کثرت کی طرف مائل تھی جس کی سیاسی خود مختاری وسیع تر ہوتی جاتی تھی، مگر حکومت کے لئے اس کے انتظامات معمولی قصبہ ہی کے انتظامات کے مثل ہوتے تھے۔ گاؤں کے مجموعہ سے حلقہ بنتا تھا۔ اس حلقہ کا سرگروہ ایک حلقہ دار ہوتا تھا، عام

---

[1] ڈبلیو۔ آر۔ این سن "قانون ورواج دستور سلطنت" (Law and custom of the Constitution) طبع سوم، اکسفورڈ ۱۹۰۹ء) جلد دوم حصہ اول صفحہ ۔۔

طور پر یہ شخص منتخب کردہ ہوتا تھا مگر اکثر کوئی بڑا زمیندار یا پیشوائے مذہب جو حلقہ کی اراضی کا مالک ہوتا تھا، اس کا تقرر کر دیتا تھا۔ حلقہ دار کی مدد کے لئے بارہ یا زائد اشخاص کی ایک مجلس ہوا کرتی تھی اسی مجلس حلقہ میں نیابت کے اصول کا اجرا ہوا کیونکہ اس جماعت کے اجلاسوں میں ناظم، قصبہ کا، پادری اور حلقہ کے اندر کے ہر قصبہ یا برد سے چار بہترین اشخاص آتے تھے۔ مجلس تعلقہ کا اجلاس مہینے میں ایک مرتبہ ہوتا تھا اور اس کا خاص کام مقدمات کا تصفیہ کرنا تھا، خواہ یہ مقدمے دیوانی کے ہوں، یا فوجداری کے ہوں، یا کلیسا کے ہوں۔

حلقہ سے بالاتر صوبہ تھا۔ ابتداءً عام طور پر یہ صوبے وہ قطعات ملک تھے جن پر چھوٹے چھوٹے خود مختار قبائل قابض تھے، مگر بمرور ایام وہ "متحدہ بادشاہی" کے انتظامی صوبے بن گئے۔ صوبے کا سرگروہ ایک الڈرمین (Ealderman) ہوا کرتا تھا، جس کا تقرر بادشاہ اور مجلس عقلا کی جانب سے بالعموم ضلع ہی کے سربرآوردہ اشخاص میں سے ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد ناظم صوبہ ہوتا تھا، ابتداءً یہ عہدہ دار الڈرمین سے فرو تر درجہ میں تھا۔ مگر کچھ وقت گزرنے پر وہ الڈرمین پر حاوی ہو گیا۔ یہ شخص درحقیقت تاج کا نمایندہ ہوتا تھا جو صوبہ کے اندر کی شاہی اراضی کے انصرام، بادشاہ کے محاصل کی وصولی، اور عدالتوں کے جرمانوں میں سے بادشاہ کا حق لینے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ہر صوبے کی اپنی مجلس ہوتی تھی اور صوبہ واسقفی بالعموم ایک ہی رقبے کے دو نام تھے۔ اسقف اس جلسہ میں الڈرمین کے شریک صدر کی حیثیت سے نشست کرتا تھا۔ (عملاً نہیں تو) کم از کم نظریہ کی رو سے مجلس صوبہ، اس صوبہ کے آزاد اشخاص کی محفل ہوا کرتی تھی۔ علی العموم اس کا انعقاد سال میں دو مرتبہ ہوتا تھا، اور تمام آزاد اشخاص اصالتاً یا نیابتاً اس میں شامل ہونے کا حق رکھتے تھے۔ جو لوگ شرکت کی

خواہش نہیں رکھتے تھے وہ مجاز تھے کہ اپنے ناظم یا کارکن کو اپنے نائب کے طور پر بھیجیں۔ پس اس طرح اس جماعت میں یہ امکان تھا کہ وہ ایک مخلوط ابتدائی دنیاتی مجلس کی نوعیت پیدا کرلے۔ یہ صوبے کی مجلس اراضی کے تنازعات کا فیصلہ کرتی تھی، ان مقدمات کی سماعت کرتی تھی جن کا تصفیہ حلقہ کی عدالت میں نہیں ہوسکتا تھا، اور ضمنی طور پر کلیسائی اختیارات کو بھی عمل میں لاتی تھی۔[1]

[1] ۔ اینگلوسیکسن سیاسی ادارات کا قابل استناد بیان ڈلیو اسٹبز کی کتاب "انگلستان کی دستوری تاریخ بلحاظ ابتدا و ارتقا" ہے (Constitutional History of England) (in its orgin and Development) طبع ششم مطبوعہ آکسفورڈ ۱۸۹۴ء
بالخصوص جلد اول صفحات ۲۸۔۱۸۲۔ مگر حال کی تحقیقات علما نے اسکے بیان کردہ واقعات و آرا میں بہت کچھ اضافہ و ترمیم کردیا ہے۔ ایک کارآمد بیان (اگرچہ وہ بھی اسی طرح محتاج تصحیح ہے) ایچ ٹیلر کی کتاب انگریزی دستور سلطنت کا بدو آغاز اور نشوونما" ہے (Origins ad Groth of the English) (Constitution) طبع جدید، مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۰ء۔ جلد اول کتاب اول، ابواب ۳۔۵۔ اور اطلاعات کا ذخیرہ ہے۔ رایمزے کی کتاب" اساسات انگلستان " (Foundations of England) ۲ جلد مطبوعہ لندن ۱۸۹۸ء ہے۔
ایک قابل قدر خاکہ ے۔ بی وہائٹ کی کتاب" تکوین دستور سلطنت انگلشیہ ۹۴۴۔۱۴۸۵" ہے۔
(Making of the English Constitution) مطبوعہ نیو یارک ۱۹۰۸ء صفحات ۱۶۔۶۲۔
ایک شاندار کتاب ای۔ اے فریمین کی انگریزی دستور سلطنت کا نشوونما" ہے۔ طبع چہارم مطبوعہ لندن ۱۸۸۴ء۔ لیکن اسکے استعمال میں احتیاط چاہیے۔ کیونکہ مصنف نے ازمنہ مابعد میں اینگلوسیکسن اثرات باقیات کے اندازے میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ سیاسی اور اداراتی تاریخ کتب ذیل میں بہت مشرح طور پر بیان ہوئی ہے۔ ٹی۔ ہاجکن تاریخ انگلستان تا فتح نارمن (History of England to the Norman Conquest) مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء

نارمنی وانشروی حکومت ۔ انگریزی دستور سلطنت کی تکوین میں دوسرا اور نسبتہً زیادہ اہم نارمنی آنشروی دور تھا جو ۱۰۶۶ء میں ولیم فاتح کے ورود کے وقت سے ۱۲۱۶ء میں شاہ جان کے انتقال کے زمانے تک پر محتوی تھا۔ اس دور کی جس ہیئت پر سب سے پہلے توجہ منعطف ہوتی ہے وہ اختیار شاہی کی لاانتہاہی وسعت اور ایک عظیم الشان مرکزی انتظامی نظم کی تعمیر ہے جسکا مطلق العنان سرگروہ بادشاہ تھا۔ اینگلوسیکسن زمانے میں شاہی کمزور تھی مگر نارمنی فاتح ایک پرزور، دخلارہ اور مدبر فرمانروا تھا، جس نے نہایت پختہ تدبیر کے ساتھ اپنے حملہ کے نتائج سے اس طرح کام لیا کہ بادشاہ ملک کا واقعی مالک بن گیا۔ جاگیریت، قبضہ اراضی، فوجی خدمت، محصول، کلیسا، سب سے یہ کام لیا جاتا تھا کہ تاج کے اغراض کو پورا کریں۔ ایک نسل کے اندر اندر، انگلستان نہایت مطلق العنان قسم کی متحدہ و مرکزی بادشاہی بن گیا۔

یہ کام کچھ تو اس طرح پورا کیا گیا کہ ان بڑی بڑی امارتوں کو شکست کردیا گیا جنہوں نے سیکسونوں کے موخر زمانہ میں شاہی کو خطرے میں ڈالدیا تھا اور کچھ اس طرح پورا ہوا کہ ناظمان صوبہ کے اختیارات اور ان کی اہمیت کو بڑھا دیا گیا، مگر زیادہ تر اس کی تکمیل یوں ہوئی کہ ایوان شاہی کے عہدہ داران جلیلہ کے تحت میں حکومت کے دو عظیم القدر محکموں یعنی محکمۂ عدلیہ و محکمۂ مالی کی ماہرانہ ترتیب وتنظیم

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)۔ سی۔ ڈبلیو۔ سی، ارمن "انگلستان قبل از فتح نارمنی" (England before the Norman Conquest) مطبوعہ لندن، ۱۹۱۰ء۔ ایک قابل قدر فہرست کتب۔ سی گروس کی کتاب "اساس دادبیات تاریخ انگلستان"۔" (Sources and Literature of English History) مطبوعہ لندن، ۱۹۱۰ء ہے۔

کی گئی - اِن اعلیٰ عہدہ داروں کی مدد کے لئے ماہرفن عہدہ داروں کی مستقل جماعتیں مقرر تھیں[1] محکمۂ عدلیہ ایک عدالت (Curia) پر مشتمل تھا، اور محکمۂ مالیہ اسچیر (Exchequer) پر۔ایک کا سرگروہ چانسلر تھا، اور دوسرے کا سرگروہ خازن؛ ان دونوں محکموں کے اعلیٰ عہدہ داران کی ایک ہی جماعت ہوتی تھی جو کبھی تو بہ حیثیت عدالت کے نشست کرتے تھے، اور کبھی بہ حیثیت عاملان خزانہ کے نفاذِ انصاف کے منافع و مصارف، اور خزانہ کے مداخل ومخارج سلطنت کی ایک ہی اصولی کارروائی کے مختلف فروع تھے[2] "کیوریا" کے عادل جو تمام ملک میں گشت کر کے عدالت کا کام کیا کرتے تھے اور شیرف (ناظم صوبہ) جو سال میں دو مرتبہ عمال خزانہ کو ضلعے کے مواجب کا حساب دینے آتے تھے یہی لوگ ان حقیقی مرئی مختاروں کے مماثل تھے جن کے ذریعہ سے مرکزی و مقامی حکومتیں باہم مربوط تھیں-جیسا کہ ظاہر ہوگا، بمرور ایام، اسی نارمنی کیوریا سے نظم ونسق کے وہ مختلف محکمے ظہور میں آئے جن کے اعلیٰ ترین عہدہ داروں سے آج برطانی قوم کی حقیقی عاملانہ جماعت مرکب ہے۔

دستوری پابندیوں سے مقید ہونے کی وجہ سے فاتح اور اسکے اولین جانشین شاہی اقتدار پر صرف انھیں تحدیدات کو تسلیم کرتے تھے جو ان کی رعایا کے طاقتور و شورہ پشت افراد عائد کرتے تھے

---

[1] بادشاہ کی عدالتوں نے جاگیری اور دوسری عدالتوں کو نقصان پہنچا کر انصاف کا نظم ونسق جس طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا اس کی نسبت جنکس کی تصنیف "حکومت شہنشاہی برطانیہ" (Government of the British Empire) مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۸ صفحات ۹ - ۱۲ دیکھنا چاہیئے۔

[2] انیسن، قانون ورواج دستور سلطنت Law and Custem of the Const itution) جلد دوم حصہ اول صفحہ ۱۱۔

لیکن بادشاہ کے ساتھ اول ہی سے ایک جماعت شریک کار تھی جو مجلس عام یا مجلس عظمیٰ کے نام سے مشہور تھی۔ سیکسن وقایع سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "شاہ ولیم جب انگلستان میں ہوتا تھا تو سال میں تین مرتبہ اپنا تاج زیب سر کرتا تھا وہ عید الفصح کے موقع پر ونچسٹر میں پنٹی کاسٹ کے موقع پر، وسٹ منسٹر میں اور عید میلاد (کرسمس) کے موقع پر گلوسٹر میں تاج پہنا کرتا تھا۔ ان مواقع پر انگلستان کے تمام اشخاص (یعنی، اساقفہ اعظم، اساقفہ، ایبٹ اور ارل، بیرن اور نائٹ سب) اس کے ساتھ ہوتے تھے۔" درحقیقت "انگلستان کے تمام اشخاص" سے مراد صرف مقتدایان عظام، سلطنت کے اعلیٰ عہدہ دار اور بادشاہ کے خاص مستاجر ہیں۔ مگر نفس الامر میں اس سے مقصود ان لوگوں میں سے صرف وہ زیادہ اہم اشخاص ہیں جو فرداً فرداً بادشاہ کے حضور میں طلب کیے جاتے تھے۔ بہر نوع اصولاً اتنا ضرور تھا کہ جسطرح ان نارمنی بادشاہوں کے پیشرو مجلس عقلا سے مشورت کیا کرتے تھے، اسی طرح یہ بادشاہ بھی توضیع قانون، مالیات، اور روش عامہ کے تمام اہم مسائل پر اکابر ملک کی اس مجلس سے صلاح لینے کے خوگر تھے۔ حقیقت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مجلس کا ارتقا انگریزی دستور سلطنت کا مرکزی موضوع ہے[۱] کیونکہ اسی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس طریق سے ترقی کرکے پارلیمنٹ، کابینہ اور عدالتہائے قانونی پیدا ہوئی ہیں۔"

فاتح کے انتقال (واقعہ ۱۰۸۷ء) کے نصف صدی بعد تک یہ نظم معقول طور پر چلتا رہا مگر اس کی وجہ فاتح کے اس دور کے جانشینوں کے کسی مزید اضافہ کے باعث نہ تھی بلکہ اس کی وجہ زیادہ تر وہ قوت

۱۔ ولسن "مملکت" (W. Wilson the State) مطبوعہ بوسٹن (۱۹۱۸ء) صفحہ ۱۸۳۔

تحریک تھی جو اس نظم کے بانی نے اس میں مرکوز کردی تھی۔ درحقیقت اسٹیفن کے عہد حکومت (۱۱۳۵-۵۴ء) کی طوائف الملوکی نے اس کل کو تقریباً بالکل ہی تباہ کردیا تھا۔ اس کے بعد قوی بازو و جفاکش ہنری دوم (۱۱۵۴-۸۹) کا زمانہ آیا۔ جس نے تمام ضائع شدہ اختیارات کو دوبارہ حاصل کرلیا، اور خود اپنی طرف سے بھی کچھ کم اضافہ نہیں کیا۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہنری دوم کو ایک ایسی قوم ملی جو طوائف الملوکی کی مصیبتوں سے تنگ آگئی تھی، اور اس قوم کو ہنری دوم کی ذات سے ایک ایسا بادشاہ مل گیا جو زوردار نظم و نسق کا گویا عاشق تھا۔ اپنی تمام رعایا کو یکساں نظم قانون کے تابع کرنے کے لئے اس جلیل القدر آنٹردی فرمانروا نے سرکش اُمرا اور خودمختار پادریوں دونوں کے ساتھ مستقل جنگ و جدل جاری رکھی۔ اُسے پوری پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ علی الخصوص پادریوں والے مناقشے میں مگر قوم کے دوبارہ جاگیری ابتری میں مستقلاً مبتلا ہوجانے کو اس نے روک دیا اور اس نے شاہی قانون کو ایسے اقتدار سے ملبوس کردیا جو خود فاتح کے زمانے تک میں نہ تھا۔ درحقیقت ہنری دوم کے عہد حکومت کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ "اس سے قانون کی حکومت کی ابتدا ہوئی ہے"[۱] عدالتی و مالی دونوں اغراض کے لئے شاہی عادلوں کے صوبہ واری دوروں کو ایک مستقل بنیاد پر قائم کرکے اور عدالت و مالیات کے مقامی نظم و نسق میں جوری، کے اصول کو وسعت دیکر ہنری نے، انگریزی قانون عامۂ جوری، اور موجودہ سلسلہ عدالت کے قیام میں غالباً ہر دوسرے شخص کی بہ نسبت زیادہ مدد دی۔ بڑے بڑے بیرنوں کے بجائے زیادہ تر

---

[۱] انیسن، "قانون و رواج دستور سلطنت" (Law and Custom of the Institution) جلد دوم، حصۂ اول، صفحہ ۱۲۔

قانون دانوں اور سپاہیوں کو ناظمانِ امن کے طور پر مقرر کرنے سے اس نے مقامی معاملات میں مرکزی حکومت کے اثر کی ربوبیت کی۔ فوجی خدمت کو نقدی معاوضہ (یا بدل الخدمت) میں تبدیل کر دینے اور قدیم محافظ ملک فوج کی تجدید سے وہ قوم کی مسلح قوت کو کامل طور پر شاہی اقتدار کے تحت میں لے آیا۔ مجلس عظمیٰ کو بکثرت طلب کرنے، اور سلطنت کے مقدم معاملات کو عادتاً اسکے سامنے پیش کرنے سے، اس نے ایک ایسے ادارے کی اہمیت میں بہت کچھ اضافہ کر دیا جس سے کچھ زمانہ بعد خود پارلیمنٹ کا وجود میں آنا مقدر تھا۔

منشور اعظم (۱۲۱۵) ۔ ولیم فاتح اور ہنری دوم کے ایسے قابل بادشاہوں کے ہاتھ میں مطلق العنان طاقت کے ہونے سے اگرچہ کبھی کبھی ناانصافی بھی صادر ہو جاتی تھی مگر عام طور پر یہ طاقت سود مند و قابلِ تحمل ہوتی تھی لیکن ہنری دوم کے بیٹے رچرڈ اول یا جان کے ایسے کمزور و بدکردار حکمرانوں کے ہاتھ میں یہ طاقت بہت جلد ناقابلِ برداشت بن گئی۔ جان کے دورِ حکومت میں شکایات کے طومار لگ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے طاقتور اشخاص یعنی بیرن علانیہ بغاوت کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ۱۵۔جون ۱۲۱۵ء کو بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ کوئی فریق اس کے ساتھ نہیں ہے اور اس کے تخت کے جاتے رہنے کا خطرہ لاحق ہے تو اُس نے آزادیوں کا وہ مشہور مجموعہ عطا کر دیا جو "منشور اعظم" کے نام سے مشہور ہے۔ کسی قوم کی تاریخ میں کوئی دستاویز اس "منشور" سے زیادہ اہمیت رکھنے والی نہیں ہے، ایک مرتبہ اسٹبز نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ انگلستان کی ساری دستوری تاریخ اسی منشور کی ایک تفسیر مدید ہے۔ اس منشور کی اہمیت صرف اس امر سے نہیں ہے

کہ معاشرے کے مختلف طبقات کے متحدہ عمل سے یہ منشور ایک نا رضامند بادشاہ سے بزور حاصل کیا گیا تھا اور یہی عمل ایسا تھا کہ ازمنۂ وسطی میں فرانس اور برّ اعظم کے دوسرے ممالک میں کبھی اسکا امکان نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ اس کی اہمیت کا خاص باعث یہ ہے کہ اس کے وسیلہ سے انگریزی حکومت کے اساسی اصولوں کا (جس حد تک کہ وہ اصول تیرھویں صدی میں پختہ ہوگئے تھے) ایک بے نظیر خلاصہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اس منشور میں ایسی باتیں جو نئی ہوں بہت ہی کم ہیں۔ اس کے واضعین کا مقصود صرف اتنا تھا کہ انگلستان کے اچھے بادشاہوں نے جن اصولوں اور رواجوں کو علی العموم مرعی رکھا تھا، اور جن سے رچرڈ اور جان کے ایام بدمیں گریز کیا گیا یا علانیہ ان کی خلاف ورزی کی گئی تھی، انھیں اصولوں اور رواجوں کو ایک معقول اختصار کی دستاویز میں جمع کردیں۔ حکومت کی کسی نئی شکل یا قوانین کے کسی نئے ضابطہ کا کوئی خیال مطلق نہیں تھا، بلکہ زیادہ تر موجودہ وعملی شکایات کا تدارک مدنظر تھا۔ پس بالطبع یہ منشور اپنے اکثر وبیشتر اہم دفعات کے لحاظ سے ہنری اول کے ۱۱۰۰ء والے عطا کردہ منشور پر مبنی تھا، اور یہ دستاویز بھی اپنی جگہ پر زیادہ تر سیکسنی بادشاہ اڈورڈ تائب کے پاکبازانہ قوانین پر قائم تھی۔ اسی طرح ۱۲۱۵ء کا منشور بھی اپنی باری میں ایک ایسی بنیاد بن گیا کہ ازمنۂ مابعد میں دستوری آزادی کا قول وقرار اسی کی طرف راجع ہوتا تھا اور متعدد فرمانرواؤں کو جو اس کے اصول کو ملحوظ رکھنے پر مائل نہ تھے، کم وبیش دباؤ کے تحت میں آکر خود اس منشور کی تصدیق کرنا پڑی۔

واقعاً، یہ منشور بادشاہ اور اس کی غیر مطمئن رعایا کے مابین ایک معاہدہ تھا، فی الاصل یہ ایک جاگیرانہ دستاویز تھی، اور اسکے

قواعد کے بیشتر حصّہ کا تعلق سب سے پہلے بیرنوں کے امتیازات وحقوق سے تھا، لیکن اس میں ایسی دفعات بھی داخل تھیں جن کا اثر معاشرے کے تمام طبقات پر پڑتا تھا، اور یہ امر خیال رکھنے کے قابل ہے کہ اس منشور میں بیرنوں اور پادریوں نے یہ ذمہ لیا تھا کہ وہ خود تاج سے جس قسم کے رواجوں اور آزادیوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اُنھیں وہ اپنے تابعین پر وسیع کریں گے۔ منشور کو اگر بہ حیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اس نے کلیسا کی ذمہ داری کی گویا ضمانت کردی، جسقدر جاگیری ذمہ داریاں اور رواج باقی رہ گئے تھے اُنھیں از سرِنو اور قطعی الفاظ میں متعین کردیا، ذی اختیار قصبات یعنی برو، کے اختیارات کو محفوظ کردیا، ملک وتجارت کی آزادی کا ذمہ لیا اور حکومت وقوانین سے متعلق اہم ضوابط قرار دیئے، خاص کر یہ قرار پایا کہ جب بادشاہ بدل الخدمت (Scutage) کی تشخیص یا غیر معمولی مالی امداد کی تجویز کرے، تو اُسے مجلس عامہ، کی صلاح لینا چاہیئے جو مستاجران اعلیٰ پر مشتمل ہو، ان میں سے جو زیادہ بڑے مستاجر ہوں وہ فرداً فرداً بلائے جائیں، اور کم اہمیت کے مستاجر بذریعۂ ناظمان امن طلب کئے جائیں بعض عام دفعات سے بے لوث اور غیر متغیر انصاف کی ضمانت کی گئی تھی، مثلاً یہ کہ ایک دفعہ میں یہ اقرار کیا گیا تھا کہ انصاف کی خرید وفروخت نہ ہوگی، ایک دوسری دفعہ میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ کوئی آزاد شخص اپنے ہمسروں[ع۱] کے فیصلہ یا قانون ملک کی متابعت کے سوا کسی طرح پر مقید

ع۱۔ لفظ "پیر" (ہمسر)، اس کے معنی محض ہم رتبہ اشخاص کے ہیں، اس دفعہ کے معنی میں جوری کے ذریعہ سے مقدمہ چلانا مضمر نہیں ہے۔ یہ صرف اس امر کی ذمہ داری تھی کہ بیرنوں کے مقدمہ کا فیصلہ ان سے کم رتبہ کے جاگیری اشخاص نہ کریں گے جوری کا طریق تیرھویں صدی میں عام ہوتا جاتا تھا مگر اسکا تعین منشور اعظم میں نہیں کیا گیا تھا۔

خارج الذمہ یا محروم الملک نہیں کیا جائے گا۔ مگر اس تمام توضیح میں جو امر جاری و ساری تھا وہ مطلق العنان طاقت کی تحدید کا خیال تھا۔ بیشک یہ خیال بیسویں صدی کی دستوری بادشاہی کا سا تخیل نہیں تھا مگر بدرجہ اقل یہ ایک صاف تصور اس پابندی کا تھا کہ بادشاہ کو بہ حیثیت جاگیردار کے اپنے جاگیری معاہدات کے حدود کے اندر رہنا چاہیئے۔ ایک امریکی عالم یہ کہتا ہے کہ "منشور اعظم نے جو کچھ کیا وہ دو ایسے اساسی اصول کا قائم کردینا تھا جو ۱۲۱۵ء ہی کی طرح صاف طور پر آج بھی انگریزی دستور سلطنت اور اُن تمام دساتیر سلطنت کی بنیاد ہیں جو مذکور القدر دستور سے ماخوذ ہیں؛ اولاً یہ کہ سلطنت کے اندر بعض ایسے قوانین موجود ہیں جو اپنے وقت کی سیاسی تنظیم کی ایسی لازمی بنیاد بن گئے ہیں کہ بادشاہ کو (ہمارے اس وقت کے محاورے میں حکومت کو) ان کی اطاعت کرنا چاہیئے" اور دوسرے یہ کہ اگر حکومت ان قوانین کی اطاعت سے انکار کرے تو قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اُسے ایسا کرنے پر مجبور کردے خواہ اسمیں نوبت اس کی آجائے کہ موجودہ حکومت کو زیر زبر کرکے اس کے بجائے دوسری حکومت قائم کردی جائے۔۔۔۔ انگریزی تاریخ کے ہر اُس زمانہ میں جب کہ اس قسم کے مسائل پیدا ہوئے ہیں اور انگریزی آزادی کے ارتقا کے ہر ایک نازک موقع پر، یہی دوگانہ اصول وہ اصول رہا ہے جسپر ہمارے بزرگ قائم رہے اور جسے بنیاد قرار دیکر اُنھوں نے آہستہ آہستہ اس آزاد حکومت کی عمارت طیار کی جس کے تحت ہم رہتے ہیں۔"[1]

---

[1] ایڈمز، "انگلستان کی تاریخ آئینی کا خاکہ" (Ontlines of English Constitutiona) (History) صفحات ۴۵۔ ۴۷۔ نارمنی و آنتروی دور کے اوائل ہیئتوں کے متعلق

پارلیمنٹ کا عروج	اس طرح پر شاہی مطلق العنانی اور کسی نہ کسی نوع سے عامۂ قوم کی نمایندگی کرنے والی قوت (یعنی حاکم و محکوم کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بیانات کتب ذیل میں ہیں۔ اسٹبز' تاریخ دستوری (Constitutional History) جلد اول صفحات ۲۱۵ - ۶۸۲ - ٹیلر "انگریزی دستور سلطنت کا آغاز اور نشو و نما۔" (Origin and Growth of the English Constitution) جلد اول کتاب دوم' ابواب ۲ - ۳ - ایڈمز' انگریزی دستور سلطنت کا آغاز" (Origin of the English Constitution) ابواب ۱ - ۴ ایک عمدہ مختصر تبصرہ سی - ہیس کنس (Haskins) کی کتاب نارمن قوم یورپی تاریخ میں ہے (The Norman in the European History) مطبوعہ بوسٹن' ۱۹۱۵ء۔ باب سوم - دو کار آمد چھوٹی چھوٹی کتابیں حسب ذیل ہیں۔ اسٹبز' ابتدائی شاہان پلینٹجنٹ" (Early Plantagenets) مطبوعہ لندن ۱۸۷۶ء - مسز رچ - آر گرین - ہنری ششم" (Henry VI) مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء - عام داستان کتب ذیل میں ملیگی - ٹی - ایف - ٹاوٹ تاریخ انگلستان از جلوس ہنری سوم تا انتقال اڈورڈ سوم ۱۲۱۶ - ۱۳۷۷ (History of Englad from the accession of Henry III to the death of Edward III, 1216-1377) مطبوعہ لندن' ۱۹۰۵ء - ایچ۔ ڈبلیو - سی ڈیوس' انگلستان تحت حکومت شاہان نارمن و شاہان آنژوی (England under the Normans and the Angeuins) مطبوعہ لندن' ۱۹۰۵ء - ایک یادگار زمانہ تصنیف (اگرچہ اس میں معتدبہ تصحیح کی ضرورت ہے)' اے فریمین کی تاریخ فتح نارمنی" (History of the Norman Conquest) ۶ جلد مطبوعہ آکسفورڈ' ۱۸۶۷ - ۱۸۷۹ ہے - اور ایک مفید خاکہ فریمین کی مختصر تاریخ فتح نارمنی" (Short History of the Norman Conquest) طبع سوم' مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۱ء ہے۔ وسیع اور فنی کتابوں میں کتب ذیل کا ذکر ہو سکتا ہے - ایف پولک اور ایف ڈبلیو میٹلینڈ' تاریخ قانون انگلشیہ" (History of English Law) ۲ جلد' طبع دوم' کیمبرج ۱۸۹۸ء قانونی تاریخ و مسلمات کے مطالعہ کے لحاظ سے یہ کتاب تمام سابقہ کتب سے فائق ہے۔ ایف۔

درمیان، طویل المدت مناقشے کا صاف طور پر آغاز ہوگیا تھا، اس
مناقشے کے لئے یہ مقدر ہوچکا تھا کہ یہ کئی صدیوں تک جاری
رہے گا اور درحقیقت یہی ملک کی دستوری تاریخ کا وسطی مرکز بنجائیگا
اور اس کا خاتمہ صرف اس وقت ہوگا جب قوم اپنے اس حق کو
پوری طرح تسلیم کرا دے گی کہ وہ ہر نہج سے خود اپنی مالک ہے۔ اس
مہیب مناقشے میں قوم کی جانب سے سربراہی کا کام اس جلیل القدر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ڈبلیو میٹلینڈ۔ "ڈومزڈے بک و ما بعد" (Domesday
Book and Beyond) کیمبرج، ۱۸۹۷ء ج۔ ایچ راؤنڈ "جاگیری انگلستان"
(Feudal England) مطبوعۂ لندن، ۱۸۹۵ء۔ کے نارگیٹ "انگلستان تحت
شاہان آنثردی" (England under the Angevin Kings) ۲ جلد، مطبوعہ لندن
۱۸۸۷ء۔ ایضاً "جان لیکلینڈ" (John Lackland) مطبوعۂ لندن، ۱۹۰۲ء۔
ج۔ ایچ ایمزے "آنثردی شہنشاہی" (The Angevin Empire) مطبوعۂ
لندن ۱۹۰۳ء۔ منشور اعظم کی اصل عبارت اسٹبز کے "منشورات منتخبہ" (Select
Charters) صفحات ۲۹۶-۳۰۶ پر طبع ہوئی ہے۔ اس کے انگریزی ترجمے کتب
ذیل میں ملیں گے۔ ایچ ایم۔ اسٹیونیز "انگلستان کی تاریخ دستوری کے منتخب دستاویز"
(Select Documents of English Constitutional History) مطبوعۂ نیو یارک،
۱۹۰۷ء۔ جامعہ پنسلوینیا کے شائع کردہ "تراجم و طبعات ثانی" (مترجمۂ ڈی۔
پی چینی) جلد اوّل شمارہ ۶۔ اس بحث پر بڑی مخصوص تصنیف، ڈبلیو۔ اس میک کنی
کی "منشور اعظم: شاہ جان کے منشور اعظم کی تفسیر" (Magna Carta; A Commentary
on the Great Charter of King John) مطبوعۂ گلاسگو، ۱۹۰۵ء۔ ایک توضیح کن تشریح اڈمز کی
کتاب "انگریزی دستور سلطنت کا آغاز" ہے (Origin of the English Constitution)
صفحات ۲۰۷-۳۱۳۔ نیز، ایچ۔ ای۔ میلڈن (مدیر) "یادگاری مضامین
دربارۂ منشور اعظم" (Magna carta Commemoration Essays) بھی دلچسپ ہے۔
مطبوعۂ لندن، ۱۹۱۷ء۔

ادارے نے انجام دیا جو ہنوز شاہ جان کے زمانے میں وجود میں نہیں آیا تھا، یعنی پارلیمنٹ کی تاریخ میں تکوینی دور میں ہنری سوم کے عہد (۱۲۱۶ - ۱۲۷۲) کا نصف ثانی اور اس کے ساتھ قانون ساز بادشاہ اڈورڈ اوّل کا کل عہد حکومت (۱۲۷۲ - ۱۳۰۷) تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ پارلیمنٹ کی تخلیق اس طرح پر ہوئی کہ نارمنی زمانے کی حقیقتاً جاگیری مجلس اعظم میں قوم کے ان طبقات کے نمایندوں کو جن کی جاگیری زمانے میں کوئی حیثیت نہ تھی خاصکر تجار اور چھوٹے چھوٹے زمینداروں کے نمایندوں کو داخل کر کے اس مجلس کو وسعت دیدی گئی۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ ارکان کے اس مرکب مجموعے کو دوہم پایہ مجلسوں میں منقسم کر دیا گیا۔ تیرھویں صدی میں نمایندگی کا اصول کوئی نئی چیز نہیں تھا بلکہ اینگلوسیکسنی زمانے کی مقامی حکومت میں اس کے اہم اثرات موجود تھے۔ پارلیمنٹ کے ارتقا میں یہ اصول جسطرح عمل میں آیا اس کی نسبت عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ بارھویں صدی کے اس طرز عمل سے پیدا ہوا کہ اجرائے محاصل کے اغراض سے جائداد منقولہ و غیر منقولہ کی قیمت کے تعین کے لئے تشخیص کرنے والوں کا اور بادشاہ کے مقرر کردہ عادلوں کے سامنے فوجداری معاملات کے پیش کرنے کے لئے جواروں (Juros) کا انتخاب ہوتا تھا[1]۔ تیرھویں صدی کے آغاز تک یہ خیال بہت مضبوط جڑ پکڑتا جاتا تھا کہ نہ صرف محصول کے عائد کرنے میں محصول دینے والوں کی شنوائی ہونا چاہیئے، بلکہ نمایندگی اور ادائے محصول میں ایک طرح کا طبعی و لابدی تعلق ہے، جیسا کہ بیان

---

[1] چنانچہ ہنری دوم کے ۱۱۸۸ء والے "عشر صلاح الدین" کی تشخیص (بدرجہ اوّل جزوی طور پر) قرب وجوار کے جوار کے ذریعہ سے ہوئی تھی، جنکا انتخاب مختلف طلقہائے مذہبی کے محصول دینے والوں نے کیا تھا۔ اور ایک مفہوم میں یہ انکے نمایندے تھے، یہ عشر آمدنی اور جائداد منقولہ پر پہلا قومی محصول تھا۔

ہو چکا ہے، منشور اعظم نے یہ متعین کردیا تھا کہ بدل الخدمت (Scutage) اور تمام جاگیری امداد کی تشخیص میں (سوائے تین مسلمہ عام جاگیری امداد کے) بادشاہ کو مجلس اعظم سے صلاح لینا چاہئے۔ اوائل تیرھویں صدی کی مجلس نمایندہ جماعت نہیں تھی مگر اسمیں نمایندہ جماعت بننے کی قابلیت ضرور موجود تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا اجرائے محصول میں سہولت پیدا کرنے کے لئے مرکزی حکام کو یہ تدبیر مناسب معلوم ہوئی کہ قومی معاملات کے حدود میں عام نمایندگی کے اس اصول کو رائج کریں جس سے مقامی انصاف اور مالیات کے حدود میں پہلے ہی سے اچھے نتیجے پیدا ہو رہے تھے، اور اسی طریق کے اختیار کرنے کا نتیجہ وہ تدریجی تغیر ہوا جس سے جاگیری اکابر و عظام کا قدیمی مجمع ایک قومی پارلیمنٹی جمعیت میں مبدّل ہوگیا۔

اس جانب میں پہلا قدم ۱۲۱۳ء میں اٹھایا گیا، جب کہ شاہ جان نے مالی و سیاسی مشکلات سے پریشان ہوکر "ناظمان امن" کے نام احکام جاری کئے کہ ہر ضلع سے "چار فہمیدہ نائٹ" آکسفورڈ میں منعقد ہونیوالی مجلس شوریٰ میں بھیجے جائیں۔ ۱۲۵۴ء میں شاہ ہنری سوم کو جب گیسکنی کی جنگوں کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوئی تو اس نے ناظمانِ امن سے یہ چاہا کہ تاج کو امداد دینے کے لئے بیرنوں اور پادریوں سے مشاورت کرنے کے لئے ہر ضلع سے دو نائٹ بھیجے جائیں۔ امداد کی حسب خواہ منظوری سے انکار کردیا گیا، اور بادشاہ اور بیرنوں کے درمیان مناقشہ کی جو آگ مدت سے اندر ہی اندر سلگ رہی تھی وہ خانہ جنگی کی صورت میں بھڑک اُٹھی، مگر اس کشمکش کے دوران میں پارلیمنٹ کی بنیاد اور بھی زیادہ مستحکم طریق پر قائم ہوگئی۔ ۱۲۶۴ء میں لیوئس میں بادشاہ کے شکست کھا جانے کے بعد، بیرنوں کے سرگروہ سائمن ڈی مونٹفرٹ نے ایک پارلیمنٹ کا انعقاد کیا، جو نہ صرف بیرنوں اور پادریوں پر مشتمل تھی بلکہ ہر صوبے سے چار نائٹ بھی اس میں شامل تھے، اور پھر دوسرے سال لندن میں اس نے پانچ ارل، اٹھارہ بیرن اور پادریوں کی ایک

جماعت کثیرہ کے علاوہ متعدد اضلاع سے دو دو بیرنوں کو اور ان اکیس قصبات سے جن کی نسبت معلوم تھا کہ بیرنوں کے ہواخواہ ہیں دو دو شہریوں کو جمع کیا۔ یہ کارروائیاں غیر مستند تھیں، بلکہ درحقیقت انقلابی نوعیت رکھتی تھیں اور اسٹبز کے خیال کے مطابق ۱۲۶۵ء کا اجتماع بھی ایک فریقانہ مجمع کی صورت کا تھا۔ اس کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ اس کے بانی کا یہ ارادہ رہا ہو کہ اس قسم کی جماعت باقاعدہ وقتاً فوقتاً طلب کی جائے گی، بلکہ دوسری مرتبہ کی طلبی تک کا ارادہ نہیں معلوم ہوتا۔ یہ سب کچھ سہی، پھر بھی اب پہلی مرتبہ شہروں کے نمایندے بیرنوں، پادریوں اور نائٹوں کے ساتھ سیاسی اتحاد عمل کے میدان میں آگئے تھے، اور صورت حالات پُر از توقعات تھی۔ آیندہ کے تیس برس کے اثنار میں متعدد پارلیمنٹیں ضرور منعقد ہوئیں لیکن یہ امر غیر متیقن ہے کہ نائٹوں اور شہریوں نے ان میں کس حد تک حصہ لیا۔ یہ دور تجربہ کا دور تھا۔ ۱۲۷۳ء میں جدید بادشاہ اڈورڈ اول کی (جو اسوقت ملک میں موجود نہ تھا) وفاداری کا حلف لینے کے لئے ہر ضلع سے چار نائٹ اور ہر قصبہ سے چار شہری، امراء عظام کے ساتھ شریک ہوئے۔ ۱۲۷۵ء میں وسٹ منسٹر کا پہلا قانون علی الاعلان یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ "عامۂ ملک" کی منظوری سے قبول کیا گیا ہے۔ ۱۲۸۳ء میں ایک پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا جو عملاً ۱۲۶۵ء کی پارلیمنٹ کا ثنیٰ تھی۔ ۱۲۹۰ء اور پھر ۱۲۹۴ء میں اسی قسم کے اجتماعات ہوئے مگر ان میں شہروں کی نمایندگی ساقط کر دی گئی تھی۔

جس جلسہ نے عام طریق پہ آیندہ ہمیشہ کے لئے ایک طرز کا تعین کردیا وہ اڈورڈ اول کی ۱۲۹۵ء والی "نمونہ کی پارلیمنٹ" تھی، اس جماعت میں بادشاہ نے، فرداً فرداً دونوں اساقفۂ اعظم، تمام اساقفہ، بڑے درجہ کے ایبٹ، اور زیادہ اہمیت رکھنے والے

ارلوں اور بیرنوں کو طلب کیا۔ اس کے ساتھ ہی ہر ناظم امن پر یہ فرمان نافذ ہوا کہ دو نائٹ ہر ضلع سے دو شہری ہر شہر سے اور دو قصباتی ہر برو سے منتخب کئے جائیں۔ مزید براں ہر اسقف کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھ اپنے بڑے گرجے کے شماسوں، اپنی اسقفی کے صدر شماس اپنے بڑے گرجے کے ایک پراکٹر اور اپنی اسقفی کے پادریوں میں سے دو پادریوں کو بھی لے آئے۔ پارلیمنٹ واقعاً جس طرح منعقد ہوئی اس میں دو اساقفہ اعظم اٹھارہ اسقف مع اپنے چھوٹے درجے کے پادریوں کے، چھیاسٹھ ایبٹ قسیسوں کے تین سرگروہ، نوابل، اکتالیس بیرن، اضلاع کے تریسٹھ نائٹ، شہروں اور برو کے ایک سو تریسٹھ نمائندے، غرض فی الجملہ چار سو اشخاص شامل تھے اسطرح اصالتاً یا وکالتاً انگریزی معاشرے یعنی امرا، قسیس و عوام کے تمام سربرآوردہ طبقات و فرق اس میں شامل ہو گئے تھے، اس وقت کے بعد سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹ ایک قائم شدہ ادارہ ہو گئی تھی۔

۱۲۹۵ء میں اور اس کے بعد بھی بہت دنوں تک، تینوں طبقات علیحدہ علیحدہ بیٹھے اور کام کرتے رہے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ فرانس کے اسٹیٹس جنرل (مجلس طبقات مجتمعہ) کے مانند، پارلیمنٹ بھی مستقلاً تین ایوانوں پر مشتمل ہو جائے گی، جس کے معنی یہ ہوتے کہ فرانس کی طرح امرا و پادری ہمیشہ ایسی حیثیت رکھتے ہوتے کہ وہ عوام کی رائے پر غالب آجاتے، مگر بتدریج عملی اغراض ایک دوسرے ہی انتظام کی جانب منجر ہوئے، چھوٹے درجے کے پادری حاضری کی زحمت کے خیال سے اور اپنے حصۂ امداد کے متعلق اپنی خاص مذہبی جماعتوں میں (جو کینٹربری اور یارک کے اجتماعات کے نام سے مشہور تھیں) رائے دینے کو مرجح سمجھکر بہ لطائف الحیل اپنی رکنیت کی ذمہ داری سے

سبکدوش ہوگئے۔ اس کے بعد بڑے درجے کے پادریوں اور بیرنوں کے اغراض میں اس درجے تک اشتراک پیدا ہوگیا کہ وہ آسانی کے ساتھ ایک ہی جماعت میں مدغم ہوگئے۔ اسی طرح چھوٹے درجے کے بیرنوں نے یہ دیکھا کہ ان کے اغراض حقیقتاً وہی ہیں جو صوبوں کے آزاد اشخاص اور بروٗ کے لوگوں کے ہیں (جنکی نمایندگی نائٹ کرتے تھے)، مآل کار اس کا یہ ہوا کہ بتدریج رکنیت کی ترتیب ازسرنو دو بڑے گروہوں میں ہوگئی جن میں سے ایک دارالامرا بن گیا اور دوسرا دارالعوام ہوگیا۔ ایوان بالائی نے عملاً ازمنۂ جاگیری کی مجلس اعظم کو تمغۂ دوام عطا کردیا، اور ایوان زیریں زیادہ تر ان نئے عناصر پر مشتمل ہوگیا جو غیرجاگیری طبقات کی نمایندگی کرتے تھے۔ اڈورڈ سوم کے عہد کے اختتام (۱۳۷۷ء) تک یہ دو ایوانی تنظیم پایۂ تکمیل کو پہنچی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ تنظیم کسی معینہ رائے کی وجہ سے وجود میں نہیں آئی کہ دو ایوان، ایک ایوان یا تین ایوانوں کی بہ نسبت بہتر ہیں نہ کسی اور صاف و صریح تجویز یا مقصد کی وجہ سے ظہور میں آئی، بلکہ زیادہ تر اتفاق سے پیدا ہوگئی یعنی اس وجہ سے کہ کلیسا نے (جو بر اعظمی مماثلت کے بموجب ایک تیسرا ایوان ہونا چاہیئے تھا) اس سے علیحدہ رہنا پسند کیا۔[1] لیکن چودھویں صدی کے بعد سے انگلستان کی تاریخ کی تمام رفتار پر اس کا شدید اثر پڑا ہے کہ جمعیت قومی نے دو ایوانوں کی صورت اختیار کی۔ اسکاٹلینڈ کی طرح ایک ایوان، فرانس کی طرح تین ایوانوں

---

[1] ایڈمز "انگریزی تاریخ دستوری کا خاکہ" Outline Sketch of English Constitutional History دارالعوام کے آغاز کار کی بحث عالمانہ طرز پر پاژ کے (Pasquet) نے اپنی تحریر "مقالہ آغاز دارالعوام" Essai sur les origines de la Chambre des Communes میں کی ہے۔

یا سویڈن کی طرح چار ایوانوں کی صورت نہیں اختیار کی۔

پارلیمنٹ کے اختیارات کی ترقی

چودھویں اور پندرھویں صدیوں میں پارلیمنٹ کے اختیار میں برابر ترقی ہوتی گئی۔ اس کے اجلاس بلا ترتیب و غیر متواتر ہوا کرتے تھے، مگر مالیات اور وضع قوانین کے جامع الاہمیت حدود کے اندر اس نے بادشاہ کے مساوی اور کبھی کبھی اس سے بڑھکر اقتدار کا دعوی کیا اور اُسے قائم رکھا۔ مالیات کے متعلق اس نے اس دُہرے اصول کو بزور تسلیم کرا دیا کہ (۱) جملہ اقسام کے محصول لگانے کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے اور (۲) بادشاہ کسی قسم کا براہ راست محصول اس کی منظوری کے بغیر نہ لگائے، اور نہ کسی قسم کا بالواسطہ محصول ان محصولوں کے سوا لگائے جو ان رواجوں کے بموجب بجا قرار دیئے جا سکتے ہوں جنھیں منشور اعظم میں تسلیم کیا گیا ہے۔ پارلیمنٹی عطیات کی بابت ۱۳۹۵ء میں وہ ضابطہ اختیار کیا گیا جو آج تک نافذ ہے کہ "بذریعۂ عوام بصلاح و اتفاق امرائے دینی و دنیاوی" اور ۱۴۰۷ء میں ہنری چہارم نے اس اصول کی باضابطہ منظوری دیدی کہ مالی عطیات ابتداءً دار العوام میں پیش ہوں، اور امرا اس سے اتفاق کریں اور اس کے بعد ہی وہ بادشاہ کے سامنے پیش کئے جائیں۔ یہی حال وضع قوانین کا ہوا۔ ابتداءً پارلیمنٹ کے متعلق یہ نہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ کسی طرح پر قانون ساز جماعت ہے۔ مجلس اعظم جن اکابر پر مشتمل تھی، وہ تشریعی معاملات میں بادشاہ کو صلاح دینے کے حق پر عمل پیرا تھے، اور پارلیمنٹ میں اُن کے جانشین یہی کرتے رہے، مگر جو عوام تیرھویں صدی میں پارلیمنٹ میں داخل کئے گئے ان کی موجودگی تشریعی اغراض کی بہ نسبت زیادہ تر مالی اغراض کے لئے تھی، لیکن اس فرق کا قائم رکھنا دشوار ہوگیا، اور پارلیمنٹی جماعت کے مسلسل بڑھتے

جانے کے ساتھ، آخر الامر یہ تسلیم کرلیا گیا کہ وضع قوانین کا فرض اِس کُل جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔

چودھویں صدی کے آغاز میں ضابطے کے بموجب قوانین بحکم بادشاہ، باتفاق اکابر اور باستدعائے عوام وضع کئے جاتے تھے۔ نائٹ اور شہری واضع قوانین ہونے کے بجائے زیادہ تر قوانین کے لئے درخواست دھندے سمجھے جاتے تھے۔ وہ کسی نئے قانون تحریری یا قانون کی زیادہ واضح تعریف کی استدعا کرسکتے تھے مگر یہ کام بادشاہ اور اُس کے مشیروں کا تھا کہ آیا قانون کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ضرورت ہے تو قانون کس شکل میں ہونا چاہیئے۔ جب کسی مستدعیہ قانون کا وعدہ کرلیا جاتا، تب بھی دارالعوام کے مقصود میں توڑ مروڑ کر دی جاتی تھی کیونکہ علی العموم دستاویز اس وقت تک مرتب نہ ہوتی تھی کہ پارلیمنٹ منتشر نہ ہوجائے اور پھر فی الواقع قانون کی صورت اور اس کے مطلب دونوں کا تعین بادشاہ اور اس کی مجلس کی خود رائی سے ہوتا تھا۔ اڈورڈ دوم کے عہد میں ۱۳۲۲ء کے ایک یادگار زمانہ قانون میں یہ قرار دیا گیا کہ "جو معاملات ہمارے ولی نعمت بادشاہ اور اس کے جانشینوں اور نیز ملک و قوم کی ضرورت و حالت کے لئے متعین کئے جائیں وہ بذریعۂ بادشاہ سلامت کے اور باتفاق رائے مقتدایانِ دین، ارل، بیرن اور عوام کے پارلیمنٹوں میں زیر بحث آکر منظور و مسلم ہوں گے، جیسا کہ اس کے قبل سے رائج رہا ہے"۔[1] اس اعلان کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے۔ اس نے نہ صرف حقیقتاً پارلیمنٹ کی تشریعی خصوصیت کو بلکہ اکابر و عوام کی تشریعی مساوات کو بھی قائم کردیا۔ لیکن اب بھی یہ باقی رہ گیا تھا کہ درخواست وہی کے حق سکے

[1] ایڈمز و سٹیفنز "منتخب شدہ دستاویزات" (Select Documents) صفحہ ۹۷۔

بجائے مسودۂ قانون کے ذریعے سے وضع قانون کا حق قائم کیا جائے۔ تیرھویں صدی کے کامل دور میں، پارلیمنٹ اور بالخصوص دارالعوام اس اصول کے صریحاً تسلیم کئے جانے پر زور دیتا رہا کہ قانون تحریری اپنی مختتم صورت میں اس درخواست کے عین موافق ہونا چاہیئے جس پر وہ مبنی ہو۔ ۱۴۱۴ء میں ہنری پنجم نے یہ حق عطا کیا کہ "اب آیندہ سے عوام کی درخواستوں پر کوئی ایسا قانون وضع نہ کیا جائیگا جو ان کی استدعا کے مخالف ہو اور ان کی منظوری کے بغیر وہ اسکے پابند نہ ہوں گے"۔[۱] لیکن اکثر اس قاعدے کی خلاف ورزی ہوتی رہتی تھی اور ہنری ہفتم (۱۴۲۲ - ۱۴۶۱) کے اواخر عہد میں ایک تغیر ہوا جس کے بموجب آیندہ تجاویز کا طیار شدہ مسودہ قانون کی شکل میں ہر دو ایوانوں میں پیش ہونا قرار پایا۔ اب قوانین اس طرح وضع ہونے لگے۔ "بحکم اعلیٰ حضرت بادشاہ سلامت دبہ صلاح واتفاق امرائے دینی و دنیاوی وعوام جمع شدہ پارلیمنٹ موجودہ وباقتدار افراد بالا"۔ آج بھی پارلیمنٹ کا ہر ایک قانون انھیں الفاظ سے شروع ہوتا ہے، سوائے ان قوانین کے جو ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے شرائط کے بموجب منظور ہوئے ہوں جن میں امرا کا نام حذف ہو جاتا ہے۔ پارلیمنٹ جو کسی وقت میں محض درخواست کنندہ وصلاح دہندہ جماعت تھی اب وہ کامل الاختیار قانون ساز جمعیت بن گئی ہے۔[۲]

---

[۱] ایڈمز و سٹیفنس کی "منتخب شدہ دستاویزات" (Select Documents) صفحہ ۱۸۲

[۲] پارلیمنٹ کے عروج کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیئے:-

اسٹبز "انگلستان کی تاریخ دستوری" (Constitutional History of England) جلد دوم، ابواب ۱۵ - ۱۷۔

ٹیلر "انگریزی دستور سلطنت کا بدو و آغاز و نشو و نما" (Origins and Growth of the English Constitution) جلد اوّل، صفحات ۲۸ - ۲۱۶۔ جی۔ پی۔ اسمتھ، انگلستان کے پارلیمنٹ کی تاریخ (History of the English Parliament) مطبوعۂ لندن

مجلس مستقل و عدالتہائے قانون۔

نارمنی مجلس اعظم کا نیم اعیانی و نیم عوامی جمعیت میں (جو پارلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے) اس طرح متبدل ہوجانا اس وقت کے انگریزی حکومتی نظم کی بنیادوں کے قائم کرنے میں بہت کچھ اثر رکھتا ہے۔ اسی کے متوازی مجلس اعظم ہی سے ایک دوسری جماعت بھی نکلی جو تیرھویں صدی کے بعد مجلس مستقل، اور پندرھویں صدی کے بعد مجلس پریوی کونسل کے نام سے موسوم ہوئی، اور اسی طرح چار خاص عدالتوں کی تخریج

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ۱۸۹۲ء۔ جلد اول، کتب ۱۳ و ۱۴۔ وھائٹ "تکوین دستور سلطنت انگلشیہ" (Making of the English Constitution) صفحات ۲۹۸ - ۴۰۱ ٹی۔ جے۔ ٹڈ کے: انگریزی آئینی تاریخ کا کتابچہ برائے طلب "Student's Manual of English Constitutional History" طبع دوم، مطبوعۂ آکسفورڈ، ۱۸۹۸ء۔ صفحات ۱۲۷ - ۱۵۰۔ ٹاؤٹ "تاریخ انگلستان از تخت نشینی ہنری سوم تا انتقال اڈورڈ سوم" ابواب ۵، ۶، ۱۰۔ قابل قدر سوانحی کتب حسب ذیل ہیں:۔ جی ڈبلیو۔ پروتھرو سوانح "سائمن ڈی مونٹفورٹ" (Life of Simmon de Montfort) مطبوعۂ ۱۸۷۷ء۔ ای۔ جنکس "اڈورڈ پلنٹیجنٹ (اڈورڈ اول) انگریزی جسٹینین Edward Plantagenet (Edward I) the English Justinian مطبوعۂ نیویارک، ۱۹۰۲ء۔ ٹی۔ ایف۔ ٹاؤٹ، "اڈورڈ اول" (Edward I) مطبوعۂ لندن، ۱۹۰۶ء۔ چودھویں اور پندرھویں صدیوں میں پارلیمنٹی اختیارات کی ترقی کا بیان مختصر مگر کافی طور پر اڈمز کی کتاب "انگلستان کی آئینی تاریخ کے خاکے" میں موجود ہے۔ ۱۴۸۵ء تک مالی اختیارات کے ارتقا کو اس اے مورگن نے "انگلستان میں پارلیمنٹی اجرائے محصول کی تاریخ" کے اندر قدم بہ قدم واضح کیا ہے۔ اے۔ بی۔ وھائٹ کا مضمون "آیا پارلیمنٹ کے قبل کوئی مجلس عامہ، تھی"؟ مطبوعۂ امریکن ہسٹاریکل ریویو، اکٹوبر ۱۹۱۹ء، بھی دیکھنا چاہیئے۔

بھی اسی سے ہوئی۔ اصل مجلس کے جن ارکان کا بلاواسطہ تعلق عدالت یا انتظامی نظم سے تھا، انھوں نے اپنے رفقا سے علیحدہ ایک ممتاز حیثیت پیدا کرلی۔ مجلس اعظم کا اجتماع بلاکسی خاص ترتیب کے اور غیر متواتر ہوتا تھا، یہی حال پارلیمنٹ کا تھا۔ اس کے برعکس عدالت کے خدمات اور حکومت کے کام کو برابر جاری رکھنا ضروری تھا اور ان ضرورتوں کے انصرام کے لئے ایک جماعت پیدا ہوگئی جس نے اولاً مجلس کے ایک مستقل ماموریہ یا اندرونی حلقہ کی صورت اختیار کی، مگر بمرور ایام اس نے عملاً آزاد حیثیت اختیار کرلی، اور بلحاظِ امتیاز وہ "مجلس مستقل" کے نام سے متصف ہونے لگی۔ اس جماعت کی ترکیب وقتاً فوقتاً بدلتی رہی۔ اس میں بعض عہدہ دار باقاعدہ برابر داخل رہتے تھے، اور باقی ارکان بادشاہ کی خاص طلب پر شامل ہوتے تھے۔ نئی مجلس کے اختیارات بہت باوقعت تھے، کیونکہ وہ انتظامی، عدالتی و مالی سب ہی کچھ تھی، اور جن کاموں پر اسے توجہ کرنا پڑتی تھی اُن کی فہرست برابر بڑھتی جاتی تھی۔

اس سے تین امور نتیج ہوئے۔ اولاً یہ کہ "مستقل مجلس" عملاً قدیم تر و وسیع تر جماعت سے بالکلیہ الگ ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ اس کے کام میں سہولت پیدا کرنے کے لئے تعلیم یافتہ قانون داں ماہر ارباب مالیات، اور خاص او صاف کے دوسرے اشخاص (جو اکثر عوام میں سے ہوتے تھے) اس میں شامل کئے جاتے رہے۔ اور تیسرے یہ کہ اس جماعت سے شاخ در شاخ ہوکر متعدد ذیلی مجلسیں پیدا ہوگئیں جن میں ہر ایک کو انتظامی و عدالتی کاموں سے ایک نہ ایک خاص کام تفویض تھا۔ اس طرح پر قانون کی چار بڑی عدالتیں پیدا ہوئیں (۱) عدالت خزانہ جسے ان تمام مالی معاملات پر اختیار دیا گیا جن سے تاج کو بلا واسطہ تعلق تھا (۲) عدالت معاملات عامہ

جس کا اختیار رعایا کے باہمی دیوانی مقدمات سے تھا۔ (۳) عدالت شاہی جس کا صدر برائے نام خود بادشاہ ہوتا تھا اور جو ان نوع بنوع مقدمات کی سماعت کرتی تھی جن پر کوئی دوسرا قانون عائد نہیں ہوتا تھا (۴) عدالت نصفت جو چانسلر کی صدارت میں ان مقدمات کی سماعت اور ان کا فیصلہ کرتی تھی، جن میں نصفت شعاری کے اصول عائد کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ بارھویں صدی میں ان عدالتوں کی ترکیب کی گئی اور یہ چودھویں صدی کے وسط تک تکمیل کو پہنچ گئیں۔ ضابطے کی رو سے سب مساوی درجے کی عدالتیں تھیں۔ جن کا مرافعہ بادشاہ باجلاس کونسل کے حضور میں ہوتا تھا، اور جیسا کہ بعد کو ظاہر ہوگا اس طرح مجلس کے قبضے میں جو عدالتی اختیار باقی رہ گیا، اسکے بعض اثرات باقیات اس وقت تک قائم ہیں۔ ہنری ششم کے وقت تک مجلس مستقل کی رکنیت کی وسعت اور اس کے فرائض کی تخصیص اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ یہ گروہ کبھی کارکن جماعت کی حیثیت سے بالکلیہ ساقط ہو گیا تھا۔ انجام کار میں جو کچھ واقع ہوا وہ یہ تھا کہ جس طرح اصلی "مجلس اعظم" سے بذریعۂ تغیر "مجلس مستقل" بنی تھی، بالکل اسی طرح پندرھویں صدی میں اسی ضرورت سے "بڑی مجلس مستقل" سے ایک چھوٹی اور زیادہ مربوط انتظامی جماعت اخذ کرلی گئی۔ جسے مورخین پریوی کونسل کے نام سے پکارتے ہیں[1] یہ بھی عجیب تکرار ہے کہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی

---

[1] ملاحظہ ہوں کتب ذیل:۔ اسٹبز، "تاریخ دستوری" (Constitutional History) جلد دوم باب ۱۳۔ دھائٹ "تکوین دستور سلطنت انگلشیہ" Making of the English Constitution صفحات ۱۲۳۔ ۱۵۰۔ ایڈمز "انگریزی دستور سلطنت کا بدو و آغاز" (Origin of the English Constitution) صفحات ۱۳۲۔ ۱۴۴۔ ڈبلیوسی۔ ہولڈ سورتھ۔ "تاریخ قانون انگلشیہ" (History of English Law)

یں عملی غرض کے لئے یہ پریوی کونسل بھی ضرورت سے زیادہ بڑھ گئی، اور پھر ایک اندرونی حلقہ اس سے نکالا گیا اور یہ کابینہ کے نام سے ملک کی کارکن جماعت عاملہ بن گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ - ۱۹۰۹ - جلد اوّل صفحات ۱ - ۱۶۹ - جے ایف بالڈون، "ازمنۂ وسطیٰ میں انگلستان کی مجلس شاہی" (The King's Council in England during the Middle Ages) مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۳ء پولی "پریوی کونسل کا ارتقا" (Poley Development of the Privy Council) "بریٹانک ریویو" جنوری ۱۹۱۶ء

باب دوم

دستور سلطنت بحالت ترکیب جدید

۱۶۸۹-۱۴۸۵

خاندان ٹیوڈر کا عہد

انگریزی تاریخ کے دور ٹیوڈر (۱۴۸۵ - ۱۶۰۳) کی نمایاں خصوصیت شاہی اقتدار کا زور و غلبہ ہے۔ قوم کو جب گلابوں والی طولانی و ہولناک لڑائی سے نجات ملی تو اُسے سب سے زیادہ ضرورت انضباط و راحت کی تھی۔ ٹیوڈروں کا کام یہی تھا کہ وہ اوّل الذکر کو بے رو و رعایت نافذ کریں اور ثانی الذکر کی باقاعدہ طور و طریق سے ربوبیت کریں۔ یہ دور وہ تھا جس میں اُمرا کے شور و شر کو دبایا گیا، طاقتور مجرموں کو انصاف کی حد میں لانے کے لئے غیر معمولی عدالتیں قائم کی گئیں، آوارہ گردوں کو سزائیں دی گئیں، بے شغلوں کے لئے مزدوری کا کام مہیا کیا گیا، تجارت کی حوصلہ افزائی ہوئی، بیڑہ ایک مستقل بنیاد پر مرتب کیا گیا، دولت و تعلیم کے نشر و اشاعت کی ہمت دلائی گئی، ایک پُر زور گروہ یعنی طبقۂ متوسط کے نشو و نما کو ترقی دی گئی، مختصر یہ کہ یہ وہ دور تھا جس میں غیر منظم حالت سے نظم و

ترتیب اور کمزوری سے قوت پیدا ہوئی۔ یہ اُمور اُسی حکومت کے کام تھے جو صاف طور پر پدرانہ بلکہ علانیہ مطلق العنان حکومت تھی اور کچھ زمانے کے لئے پارلیمنٹی ادارات کا ارتقا رُک گیا تھا مگر یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ سولھویں صدی میں امر زیر بحث پرزور بادشاہی یا پارلیمنٹی حکومت کے تفوق کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ تصفیہ یہ کرنا تھا کہ پرزور بادشاہی ہو یا بیرنوں کی مطلق العنانی۔ قوم اسے صاف طور پر دیکھ رہی تھی اور اس نے دونوں میں سے اوّل الذکر کو ترجیح دی۔

ایک انگریز عالم یہ کہتا ہے کہ "بیشتر دوسرے مطلق العنان بادشاہوں کے خلاف ٹیوڈروں کی بادشاہی کا انحصار زر یا زور وسیع مقبوضات، غیر محدود محاصل، یا کسی مستقل فوج پر نہیں تھا بلکہ اس کا مدار کار عام قوم کی رضا مندانہ تائید پر تھا۔ یہ تائید اس عمیق اعتقاد پر مبنی تھی کہ قومی اتحاد کے لئے ایک پرزور حکومت عاملہ کی ضرورت تھی اور یہ کہ ملک کو جن داخلی و خارجی خطرات کا سامنا تھا ان کے متعلق بادشاہ کو آزادی کے ساتھ کارروائی کرنے کا مجاز ہونا چاہیئے۔ اسی اعتقاد کی وجہ سے جو بالطبع محسوس ہوتا تھا، ہنری ہشتم اس قابل ہوگیا کہ اس نے نہ صرف علانیہ بغاوت کو کچل دیا، بلکہ اپنی مرضی کی مخالفت کے ادنیٰ علامات تک کے لئے سزائیں دیں، اپنی رعایا کے عقائد مذہبی کا انضباط کیا، اور غداری کے قانونی تصور کو اس حد تک وسعت دیدی جو اس وقت نامعلوم تھی۔ یہی وہ اعتقاد تھا جس نے اڈورڈ ششم کے وزرا کے لئے یہ ممکن کردیا کہ وہ رومن کیتھولک اکثریت پر پروٹسٹنٹی حکومت مسلّط کردیں، اور میری کو یہ موقع دیا کہ وہ ایسا عقد کرے جو اسکی رعایا کے لئے باعث نفرت اور ملک کو ایک تباہ کن جنگ میں پھنسادے۔ آخر میں یہی وہ اعتقاد تھا جسنے الیزبتھ کو اس قابل بنادیا کہ وہ خانگی و بیرونی حکمت عملی میں خود اپنی روش اختیار کرے

اور مزید کلیسائی تغیر کے دباؤ کی تقریباً تن تنہا مقاومت کرے۔ ٹیوڈروں کی شاہی حقیقتاً ایک قومی شاہی تھی۔ عامۃ الناس میں یہ مقبول تھی، اور ذی اثر طبقات یعنی امرا، شرفا، افراد قانون پیشہ، اور تجار جو دسٹ منسٹر میں رکن پارلیمنٹ کی حیثیت سے نشست کرتے تھے اور لارڈ لفٹننٹ (نائبان سلطنت) کی حیثیت سے صوبوں کی قوتوں کو مجتمع کرتے تھے یا برو کے حکام و ناظمان امن کی حیثیت سے حکومت مقامی کا بار اُٹھاتے تھے سب کے سب اس کی پُر زور تائید کرتے تھے۔[1]

حکومت بذریعۂ مجلس خاص (کونسل)۔ شاہان ٹیوڈر اور اولین شاہان اسٹوئرٹ کے زمانوں کو "حکومت بذریعۂ مجالس (کونسل)" کے دور سے متصف کیا جانا بہت موزوں ہے۔ پارلیمنٹ قانون سازی اور اجرائے محصول پر ایک گونہ نگرانی کرتی رہی، مگر یہ مطلق العنان شاہی اپنا کام زیادہ تر پریوی کونسل اور اس کی بعض ماتحت مجالس ہی کے ذریعے سے انجام دیتی تھی۔ پریوی کونسل یا محض "کونسل" میں معمولی طور پر سترہ یا اٹھارہ آدمی ہوتے تھے۔ البتہ ہنری ہشتم کے دور میں اس کی رکنیت کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی اسکے ارکان علی العموم پارلیمنٹ کے رکن ہوتے تھے، اور اس طرح تشریعی شاخ کے سامنے جماعت عاملہ کی کسی مسلمہ ذمہ داری کو درمیان میں لائے بغیر، حکومت کے لئے یہ آسان ہوگیا کہ وہ پارلیمنٹ کی کارروائیوں کو اپنے قابو میں رکھ سکے۔ ہنری کے عہد کے بعد (باستثنائے چند) اس کے اراکین عام لوگوں میں سے

[1] جی۔ ڈبلیو۔ پروتھرو۔ "عہد ہائے الزبتھ و جیمز اول کی تشریح کرنے والے منتخب قوانین اور دوسری دستوری دستاویزیں۔" Select Statutes and other Constitutional Documents Illustrative of the Reigns of Elizabeth and James I مطبوعہ

ہوتے تھے۔ ضابطہ کی رو سے اس کونسل کا فرض صرف صلاح دینا تھا مگر عمل کی رو سے وہ فرماں روا بھی جو نہایت با خبر و جفاکش تھے (خصوصاً ہنری ہشتم و الیزبتھ) مجبور تھے کہ معاملات عامہ کے انصرام میں ان ارکان کو بہت کچھ اپنی رائے پر چلنے کی اجازت دیں، اور اولین شاہان اسٹوئرٹ کے تحت میں تو کونسل عملاً ملک پر حکمرانی کرتی تھی۔ وہ نظم و نسق ملک کی نگرانی کرتی، تجارت کا انضباط کرتی، اجازت نامے عطا کرتی، مطابع کی نگرانی کرتی، عدالتوں پر نظر رکھتی، سازشوں کا پتہ لگاتی، بغاوت کو فرو کرتی، بیڑے کی نقل و حرکت پر قابو رکھتی، کلیسائی معاملات کے انتظام میں مدد دیتی، اور مختصر یہ کہ جتنے معاملات کا سلطنت سے تعلق ہوتا سب کو زیر بحث لاتی، بادشاہ کے نام سے ضوابط نافذ کرنے کے حق نے اسے عملاً ایک تشریعی جماعت بنا دیا تھا۔ تجارت کے انضباط، قرضوں اور نذرانوں کے انتظام اور فوجی ذمہ داریوں کی تجدید کی وجہ سے وہ اجرائے محصول پر بہت وسیع نگرانی عمل میں لاتی تھی۔ یہ مجلس جب بادشاہ کے ساتھ نشست کرتی تھی تو عدالت عالیہ کا کام دیتی تھی جسکا حیطۂ اقتدار گو نہ ابتدائی اور گو نہ مرافعانہ نہایت وسیع اور خصوصیت کے ساتھ مطلق العنانہ تھا۔[1]

۱۴۸۷ء میں پارلیمنٹ نے ہنری ہفتم کو ایک خاص عدالت قائم کرنے کا اختیار دیا، جو ابتداءً سات اعلیٰ عہدہ داروں اور ارکان کونسل پر مشتمل تھی جن میں دو جج بھی شامل تھے، اس عدالت کا کام یہ تھا کہ

(بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ) آکسفورڈ، ۱۷-۱۸۔

[1] پروتھیرو "قوانین تحریری دستوری دستاویزیں" ۱۰۲-۱ ملاحظہ ہو۔ اے۔ ڈی۔ ڈائسی کی تصنیف "پریوی کونسل" (مطبوعۂ لندن، ۱۸۸۷ء)، آر۔ ای پرسی کی تصنیف "پریوی کونسل بعہد شاہان ٹیوڈر" (مطبوعۂ آکسفورڈ۔ ۱۹۰۷ء)۔

جو مجرم اتنے قوی ہوں کہ معمولی عدالتوں کے دسترس سے باہر ہوں ان کے مقدمات کی سماعت کرے۔ یہی وہ عدالت تھی جو بعد کو اپنے محل اجلاس کی وجہ سے "عدالت ستارہ منزل" کے نام سے مشہور ہوئی۔ واقعہ میں یہ پریوی کونسل کی ایک مجلس تھی جسکو اس حیطۂ اقتدار کے عمل میں لانے کا اختیار دیا گیا جسے دراصل کونسل فوق القانون، طور پر عمل میں لاتی رہی تھی۔ دونوں اوارات کے تعلق برابر قریب وقریب تر ہوتے گئے اور سولھویں صدی کے وسط تک عدالت ستارہ منزل، وسیع ہوتے ہوتے کونسل کے کل ارکان پر محتوی ہوگئی جس میں دونوں چیف جسٹس (ججان اعلیٰ) بھی شامل تھے اور چونکہ اس عدالت کو وہ جواز قانونی حاصل تھا جس کی کونسل میں کمی تھی، اس لئے قدیم ترجاعت کے عدالتی کاموں کو اس کے ارکان اپنے نئے بھیس میں انجام دینے لگے۔ دور ٹیوڈر کا میلان کونسل کے طرز کی حکومت کی جانب کثیر التعداد ذیلی مجالس اور عدالتوں کے ذریعے سے واضح ہوگیا۔ جن کی تاریخ کا یہاں اعادہ نہیں ہوسکتا۔ ان میں سے سب سے زیادہ معروف و مشہور الیزبتھ کی "عدالت ماموریہ اعلیٰ" تھی[1]۔

پارلیمنٹی نگرانی سے گریز۔ شاہان ٹیوڈر، خاصکر ہنری ہشتم اور الیزبتھ کی نظروں میں پارلیمنٹ سلطنت کے اندر خود مختار اور مساوی الاقتدار ہونے کے بجائے زیادہ تر ایک ایسا آلہ تھی جس سے فرماں روا کو کام لینا چاہیئے جب نسبتہً غیر مقبول تغیرات کے عمل میں لانے کی ضرورت ہوتی تھی (جیسے ہنری ہشتم کے

---

[1] ای۔ ٹی کارٹر، "انگریزی قانونی تاریخ کا خاکہ" (Outlines of English Legal History مطبوعۂ لندن ۱۹۰۲ء) باب دوازدہم۔ اے ٹاڈ، "انگلستان میں پارلیمنٹی حکومت" (Parliamentary Government in England) مرتبہ اسپنسر والپول (مطبوعۂ لندن ۱۸۹۲ء) جلد اول باب دوم۔ ڈائیسی "پریوی کونسل" (Privy Council) صفحات ۹۴ - ۱۱۵۔

تحت میں پاپائیت سے قطع تعلق کی کارروائی) تو اس وقت ٹیوڈروں کی حکمت عملی یہ ہوتی تھی کہ ان تغیرات کو پارلیمنٹی قوانین کے بھیس میں عمل میں لائیں تاکہ انھیں جلیل القدر قومی کارروائیوں کی ظاہری حیثیت حاصل ہو جائے۔ نیز جب روپیہ کی کثیر امداد حاصل کرنے کی احتیاج ہوتی تھی، اس وقت بھی یہی عمدہ روش سمجھی جاتی تھی کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ قوم کا رضامندانہ ہدیہ ہے۔ ٹیوڈروں کے طرز عمل میں یہ داخل نہ تھا کہ پارلیمنٹ کو یہ اجازت دی جائے کہ وہ خود ابتداءً کارروائیاں پیش کرے، بلکہ یہ بھی روا نہ تھا کہ بادشاہ کی جانب سے جو تجاویز پیش ہوں اُن کے قبول، ترمیم یا ابطال کے متعلق وہ واقعاً اپنے صوابدید سے کام لے، اور اس جماعت کو خالصاً تحتی حیثیت میں رکھنے کے لئے جو ذرائع کام میں لائے جاتے تھے وہ کثیر التعداد و شاطرانہ تھے۔ ایک تدبیر یہ تھی کہ ایوانوں کا اجلاس بے ترتیب و غیر متواتر ہوا کرے اور ان کے میقاتوں کو بہت مختصر زمانہ کے لئے محدود کر دیا جائے۔ دوسری تدبیر اضلاع اور بروک کے انتخابات میں ریشہ دوانی کی تھی۔ تیسری تدبیر یہ تھی کہ ایوانوں کی تنظیم اور ان کے طریق کار کی رہبری نہایت ہی آمرانہ طور پر کیجائے۔ ہنری ہشتم نہایت سخت روی کے ساتھ اپنی پارلیمنٹوں کو دھمکایا کرتا تھا۔ الیزبتھ، خوشامد، چاپلوسی، مکاری اور دوسری ایسی تدابیر سے جنمیں وہ ماہر تھی نسبتہً کم شورہ انگیز طریقوں سے یہی عام مقصد حاصل کرلیتی تھی۔ ایوانوں کے سامنے تجاویز منظوری کے قطعی مطالبہ کے ساتھ پیش کی جاتی تھیں، جو تجاویز ارکان اپنی طور پر پیش کرتے تھے وہ گاؤ خورد ہو جاتی تھیں اور آزادانہ تقریر، گرفتاری سے امان اور بادشاہ تک رسائی کے امتیازات خود مختارانہ طور پر معطل کر دئے جاتے تھے،

ورنہ علی الاعلان ان کی خلاف ورزی کی جاتی تھی۔
آخر میں، بعض مشہور عام و کثیر الاستعمال تدبیریں ایسی تھیں جن کے ذریعہ سے فرمانروا، اصولی طور پر پارلیمنٹی اقتدار کے عاید کردہ حدود سے صاف پہلو بچا لیجاتا تھا۔ ایک ان میں سے فرامین شاہی کی تدبیر تھی۔ سولھویں صدی میں شاہی حلقوں کے اندر علی العموم یہ رائے قائم تھی کہ فرمانروا بذات خود یا باجلاس کونسل قوانین کے مساوی اور قوم کی نہایت متبرک آزادیوں پر اثر ڈالنے والے فرامین شایع کرسکتا ہے بشرطیکہ اس قسم کے فرامین سے کسی قانون تحریری یا قانون رواجی کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔ اس کے نتیجہ کے طور پر یہ بھی رائے قائم تھی کہ بادشاہ انفرادی صورتوں میں یا نازک مواقع پر قوانین کو "معطل" کرسکتا، یا ان سے "بریت" دے سکتا تھا۔ ان امتیازات خاص کے حدود نہایت وسیع و غیر محدود تھے، اور کسی دخل دہ بادشاہ کے ہاتھ میں اگر یہ امتیازات قانون سازی کے ان اختیارات پر جو رسماً پارلیمنٹ کو تفویض تھے، شدید حملہ کا باعث بن جاتے تھے۔ پارلیمنٹی نگرانی سے بچ نکلنے میں ایک اور طرح پر بھی مدد ملتی کہ بادشاہ مالی حیثیت سے نسبتہً خود مختار تھا، اور یہ خود مختاری ان کثیر التعداد ذرائع محاصل سے پیدا ہوتی تھی، جن پر پارلیمنٹ نے ہنوز قابو نہیں پایا تھا، اور نیز اس امر سے کہ کرور گیری اور دوسرے بلا واسطہ محاصل ابتک ہر بادشاہ کی تخت نشینی پر اسکے مکمل دور حکومت کے لئے منظور ہو جاتے تھے۔

پارلیمنٹ ۱۶۰۳ء میں۔

ان تمام امور کے باوجود، پارلیمنٹ کسی نہج سے ساکت نہیں رہی۔ سترھویں صدی میں دونوں ایوانوں اور خاصکر دار العوام نے خود مختاری کے جس انداز اور قوت کا اظہار کیا وہ سابق ہی کی ڈیڑھ سو برس کی حقیقی نشو و نما کا نتیجہ تہا۔ اگرچہ یہ نشو و نما کم و بیش خفیہ ہوتی رہی تھی۔ ہنری ہفتم کی

تخت نشینی کے وقت دونوں ایوانوں کی ترکیب صاف طور پر متعین نہیں ہوئی تھی - دارالامرا صرف ایک مختصر سا گروہ تھا اور محض ان دینی و دنیوی امرا پر مشتمل تھا جنھیں انعقاد پارلیمنٹ کے وقت بادشاہ سے خاص شقہ یعنی انفرادی طلب نامے کے وصول ہونے کا حق تھا - ان لوگوں کی تعداد غیر متعین تھی - اگرچہ ایبٹ حاضری سے عام طور پر اسوقت تک پہلو بچا جاتے تھے جب تک کہ یہ نہ ظاہر کیا جاسکے کہ تاج کے فوجی مستاجر ہونے کی حیثیت سے وہ پارلیمنٹی فرائض کے ادا کرنے پر مجبور ہیں، تاہم اساقفہ اعظم، اساقفہ اور ایبٹوں کو طلبی کا حق قدیم سے بے اقیل وقال حاصل تھا۔ دنیاوی امرا میں سے طلبی کیلئے افراد کا انتخاب ابتدائے کار میں شاہی مرضی پر منحصر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن انجام کار میں یہ اصول متعین ہوگیا کہ جو شخص ایک مرتبہ طلب کیا جائے وہ ہمیشہ طلب کیا جائے گا اور مزید براں، اس کے بعد اس کا بڑا لڑکا بھی طلب کیا جائے گا - آغاز میں جو امر بار خاطر تھا بعد میں وہ ایک امتیاز و اعزاز ہوگیا، اور جس زمانہ تک آکر ایسا ہوا، اس زمانہ تک یہ قاعدہ مسلم ہوگیا تھا کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ طلب کیا گیا اور وہ بہ امتثال حکم اپنی جگہ پر حاضر ہوا، تو بادشاہ اس کے وارث سے طلبی کو باز نہیں رکھ سکتا۔ چودھویں صدی کے دوران میں اس ایوان کی رکنیت ڈیڑھ سو سے کچھ کم زیادہ رہا کرتی تھی - پندرھویں صدی میں تعداد اس سے کم تھی اور جو دنیاوی امرا ہنری ہفتم کی پہلی پارلیمنٹ میں طلب کئے گئے تھے ان کی تعداد صرف بیس تھی۔

ٹیوڈروں کے دور کے آغاز میں دارالعوام تقریباً تین سو ارکان پر مشتمل تھا۔ اس میں صوبوں کے چوہتر نائٹ شامل تھے، جو انگلستان کے چالیس صوبوں میں سے تین کو چھوڑ کر باقی کل صوبوں

کی نمایندگی کرتے تھے۔ اِن کے ساتھ شہروں اور بروں کے نمایندوں کا حصّہ کم زیادہ ہوتا رہتا تھا۔ ۱۲۹۵ء کی نمونہ کی پارلیمنٹ میں ۱۶۶ شہری حلقوں کی نمایندگی ہوئی تھی، مگر جسقدر وقت گزرتا گیا اس تعداد میں کمی آتی گئی۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ان بروں کی تعداد میں کمی ہوتی گئی جنھیں نمایندے بھیجنے کے لئے طلب نامے روانہ کئے جاتے تھے اور کچھ اِس وجہ سے کہ جب نمایندگی سے نمایاں فوائد نہ حاصل ہوئے تو محصول دہندگاں اپنے نمایندوں کو دو شلنگ روزانہ دینے کا گلہ کرنے لگے، اور بعض صورتوں میں اُنھوں نے ارکان کا بھیجنا بالکلیہ ترک کردیا۔ پندرھویں صدی کے آغاز میں صوبوں کے ارکان کا انتخاب وہ آزاد اراضی دار کرتے تھے جو صوبے کی عدالت میں حاضر ہوتے تھے مگر ۱۴۲۹ء کے قانون کی رو سے انتخاب کا حق خاص اُن زمین داروں کے لئے محدود کردیا گیا جو صوبے میں رہتے ہوں، اور اُن کے پاس اتنی زمین ہو کہ اس کا سالانہ لگان چالیس شلنگ ہو، اُس وقت کے یہ چالیس شلنگ اسوقت کے تیس چالیس پاؤنڈ کے برابر تھے۔ یہ قاعدہ اولاً اس صریحی غرض سے اختیار کیا گیا تھا، کہ کم حیثیت و بیقدر اشخاص کی بہت ہی کثیر وفتنہ پرداز تعداد جو "باحیثیت نائٹ اور اسکوائر" کے ساتھ انتخابی مساوات کی طالب تھی، وہ حق رائے دہی سے محروم کردی جائے، اس قاعدے پر ۱۸۳۲ء تک عملدرآمد ہوتا رہا بروپاذی اختیار قصبے میں انتخابی طریقے نہایت ہی مختلف النوع تھے، اور ان میں یکسانی پیدا کرنے کے لئے ۱۸۳۲ء کے قبل کبھی بھی واقعی کوشش نہیں کی گئی۔ بعض مقامات میں (جنھیں اسکاٹ اینڈلاٹ برو[1] کہتے تھے)، تمام ابواب اداکرنیوالوں کو حق رائے دہی

[1] "اسکاٹ اینڈ لاٹ" (Scot and lot) وہ پیرنشی محصول تھا جو کسی زمانہ میں برطانیۂ عظمیٰ میں حسب حیثیت رعایا پر عائد کیا جاتا تھا۔

حاصل تھا بعض مقامات میں خاص قابضان اراضی کو یہ حق حاصل
تھا (اور اسے برگیج[۱] "فرنچایز کہتے تھے) بعض مقامات میں (جنھیں
پوٹ والوپر برو[۲] کہتے تھے) وہ تمام باشندے رائے
دیتے تھے جنکے اپنے آتشدان ہوتے تھے اور دوسرے مقامات
میں شخصیہ بلدی یا انجمن تجار کے ارکان، اور بعض میں قرب جوار
کے زمینداروں کو بھی حق انتخاب حاصل تھا۔

ٹیوڈروں کے تحت میں پارلیمنٹی ارتقا۔

ٹیوڈروں کے عہد میں دونوں ایوانوں کی ترکیب
میں اہم تغیرات وقوع میں آئے۔ دارالامرا
میں خاص ارتقا یہ ہوا کہ دینی اُمرا کے غلبہ
کے بجائے دنیاوی اُمرا کا غلبہ ہوگیا۔ یہ
امر دو طریقوں سے وقوع میں آیا (۱) موروثی امرا کی تعداد میں
اضافہ ہوگیا، ہنری ہشتم کے آغاز حکومت کے وقت اُن کی
تعداد چھتیس کے قریب تھی، جیمز اوّل کی تخت نشینی کے
وقت اسّی ہوگئی (۲) ہنری ہشتم کے خانقاہوں کے بند
کردینے کی وجہ سے اٹھائیس ایبٹ ہٹ گئے، اور اس کی
صرف جزوی تلافی اس طرح ہوئی کہ اسی زمانے میں چھ نئی اسقفیاں
قائم کی گئیں۔ سنہ ۱۵۰۰ء میں امرائے دینی کی تعداد اڑتالیس تھی،
سنہ ۱۶۰۰ء میں صرف چھبیس ۲۶ رہ گئی۔

ٹیوڈروں کے تحت دارالعوام کی رکنیت عملاً دہ چند
ہوگئی۔ سنہ ۱۵۳۵ء میں ویلز کے ساتھ اتحاد جماعت مقننہ کے
باعث تیئیس نئے ارکان بڑھ گئے۔ سنہ ۱۵۳۶ء اور سنہ ۱۵۴۳ء میں

۱؎ "Burgage" یہ جائداد غیر منقولہ کا ایک طرح کا امتیازی حق قبضہ تھا جو زیادہ تر رواج کے تحت میں تھا۔

۲؎۔ انگلستان میں سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے منظور ہونے کے قبل پوٹ والوپر (Potwalloper) اس رائے دہندے کو کہتے تھے جسے حق رائے دہی اسوجہ سے حاصل ہوتا تھا کہ وہ اپنا خاص چولھا رکھتا تھا۔

مانمتھ اور چسٹر کے صوبے نمایندگی میں شامل کرلئے گئے۔ متعدد برو یا مقتدر قصبوں کو حق رائے دہی عطا ہوا۔ اور ہنری ہشتم کے عہد کے اختتام تک صوبوں کے نمایندوں کی تعداد چوہتر سے بڑھکر نوے تک پہنچ گئی اور مقتدر قصبوں کے نمایندوں کی تعداد دوسو باون تک ہوگئی، اس طرح دارالعوام کی رکنیت کا اوسط تین سو بیالیس ہوگیا۔ اڈورڈ ششم کے عہد میں اڑتالیس اور میری کے عہد میں اکیس نئے ارکان کا اضافہ ہوا، مگر سب سے نمایاں اضافہ الیزبتھ کے دور میں ہوا، جس کا ماحصل یہ ہوا کہ مقتدر قصبوں کے باسٹھ نئے ارکان دارالعوام میں آگئے، ان میں سے بعض مقتدر قصبے تو ایسے تھے جنھوں نے اب پہلی مرتبہ حق رائے دہی حاصل کیا تھا، اور بعض ایسے تھے جنھوں نے عدم استعمال کی وجہ سے اپنا حق زائل کردیا تھا، اور اب دوبارہ حاصل کیا۔ غرض کہ ٹیوڈروں کے دور میں ایوان زیریں کی رکنیت میں ایک سو چھیاسٹھ کا مجموعی اضافہ ہوا۔ اکثر صورتوں میں پارلیمنٹی نمایندگی کی وسعت اس خاص و صریح مقصد سے ہوئی تھی کہ ایوان عامہ کی سیاسی ہیئت پر اثر ڈالا جائے، مگر بہ حیثیت مجموعی اس نمایاں اضافہ کی وجہ یہی نظر آئے گی کہ ملک کی مرفہ الحالی میں ترقی ہو رہی تھی، اور شاہان ٹیوڈر عادتاً آبادی کے تجارتی و حرفتی طبقات پر اعتماد رکھتے تھے، پس مقتدر قصبوں کی نمایندگی کے اضافے کی خاص وجہ یہی ہے۔

ٹیوڈروں کے دور میں پارلیمنٹ میں ایک دوسرا اہم تغیر میقاتوں کی کثرت انعقاد و وسعت مدت میں واقع ہوا۔[1] ہنری ہشتم کے قبل پارلیمنٹ کی زندگی علی العموم، ایک ہی میقات پر ختم

---

[1] ملاحظہ ہو جے۔ جی۔ رینڈل کا مضمون "کثرت وحدت پارلیمنٹ" Erequency and Duration of Parliament مطبوعہ "امریکن پولٹیکل سائینس ریویو" نومبر ۱۹۱۶ء۔

ہوجاتی تھی اور میقات بھی مختصر المدت ہوتے تھے، مگر اب پارلیمنٹوں کی وہ کیفیت نہیں رہی کہ ایک خاص کام کی تکمیل کے ساتھ ہی وہ شکست ہوجائیں چنانچہ بہت سی پارلیمنٹیں ایسی جمع ہوئیں جو متعدد میقاتوں تک جاری رہیں۔ الیزبتھ کے پینتالیس برس کے دور میں دس پارلیمنٹیں اور تیرہ میقات ہوئے، ان میں سے ایک پارلیمنٹ گیارہ برس تک قائم رہی، اگرچہ اسکا اجتماع صرف تین مرتبہ ہوا۔ یہ سچ ہے کہ الیزبتھ کی پارلیمنٹوں کی نشست کا زمانہ کم و بیش تین برس سے بھی کچھ کم کارہا جس سے اس عہد میں سال میں کم و بیش تین ہفتے کا اوسط پڑتا ہے مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ قوم کی سیاسی نظم میں پارلیمنٹ ایک ادارے کی حیثیت سے مسلمہ وقعت حاصل کرتی جارہی تھی۔ ایک کتاب جسکا نام "مملکت انگلیشیہ یا سلطنت انگلستان کی حکومت کی طرز یا روش" De Republica Anglorum : the maner of Government of Policie of the Realme of England ہے، اور جو مصنف کے انتقال کے بعد شائع ہوئی ہے، اس میں ۱۵۸۳ء[1] میں پارلیمنٹ کے قانونی غلبہ کو ایسے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس کی صاف بیانی و صحت پر آج بھی کچھ اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اس میں درج ہے کہ روما کے لوگ کسی وقت میں بھی، مجلس سنتوریہ یا مجلس قبائلی کے ذریعہ سے جو کچھ بھی کرسکتے تھے، وہی کام آج انگلستان میں پارلیمنٹ کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے جو ازسرتاپا ملک کے جملہ اقتدار کی نمایندگی کرتی اور اسپر قبضہ رکھتی ہے، کیونکہ ہر انگریز کی نسبت یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ بذاتِ خاص یا بذریعہ نیابت و وکالت وہاں موجود ہوتا ہے، خواہ وہ کسی رتبہ، منصب، اعزاز یا حیثیت کا بھی شخص ہو، فرمانروا سے لیکر انگلستان کے ادنیٰ اشخاص تک کو شمول کا اختیار اور پارلیمنٹ کی منظوری کے معنی ہر شخص کی منظوری کے لیئے جاتے ہیں۔"

[1] - پولک "اصول قانون کی کتاب اول" (مطبوعۂ لندن ۱۸۹۶ء) جس مصنف کا

کسی درباری عہدہ دار تک کی کوئی تحریر ایسی نہیں ہے جس سے اس اصول کی اس توضیح پر کوئی اعتراض کیا گیا ہو یا کوئی اختلاف رائے پیدا ہوتا ہو۔ مزید براں، ٹیوڈروں ہی کے زمانہ میں یہ ہوا کہ دونوں ایوان اپنی اپنی روداد رکھنے لگے اور زمانۂ جدید کے پارلیمنٹی طرز کی ذیلی جماعتوں اور ضوابط کارروائی کا آغاز ہوگیا تھا[۱]۔

(بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) اقتباس دیا گیا ہے وہ سرطامس اسمتھ ہے جو مدبر اور دربار کا معتمد تھا۔ اس کا انتقال ۱۵۷۷ء میں ہوا۔ اس کتاب کو السٹن نے شائع کیا ہے اور یہ ۱۹۰۶ء میں کیمبرج میں چھپی ہے۔

[۱] ٹیوڈروں کے دور کے متعلق عام نوعیت کے عمدہ تصانیف حسب ذیل ہیں، ایچ۔ اے۔ ال۔ فشر، "تاریخ انگلستان از تخت نشینی ہنری ہفتم، تا انتقال ہنری ہشتم" (accession of Henry VII to the Death of Henry VIII ?) (مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء)، اے۔ الف۔ پولرڈ۔ "تاریخ انگلستان، از تخت نشینی اڈورڈ ششم تا انتقال الیزبتھ" (History of England from the accession of Edward VI to the death (مطبوعۂ لندن ۱۹۱۰ء)۔ اے۔ ڈی انس "انگلستان، بدور حکومت شاہان ٹیوڈر" (England under the Tudors) مطبوعۂ لندن ۱۹۰۵ء) اور آئینی تاریخ کے لئے۔ ٹیلر، "نظام سلطنت انگلشیہ" (English Constitutional History) جلد دوم مقالہ ۴ دیکھنا چاہیئے۔ زیادہ ماہرانہ بحث کتب ذیل میں ملیگی۔ اسمتھ "تاریخ پارلیمنٹ انگلشیہ" (History of the English Parliament) جلد اول مقالہ ۵۔ "ڈائسی" "پریوی کونسل" (The Privy Council) صفحات ۷۶-۱۳۰۔ "ٹسیول لینگمیڈ" "تاریخ نظام سلطنت انگلشیہ" (English Constitutional History) ابواب ۱۰ و ۱۲ ہنری ہفتم کے انتقال کے وقت کے انگریزی قانون عامہ کا ایک عمدہ تبصرہ "ایف ڈبلیو، میٹلینڈ کی "انگلستان کی تاریخ آئینی" (Constitutional)

شاہان اسٹوئرٹ اور بادشاہوں کا حق خدا داد۔

۔ اس دور میں جو خاندان اسٹوئرٹ کے چار بادشاہوں پر محتوی تھا (۱۶۰۳ - ۱۶۸۸) حکومت خود سرانہ بمقابلہ حکومت دستوری کا مسئلۂ عظیم آخر الامر نمایاں طور پر زیر بحث آگیا۔ شاہان اسٹوئرٹ اپنی حکمرانی کی بنیاد جس اصول پر رکھتے تھے وہ بادشاہوں کے حق خداداد کا اصول تھا، یہ وہ اصول تھا جسے جیمز اوّل نے اپنی تخت نشینی سے تھوڑے ہی زمانہ قبل، بذاتِ خاص ایک تصنیف میں شرح و بسط سے بیان کیا تھا، اور اس کی حمایت کی تھی۔ اس کتاب کا نام "آزاد بادشاہی کا صحیح قانون" (Treu Lawe of Free Monarchie) تھا[1]۔ دلیل اس طرح پیش کی جاتی تھی کہ بادشاہ خدا کی مرضی سے حکمرانی کرتا ہے۔ اگر خود سری خطرہ ہے تو طوائف الملوکی اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ خود سری کی کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) (History of England) (مطبوعۂ کیمبرج ۱۹۱۰ء) کے صفحات ۱۶۵ - ۲۳۶ میں ملیگا۔ اس دور سے متعلق اعلیٰ قدر و منزلت کی کتابوں میں کتب ذیل شامل ہیں۔ ڈبلیو۔ بشس، "انگلستان بدور حکومت شاہان ٹیوڈر" (England under the Tudors) مترجمہ اے۔ ایم ٹاڈ، (مطبوعۂ لندن ۱۸۹۵ء)، اس کی جو ایک جلد شائع ہوئی ہے وہ ہنری ہفتم کے دور پر حاوی ہے۔ اے۔ ایف۔ پولرڈ، ہنری ہشتم (Henry VIII) مطبوعۂ لندن ۱۹۰۲ء، اور انگلستان تحت محافظ۔ ملک سمرسٹ" (England under Protector Somerset) مطبوعۂ لندن ۱۹۰۰ء، ایم۔ کریٹن ملکۂ الیزبتھ (Queen Elizabeth) طبع جدید، لندن ۱۸۹۹ء)۔ سی۔ ایچ۔ میک الوین "جیمز اول کی سیاسی تحریرات" (Political writings of James I) مطبوعۂ کیمبرج، ۱۹۱۹ء۔ ملاحظہ ہو جے۔ این فگس کی تصنیف، بادشاہوں کے حق خداداد کا نظریہ" (The Theory of the Divine Right of kings)

فریاد خدا کے سوا اور کہیں نہیں ہے ۔ اسی بادشاہ نے ۱۶۱۰ء میں پارلیمنٹ کے سامنے ایک تقریر میں بالاعلان یہ کہا تھا کہ "شاہی روئے زمین پر سب سے اعلیٰ شے ہے ...... جس طرح یہ بحث کرنا کہ خدا کیا کرسکتا ہے، خدا کی شان میں گستاخی ہے، اسی طرح رعایا کے لئے اس امر میں قیل و قال کرنا کہ بادشاہ اپنے منتہائے اختیار میں کیا کرسکتا ہے، غداری ہے"[۱]۔ اس قسم کا اصول انگلستان میں کسی جہت سے کوئی بھی نیا اصول نہیں تھا۔ شاہی اختیار خاص کے متعلق جیمز کا تصور اصلاً و حقیقتاً وہی تھا جو ہر ایک ٹیوڈر اور ان سے قبل کے متعدد بادشاہوں کے دلوں میں جاگزیں تھا، جیمز اور اس کا بیٹا چارلس اسی درجہ کی مطلق العنانی کو قائم رکھنا چاہتے تھے جیسے ہنری ہشتم اور الزبتھ نے قائم رکھا تھا، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔

متعدد وجوہ ایسے تھے جن کے باعث سے یہ مقصد نہیں حاصل ہو سکتا تھا، پہلی وجہ تو خود ان حکمرانوں کی خر دماغی تھی۔ ایسے خیالات جن کے اعتراف کی حماقت کسی ٹیوڈر سے سرزد نہ ہوتی، ان خیالات کو اسٹوئرٹ بہ بانگ دہل شائع کر رہے تھے، شاہان اسٹوئرٹ کی خشونت، مرضی عامہ کے سمجھنے میں کوتاہی اور اپنے حقوق امتیازی کے متعلق دقیق ترین تعریفات پر اصرار کرنے کی عادت، یہ باتیں نہایت مفید حالات میں بھی سترھویں صدی کے انگریزوں کو برگشتہ کر دیتیں۔ ایک دوسرا امر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مطبوعۂ کیمبرج ۱۸۹۶ء۔ اور ایچ۔ جے لاسکی کی تصنیف "جیمز اوّل کے سیاسی تخیلات" (The Political Ideas of James I.) مطبوعۂ رسالہ "پولٹیکل سائینس کوارٹرلی" جون ۱۹۱۷ء۔

[۱] پروتھرو: "قوانین تحریری اور آئینی دستاویزیں" Constitutional Documents (Statutes and صفحات ۲۹۳ - ۳۰۴ -

قابل لحاظ یہ بھی تھا کہ حالات میں جو تغیر واقع ہوگیا تھا، اُن کے اعتبار سے اب پُرزور شاہی کی کوئی حقیقی ضرورت نہیں رہی تھی، اور قوم اِس سے بخوبی آگاہ تھی، قانون اور امن دونوں مدتوں پہلے سے مستحکم ہو چکے تھے۔ جاگیری رجعت کے تمام خطرات رفع ہو چکے تھے۔ بیرونی حملے کا اب کوئی خطرہ باقی نہیں رہا تھا۔ پُرزور شاہی نے ایک اچھا مقصد انجام دیا، مگر وہ مقصد اب پورا ہو چکا تھا۔

اس صورت حالات میں ایک تیسرا عنصر، پارلیمنٹ کا مرضی عامہ کے عضو کی حیثیت سے ترقی کرنا تھا، یہ ترقی مدتوں سے گمنامی میں پڑی ہوئی تھی، مگر نمایاں و عاجلانہ رفتار سے چل رہی تھی، ایک قابل یادگار تحریر میں جو "حمایت دارالعوام" (Apology of the Commons) کے نام سے مشہور ہے، ۲۰ جون ۱۶۰۴ء کو ایوان عامہ نے ادب مگر صاف گوئی کے ساتھ نئے فرمانروا کے حضور میں یہ عرض کردیا کہ کن امور کو وہ اپنا اور اپنے وسیلے سے قوم کا حق سمجھتا ہے۔ اس محضر میں یہ درج ہے کہ "ہم حضور کے ادنیٰ ارکان دارالعوام اپنے امتیازات پر نظر رکھنے کی جو وجہ سمجھتے ہیں وہ بجائے خود تمام اشخاص پر واضح و عیاں ہے فرمانرواؤں کے حقوق خاص بہت آسانی سے اور پُرزور طور پر بڑھتے جارہے ہیں، اور رعایا کے امتیازات زیادہ تر ایک ہی حالت پر قائم ہیں۔ اگر اچھی طرح فکر و پرداخت کیجائے تو وہ محفوظ رہ سکتے ہیں، مگر جب ایک مرتبہ وہ زائل ہوگئے تو پھر ان کا حصول بہت پریشانیوں کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ انگلستان کے عوام کے حقوق اور اُن کی آزادیاں خصوصیت سے امور ذیل میں مرکوز ہیں :-

اولاً یہ کہ انگلستان کے صوبے شہر اور مقتدر قصبے جن کی یہاں نمایندگی ہوتی ہے، انھیں ایسے اشخاص کے پسند کرنے کی آزادی

حاصل ہے جن پر وہ اپنی نمایندگی کا اعتماد کریں۔ ثانیاً یہ کہ جو لوگ اس طرح سے منتخب ہوں وہ پارلیمنٹ کے زمانے میں اور نیز اپنے آنے جانے کے اثنا میں گرفتاری و قید سے بری ہیں۔ ثالثاً یہ کہ پارلیمنٹ کے اندر وہ بغیر روک ٹوک کے اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے آزاد ہیں۔ بشرطیکہ وہ پارلیمنٹ کے فرمانروا دربار یعنی اعلیحضرت اور ہر دو ایوان کا ادب ملحوظ رکھکر ایسا کریں، کیونکہ اس امر میں یہ تینوں ملکر ایک سیاسی جسم بناتے ہیں، اور اس جسم کا سر خود حضور ہیں [۱]"

یہ پیغام سیاسی فلسفے کی جس فطنت کے ساتھ شروع ہوتا ہے، اس کا برابر کا جواب صرف وہ شستگی ہے جس کے ساتھ ایک جماعت کی حیثیت سے عوام کے اساسی حقوق کو گنایا گیا ہے۔ ایسا ہی نمایاں ایک اور ٹکڑا بھی ہے جو دارالعوام کی ۲۳ مئی ۱۶۱۰ء کی ایک عرضداشت میں شامل ہے یہ ٹکڑا حسب ذیل ہے "ہم اسے پارلیمنٹ کا ایک قدیم و عام و غیر مشتبہ حق قرار دیتے ہیں کہ جو معاملات بطریق موزوں رعایا اور ان کے حق و حالت سے تعلق رکھتے ہوں، پارلیمنٹ ان پر آزادانہ بحث کرے۔ بحث کی یہ آزادی اگر ایک مرتبہ بند ہوگئی تو پھر پارلیمنٹ کی آزادی کا جوہر اصلی سلب و زائل ہو جائے گا [۲]"

---

[۱] پیٹیٹ "قانون پارلیمنٹ" (Jus Parliament arium) مطبوعۂ لندن، ۱۷۳۹ء، صفحات ۲۲۷ - ۲۴۳۔ اس تحریری دستاویز کے حصص پروورو کی کتاب "قوانین تحریری اور دستوری دستاویزوں" میں (Statutes and Constitutional Documents) صفحہ ۲۸۶ - ۲۹۳ - پر طبع ہوئے ہیں۔

[۲] "روداد دارالعوام" جلد اول صفحہ ۴۳۱۔ پروورو "قوانین تحریری اور آئینی دستاویزیں" صفحہ ۲۹۷ - ملاحظہ ہو پٹلینڈ، "انگلستان کی تاریخ آئینی" (Constitutional History of England) صفحات ۲۴۰ - ۲۴۵ -

پارلیمنٹی فریق کے اصول۔

۔ آخری اور سب سے زیادہ اہم امر یہ ہے کہ انگریزی سیاسی خیال کے ارتقا ئین شاہان اسٹوئرٹ کا اصول تمام ہمعصر میلان کے مخالف چل رہا تھا۔ سب سے پہلے اس اصول کی خلاف ورزی ہوئی تھی کہ بادشاہ اگرچہ کسی شخص کے تابع نہیں تھا مگر ہمیشہ قانون کے تابع ہوتا تھا۔ بارھویں اور تیرھویں صدیوں تک میں گلین ویل اور برکٹن اور جلیل القدر قانونی مصنفوں نے اس امر سے صاف انکار کیا ہے کہ بادشاہ کی مرضی کو قانون کی قوت حاصل ہونا چاہیے'' اور یہ دونوں کے دونوں شاہی درباروں سے توسل رکھتے تھے۔ پندرھویں صدی کے اواخر میں سر جان فورٹسکیو نے ایک رسالہ بنام ''فضیلت توانین انگلستان'' (De Laudibus Legal Angliae) تحریر کیا تھا، اور اگرچہ وہ خود ہنری ششم کے چانسلر کا لقب رکھتا تھا، مگر وہ ایسے ہی نظم حکومت کے فوائد میں رطب اللسان تھا، جیسے انگلستان کا نظم حکومت تھا، جس کے تحت بادشاہ ملک کے تینوں طبقوں کی مرضی سے قوانین وضع اور محصول عائد کرسکتا تھا، اور جس میں ججوں کو اس امر کا حلف دیا جاتا تھا کہ وہ قانون ملک کے مطابق کارروائی کریں گے، خواہ اس میں بادشاہ کے حکم کی مخالفت ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ فورٹسکیو یہ دکھاتا ہے کہ رومن نظم میں حکمراں کی مرضی سے قانون بنتا تھا، برخلاف ازیں انگلستان کے نظم میں حکمراں کی مرضی صرف ایک واحد و تحتانی عنصر ہے۔ اگرچہ ٹیوڈروں کے دور کی حکمرانی نے اس اصول کو متروک سا بنا دیا مگر یہ کبھی مردہ نہیں ہوا، اور جیمز اول کے عہد میں جلیل القدر مقنن کک نے اِن میں نئی جان ڈالدی، اس نے کرسی عدالت پر بیٹھکر قانون کی ابدی فوقیت کا دعویٰ اور قانون سے بریت کے متعلق بادشاہ کے تمام ادعات کا انکار کیا، اور اس طرح پارلیمنٹ کے ترقی پذیر دعاوی کو تقویت مزید پہنچائی

قانون عام کے اس عظیم الشان اصول کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ قانون کا واقعی منبع قوم ہے، جسکی نمایندگی پارلیمنٹ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ سترھویں صدی کے تمام ہول انگیز اختلافات کے دوران میں پارلیمنٹی فریق اس اصول کے تسلیم کئے جانے پر برابر جا رہا، اور اسے اس درجہ کامیابی حاصل ہوئی کہ ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد یہ اصول تمام سیاسی اغراض کے لئے ایک اصول مسلّمہ بن گیا۔ پارلیمنٹی اصول کا ایک آخری میلان جسکا ذکر مناسب ہے، وہ افراد کی حیثیت سے انسان کے حقوق پر مزید زور دینا تھا۔ اس وقت تک قوم پر افراد کی حیثیت سے نظر ڈالنے کے بجائے زیادہ تر گروہوں یا انجمنوں کی حیثیت سے نظر پڑتی تھی، مثلاً طبقات، درجات، صنائع، شخصیات اور ان کے حقوق کا مطالبہ ان کی مجموعی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا تھا۔ اب افراد اپنے گروہوں سے الگ سمجھے جانے اور بہ حیثیت انسان اپنے طبعی حقوق کے مستحق قرار پانے لگے۔ درخواست حقوق (۱۶۲۸ء) میں جسپر فتح و نصرت کی جانب میں پارلیمنٹ کی گامزنی کی منزل اول ختم ہوتی ہے، بادشاہ نے جن خاص امتیازات کو تسلیم کیا وہ یہ تھے:- محصولوں کی بعض صورتوں سے استثنا بجز اسکے کہ وہ پارلیمنٹ کے حکم سے عائد کئے جائیں؛ بذریعۂ قانون احضار مجرم، شاہی حکم سے قید یا حراست کی وجہ معلوم کرنے کا حق، سپاہیوں کو لوگوں کے مکانوں میں ٹھہرانے اور فوجی قانون کی کارروائیوں سے استثنا۔ جس اثنا میں بادشاہ پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کرتا رہا (۱۶۲۹ء-۱۶۴۰ء) ان قانونی حقوق کے متعدد اضافوں اور ترمیموں کے دعوے اور امتحان عدالت میں ہوئے، اور یہ رواج ترقی کرتا گیا کہ حقوق متعلقہ کا خلاصہ "شخص و جائداد" یا "شخص و ملکیت" کے تحت عنوان میں کیا جائے۔ یہ حقوق سلطنت کی اساسی آزادیاں قرار

دیئے جاتے تھے، اور اس آخری تصادم میں جسکا انجام بادشاہ کے زوال و موت پر ہوا، اس ضابطے نے واقعاً وہ صورت اختیار کی جو کئی صدیوں تک مانوس رہی یعنی حیات، حریت و ملکیت[1]

بادشاہی کا منسوخ کیا جانا۔ دولت عامیہ و جمہوریت۔

شاہان اسٹوئرٹ اور پارلیمنٹی فریق کے نظریوں کے درمیان کوئی صورت مصالحت کی نہیں ہوسکتی تھی۔ خانہ جنگی کا آخری مآل کار یہی طے کرنا تھا کہ دونوں نظریات میں سے کونسا نظریہ غالب ہوگا لیکن اسے اچھی طرح مرکوز خاطر رکھنا چاہیے کہ حامیان پارلیمنٹ اس خانہ جنگی میں اس ارادے کے ساتھ نہیں داخل ہوئے تھے کہ وہ شکلاً یا عملاً پارلیمنٹ کے ذریعے سے کوئی حکومت قایم کریں گے۔ ١٦٤١ء[2] کے احتجاج اعظم سے یہ امر کافی طور پر واضح ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں صرف یہ خیال جاگزیں تھا کہ تاج پر آئینی پابندیاں عائد کریں۔ اور اس کے علاوہ سیاسی و کلیسائی نظم میں چند خاص تغیرات مثلاً اسقفیت کی منسوخی وغیرہ عمل میں لاویں، لیکن اس کشمکش کی وجہ سے بادشاہ کے شکست و قتل کے بعد ہر طرح کے آئینی بدعات کے لیئے راستہ کھل گیا، اور ١٦٤٩ء اور ١٦٦١ء کے درمیان قوم سے سیاسی تجربہ کے ایسے دور میں ہوکر گزرنے کا مطالبہ کیا گیا کہ خوش قسمتی سے اسکی کوئی نظیر قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ١٩ مئی ١٦٤٩ء کو شاہی اور دارالامرا دونوں کو یکساں طور پر بے مصرف و

---

[1] ڈننگ۔ لوتھر سے مونٹسکیو تک کے سیاسی نظریئے۔

[2] اس۔ آر۔ گارڈنر۔ پیورٹنی انقلاب کی آئینی دستاویزیں۔
Constitutional Documents of the Puritan Revolution
مطبوعہ آکسفورڈ ١٨٩٩ء صفحات ٢٠٢ - ٢٣٢ -

خطرناک[۱] قرار دیکر منسوخ کردیا گیا، اور پارلیمنٹ نے تبدل کے کام کو مکمل کرنے کے لیے، ایک دولت عامہ یا جمہوریت کا اعلان کردیا، اور سلطنت کی مہر اعظم پر یہ عبارت کندہ کی گئی کہ "سال اول حریت بحال شدہ بعنایت ایزدی" دولت عامہ کے دور (۱۶۴۹-۱۶۵۴) میں مختلف تجویزیں اس بارے میں پیش کی گئیں کہ ایک پارلیمنٹ ایسی منتخب ہو جسکا انتخاب ہر بالغ شخص کی رائے دہی سے ہوا ہو[۲] مگر یہ تجویز نہ تو سرگروہوں کو پسند آئی اور نہ عام قوم نے اسے نظر پسندیدگی سے دیکھا۔ ۱۶۵۳ء میں ایک دستور سلطنت اختیار کیا گیا جو "آلۂ حکومت" کے نام سے مشہور ہے[۳]۔ یہ پہلا تحریری دستور سلطنت ہے جو جدید یورپ میں عمل میں آیا۔ اس میں جس نظم کا انتظام کیا گیا تھا اور جس کا مقصود انگلستان، اسکاٹلینڈ، اور آئرلینڈ، تینوں ملکوں پر عائد کیا جانا تھا، وہ یہ تھا کہ عاملانہ قوت کی حیثیت سے ایک حین حیاتی محافظ ملک مقرر کیا جائے اور تیرہ سے اکیس اشخاص تک کی ایک مجلس اس کی اعانت کرے، مقننہ عضو کی حیثیت سے ایک یک ایوانی پارلیمنٹ چارسو ساٹھ ارکان کی ہو جسکا انتخاب ۲۱ سالہ ان تمام باشندوں کی طرف سے ہو جو تین سو پاؤنڈ

۱۔ گارڈنر، ایضاً۔ ایڈمرو اسٹیونز، "منتخب دستاویزیں" Select, Documents صفحات ۳۹۷-۴۰۰۔

۲۔ بالتخصیص۔ ٹی۔ سی۔ پییز کی تصنیف "ہموارکن تحریک" The Leveller movement مطبوعہ واشنگٹن (۱۹۱۶ء) ملاحظہ ہو۔ Documents

۳۔ گارڈنر "دستاویزیں" Documents صفحات ۴۰۵-۴۱۷۔ ایڈمرو اسٹیونز "منتخب دستاویزات" صفحات ۴۰۷-۴۱۶۔ یورپ جدید میں پہلا تحریری دستور سلطنت جو مرتب ہوا وہ "بہ رضامندی قوم" تھا جو ۱۶۴۹ء میں دارالعوام کے سامنے پیش کیا گیا۔ لیکن اسپر کبھی عملدرآمد نہیں ہوا۔

کے املاک کے مالک ہوں[1]۔ کرامویل نے محافظ ملک کا عہدہ قبول کرلیا، اور آیندہ کے چھ سال عام طور پر "دور محمیت" مشہور ہیں اس آلۂ حکومت کے تحت حکومت صرف ایک معتدل حدتک کامیاب رہی، کرامویل اور اس کی پارلیمنٹیں برابر باہم کر مناقشہ کرتی رہیں۔ وہ دونوں اس امر پہ اتفاق نہ کر سکے کہ آیا پارلیمنٹ کے اختیارات میں ایسی تاویل کی گنجایش ہے کہ وہ دستور سلطنت پر نظر ثانی کر سکے۔ ۱۶۵۷ء میں محافظ ملک سے بادشاہ کا خطاب اختیار کرنے کی درخواست کی گئی۔ اس سے اس نے انکار کردیا مگر اس نے ایک نئے دستور سلطنت کی "عاجزانہ درخواست صلاح" کو قبول کرلیا جس سے اس حکومتی نظم کے احیا کی سعی شروع ہوئی جسے ۱۶۴۹ء میں دریا برد کردیا گیا تھا[2]۔ یہ کارروائی بالخصوص اس امر پر مشتمل تھی کہ دو ایوانوں کی پارلیمنٹ پھر قائم کی جائے۔ ایک "دارالعوام" ہو اور چونکہ دوسرے ایوان کے نام کے متعلق کسی بہتر لفظ پر اتفاق نہیں ہوسکا تھا اس لئے اسے "ایوان ثانی" The other House کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ لیکن جمہوریت کے قدم نہ جم سکے۔ ژرف نگاہ اشخاص نے جن میں کرامویل بھی شامل تھا، اول ہی سے

---

[1] ۔ یک ایوانی پارلیمنٹ کی تاریخ کے متعلق جے۔ اے۔ آر۔ میریٹ کی تصنیف "ایوان ہائے ثانی، علم وسیاست میں ایک استقرائی مطالعہ" (Second Chambersan Inductive Study in Political Science) مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۰ء باب سوم دیکھنا چاہئے۔ ایسمین کا مکمل "کی محمیت کے دستورات سلطنت" Les,constitutions du protectorat,de Cromwell (Esmain) جریدہ قانون عامہ، ستمبر اکتوبر اور نومبر دسمبر ۱۹۰۰ء۔

[2] ۔ گارڈنر "دستاویز انقلاب پیوریٹن" Documents of the Puritan Revolution صفحات ۴۴۷-۴۵۹۔

یہ معلوم کرلیا تھا کہ قوم دل سے شاہی پسند ہے اور یہ کہنا حد سے تجاوز کرنا نہیں تھا کہ شاہی کی رجعت لابدی تھی۔ ۱۶۵۸ء میں کرامویل کی موت کے قبل رجحان صاف طور پر دوسری جانب ہوگیا تھا اور جب اس محافظ اعظم کا ہاتھ سکان سے ہٹ گیا تو پھر اس امر کا وقوع میں آجانا محض وقت و ذریعہ کا سوال رہ گیا۔ ۲۵- مئی ۱۶۶۰ء کو چارلس دوم تیسرا شاہِ اسٹوئرٹ معافی عام عطا کرنے کے ساتھ اور مذہبی انتظام کے متعلق پارلیمنٹ جن کارروائیوں پر اتفاق کرے گی اُنھیں قبول کرنے کی شرط کے ساتھ ڈوور میں اترا قوم نے عام شور تحسین کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا[1]

شاہی کی رجعت
موخر شاہانِ اسٹوئرٹ

۱۶۶۰ء و ۱۶۸۹ء کے درمیانی برسوں میں اس امر کے تعین کے آخری عظیم الشان تجربہ کا مشاہدہ ہوگیا کہ آیا کوئی اسٹوئرٹ بادشاہ دستوری طور پر حکمرانی کرسکتا ہے یا نہیں چارلس دوم اور جیمز دوم سے جس دستور سلطنت کے موافق حکمرانی کی توقع کی گئی تھی وہ وہی دستور سلطنت تھا جو سابق صدیوں میں بنا تھا اور خانہ جنگی کے عین ماقبل پارلیمنٹ نے جس میں کچھ اہم اصلاحات کردئے تھے۔ ۱۶۶۰ء کی قرار داد سے پارلیمنٹ کی رجعت ہیئت و فرائض دونوں اعتبار سے بادشاہی کی رجعت سے کم نہیں ہوتی تھی۔ اگرچہ پارلیمنٹ کی فوقیت کسی باضابطہ اعلان میں ظاہر نہیں کی گئی تھی، تاہم دونوں اپنی سابقہ بنیاد ہی پر دوبارہ قائم کئے گئے تھے، اور ہر قسم کے قوانین وضع کرنے اور

[1] عام تصانیف جو ۱۶۰۳ء سے ۱۶۶۰ء تک کے زمانے پر حاوی ہیں ان میں بہترین تصنیف مانٹیگیز کی "جیمز اول کی تخت نشینی سے رجعت تک کی تاریخ انگلستان"
(History of England from the Accession of James I to the Restoration)
مطبوعہ لندن ۱۹۰۱ء۔ اور جی۔ایم ریویلین کی تصنیف "انگلستان تحت حکومت شاہانِ اسٹوئرٹ" (England under the Stuarts) مطبوعہ لندن، ۱۹۰۴ء۔

تمام محاصل کی منظوری دینے کا اختیار انھیں ایوانوں کے اندر مرکوز رہا۔ جس قرار داد کے بموجب خاندانِ اسٹوئرٹ بحال کیا گیا تھا، اس کے لفظ کے اعتبار سے نہیں مگر معنی کے اعتبار سے یہ ممنوع سمجھ لیا گیا تھا کہ بادشاہ اپنی خالص مرضی سے کسی قسم کا مزید محصول لگا سکتا ہے، نہ تنہا وضع قوانین کے اختیار کو عمل میں لاسکتا ہے (خواہ اعلان کے ذریعۂ مثبت حیثیت میں یا تعطل کے ذریعہ سے منفی حیثیت میں) اس قرار داد میں یہ چاہا گیا تھا کہ آیندہ بوقت دریافت سرکاری اخراجات کی نوعیت و مقدار ہر دو ایوانوں کو بتائی جائے گی اور وزرا خود اپنے اور بادشاہ کے افعال کے لیے باقاعدہ جواب دہ ہوں گے۔

رجعت شاہی کی پائیدار و عالمگیر اہمیت کو ایک امریکی مورخ نے حسب ذیل الفاظ میں نہایت ہی خوبی سے بیان کیا ہے:۔ "۱۶۶۰ء کا نتیجہ ایک مفاہمت سمجھنا چاہیے اور محض اس لیے کہ اسکا اظہار الفاظ کے بجائے واقعات میں ہوا تھا، اس کے مفاہمت ہونے میں کسی طرح کی کمی نہیں پیدا ہوئی۔ جیمز اوّل کے عہد کے آغاز میں جو مسئلہ پیدا ہوا تھا کہ آیا یہ ممکن ہوگا یا نہیں کہ سولھویں صدی کی زبردست بادشاہی اور پر زور پارلیمنٹی اقتدار کو میدان عمل میں ایک ساتھ چلایا جا سکے، اور بادشاہ اور دستور سلطنت کے درمیان کونسی حدِ فاصل پیدا کیجا سکتی ہے، اس مسئلہ کا جواب ایک مفاہمت کے قرار پانے سے حاصل ہوگیا، مگر یہ ایک خاص طرز کی مفاہمت تھی۔ آیندہ ڈیڑھ سو برس میں جس طرح اس نے ترقی کی، اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ اشکال ظاہری بادشاہ کے ساتھ رہینگے اور حقیقت پارلیمنٹ کے ساتھ ہو گی۔ زمانۂ حالیہ کے دستوری قانون داں جن الفاظ میں اس نتیجے کو بیان کرتے ہیں وہ تا حد امکان بالکل صحیح و درست ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں کہ "اقتدار اعلیٰ بادشاہ با جلاس پارلیمنٹ میں مرکوز ہے"۔ نظریے کی رو سے بادشاہ صاحب اقتدار اعلیٰ ہے مگر اس کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان و عمل صرف پارلیمنٹ ہی کے

توسط سے ہوسکتا ہے۔ بادشاہ اپنی تنہا مرضی سے سلطنت کی روش تعین
کرنے کے اختیار سے دست بردار ہوگیا مگر اس حوالگی پر ظاہری اختیار
کا پردہ ڈال دیا گیا اور مدت دراز تک بہت ہی باوزن اختیارات
کے علاوہ آمد اور اہم حقوق وراثہ کے قبضہ سے بھی اس پر پردہ پڑا رہا۔
سو برس سے زائد گزر جانے کے بعد یہ ہوا کہ اس مفاہمت میں جو کچھ مضمر
تھا وہ صریحاً تسلیم کرلیا گیا اور توازن اپنی موجودہ سطح پر قائم
ہوگیا مگر یہ توازن درحقیقت ۱۶۶۰ء میں وضع کیا گیا تھا۔
"تمام دنیا میں حکومت کی تاریخ کے اندر اس مفاہمت سے زیادہ
اہمیت اور زیادہ اثر رکھنے والا کوئی واقعہ کہیں پیش نہیں آیا ہے۔ تمام
متمدن دنیا میں انگریزی دستور سلطنت کے وسعت پذیر ہونے کا انحصار
اسی پر تھا، اور یہ شیوع بجائے خود انیسویں صدی کے خاص خصوصیات
میں سے ہے۔ اس حیثیت میں اس مفاہمت کے اثر کو کسی طرح سے بڑھا
کر بیان کرنا دشوار ہے۔ اگر انگریزی تاریخ کی رفتار کے قدم اس طرف اٹھے
ہوتے کہ وزارت ظاہراً و قانوناً بادشاہ کے بجائے براہ راست پارلیمنٹ
کو جواب دہ بنادی جاتی تو نہ صرف اختیار حقیقی کے نکل جانے کے بابت
بادشاہ کو ہموار کرنا بغایت دشوار ہوجاتا بلکہ دوسرے ممالک کی
نارضامند بادشاہیوں کا اس دستور سلطنت کو قبول کرنا عملاً ناممکن ہوجاتا۔
دستور موجودہ کی بین بین حالت کا وجود باقی نہ رہتا جسکے بموجب باوجود
غلبہ کے نظری و ظاہری صورت میں وزارت بادشاہی کی بنا کردہ اور
اسی کو جواب دہ معلوم ہوتی ہے۔ اس صورت میں ایک کامیاب انقلاب
کے ذریعے سے بادشاہ کے سامنے جو دو صورتیں پیش ہوسکتی تھیں ان میں
سے ایک صورت وہ تھی جس کے تحت واقعی حکومت کے تمام اعضا باضابطہ
و براہِ راست جمعیت مقننہ کو جوابدہ ہوتے اور دوسری صاف و صریح
جمہوریت کی حالت۔ اس صورت حال میں کوئی خاص کشش یا اہمیت
نہ ہوتی۔ انگریزی دستور سلطنت کے ہمہ گیر اثر کا انحصار اسپر ہے کہ

"پارلیمنٹ نے ظاہراً نہیں مگر حقیقتاً یعنی بلا واسطہ نہیں بلکہ بالواسطہ حکومت واقعی پر اقتدار حاصل کرلیا اور ایک واقعی جمہوریت ایک مستقل ملوکیت کے آداب و مراسم کے اندر پوشیدہ کردی گئی ہے[۱]"

چارلس دوم (۱۶۶۰-۱۶۸۵) کا اپنے بیشتر عہدِ حکومت میں یہ سعی کرتے رہنا کہ وہ نئے نظم کے مقررکردہ حدود کے اندر رہے یہ صرف اس کے گونہ لاپروایانہ طبیعت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ نتیجہ اس سیاسی دوربینی کا تھا جس کی وجہ سے وہ یہ دیکھنے کے قابل ہوگیا تھا کہ کس حد تک آگے بڑھنا محفوظ و مامون ہے اور تجاوز کے نتائج کیا ہوں گے۔ اس کا بھائی اور جانشین جیمز دوم (۱۶۸۵-۱۶۸۸) ایک دوسری طبیعت کا آدمی تھا۔ وہ ایک پکا اسٹوئرٹ تھا، وہ حق ربانی کے عقیدے کا بدل و جان قایل و گرویدہ تھا اور اسے اتنی سمجھ نہ تھی کہ وہ اس عقیدے کے پوشیدہ رکھنے کی زحمت گوارا کرتا۔ وہ قابل، جفاکش اور دیانتدار ضرور تھا مگر ساتھ ہی ساتھ ضدی و ناروادار بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد کا آغاز اس دعوے سے کیا کہ "حکومت جس طرح از روئے قانون قائم ہے" وہ اس کو اسی طرح برقرار رکھے گا مگر ۱۶۸۵ء کی شورش جس آسانی سے فرو ہوگئی اس سے وہ اس مغالطہ میں پڑ گیا کہ جو موجود الوقت قوانین کیتھولکوں کے آزار کا باعث ہیں ان کے عملدرآمد کو معطل کرکے وہ کسی وقت میں اپنی اس آرزو کو پوری کرلے گا کہ انگلستان میں مذہب رومن کیتھولک کو دوبارہ قائم کردے۔ پس اس نے پارلیمنٹ کے وضع کردہ قوانین کے تعطل کے فرامین شائع کرنا شروع کردیئے، عدالت ہائی کمیشن (ماموریۂ اعلیٰ) جسے پارلیمنٹ نے ۱۶۴۱ء میں منسوخ کردیا تھا، اسے دوبارہ قائم کردیا اور

---

[۱] ایڈمز "انگریزی تاریخ آئینی کا خاکہ" Outline Sketch of English Constitutional History صفحات ۱۴۳-۴۵ ۔

۱۶۸۷ء میں ایک "اعلان مراعات" شائع کیا جو تمام کیتھولکوں اور عبادت عام سے اتفاق نہ کرنے والوں پر حاوی تھا اور جس کے رو سے مذہبی معاملات میں وہ آزادی عطا کی گئی تھی جو قانون ملک کے بموجب صاف طور پر ممنوع تھی[۱]۔

قدیم امتیاز خاص کے اس خود رایانہ طور پر دوبارہ اختیار کرنے سے وہ معاہدہ جو رجعت شاہی کی تہ میں مضمر تھا بالکلیہ الٹ گیا۔

۱۶۸۸-۸۹ء کا انقلاب قانونِ حقوق۔

مطلق العنانہ کارروائیوں سے کوئی مفر نہ دیکھ کر اور ۱۶۸۸ء میں بادشاہ کے وارث نرینہ پیدا ہو جانے سے، مختلف سیاسی عناصر کے سربرآوردہ نمائندگان کی ایک جماعت نے ہالینڈ کے اسٹاٹ ہولڈر (صدر) یعنی جیمز کی بڑی لڑکی میری کے شوہر ولیم (شہزادہ آرنج) کو دعوت نامہ بھیجا کہ وہ انگلستان میں آکر ملک کی دستوری آزادیوں کی تائید و حفاظت کرے۔ اس کا نتیجہ ۱۶۸۸ء کا پرامن انقلاب ہوا۔ ۵۔ نومبر کو ولیم ٹورکی میں اترا اور لندن کی طرف بڑھا۔ جیمز نے جب دیکھا کہ کوئی فریق اس کا ساتھی نہیں ہے تو اس نے لاحاصل مراعات پیش کئے اور بعد میں اپنے حلیف لوئی چہار دہم شاہ فرانس کے دربار میں بھاگ گیا۔ امرا، سابق ارکان دارالعوام اور عہدہ داروں کی ایک ہنگامی جماعت نے ولیم سے یہ درخواست کی کہ جب تک قوم کسی "قومی اجتماع"[۲] کا انتخاب نہ کرے اس وقت تک وہ عارضی "والی" کی طور پر کام کرے۔ یہ "اجتماع" ۲۲۔ جنوری ۱۶۸۹ء کو منعقد ہوا اور اس نے یہ قرار دیا کہ چونکہ جیمز نے فرار اختیار کیا ہے اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ اس نے انخلاع کر دیا ہے

[۱]۔ جی اور ہارڈی، دستاویزات موضح تاریخ کلیسائی انگلستان"
(Documents Illustrative of English Church Select Documents) اسٹبونز
منتخب دستاویزات (Select Documents) صفحات ۱۵۴ - ۴۵۴۔

[۲]۔ یہ جماعت صحیح معنی میں پارلیمنٹ نہیں تھی کیونکہ کسی بادشاہ نے اسے طلب نہیں کیا تھا۔

اسی اجتماع نے ولیم اور میری کو مشترک فرمانروا کی حیثیت سے تخت پر متمکن کردیا[1]

جدید خاندان جن شرائط کی بنا پر قائم ہوا تھا اُنھیں معین و مشخص کرنے کی نظر سے انگریز اپنے موجود الوقت دستور سلطنت کے ایک معقول جزو کو اب ضبط تحریر میں لے آئے - ۹- فروری ۱۶۸۹ء کو نئے فرمانرواؤں نے "ایک اعلان حقوق" کو جسے "اجتماع" نے مرتب کیا تھا، باضابطہ قبول کیا- اور اسی سال کی ۱۶- دسمبر کو پارلیمنٹ کے ایک قانون نے اس توضیع کو "قانونِ حقوق" کے نام سے قانون ملک کا ایک جزو بنا دیا-

قانونِ حقوق موجودہ زمانہ کے مفہوم میں بلکہ ۱۶۵۴ء کے "آلۂ حکومت" کے مفہوم میں بھی کوئی دستور سلطنت نہیں تھا- یہ قوم یا پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کا اقرار نہیں کرتا، نہ یہ انفرادی شہروں کے حقوق کو پوری شرح وبسط سے بیان کرتا ہے اور نہ یہ حکومت کے اعضاء کی تعریف وتحدید کرتا اور اُنھیں تفصیلی ترتیب میں بیان کرتا ہے - یہ صرف ان عملی مشکلات سے غرض رکھتا ہے جو گزشتہ تین برس کے تجربے یا فی الجملہ دو سابق نسلوں کے واقعات سے روشنی میں آئے تھے - اس نے صاف طور پر حقوقِ خاص کی ایک طویل فہرست سے انکار کردیا جن کا دعویٰ آخری شاہ اسٹوئرٹ نے کیا تھا، خاص کر قوانین کے تعطل، مذہبی کمیشنوں ماموریتوں کے تقرر، پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر اجرائے محاصل اور بلاشرکت غیرے بادشاہ کے زیر اقتدار مستقل فوج کے قیام سے اس نے انکار کردیا - اس نے چند اساسی حقوق کی گویا ضمانت کی جو سترھویں صدی کے اختلافات میں مکرر زیر بحث آئے تھے، ان میں درخواست دہی، آزادی انتخابات، ارکان پارلیمنٹ کے لئے آزادی

[1] - انقلاب کی قانونی ہیئتوں کے متعلق مٹیلینڈ کی تصنیف - انگلستان کی آئینی تاریخ" (Constitutional History of England) صفحات ۳۸۱ ، ۳۸۸ دیکھنا چاہیئے۔

تقریر کے حقوق داخل تھے۔[1] اس نے پارلیمنٹ کے بکثرت اجتماع کی ضرورت کو مسلم قرار دیا، اور وراثت سے متعلق ایک دفعہ کی رو سے رومن کیتھولک اور وہ اشخاص جو رومن کیتھولکوں سے شادی کریں تخت سے خارج قرار دیئے[2]۔

پس قانون حقوق نے انقلاب اور اسی طرح سترہویں صدی کی تمام تحریک آزادی کے نتائج کو جمع کر دیا ہے۔ مزید براں جیسا کہ ایک مصنف نے لکھا ہے "وہ تاریخی تشریح جس سے اس قانون حقوق کے وجود کی وجہ ظاہر ہوتی ہے، اس کے منطقی معنی اور اس کے ضروری مضمرات، اور جن اساسی اصولوں کی بنا پر اس کا حق بجا ہونا ثابت ہو سکتا ہے، ان مراتب میں وہ تمام امور داخل ہو گئے ہیں جو قانون حقوق میں محذوف رہ گئے ہیں۔ پس اسطرح، ۱۶۸۸ء کے انقلاب اور قانون حقوق سے نہایت ہی اہم مفہوم میں انگلستان کے دستوری ارتقا کا اوج کمال واضح ہوتا ہے اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سترھویں صدی کے قائم شدہ اصول کا تفصیلی انطباق اور آخری

---

[1] اس سلسلہ میں ۱۶۷۹ء کے قانون احضار ملزم، کو بھی یاد رکھنا چاہیئے جس میں ہر فرد کے اس حق کی ضمانت کیگئی کہ گرفتار کیئے جانے پر اس کے مقدمے کی تفتیش بلا تعویق کی جائے۔ اس کا متن ایڈمز و اسٹیونز کے "منتخب دستاویزوں" Select Documents صفحہ ۴۴۰ - ۴۴۸ میں ہے اور اس کی تفسیر اِی۔ جنکس کے منتخب مضامین متعلقۂ انگریزی امریکی قانونی تاریخ Select Essays on Anglo American Legal History مطبوعہ بوسٹن، ۱۹۰۸ء جلد دوم باب ۲۵ میں ملے گی۔

[2] اس سے ایک متعلقہ کارروائی ۲۴ - مئی ۱۶۸۹ء کا قانون رواداری، ہے جس نے مذہبی معاملات میں ضمیر کے لئے کچھ آسانی پیدا کر دی" یعنی پروٹسٹنٹ کیلئے آزادی کو زیادہ وسعت دیدی گئی۔ جی اور ہارڈی" دستاویزات موضح تاریخ کلیسائی انگلستان Documents Illustrative of English Church History صفحات ۶۵۴ - ۶۶۴۔

قائم شدہ و ناقابل مقاومت پارلیمنٹی اقتدار کی مشین کے کل پرزوں کا درست کرنا تھا۔ قوم کا اقتدار اعلیٰ قانون کی فوقیت، پارلیمنٹ کا اختیار مطلق، ان میں سے کوئی امر بھی بعد کو سختی کے ساتھ معرض بحث میں نہیں آیا۔ شاہی ادارہ بدستور چلتا رہا، اسے ایک فطری و مفید ادارہ سمجھا جاتا رہا مگر ۱۶۸۹ء کے بعد سے شاہی منصب موروثی یا مستقل حق کی بنا پر نہیں رہا بلکہ قوم کی رضا مندی پر مشروط رہا جس کا اظہار پارلیمنٹ کے ذریعہ سے ہوتا تھا۔ حقِ خداداد اب بالکل مردہ ہوگیا تھا۔[۱]

---

[۱] قانون حقوق کا متن اسٹبز کی تصنیف "منتخب منشورات" (Select Charters) صفحات ۵۲۳-۵۲۸ میں ہے۔ ۱۶۶۰ء تا ۱۶۸۹ء کے دور کے عام حالات کتب ذیل میں ملیں گے:- آر اے جی "تاریخ انگلستان از رجعت شاہی تا انتقال ولیم سوم" (History of England from the Restoration to the Death of William III) مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۱ء ابواب ۱-۱۵۔ ٹریولین، انگلستان تحت حکومت شاہانِ اسٹوارٹ (England under the Stuarts) ابواب ۱۱-۱۳۔ اوٗ ایری کی کتاب چارلس دوم (Airy Charles II) ایک اچھی کتاب ہے۔ پارلیمنٹ کے ارتقا کا بیان ایمٹ کی "تاریخ پارلیمنٹ انگلشیہ" History of the English Parliament جلد اوّل مقالہ ہشتم و جلد دوم مقالہ نہم میں ہوا ہے۔ دستور سلطنت کے توازن قوت میں جو تغیر ہوا اور خاص کر سترھویں صدی میں جو تغیر ہوا اس کے سرسری تبصرے کے لئے اے۔ ایم۔ جیمبرس کی دستوری تاریخ انگلستان (Contitutional History of England) نیو یارک، ۱۹۰۹ء صفحات ۳۱۷-۳۴۴ دیکھنا چاہیئے۔

سترھویں صدی کے بعد سے دستوری ارتقا
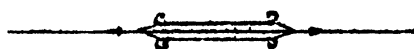
استقامت اور تغیر کے عناصر

اپنی وسیع نوعیات میں انگریزی نظم حکومت کا قالب سترھویں صدی کے ختم ہونے تک حقیقتاً مکمل ہوگیا تھا۔ محدود بادشاہی، وزارت، ہردو ایوانہائے پارلیمنٹ، عدالتہائے قانون۔ ان سب کی عام ہیئت اسوقت وہی تھی جو اسوقت ہے۔ مزید براں، وہ اساسی اصول جن پر اب حکومت عمل پیرا ہے، مستحکم طور پر قائم ہو گئے تھے۔ قوانین قانون سازی کی توضیع صرف "بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ" کے ہی ذریعۂ سے ہوسکتی تھی۔ محاصل بھی اسی طریقہ پہ عائد کئے جاسکتے تھے۔ افراد کی آزادی بیسیوں مخصوص، اور کثیر التجدید ضمانتوں سے محفوظ تھی لیکن واقعاً ۱۶۸۸ء اور آج کے انگریزی دستور سلطنت میں بہت ہی بعد ہے جس انقلاب سے آخری شاہ اسٹورٹ اپنے تخت سے ہٹایا گیا ہے، اس سے نہ صرف اس انقلاب کے نتیجہ کا اظہار ہوتا تھا جسکا آغاز

سنہ ۱۶[illegible]ء میں ہوا تھا بلکہ اِس سے تغیر کے ایک ایسے نئے دور کا آغاز ہوتا تھا جس میں حکومتی نظم میں وسعت ہوئی، اسے نئے راستوں کی طرف چلایا گیا اور اسے برابر اور تغیر پذیر حالات کے موافق کیا جاتا رہا۔ ولیم سوم کے وقت سے جارج پنجم کے وقت تک کبھی یہ نہیں ہوا کہ بالارادہ یہ سیاسی مشین فی الجملہ ازسرنو ڈھالی گئی ہو۔ امریکہ کا یہ طریقہ کہ دستور سلطنت پر نظرثانی کرنے بلکہ خود نئے دستور سلطنت کے بنانے کے لئے خاص طور پر منتخب کردہ اجتماعات کا انعقاد ہوا کرے، یہ طریقہ انگریزی طرز کار میں بالکل نا معلوم ہے۔ تغیرات بتدریج، باحتیاط اور بسا اوقات بالکل ہی نامحسوس طور پر ہوتے رہے اور گاہ بگاہ کے پارلیمنٹی قوانین اور عدالتی فیصلوں کے سوا باضابطہ تحریرات میں اِن کا اظہار بہت ہی شاذونادر ہوا۔ تاہم یہ کہنا کچھ بھی بیجا نہ ہوگا کہ آج کے دن سلطنت متحدہ کا عملی دستور جن قواعد اور رواجوں کے موافق چل رہا ہے اِن میں سے تقریباً سب کے سب اپنی شکل و خصوصیت کے لئے گزشتہ دو سو برس کے ارتقا کے منت کش ہیں۔ موجودہ مشین کا بہت بڑا حصہ نسبتاً جدید بھی ہے حقیقت یہ ہے کہ بجنسہ جس طرح سترھویں صدی نے اصولوں کی میراث چھوڑی تھی اسی طرح چودھویں اور پندرھویں صدیوں کے مانند اٹھارھویں اور انیسویں صدیوں کی میراث ادارات پر مشتمل تھی۔

پس، بہ حیثیت مجموعی اس دستور کے خصوصیات پر گفتگو کرنے کے قبل یہ بہتر ہوگا کہ سابق باب میں جو تاریخی تبصرہ ہوا ہے اس کے بعد، سنہ ۱۷۸۹ء اور سنہ ۱۹۰۰ء کے درمیانی زمانے کے اہم ارتقا کا بیان بھی شامل کردیا جائے۔ اِدھر زیادہ حال کے زمانے میں جو ایسے ہی وزندار تغیرات ہوئے ہیں اِن کا بیان ان ابواب میں ہوگا جو اس وقت کے موجودہ حکومتی نظم کے لئے وقف ہیں۔

فرمانروا کا تخفیف شدہ اختیار	اولاً ان عملی تعلقات کے عمل گیر ہونے کا

بیان ہونا چاہیئے جو ایک جانب بادشاہ اور دوسری طرف وزرا اور پارلیمنٹ کے درمیان قائم ہوگئے تھے جن سے دونوں ایوانوں کو بوسیلۂ وزرا، یہ موقع مل گیا کہ وہ قوم کے معاملات پر مکمل و مسلسل نگرانی سے کام لے سکیں جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے، ۱۶۸۸ء کے انقلاب نے بادشاہ سے ہمیشہ کے لیئے بعض وہ اختیارات خاص لے لئے گئے جن کے متعلق ردوکد ہورہی تھی۔ تاہم ولیم سوم محض شاہ شطرنج نہیں تھا، اور بے دست و پا بنادیئے جانے سے تو وہ بہت بعید تھا۔ ان شرائط کو جن کے موافق وہ انگلستان میں بلایا گیا تھا، کامل طور پر سمجھ کر بھی ولیم نے اپنے طبعی حب اقتدار کو پوشیدہ رکھنے کی کسی قسم کی سعی نہیں کی۔ اس نے ایسے اختیارات خاص کا دعویٰ کیا جنھیں تسلیم کرنے سے اس کے ڈھنگ مودین کارہ تھے اور وہ عادتاً بذات خاص اور موثر طریق پر فرمانروا، وزیر اعظم، وزیر خارجہ اور فوجی آمر کے فرائض انجام دیتا رہا[۱] اس کی جانشین این، اگرچہ وخلوہی ودست درازی سے کنارہ کش رہی مگر پر نور بادشاہی کے مفاد سے اسے کسی نہج سے کم تعلق نہیں تھا۔ جب ۱۷۱۴ء میں خاندان ہنوور تخت سلطنت پر متمکن ہوا، اس وقت یہ ہوا کہ حکومت کے جو اختیارات ابتک بادشاہ کے قبضۂ اقتدار میں تھے، ان کا بیشتر حصہ منتظم و مکمل طور پر انکے ہاتھ سے نکل کر وزرا اور پارلیمنٹ کی گرفت میں آگیا۔ جارج اول (۱۷۱۴ء تا ۱۷۲۷) اور جارج دوم (۱۷۲۷-۱۷۶۰) کو جیسا بیچارۂ محض ظاہر کیا جاتا ہے، وہ حال درحقیقت نہیں تھا مگر چونکہ یہ دونوں انگریزی زبان، ملک کے رسم و رواج اور وہاں کے سیاسی ادارات سے ناواقف تھے اس لئے ان کی حالت ایسی نہ تھی کہ جو اختیارات خاص اُنھیں ورثے میں

[۱] ۔ ولیم سوم کے انتقال کے وقت دستور سلطنت جس حالت میں تھا اس کے متعلق ہیلیم کی تصنیف، "انگلستان کی آئینی تاریخ" (Constitutional History of England) صفحات (۳۸۱-۳۲۹) دیکھنا چاہیئے۔

ملے تھے، ان کی حمایت و مدافعت کر سکتے۔ جارج سوم (۱۷۶۰ء - ۱۸۲۰ء) کے زمانے میں شاہانہ تصور کی صاف تجدید ہوگئی تھی۔ بادشاہ اگرچہ ضدی طبیعت اور معمول سے کم ذہانت کا شخص تھا مگر وہ دیانتدار، باہمت اور پر حوصلہ شخص تھا، وہ انگریز ہونے کے نام پر فخر کرتا تھا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ یہ عزم کر چکا تھا کہ اس کے پیشروؤں نے جو شاہی امتیاز و اختیار زائل کردیئے ہیں ان کا کچھ حصہ وہ واپس لے لے گا۔ بیس برس تک اس نے شخصی طور پر حکومت و سیاسیات پر جو اثر ڈالا اسکی نظیر ولیم سوم کے بعد سے کسی زمانے میں نہیں ملتی۔ ۱۷۸۰ء میں دارالعوام نے اپنے اندیشوں کا اظہار متعدد قرار دادوں کے قبول کرنے سے کیا جن میں سے پہلی قرار داد میں بلا اشتباہ صاف صاف یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ "وتاج کا اثر بڑھ گیا ہے، بڑھتا جاتا ہے اور اسے گھٹنا چاہیئے"۔ لیکن ۱۷۸۲ء میں لارڈ نارتھ کے کنارہ کش ہونے کے بعد بادشاہی طاقت بہت سرعت کے ساتھ زوال پذیر ہوئی اور اس عہد کے موخر حصہ میں، شاہی کے لئے جو کچھ حاصل ہوا تھا بادشاہ کے خلل دماغ کی وجہ سے سب زائل ہوگیا۔ دور تولیت (۱۸۱۰ - ۱۸۲۰ء) کے تحت اور رجعت پسند و بدنام کن جارج چہارم (۱۸۲۰ - ۱۸۳۰ء) کے دوران حکومت میں اگر بادشاہ کا اختیار نہیں تو اس کی مقبولیت ضرور اپنے انتہائی زوال کو پہنچ گئی تھی۔ آشتی پسند ولیم چہارم (۱۸۳۰ - ۱۸۳۷ء) کے زمانے میں مقبولیت تو پھر حاصل ہوگئی مگر اختیار پھر نہیں حاصل ہوا۔ نیک دل ملکہ وکٹوریہ (۱۸۳۷ - ۱۹۰۱ء) کے طولانی عہد نے شاہی کے متعلق برطانوی قوم کے احترام و محبت کو پھر بحال کردیا، اور جو حیثیت اس طرح حاصل ہوگئی اسمیں اڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کی وجہ سے کسی طرح کی کمی نہیں آئی۔ جیسا کہ دوسری جگہ ظاہر کیا جائے گا، معاملاتِ عامہ کی واقعی سر انجام دہی میں بادشاہ جس اثر سے کام لے سکتا ہے (اور ایک صدی کے تین ربع میں اس اثر سے جس طرح کام لیا گیا ہے)، وہ کسی جہت سے غیر اہم نہیں رہا ہے۔

لیکن یہ بھی پوری طرح ملحوظ رہنا چاہیئے کہ یہ اثر اس اقتدار کا صرف ایک سایہ ہے جو کسی وقت میں (بلکہ اٹھارھویں صدی کے آغاز تک میں) بادشاہ کو حاصل تھا۔ یہ اثر قانونی ہونے کے بجائے زیادہ تر شخصی ہے خانگی معاملات کی بہ نسبت اس کا زور زیادہ تر غیر ملکی معاملات کے حدود میں ظاہر ہوا ہے اور قوم کی مرضی کے خلاف جس کا اظہار پارلیمنٹ کے وسیلے سے ہو یہ اثر بے حقیقت ہے[1]۔

دارالعوام کا غلبہ۔ ۱۶۸۹ء کے بعد سے عملی دستور سلطنت میں ایک دوسرا تغیر یہ واقع ہوا ہے کہ پارلیمنٹ کا مرکز ثقل دارالامرا سے ہٹکر دارالعوام کی طرف آگیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نیابتی ایوان میں نمایاں عمومیت پیدا ہوگئی ہے۔ ولیم اور این کے زمانہ میں دارالعوام کے بہ نسبت دارالامرا صاف طور پر مقتدر وبااثر تھا، مگر جو زمانہ رابرٹ والپول کی وزارت (۱۷۲۱ - ۱۷۴۲) پر مختوی ہے، اس زمانے میں دارالعوام بہت سرعت کے ساتھ تفوق حاصل کرتا گیا۔ اس کا ایک سبب تو ۱۷۱۶ء کا ہفت سالہ قانون تھا، جس نے پارلیمنٹ کی زندگی کو تین برس کے بجائے سات برس

[1]۔ جارج سوم کے زمانے میں شاہی تجدید کے متعلق ڈبی۔ اے۔ ونسٹینلی کی تصنیف، "شخصی و فریقانہ حکومت جارج سوم کے عہد کے ابتدائی برسوں ۱۷۶۰ء-۱۷۶۶) کی سیاسی تاریخ کا ایک باب" Personal and Party Government a chapter in the Political History of the early years of the Reign of George III 1760, 1766 مطبوعہ کیمبرج دیکھا جائے۔ ۱۷۶۰ء سے ۱۸۶۰ء کے دوران میں شاہی کے درجہ کے متعلق ایک نہایت عمدہ اندازہ، ٹی۔ اے۔ جے کی تصنیف "جارج سوم کی تخت نشینی کے وقت سے انگلستان کی دستوری تاریخ" Constitutional History of England Science the accession of George III میں پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کو ایف ہائینڈ نے مرتب کیا اور آگے بڑھایا ہے، مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء باب ۱-۲۔

تک وسعت دیدی اور اِس طرح دارالعوام کی رکنیت میں تسلسل اور دلکشی پیدا کردی۔ دوسرا سبب رقوم کے متعلق دارالعوام کے اختیار کی روز افزوں اہمیت تھی۔ تیسرا سبب یہ تھا کہ والپول اپنے وسیع دورانِ وزارت میں ایوان زیرین کے رکن کی حیثیت سے نشست کرتا رہا اور اسی ایوان کو اپنی نمایاں مستعد کاریوں کا منظر بنادیا۔

لیکن دارالعوام اس وقت جس طرح پر مرتب تھا اس کی فوقیت کے قائم ہو جانے کے یہ معنی نہیں تھے کہ عمومی حکومت کو فتح حاصل ہو گئی۔ اٹھارھویں صدی میں دارالعوام ایسے ارکان پر مشتمل تھا جنکا انتخاب صوبوں اور مقتدر قصبوں میں نہایت ہی محدود حق رائے دہی کے تحت میں ہوتا تھا، یا اِن کا تقرر براہِ راست محدود شخصیات یا انفرادی امرائے عظام کی طرف سے ہوتا تھا اور یہ کام اُنیسویں صدی میں پارلیمنٹ کے لئے باقی رہا کہ وہ یادگار زمانہ قوانین کے ایک سلسلے کے ذریعے سے حق رائے دہی کو برابر قوم کے اِن گروہوں تک وسعت دیتی جائے جو اب تک سیاسی حیثیت سے بالکل بے اختیار تھے، پارلیمنٹ کی نشستوں کی دوبارہ اس طرح ترتیب و تقسیم کرے کہ سیاسی اثر کسی قدر موزونیت کے ساتھ رائے دہندوں میں منقسم ہو سکے، اور ان شرائط کو منضبط کرے جن کے تحت میں انتخابی مہمات سر کی جاسکیں، انتخابات کی کارروائی عمل میں آئے اور عمومی حکومت کی دوسری کارروائیاں اختیار کی جائیں۔ جن قوانین کے ذریعہ سے یہ امور وقوع میں آئے، اِن میں سے خاص اہمیت کے قوانین حسب ذیل ہیں:۔

۱۸۳۲ء کا قانون اصلاح، ۱۸۶۷ء کا قانون نمایندگی قوم، ۱۸۷۲ء کا قانون قرعہ اندازی، ۱۸۸۳ء کا قانونِ معمولات ناجائزہ و خلاف قانون، ۱۸۸۴ء کا قانون نمایندگی قوم اور ۱۸۸۵ء کا قانون تقسیم ثانی نشستہائے پارلیمنٹ۔ اِن کارروائیوں اور اِن کے شہرہ آفاق پسرِ قانون نمایندگی

قوم ۱۶۸۸ء کی نوعیت کی تشریح ابھی ابھی آگے چل کر ہو گی[1]

کابینہ کا عروج — زیر نظر دور کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ وہ انگریزی دستوری نظم کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت یعنی کابینہ کو وجود میں لایا اور اس مدت میں نہ صرف کابینہ ایک ادارے کی حیثیت سے بلکہ خود کابینی طریق حکومت بھی قائم ہوا۔ کابینہ کی آفرینش ایک تدریجی عمل سے ہوئی، اور یہ عمل اور اس کا ماحصل دونوں لفظاً انگریزی قانون میں نامعلوم ہیں۔ یہ ایک عام رواج ہو گیا ہے کہ چارلس دوم کے "کابال" کو کابینہ کا بلا فصل پیشرو سمجھا جائے۔ یہ "کابال" چند اشخاص کا وہ تغیر پذیر گروہ تھا جنھیں چارلس دوم پریوی کونسل سے منتخب کر لیا کرتا تھا اور پوری کونسل کے بجائے انھیں لوگوں سے رائے لیا کرتا تھا، یہ بالکل اسی طرح ہوا جیسے خود پریوی کونسل نارمنی اشتراوی زمانہ کی مجلس عظمیٰ سے اخذ کر کے بنا لی گئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ بڑی اور بے قابو مجلس کے ایک مختص و منتخب گروہ یا اندرونی حلقہ کے سامنے اہم مسائل کے پیش کرنے کا طریقہ چارلس دوم کے زمانہ سے پہلے سے چلا آرہا تھا، "کابینی کونسل" کا طریق اور نام دونوں چارلس اول کے زمانے میں موجود تھے[2] تاہم ۱۶۸۸ء کے قبل حالات ایسے نہ تھے کہ کابینہ حکومت کی کل میں ایک معینہ جگہ حاصل کر لیتا۔ اس تاریخ سے قبل یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ "کابینی نظم" کو دستور سلطنت کا واقعہ مرکزی اور اس کی خاص شان بنا دیا جاتا۔

---

[1] ملاحظہ ہو باب ہشتم۔

[2] ای۔ آئی۔ کارلائل، "اولین شاہانِ اسٹوارٹ کے تحت میں کونسل کی ذیلی جماعتیں" (Committies of Council under the Early Stuarts) مطبوعہ انگلش ہسٹاریکل ریویو، اکتوبر ۱۹۰۶ء۔

چارلس دوم کے زمانے میں ترقی نے بہت زیادہ آگے قدم نہیں بڑھایا۔ اس نظریئے کی بنا پر کہ "بہت سے اہم معاملات میں جبر، رازداری و سرعت عمل کی ضرورت ہے، ارکان کونسل کی تعداد عظیم نے اسے ناممکن بنا دیا ہے۔" بادشاہ نے اپنے گرد چھ سات ایسے وزرا کو جمع کرلیا جن پر اسے اعتماد تھا اور جو پارلیمنٹ میں بھی با اثر تھے۔ جو اہم معاملات درپیش ہوتے انھیں وہ ان کے روبرو لاتا تھا اور ان سے یہ توقع رکھتا تھا کہ جن قوانین کا وہ خواہاں ہو پارلیمنٹ سے ان کا انصرام کریں۔ ارل کلیرنڈن (جو کچھ زمانے تک اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا) کہتا ہے کہ یہ وزرا "ہر روز دارالعوام کے چند ایسے منتخب افراد کے ساتھ مجلس مشورت منعقد کیا کرتے تھے، جو ہمیشہ بادشاہ کی خدمت گزاری کرتے رہتے تھے، اور اس بنا پر اس جمعیت سے انھیں بہت دلچسپی ہوتی تھی اور ان کے تجربہ اور ان کے عہدہ کا موں کی وجہ سے ان کی باتوں کو ادب و احترام سے سنا جاتا تھا۔ انھیں لوگوں سے یہ وزرا یہ صلاح کرتے تھے کہ ایوان سے کام نکالنے کی کیا صورت اختیار کرنا چاہیئے، عوام کے لئے جو امور سب سے زیادہ ضروری ہوں کبھی ان کی تجویز پیش ہونا چاہیئے اور کبھی ان سے اتفاق رائے کرنا چاہیئے۔ انھیں لوگوں کے ذریعے سے ان دوسرے اشخاص کے کام بھی متعین ہوتے تھے جنھیں یہ لوگ امور مطلوبہ کی جانب مائل اور آمادہ پاتے تھے۔ اور یہ سب کچھ بغیر کسی شور و شغب کے ہوتا تھا اور نہ بہت سے لوگ رائے زنی کے لئے یکجا کئے جاتے تھے کیونکہ ایسا کرنا ہمیشہ پارلیمنٹ کی نارضامندی کا موجب ہوا ہے اور ہوگا، اس میں خواہ تھوڑے دنوں کے لئے کامیابی بھی ہو جائے مگر انجام کار میں اس سے مختلف قسم کے تعصبات پیدا ہو جائیں گے۔"
اسی میں زمانۂ مابعد کے کابینی نظم کے تخم کا پتہ چل سکتا ہے۔

یہ نظر آتا ہے کہ بادشاہ کے خاص خاص وزرا کا ایک واحد و مختصر گروہ کبھی اسے مجموعی صلاح دیتا تھا، اور کبھی مطلوبہ وضع قوانین کو آگے بڑھاتا تھا۔ بااین ہمہ، یہ نظم خود فی نفسہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا، بادشاہ کے لئے اپنے وزرا کے پسند کرنے میں کسی سیاسی پیچیدگی یا پارلیمنٹ کی خواہشوں پر لحاظ کرنا ضروری نہ تھا اور اگر اصولاً نہیں تو بھی عملاً یہ وزرا پارلیمنٹ یا قوم کے جوابدہ نہ تھے بلکہ خود بادشاہ کے جوابدہ تھے۔ اس کے بجائے کہ وزرا کے اس چھوٹے سے گروہ کو ایک ایسا اِدارہ سمجھا جاتا جس سے بادشاہ کو مزید قیود کے تحت لانے کا کام لیا جاتا، آزاد خیال سرگروہ اس پر یہ سمجھکر حملہ کرتے رہتے تھے کہ یہ بادشاہ کے مقاصد کے لئے ایک سازشی کارروائی ہے۔ "کابینہ" کا نام اولاً حقارت کے طور پر استعمال میں آیا اور فی نفسہ اس نام کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کی عادت یہ تھی کہ وہ ان ارکان سے محل کے ایک چھوٹے سے ذاتی کمرے میں ملاقات کیا کرتا تھا۔

لیکن جو کچھ بھی ہو اس تدبیر سے ایک اہم ضرورت رفع ہوی بلکہ حق یہ ہے کہ اس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تدبیر آخرالامر لابدی ہوگئی تھی۔ ایک سربرآوردہ صاحبِ استناد یہ کہتا ہے کہ "۱۶۶۰ء کی رجعتِ شاہی میں جو مفاہمت مضمر تھی اگر اس پر پوری طرح عمل ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ حکومت کی روش اور عاملانہ کاموں کے تمام اصناف پر جمعیت مقننہ کی راست نگرانی واقتدار قائم ہوجاتا۔ اس قسم کا انتظام انسانی تجربہ کے لحاظ سے بالکل نیا تھا اور اِس لئے بالطبع کوئی کل ایسی موجود نہ تھی جس سے یہ عمل میں آسکتا۔ کوئی ادارتی شکل ایسی نہ تھی جس کے توسط سے جماعت مقننہ ایک ایسے عاملانہ اقتدار کو عمل میں لاسکتی جو اصولاً اسے حاصل نہ تھا۔ مفاہمت کی دستوری کارروائی کے لئے کسی عملی کل کا پیدا کرنا ضروری تھا، اور اس کل کا آغاز وارتقا پارلیمنٹ

کے روبرو وزارتی ذمہ داری کے اصول کے ساتھ کابینہ کے آغاز و ارتقا کے مترادف ہے۔ اس بیان کو ہم دوسری طرح پر یوں ادا کرسکتے ہیں کہ یہ انگریزی نظم کہ عاملانہ اقتدار ایک ایسے کابینہ کو تفویض کردیا جائے جس کا انتخاب در اصل جماعت مقننہ کی طرف سے ہوا ہو، اور وہ اس کی شدید نگرانی میں ہو، یہی وہ طریقہ تھا جو ملک کی عملی کارروائی میں پارلیمنٹ کے اس اقتدار اعلیٰ کے نافذ کرنے کے لئے سوچا گیا جو سترھویں صدی کی دستوری ترقی کا نتیجہ تھا۔[1] ۱۶۸۸ء میں کابینہ ہنوز ایک نیم ساختہ و ناقص المفہوم ادارہ تھا، اور کابینی نظم تو تصور میں بھی نہیں تھا مگر اس سال اور اسکے بعد کے سال کے واقعات نے پارلیمنٹ کی دائمی فوقیت کو متعین کر کے کابینی حکومت کے ارتقا کو لابدی بنادیا۔ ولیم سوم نے وزرا کے انتخاب میں کامل آزادی اور اُنکے افعال پر معقول نگرانی قائم رکھی مگر اس کے عہد میں ایک اہم قدم آگے بڑھا۔ بادشاہ کو جب اس طرح حکمرانی میں کامیابی نہ ہوئی کہ وھگ اور ٹوری فرقے دونوں کو وزارت میں شامل کرسکتا تو اس نے اپنے گرد ایک جماعت ایسے مشیروں کی جمع کرلی جو خاصتہً وھگ تھے اور اگرچہ اولاً یہ کسی اصول کا نہیں بلکہ سہولت کا معاملہ تھا مگر بتدریج یہی ایک ضابطہ ہوگیا کہ اعلیٰ وزرا صرف اسی فرقے میں سے منتخب کئے جائیں جسے دارالعوام میں کثرت حاصل ہو۔ پارلیمنٹ دیکھتی تھی مگر سمجھتی نہیں تھی کہ کیا ہورہا ہے اور اس لئے وہ برابر اندیشناک رہی۔ ۱۷۰۱ء کے قانون بندوبست میں اس نے واقعاً یہ چاہا کہ اس جدید نظم کو باطل کردے مگر اس قانون کا وہ حصہ جو اس مبحث سے تعلق رکھتا تھا عمل میں آنے کے قبل ترمیم کردیا گیا۔

جارج اول اور جارج دوم کے عہد کابینہ کی تاریخ میں عظیم الشان

[1] ایڈمز، "انگریزی آئینی تاریخ کا خاکہ" (Outline Sketch of English Constitutional History) صفحہ ۱۵۳۔

تکوینی دور بن گئے، اور یہ بیتالیس برس کا زمانہ وہ زمانہ تھا جس میں فرمانروا نے معاملاتِ عامہ میں عملی حصّہ نہیں لیا۔ وھگ وزرا کے متواتر گردہوں نے اپنے کو مضبوطی کے ساتھ متحد رکھا تاکہ دارالعوام میں وھگوں کی کثرت قائم رہے اور ٹوریوں اور جیمز کے حامیوں کے خلاف سلسلہ بینوید کی تائید ہوتی رہے۔ ۱۷۴۲ء میں پہلے وزیر اعظم سر رابرٹ والپول کو جب اکثریت دارالعوام کی تائید حاصل نہ رہی تو اس نے فوراً استعفا دیدیا۔ اسی دور میں بادشاہ نے کابینہ کے اجلاسوں کی شرکت ترک کردی اور پارلیمنٹ اب یہ سمجھنے لگی کہ کابینی نظام سے کیونکر اسے وزرا کی ذمہ داری کو بزورِ عمل میں لانے کا موقع ملتا ہے، اس لئے اب پہلی مرتبہ وہ اس پر رضامند ہوئی کہ مواخذے اور قانون کے حقوق کو وہ خاموشانہ طور پر ساقط کردے۔ اٹھارھویں صدی کے اختتام تک کابینہ کا یہ تصور معینہ طور پر قائم ہوگیا تھا کہ یہ ایک جماعت ہے جو معمولاً (۱) ارکان پارلیمنٹ پر مشتمل ہوتی ہے (۲) ان کی سیاسی رائیں ایک ہوتی ہیں (۳) اس کا انتخاب اس فریق سے ہوتا ہے جسے دارالعوام میں کثرت حاصل ہو، (۴) وہ ایک متحدہ حکمت عملی پر چلتی ہے، (۵) اس کی ذمہ داری مشترک ہوتی ہے جس کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ اگر ملامت کی قرارداد منظور کرے تو اس کے کل ارکان مجموعۃً مستعفی ہوجاتے ہیں (۶) اس کے سب ارکان ایک خاص وزیر کے عام اتباع کو تسلیم کرتے ہیں [۱] ۔ تاہم، انیسویں صدی کے وسط کے قبل تک کابینی نظام کی پیچیدگیاں اور اس کے لوازم کامل اور عام طور پر سمجھے نہیں گئے تھے اور اس نظم کی تشریح پہلی مرتبہ

۱۔ ایچ۔ ڈی ٹریل "مرکزی حکومت" (Central Government) مطبوعۂ لندن ۱۸۸۱ء، صفحات ۲۴-۲۵ -

واضح و مکمل طور پر والٹر بیجہٹ کی کتاب "دستور سلطنت انگلشیہ" میں ہوئی جو ۱۸۶۷ء میں شائع ہوئی۱؎

سیاسی فریقوں کا آغاز۔ عہد زیر نظر کا ایک چوتھا ارتقا سیاسی فریقوں کا عروج اور موجودہ سیاسی نظم کی وسیع حیثیتوں کا تعین ہے۔ آج کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں فرقہ وار عمل دخل برطانیہ عظمیٰ سے زیادہ ہو۔ دستور سلطنت کے تحریری حصص اس سے ناآشنا ہیں، معمولی قانون کو اسکا تقریباً کچھ علم نہیں ہے مگر بایں ہمہ، فریقانہ انتظام اور فریقانہ کارروائیوں کو واقعۃً حکومت کے چلانے میں مسلسل اور اساسی اہمیت حاصل ہے

۱؎۔ کابینہ کے عروج کے متعلق عام تاریخوں کے علاوہ، کتب ذیل بھی دیکھنا چاہیئے۔
ایم۔ ٹی۔ پلاڈیلٹ "انگلستان میں کابینی حکومت کا ارتقا" (Development of Cabinet Government in England) مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۲ء ابواب ۱-۵ ۲؎ ای۔ جنکس "پارلیمنٹی انگلستان، کابینی نظم کا ارتقا" (Parliamentary England the Evolution of the Cabinet System) مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۱ء ۳؎ ایچ بی۔ لرنیڈ۔ "انگلستان اور ممالک متحدہ امریکہ میں اصطلاح کابینہ کی تاریخی اہمیت" (Historical Significance of the Term "Cabinet in England and United States) مطبوعہ "امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو" اگسٹ ۱۹۰۹ء ۴؎ ایچ۔ ڈبلیو۔ وی۔ ٹمپرلی "اندرونی و بیرونی کابینہ اور پریوی کونسل ۱۶۷۹-۱۶۸۳ء" (The Innei and Outer Cabinet and the Privy Council 1679-1683) مطبوعہ انگلش ہسٹاریکل ریویو" اکتوبر ۱۹۱۲ء ۵؎ ڈبلیو آر۔ انیشن "اٹھارھویں اور انیسویں صدیوں میں، کابینہ" (The Cabinet in the Seventeen and Eighteenth Centuries) ایضاً جنوری ۱۹۱۳ء ۶؎ "اٹھارھویں صدی میں کابینہ" (The Cabinet in the Eighteenth Century) ایضاً اپریل ۱۹۱۷ء ۷؎

انگلستان میں سیاسی فریقوں کے بدء و آغاز کا پتہ چلانا آسان کام نہیں ہے۔ بعض ارباب قلم اسے قبول نہ کریں گے کہ ملکہ این کے وزیر بلکہ اولین دو جارج کے تحت میں کابینی نظم کے پختہ ہونے سے قبل کسی قسم کی صحیح فریقانہ تنظیم یا فریقانہ کیفیت موجود تھی۔ دوسرے ارباب قلم کو یہ نظر آتا ہے کہ فریقوں کا آغاز جیمز دوم کے عہد میں ہوگیا تھا، اور دیگر علماء وزارت در وزارت اسے رجعت شاہی کے زمانے تک پہنچاتے ہیں۔ درحقیقت میکالے کا تو یہ خیال تھا کہ ۱۶۴۱ء میں طویل العہد پارلیمنٹ کے "احتجاج اعظم" کے اختیار کرنے کے بعد "حامیان شاہی" اور آزاد خیال جس طرح صف آرا ہو گئے وہی انگلستان کے پہلے سیاسی فریق تھے۔

یہ کہنا صداقت سے بہت بعید نہ ہوگا کہ پہلے گروہ جنھیں اس زمانہ کے مفہوم میں سیاسی فریق خیال کیا جا سکتا ہے، وہ "وھگ" اور "ٹوری" تھے جو "عرضی دہندگان" اور "متنفرین" سے نکلے تھے اور ان سے قبل چارلس دوم کے عہد کے "دیہاتی" و "درباری" سیاسی فریق تھے۔ (جدید المفہوم سیاسی فریق سے مراد ایسے گروہ ہیں جو حکومت کا ایک ممیز نظریہ رکھتے ہوں، ان کی تنظیم ایک معقول حد تک پائدار و مسلسل ہو، اور ان کا مقصود یہ ہو کہ دار العوام میں اپنی اکثریت کے ذریعہ سے وضع قوانین کو اپنے اقتدار میں رکھیں۔) جیمز کو کیتھولک قرار دیکر تخت سے خارج کئے جانے کے معاملہ اور دیگر مسائل پر ان دونوں عناصر نے منقسم ہوکر اپنے زمانے کے اہم معاملات عامہ کے متعلق صریح التعین اور اساسًا ایک دوسرے کی قطعًا مخالف حیثیت اختیار کرلی۔ وسیع معنوں میں یہ تقسیم یوں تھی کہ وھگ فریق مذہب میں رواداری اور حکومت میں پارلیمنٹی تفوق کے جانبدار تھے۔ ٹوری کلیسائے انگلستان اور شاہی امتیاز خاص کے طرفدار تھے۔ جب خاندان اسٹوئرٹ کی

شاہی ایک گزرے ہوئے زمانے کی بات ہوگئی اس کے بھی مدتوں بعد تک یہ دونوں جلیل القدر فریق مسائل مذکورہ اور دوسرے مسائل پر دست و گریباں رہے۔ جیساکہ بیان ہو چکا ہے دونوں فریقوں کے اتحاد عمل کے ساتھ حکومت کرنے کی کوشش میں ناکام ہوکر ولیم ٹوریوں کی تائید وحمایت پر آرہا۔ ۱۷۰۲ء میں این کے تخت نشین ہونے پر وھگ حکومتی عہدوں سے خارج کردیئے گئے اور ٹوری (جو پہلے بھی ۱۶۹۸-۱۷۰۱ء میں اقتدار کا کچھ مزا چکھ چکے تھے) برسراقتدار کردیئے گئے۔ یہ لوگ این کے عہد حکومت کے زیادہ حصے میں وزارتی عہدوں پر قائم رہے مگر جارج اول کے تخت نشین ہونے پر وہ اپنے حریفوں کے لئے جگہ خالی کرنے پر مجبور ہوئے اور ۱۷۱۴ء سے ۱۷۶۰ء تک کا زمانہ وھگوں کی غیر منقطع فوقیت کا زمانہ رہا۔ جیساکہ ظاہر کیا جاچکا ہے یہی دور نظم کابینی کے ارتقا کا زمانہ تھا، اور اس نظم کے عروج اور اسکی ترقی حکومت بذریعۂ فریق کے نشوو نما میں قریبی و لابدی تعلق تھا۔ اٹھارھویں صدی کے آخر تک یہ قاعدہ ناقابل تغیر ہوگیا کہ کابینہ ان لوگوں سے مرکب ہونا چاہیئے جو دارالعوام کی اکثریت سے ہمدردی رکھتے ہوں اور یہ کہ جب کبھی قوم ایوان کی اس عمومی شاخ میں ایسی اکثریت کا انتخاب کردے جو وزارت برسراقتدار کے خلاف ہو تو وزارت کو معاً مستعفی ہوجانا چاہیئے۔[1]

برطانیہ عظمی کی تکوین۔ اسکاٹلینڈ سے اتحاد (۱۷۰۷ء)

آخر میں ان اہم تغیرات کا ذکر ہونا چاہیئے جو جزائر برطانیہ کے ایک متفقہ حکومتی

[1] سیاسی فریقوں کے عروج کی بابت ڈبلیو سی ایبٹ کا مضمون "انگریزی سیاسی فریقوں کا آغاز" (The Origin of English Political Parties) مطبوعہ "امریکن ہسٹاریکل ریویو" جولائی ۱۹۱۹ء دیکھنا چاہیئے۔ دیگر حوالجات کے لئے صفحہ (۱۴۴) ملاحظہ ہو۔

نظم کے تحت میں از سرِ نو منتظم ہونے سے پیدا ہوئے۔ جس ملک کو ہم اب "سلطنت متحدہ" کہتے ہیں وہ ان چار ممالک یعنی انگلستان ویلز، اسکاٹلینڈ، اور آئرستان پر مشتمل ہے جو پہلے ایک دوسرے سے آزاد تھے۔ شدید جنگ کے بعد ایڈورڈ اول نے ۱۲۸۴ء میں ویلز کا ایک بہت بڑا حصہ انگریزی مملکت میں ضم کرلیا، انگریزی طرز پر ویلز کے چھ صوبے بنائے گئے، انگریزی قانونی نظم رائج کیا گیا، ویلز کی استقفیاں کینٹربری کے کلیسائی حدود کے اثر میں لائی گئیں۔ ہنری ہشتم نے ۱۵۳۵ء میں چھ مزید صوبے قائم کرکے اور صوبوں اور ممتاز شہروں کے لئے پارلیمنٹ میں تیئیس نمایندے بھیجنے کے حق کو وسعت دیکر اس کام کو مکمل کردیا۔ اس وقت کے بعد سے حکومتی اغراض کے لئے ویلز انگلستان کے ساتھ پوری طرح متحد ہوگیا تھا اور آج درحقیقت لفظ "انگلستان" میں اب ویلز بھی شامل سمجھا جاتا ہے، جب تک کہ خاص طور پر اس کا استثنا نہ کردیا جائے۔

ایڈورڈ اول فاتح ویلز نے اسکاٹلینڈ کو زیر کرنے کا کام بھی اختیار کیا، مگر اہل اسکاٹلینڈ کا قومی احساس نہایت قوی ثابت ہوا۔ چنانچہ وہ برابر آزاد رہے اور شمالی بادشاہی بالکلیہ علیحدہ رہی تاآنکہ ۱۶۰۳ء میں اس کا فرمانروا جیمز ششم، جیمز اول کے نام سے تخت انگلستان پر متمکن ہوا۔ زمانہ ممیت کے ایک مختصر وقفہ سے قطع نظر کرکے، دونوں ممالک کا قانونی تعلق ایک صدی سے زائد تک محض بادشاہ کی ذات کا شخصی اتحاد تھا۔ ٹویڈ کے شمال کی بادشاہی کی خود اپنی پارلیمنٹ، خود اپنا قائم شدہ کلیسا، خود اپنے قوانین، خود اپنی عدالتیں، خود اپنی فوج اور خود اپنا نظم مالیات سب کچھ موجود تھا۔ اس انتظام سے بہت کچھ ابتری اور مناقشے پیدا ہوتے رہے اور دونوں ملکوں کے بہت سے اشخاص زیادہ قریبی اتحاد کی ضرورت و لزوم کا یقین رکھتے تھے۔

اٹھارھویں صدی کے آغاز تک اہلِ اسکاٹلینڈ کی قومی عصبیت اور مقامی احساس کافی حد تک فرو ہو چکا تھا، اور جس تغیر کی خواہش تھی وہ ایک قانون اتحاد کے ذریعے سے عمل میں آیا جسے دونوں پارلیمنٹوں نے ۱۷۰۷ء میں منظور کیا۔ دونوں ہمسایہ ممالک کی ایک واحد بادشاہی قائم کردیگئی جو اس وقت سے برطانیہ عظمیٰ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ ہمیشہ کے لئے برخاست کردی گئی اور اسکاٹلینڈ کے امرا و عوام کو ویسٹ منسٹر کی برطانی پارلیمنٹ میں نمائندگی عطا کی گئی عوام کو پینتالیس ارکان کے انتخاب کا حق دیا گیا جنہیں تیس اضلاع کی طرف سے اور پندرہ مقتدر قصبوں کی طرف سے منتخب ہونا قرار پائے اور یہ طے ہوا کہ امرا خود اپنے میں سے ہر پارلیمنٹ کے آغاز میں سولہ امرا کا انتخاب کریں۔ تجارت، محاصلِ صنعت اور کروڑ گیری کے تمام قوانین کے لئے ضروری تھا کہ وہ دونوں ملکوں میں بالکل یکساں ہوں لیکن دیگر معاملات سے متعلق ہر دو ممالک کے جداگانہ قوانین خواہ مکتوبی ہوں یا غیر مکتوبی دونوں بدستور نافذ رہے البتہ وہ مشترکہ پارلیمنٹ کی نظرثانی کے تابع قرار پائے۔ اسکاٹلینڈ کا عدالتی نظم جو بعض اعتبارات سے انگریزی نظم سے فائق تھا، حسب سابق جاری رہا، اور یہ دونوں نظم اب تک علیحدہ ہیں۔ اسکاٹلینڈ کے مدارس کہ وہ بھی انگریزی مدارس سے فائق تھے، بلا تغیر اپنی حالت پر قائم رہے اور قائم شدہ پرسبیٹری کلیسا کی خودمختاری کی ضمانت کردیگئی۔ اسکاٹلینڈ کی جداگانہ ہستی نظم و نسق کی اکثر شاخوں میں بھی باصرار قائم معلوم ہوتی ہے، تاہم اتحاد اتنا مربوط ہے جتنا ایک اچھی حکومت کے لئے ہونا چاہیے، اور اگرچہ وسط صدی کے بعد تک بھی کوہستانی قبائل قابو میں نہیں آئے پھر بھی جدید نظم زمانہ مابعد میں کامیاب و مقبول

ثابت ہو چکا ہے۔[۱]

سلطنت متحدہ کی تکوین۔ آئرستان کے ساتھ اتحاد (سنہ ۱۸۰۰ء)

آئرستان کی تاریخ اپنی بیشتر ہیئتوں میں ایک مفتوح ملک کی تاریخ ہے اور اٹھارھویں صدی کے موخر زمانے تک دستوری حیثیت میں یہ ملک کم وبیش اس نوآبادی کے مثل تھا جسے حکومت خود اختیاری نہ حاصل ہو۔ ازمنۂ متوسطہ میں انگلستان کا قانون عام اور اس کے سیاسی ادارات جزیرے کے نوآباد حصص ("حلقۂ انگریزی") میں رائج کئے گئے اور ادنیٰ قسم کی ایک پارلیمنٹ کی سی ایک جماعت بھی وجود میں آئی مگر اس میں بھی صرف انگریز آبادکاروں کی نمائندگی ہوتی تھی یا زیادہ تر انھیں کی نمائندگی کی فکر کی جاتی تھی۔ سنہ ۱۴۹۴ء میں نائب السلطنت سر اڈورڈ پوائے ننگز نے ڈروگیڈا میں ایک پارلیمنٹ منعقد کی جس نے یہ قانون قرار دیا کہ اب آئندہ آئرلینڈ میں کوئی پارلیمنٹ اس وقت تک منعقد نہ ہوگی جب تک کہ آئرلینڈ کے حکام عاملانہ اور پریوی کونسل بادشاہ کو اس قانون سے مطلع نہ کریں جس کا بنانا مقصود ہو اور یہ مجوزہ قوانین بادشاہ اور اس کی (انگریزی) کونسل سے منظور نہ ہو جائیں۔ موجود الوقت انگریزی قوانین جہاں تک قابل نفاذ

---

[۱] مکنن، اتحاد انگلستان و اسکاٹلینڈ (Union of England and Scotland) مطبوعۂ لندن سنہ ۱۸۹۶ء۔ یہ عالمانہ جملہ خصوصیت کے ساتھ سنہ ۱۶۹۵ء تا سنہ ۱۷۰۷ء کے دور پر حاوی ہے۔ پی۔ ایچ۔ براؤن کی تصنیف "انگلستان و اسکاٹلینڈ کا تشریعی اتحاد" (The Legis ative Union of England and Scotland) مطبوعۂ آکسفورڈ سنہ ۱۹۱۴ء بھی ملاحظہ ہو۔ سنہ ۱۸۶۰ء میں اسکاٹلینڈ کی تنظیم و حیاتِ عامہ کی فوقیت کے متعلق الیسن کا مضمون "قدیم اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ" (The Old Scotish Parliament) مطبوعۂ بلیکوڈ میگزین نومبر سنہ ۱۸۳۲ء دیکھنا چاہیے۔

ہوں آئرلینڈ میں نافذ کیے جائیں، اور کلکنی کا قدیم قانون جو ۱۳۶۶ء میں اس غرض سے منظور ہوا تھا کہ اس جزیرے میں انگریزی و آئرلینڈی اقوام قطعاً ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں اس کے بیشتر حصے کی بھی تجدید کردی گئی۔ ان قواعد میں پہلے قاعدہ نے جو عام طور پر قانون پوائے ننگز کے نام سے مشہور ہے، تین سو برس تک پارلیمنٹی ارتقا کو موثر طور پر غارت کردیا۔ پارلیمنٹ زندگی کے دن پورے کرتی رہی، مگر اسے کسی نہج سے یہ دعویٰ نہیں تھا کہ وہ کل آبادی کی نمائندہ ہے، نہ اسے خود مختاری حاصل تھی اور نہ حق ہدایت ۱۵۶۰ء میں آئرلینڈی ارکان پارلیمنٹ میں داخل کیے گئے مگر وہ کسی شمار میں نہ تھے۔ ۱۶۸۸-۸۹ء میں جیمز کی امداد میں خروج کے بعد کیتھولک داخلۂ پارلیمنٹ سے محروم کردیئے گئے اور تھوڑے ہی زمانے کے بعد وہ پارلیمنٹی انتخابات میں رائے دینے سے بھی قطعی طور پر خارج کردیئے گئے۔ اٹھارھویں صدی میں آئرلینڈ کی حکومت کا کام ایک نائب (لارڈ لفٹننٹ) یا اس کی عدم موجودگی میں لارڈ جسٹس (عادلان اعلیٰ) بادشاہ کے نام سے چلاتے تھے مگر آخری نگرانی ویسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ کی تھی اور اس پارلیمنٹ نے ۱۷۱۹ء میں اپنے لیے اس کامل اختیار کا دعویٰ کیا کہ جو قوانین وہ بنائے آئرلینڈی قوم پر اس کی پابندی لازم ہوگی۔

سو برس کی سیاسی و اقتصادی پامالی کے بعد آئرلینڈی قوم کو اپنے خود مختاری کے دعاوی کے دوبارہ پیش کرنے کا ایک موزوں موقع ہاتھ آگیا۔ ۱۷۸۰ء میں جب انگلستان مشکلات میں گھرا ہوا تھا اور یورپ کی بیشتر مملکتیں اس کی مخالف یا واقعی اس کے خلاف مسلح تھیں، اور قریب تھا کہ اس کے مستعمری قلمرو کا بہترین حصہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے، اس وقت فصیح البیان ہنری گریٹن، ایک ایسی تحریک کا سرگروہ بن گیا جس کا مقصود

یہ تھا کہ آئرلینڈی معاملات میں انگریزی پارلیمنٹ کی قوت کو شکست دیجائے۔
پس ۱۷۸۲ء میں وسٹ منسٹر میں ایک قانون منظور ہوا جس سے پوائنے ننگز کا
قانون رد ہوگیا اور آئرلینڈ کو یہ حق عطا ہوا کہ آئندہ سے
قوم صرف انھیں قوانین کی پابند ہوگی جنھیں بادشاہ اور آئرلینڈ کی پارلیمنٹ
منظور کریں۔ اگرچہ اس کے لئے بروقت بہت شور تحسین بلند ہوا
مگر اس سے کچھ زیادہ نفع نہیں ہوا۔ کیتھولکوں کو حق رائے دہی
صرف ۱۷۹۳ء میں عطا ہوا اور رکنیت کے اہل تو وہ کبھی بھی نہ قرار
پائے۔ اس لئے پارلیمنٹ فی الاصل آئرلینڈی ہونے کی بجائے
انگریزی پارلیمنٹ تھی۔ علاوہ ازیں، اگرچہ اس جماعت کو وضع قوانین
میں معقول آزادی حاصل تھی مگر انگلستان کے مقرر شدہ حکام عاملانہ
پر اسے مطلق کوئی اقتدار نہیں تھا۔ کچھ کچھ ممد و معاون قوانین وضع
ہوئے مگر غیر تعلیم یافتہ عامۃ الناس مایوس ہوگئے اور فرانسیسی اثر
میں آکر انھوں نے ۱۷۹۸ء میں علانیہ بغاوت کردی۔

اس شورش کے فرو ہونے کے بعد آئرلینڈ کی تاریخ میں ایک
نہایت ہی اہم واقعہ پیش آیا، یعنی برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ تشریعی
اتحاد قانون سازی قائم ہوگیا۔ جن خیالات نے پٹ اصغر کی حکومت
کو اس کارروائی کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا وہ زیادہ تر حسب ذیل تھے
(۱) ایک ایسے زبردست براعظمی دشمن سے (کہ اس سے قبل کبھی ایسے دشمن سے سابقہ نہ پڑا ہو)، مہلک
جنگ میں الجھے ہونے کی وجہ سے برطانیہ عظمیٰ کے لئے ضروری تھا
کہ وہ اپنے وسائل کو مجتمع کرے اور خاص کر اس ملک کو زیادہ شدید
نگرانی میں لے آئے جس سے دشمن کے لئے خفیہ حملہ کی جگہ مہیا ہو جاتی
(۲) گریٹن کی پارلیمنٹ نے جزیرے کے حالات کو بہتر بنانے میں کچھ
زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ اور (۳) جس طرح سابق میں انگلستان کے
ساتھ اسکاٹلینڈ کے متحد ہونے سے ہوا، اسی طرح اس وقت بھی برطانیہ
عظمیٰ کے ساتھ آئرلینڈ کو مدغم کردینے سے معقول مراعات کا ہونا زیادہ

اغلب ہے اور دونوں کے مشکلات بھی رفع ہو جائیں گے۔

لہذا، ایک قانون اتحاد "سلطنت متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرستان" کے قائم کرنے کے لئے تیار کر کے دونوں پارلیمنٹوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ آئرلینڈ کی رائے عام قطعی طور پر مخالفانہ تھی اور صرف علانیہ و بیدریغ رشوت کی وجہ سے ہی فروری ۱۸۰۰ء میں یہ مسودۂ قانون ڈبلن میں منظور کرالیا گیا۔ برطانی پارلیمنٹ نے اس قانون کو پانچ مہینے کے بعد منظور کیا اور یکم جنوری ۱۸۰۱ء کو اس کا نفاذ ہوگیا۔ آئرلینڈ کی پارلیمنٹ اب منسوخ کردی گئی اور یہ انتظام کیا گیا کہ مشترکہ پارلیمنٹ میں آئرلینڈ کی نمایندگی چار مذہبی امرا، اٹھائیس دنیاوی امرا (جن کا انتخاب آئرستانی طبقہ امرا کی طرف سے تاحیات ہوا ہو)، اور دارالعوام کے سو ارکان کے ذریعہ سے ہو (جن میں چونسٹھ ضلعوں کی جانب سے ہوں، پینتیس مقتدر قصبوں کی جانب سے اور ایک جامعۂ ڈبلن کی جانب سے)۔ آئرلینڈ کا انگلیکی کلیسا کلیسائے انگلستان کے ساتھ متحدہ "کلیسائے انگلستان و آئرلینڈ" کے نام سے مدغم کردیا گیا حالانکہ جزیرے کے باشندوں میں سے پانچویں حصّے سے بھی کم اس کلیسا کے پیرو تھے۔ دونوں ملکوں کے درمیان محصول کروڑگیری بتدریج منسوخ ہونا قرار پایا، بیس برس تک مداخل میں دونوں ملکوں کی شرکت کا تناسب پندرہ اور دو کا مقرر ہوا، اور یہ بھی طے پایا کہ دونوں ملکوں کے قوانین اسوقت تک نافذ العمل رہیں جب تک منسوخ نہ کردیئے جائیں۔ یہ اتحاد ایک معاہدے کی نوعیت کا تھا اور اگرچہ کلیسا ۱۸۶۹ء میں فسخ کردیا گیا اور دو ایک اور تغیرات بھی ہوئے مگر فی الجملہ یہ انتظام ۱۹۱۴ء تک بدستور قائم رہا۔ اس سال میں برسوں کی شورہ انگیزی و اختلاف آرا کے نتیجہ کے طور پر ایک "قانون حکومت خود اختیاری" کے ذریعے سے یہ سعی کی گئی کہ تاریخ کے صفحات کو پلٹ دیا جائے اور آئرلینڈ کو پھر ایک جداگانہ پارلیمنٹ دیدی جائے۔ اس کے منظور ہونے کے بعد ہی

جنگِ عظیم نے اس قانون کے نفاذ کو معلق کردیا، اور اس تحریر کی تاریخ یعنی (۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۰) تک ہنوز یہ عیاں نہیں ہوتا کہ انجام کار یہ قانون یا اس کے بجائے کوئی دوسرا قانون عمل میں آئے گا یا نہیں[1]

---

[1] اسکاٹلینڈ کے ساتھ اتحاد کے قانون کے متن کا خلاصہ ایڈمز اور اسٹیون کی منتخب دستاویزیں (Select Documents) میں صفحات ۴۷۹ - ۴۸۴ پر طبع ہوا ہے۔ اور آئرستان کے ساتھ اتحاد کے قانون کا خلاصہ اسی کتاب کے صفحات ۴۹۷ - ۵۰۶ پر دیکھنا چاہیئے۔ اول الذکر کی پوری عبارت رابرٹسن کے منتخب قوانین تحریری، مقدمات و دستاویزات (Select Statutes, Cases, and Documents) کے صفحات ۹۲ - ۱۰۵ پر ملیگی۔ موخرالذکر کی عبارت اس کتاب کے صفحات ۱۵۷ - ۱۶۴ پر ملیگی۔ اتحاد کے قبل آئرستان کی بابت مے دہالینڈ کی تصنیف "دستوری تاریخ انگلستان" (Constitutional History of England) جلد دوم، باب شانزدہم، اور اسی۔ آرٹرز کی تصنیف۔ "ائرستان و انگلستان" (Ireland and England) مطبوعہ نیویارک، ابواب ۳-۶ دیکھنا چاہیئے۔ جو واقعات قانون اتحاد کا باعث ہوے اسکے قابل اطمینان بیان کیلئے جے۔ آر فشر کی تصنیف "آئرستانی پارلیمنٹ کا خاتمہ" (The End of the Irish Parliament) مطبوعہ لندن، ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۰ کے حوالجات بھی دیکھیں۔

باب چہارم

دستور سلطنت و حکومت

انگلستان میں "دستور سلطنت" کا مفہوم کیا ہے۔

حکومت کے متعلق لکھنے والے اصحاب اصطلاح "دستور سلطنت" کو دو نہایت ہی مختلف معنی میں استعمال کرتے ہیں بعض وقت وہ اس سے ایسے اساسی قانون کی توضیح تحریری مراد لیتے ہیں جس سے حکومتی نظم کی ساخت و ہیئت کا خاکہ مرتب ہوتا ہے، حکمراں جماعتوں اور عہدہ داروں کے اختیارات کی تحدید ہوتی ہے، شہریوں کے حقوق کی تشریح و ضمانت ہوتی ہے اور شاید بعض ایسے عام اصول و قواعد بھی قرار دئے جاتے ہیں جنھیں سلطنت کے معاملات میں ملحوظ رکھنا مدنظر ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ توضیح کسی خاص مجلس دستور ساز نے مرتب کی ہو، یا کسی معمولی جماعت مقننہ نے اسے طیار کیا ہو یا کسی حکمراں یا آمر مطلق کے واحد اقتدار سے اس کی اشاعت ہوئی ہو۔ دوسری طرف ارباب قلم اس اصطلاح کو ایسے تمام قوانین، مراسم، اور نظائر کو ظاہر کرنے کے لئے بھی کام میں لا سکتے ہیں جو صرف جزوی طور پر ضبط تحریر میں آئے ہوں یا بالکل ہی تحریر میں نہ آئے ہوں اور جن سے حکومت کی

تنظیم اور اس کے طریقہائے کار کا تعین ہوتا ہو۔ دونوں استعمال یکساں طور پر صحیح ہیں بشرطیکہ یہ واضح کردیا جائے کہ کسی خاص وقت میں کس معنی کی پیروی کی جارہی ہے۔ چنانچہ ممالکِ متحدہ امریکہ کا دستور وہ دستاویز ہے جو ۱۷۸۷ء میں فلاڈلفیا میں مرتب ہوی اور ۱۷۸۹ء[1] میں عمل میں آئی اور اس کے ساتھ اٹھارہ[2] ترمیمات بھی شامل ہیں جو سالہائے مابعد میں اختیار کی گئیں۔ یا یہ دستور یہی توضیح مع ان تمام قواعد، قوانین، مراسم اور تاویلات کے ہے جن کی اہمیت یا لازمی نوعیت میں اس وجہ سے کسی طرح کی کمی نہیں آئی کہ ان کا کوئی ذکر اساسی دستاویز میں نہیں پایا جاتا۔ ایک صدی سے زائد ہوی کہ ایک متبحر فرانسیسی صاحب قلم دی کویل (جو امریکہ کی عمومیت کے متعلق ایک قابل قدر کتاب کا مصنف ہے) اس جانب گیا ہے کہ کوئی ایسی شے موجود نہیں ہے جسے انگلستان کا دستور سلطنت کہا جاسکے[3] فرانسیسی ہونے کی وجہ سے وہ دستور کے متعلق یہ خیال کرنے کا خوگر تھا کہ اسے لازماً ایک ایسی دستاویز یا بہرنوع دستاویزوں کا ایک ایسا مجموعہ ہونا چاہئے جسے ایک معینہ وقت پر مرتب و قبول کیا گیا ہو، کسی اجتماع ملی یا کسی خاص ذریعۂ کار نے اسے ترتیب دیا ہو، اور اس میں منطقی ترتیب کے ساتھ اس حکومت کا قالب و اصول

---

[1] ۱۹ اب انیس۔

[2] دساتیر نوعیت، اصناف اور ان کی نشو و نما کے طریقے تصانیف ذیل میں بخوبی بیان ہوئے ہیں:۔ جے ڈبلیو گارنر، تقریب السیاسیات (Introduction political science) مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۰ء۔ باب دوازدہم۔ ڈبلیو۔ ایف ونوبی "حکومت سلطنتہائے جدیدہ" (Government of Modern States) مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۹ء۔ ابواب ششتم و ہفتم

[3] "عمومیت در امریکہ" (De la democratie en Amerique) شائع شدہ پیرس ۱۸۳۵ء وہ کہتا ہے کہ۔ انگلستان میں پارلیمنٹ کو دستور سلطنت میں ترمیم کرنے کا مسلمہ حق حاصل ہے پس چونکہ دستور میں برابر تغیر ہوسکتا ہے۔ اس لئے حقیقت میں اسکا کہیں وجود نہیں ہے۔ پس پارلیمنٹ ایک ساتھ قانون ساز بھی ہے اور دستور ساز بھی۔

مرتب کیا گیا ہو جو اس دستور کے تحت عمل کرتی ہو۔ انگلستان میں اسے اس قسم کی کوئی شے نہیں مل سکتی تھی اور نہ آج کسی کو ایسی شے مل سکتی ہے لیکن اس امر پر زور دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ انگلستان کا ایک دستور ضرور موجود ہے اور یہ دستور ایسا ہے جو ہمارے وقت کے تمام دساتیر سے زیادہ قدیم و باثر ہے۔ یہ کسی ایک دستاویز یا دستاویزوں کے کسی ایک مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ اس کا ایک بڑا حصہ مطلقاً ضبط تحریر میں نہیں آیا ہے مگر اب یہ حصہ کم ہوتا جاتا ہے۔ یہ کسی خاص دستور ساز جماعت کا کیا ہوا کام نہیں ہے۔ کسی ایک وقت میں اس کا قبول کیا جانا تو کجا یہ بتدریج صدیوں کی سیاسی نشو ونما کا ماحصل ہے اور اس کا بیشتر حصہ کبھی باضابطہ طور پر قبول نہیں کیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ اصطلاح "دستور سلطنت" کا اطلاق جب انگلستان پر ہو تو اسے اس وسیع تر مفہوم میں لینا چاہیئے جو اوپر ظاہر کیا گیا ہے۔ انگریزی دستور عناصر کا ایک مجموعہ مرکب ہے، اور اسے یکجا کرنے کی توقع کوئی شخص صرف اسی طرح کر سکتا ہے کہ ایک ہزار برس سے زائد کی تاریخ کا امتحان غائر کرے۔ کہیں سے کوئی تحریری قانون لے، کہیں سے کوئی عدالتی فیصلہ لے، سیاسی رواجوں کی ترقی و تعین کو برابر زیر نظر رکھے، اور وضع قانون، محصول، انتخابات، عدالتی کارروائی یہ سب انتظامی کلیں جس طرح چلتی رہی ہیں اور جس طرح مبصر کی آنکھوں کے سامنے واقعتاً چل رہی ہیں ان پر انتہائی حد تک نظر دوڑائے۔

مرکب عناصر قانون دستور سلطنت

ان عناصر کی درجہ بندی مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ مختصراً شمار کے لئے وہ تین عناصر اصناف میں جمع کیئے جا سکتے ہیں۔ اول، وہ معاہدے اور دوسری بین الاقوامی قرار دادیں ہیں جو ممالک متحدہ امریکہ کی طرح برطانیۂ عظمیٰ میں بھی ملک کے اعلیٰ قانون کا جزو سمجھی جاتی ہیں۔ دوسرے، ایک مجموعہ ان موقر معاہدات کا ہے جو قومی بحران کے زمانے میں متصادم سیاسی قوتوں کے نمائندہ طریقوں کے درمیان ہوئے ہیں اس نوعیت میں منشور اعظم، عرضداشت حقوق، اور قانون حقوق داخل ہیں۔ تیسری اور نسبتاً زیادہ بڑی صنف اس نوعیت واہمیت کے پارلیمنٹی قوانین

تحریری پر مشتمل ہے جو حکومتی اختیارات یا طریق کار میں اضافہ یا ترمیم کرتے ہیں اس طرز کے قوانین میں ذیل کے قوانین صریحاً داخل ہیں:۔ قانون احضار ملزم ۱۶۷۹ء۔ قانون بند وبست جانشینی ۱۷۰۱ء۔ قانون ہفت سالہ ۱۷۱۶ء فاکس کا قانون ازالہ حیثیت عرفی ۱۷۹۲ء۔ قوانین اصلاح، ۱۸۳۲ء، ۱۸۶۷ء، ۱۸۸۴ء قانون شخصیات بلدیہ ۱۸۳۵ء قوانین حکومت مقامی ۱۸۸۸ء و ۱۸۹۴ء۔ قانون پارلیمنٹ ۱۹۱۱ء قانون نمائندگی قوم ۱۹۱۸ء۔ چوتھے قانون غیر موضوعہ ہے۔ یہ قانونی مقولات و مراسم کا وہ وسیع مجموعہ ہے جس نے صدیوں میں لازمی و تقریباً معین نوعیت پیدا کر لی ہے۔ مقدم الذکر تین عنصر یعنی معاہدات خارجہ مو قر سیاسی تعاہدات اور قوانین صرف تحریری شکل میں ہیں یا قریب قریب ایسا ہی ہے قانون غیر موضوعہ کے قواعد معرض تحریر میں نہیں آئے ہیں صرف اتنا حصہ اس سے مستثنیٰ ہے جو روداد دن قانونی رایوں، اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ عدالت کے باضابطہ فیصلوں میں شامل ہے، جیسے جوری کے حقوق، تاجدار کے حقوق خاص، ایوانہائے پارلیمنٹ اور ان کے ارکان کے امتیازات، صیغۂ کوتوالی کے فرائض و حقوق۔

مرکب عناصر دستور کے معہودات

آخر میں "دستور سلطنت" کے وہ حصے ہیں جنھیں پروفیسر ڈائسی نے "معہودات" کے نام سے بہت ہی خوب منسوب کیا ہے[1]۔ قانون دستور میں جو مذکورہ بالا چار عناصر سے مرکب ہے، خواہ لکھا ہوا ہو یا نہ ہو، وہ ہر طرح پر عدالتوں کے ذریعے سے قابل نفاذ ہے۔ لیکن معہودات خواہ کتنے ہی اہم امور سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں (اور کمتر ہے کہ ایسا نہ ہو) پھر بھی وہ اس طرح قابل نفاذ نہیں ہیں۔ یہ "معہودات" مفاہمات، رواجوں اور عادات پر مشتمل ہوتے ہیں اور سرکاری حکام کے واقعی تعلقات افعال کا ایک بہت بڑا

[1] تقریب مطالعۂ قانون دستور سلطنت" (Introduction to the Study of the Law of the Constitution)

حصہ صرف انھیں سے منضبط ہوتا ہے۔ کہیں وہ حیطۂ تحریر میں بھی آجاتے ہیں مگر وہ قانون تحریری کی کتابوں میں نہیں ہوتے اور نہ کسی توضیح میں ہوتے ہیں جسے عدالت میں کسی کارروائی کی بنیاد قرار دیا جا سکے۔ مثلاً دستورِ سلطنت کا رواج یہ ہے جو کارروائی ایوانہائے پارلیمنٹ سے منظور ہو جائے اسے بادشاہ ممتنع نہ کرے۔ اگر بادشاہ اب اس زمانے میں واقعی کسی مسودہ قانون کو ممتنع کردے تو اس کے سیاسی نتائج نہایت اہم ہونگے مگر اس فعل کے حسب قانون ہونے کے متعلق کوئی سوال نہیں ہوسکتا۔ یہ کبھی کسی قانون یا دستور کی بنا پر نہیں ہے بلکہ محض رواج کی وجہ سے ہے کہ وزراجب دار العوام کا اعتماد کھو دیں تو وہ مستعفی ہو جائیں۔ نیز یہ کہ پارلیمنٹ سال بسال منعقد ہوتی رہے۔ کابینہ اور بہ حیثیت کابینہ کے جو کچھ اس کے اختیار میں ہے، ان سب کی بنا رواج پر ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص دستوری نظم کو جس طرح وہ ہے اور جس طرح وہ عمل کرتا ہے، سمجھنا چاہیے اسے ضرور ہے کہ وہ اپنی توجہ معہودات پر اسی سختی کے ساتھ جمائے رکھے جس سختی سے وہ قانون کے اثباتی قواعد پر توجہ رکھتا ہے۔[1] جیسا کہ لارڈ برائیس نے بیان کیا ہے انگریزی دستورِ سلطنت درحقیقت سینوں میں محفوظ یا تحریر میں منضبط نظائر، قانون دانوں اور مدبروں کے اصول رسم و رواج، مفاہمت اور طرق حکومت سے متعلقہ اصول اور ان کے ساتھ چند تحریری قوانین ان سب کا ایک طومار ہے۔ ان میں سے تقریباً سب کے سب نظائر کے ساتھ مخلوط ہیں، اور یہ سب کے سب قانونی فیصلوں اور سیاسی عادات کے فرعی بالیدگی سے ڈھکے ہوئے ہیں، ان سے علیحدہ ہو کر

---

[1] اکثر سیاسی نظموں میں معہودات بہت وسیع جگہ گھیرے ہوئے ہیں تاآنکہ جن ملکوں پر وسیع تحریر دستوریات کے تحت میں حکمرانی ہوتی ہے، ان کا یہی حال ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ کی حکومت میں انکی اہمیت سے سب مانوس ہیں۔ ملاحظہ ہو برائیس کی تصنیف "امریکی دولتِ عامہ" (American Common Wealth) طبع سوم، جلد اول ابواب ۳۴-۳۵ فرانس میں معہودات کے اثر کے متعلق، ایچ۔ شارڈون کی تصنیف نظم و نسق

قوانینِ تحریری تقریباً ناقابلِ عمل ہو جائینگے یا کم از کم یہ کہ وہ حقیقتاً جو کچھ ہیں عمل میں اس سے بالکل مختلف ہو جائینگے[۱]۔ کسی وقت میں بھی یہ کوشش نہیں کی گئی کہ متفرق مواد کے اس بے پایاں طومار کو یکجا کرکے ضبط تحریر میں لایا جائے اور نہ یہ توقع ہے کہ آئندہ کبھی اس قسم کی کوشش کیجائیگی جیسا کہ فرانسیسی نقاد بوتمی نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے، انگریزوں نے اپنے دستور سلطنت کے مختلف حصص کو وہیں رہنے دیا جہاں تاریخ کی موجوں نے انھیں ڈالدیا تھا' انھوں نے ان حصص کو یکجا کرنے، ان کی ترتیب وتکمیل کرنے اور ان سے ایک مسلسل ومربوط مجموعہ بنانے کی سعی نہیں کی[۲]۔

یہ سوال ہوتا ہے کہ باوجود اپنی قانونی قوت کی کمی کے دستور سلطنت کے معہودات پر اس سختی کے ساتھ کیوں عمل ہوتا ہے۔ اس سوال کا ایسا جواب دینا جس سے کسی شخص کو اطمینان کلی حاصل ہو جائے، دشوار ہے مگر دو تین خیالات ایسے ہیں جن سے مطلوبہ تشریح کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ڈائیسی نے بتایا ہے آخری تو نہیں مگر ایک وقیع امر فیصل شدہ یہ ہے کہ اہم معہودات کی خلاف ورزی اس کے بغیر ناممکن ہے کہ قوانین تحریری سے تصادم ہو جائے یا بدرجۂ اقل یہ کہ شدید اہم مشکلات پیش آجائیں[۳]، مثلاً جب تک کہ پارلیمنٹ ہر سال

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ L'Administration de la France-Lesfonctionaires مطبوعۂ پیرس، ۱۹۰۵ء صفحات ۷۹-۱۰۵ دیکھنا چاہئے۔

[۱] برائس "مشتملہ در مطالع تاریخ واصول قانون" (Studies in History and Junis prudence) مطبوعۂ نیویارک ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴۳۔

[۲] "مطالع قانون دستوری، فرانس، انگلستان، ممالک متحدہ امریکہ" Studies in Constitutional yan France—England United States مطبوعۂ لندن ۱۸۹۱ء صفحہ ۲۔ مقابلہ کیجئے جے۔او۔ٹیلر کا مضمون "برطانیہ کیلئے ایک تحریری دستور" مطبوعۂ رسالہ Jurid Rev. دسمبر ۱۹۲۲ء۔

[۳] قانون دستوری (Law of the Constitutions)، ۱۵۔

قانون فوج کی تجدید نہ کرے، افواج پر حکومت کا تمام انضباطی اختیار زائل ہوجائیگا اور اگرچہ پارلیمنٹ کی سالانہ اختیار دہی کے بغیر اکثر محاصل جمع کئے جاتے اور بعض ان میں سے خرچ ہوتے رہتے ہیں مگر ایک پائی بھی فوج، بیڑے اور ملکی خدمات پر صرف نہیں ہوسکتی۔ مختصر یہ کہ اگر بڑے بڑے معہودات سے بے اتفاقی برتی جائے تو حکومت کے پہیئے چلنے سے رک جائیں۔ لیکن یہ تمام صورت حال بر حادی نہیں ہے۔ جیساکہ لوئیل نے بتایا، انگلستان مجبور نہیں ہے کہ قیامت تک پارلیمنٹ کے سالانہ اجلاس اس وجہ سے منعقد کرتا رہے کہ ہر بارھویں مہینے ایک نیا قانون بغاوت منظور کراتا ہے اور نئے اخراجات کا تعین کرتا ہے۔ قادر مطلق پارلیمنٹ ایسا کرسکتی ہے کہ ایک دائمی قانون فوج منظور کردے، سالانہ محاصل چند معینہ سنین کے لئے عطا کردے، اور تمام معمولی اخراجات کو دو مجتمعہ سرمایہ پر عاید کردے جس سے اب بھی بہت سے مطالبات بہ صورت خاص ہیں پارلیمنٹ سے اختیار لئے بغیر ادا ہوتے رہتے ہیں۔ پس معہودات کی تائید صرف یہ سمجھ لینے سے کچھ زاید ہے کہ ان کی خلاف ورزی کے معنی قانون کی مخالفت کے ہونگے۔ قانون خود بہت آسانی سے بدلا جاسکتا ہے۔ یہ تائید مزید رائے عامہ اور خاصکر حکمران عناصر کے درمیان شایع شدہ رائے سے حاصل ہوتی ہے۔ لوئیل کہتا ہے کہ "معہودات کا لحاظ زیادہ تر اس وجہ سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ ضابطۂ عزت ہیں۔ وہ بحالت موجودہ گویا کھیلوں کے قواعد کے مماثل ہیں اور قوم کا وہ واحد طبقہ جس نے انگلستان کی زندگی عامہ کی سربراہی اس وقت تک بالکلیہ اپنے ہی ہاتھ میں رکھی ہے، وہ وہی طبقہ ہے جسے خصوصیت کے ساتھ اس قسم کی ذمہ داری کا احساس ہے۔ علاوہ ازیں خود یہ امر واقعہ کہ ایک طبقہ تمام قوم کی اجازت و رضامندی سے بہ حیثیت ابنائے عام حکمرانی کرتا ہے، یہی امر اس طبقہ کو ان مفاہمات کی خلاف ورزی نہ کرنے کی طرف سے بغایت محتاط بنا دیتا ہے جنکی بنا پر یہ اعتماد حاصل ہوتا ہے[۱]۔" ان

[۱] حکومت انگلستان (Government of England) جلد اول صفحہ ۱۲، بمقابلہ کیجئے صفحہ ۱۱۔
[۲] حکومت انگلستان، (England) جلد اول صفحہ ۱۲-۱۳۔

معہودات پر صدیوں سے ان تصادم و تطابق کے دوران میں عمل ہوتا رہا ہے جن سے
انگلستان کے سیاسی نشو و نما کا قصہ مرتب ہوتا ہے۔ ان کا وجود دار العوام اور
انجام کار میں قوم کی مرضی کی اطاعت کے حاصل کرنے کے لئے ہے۔ یہ معہودات
وہ ذرائع ہیں جن کے وسیلہ سے اس شور و شر کے بغیر جو تاجدار پر قانونی قیود
کے عائد کرنے سے برپا ہوتے، پارلیمنٹ نے فرمانروا کے ان تمام اختیارات کو
(جو امتداد زمانہ سے بیکار نہیں ہو گئے ہیں) خود اپنے زیر اقتدار کر لیا ہے۔

تسلسل و تغیر کی ہیئتیں

جو کچھ کہا گیا ہے، اس کے اعتبار سے، ایک ہی صداقت
کی دو مختلف ہیئتوں کو ظاہر کرنے والے، دو مشاہدات
ضد یکدگر ہیں پہلا مشاہدہ تو یہ ہے کہ انگریزی دستور کے اصول
اور اس کے بہت سے معمولات کے نسبت، (اسقف اسٹبز کے مانوس عام
الفاظ میں) یہ بغایت صحیح ہے کہ حال، کی جڑیں ماضی، کی عمیق گہرائی میں پہنچی
ہوئی ہیں[1]۔ دوسرا مشاہدہ یہ ہے کہ انگریزی دستورِ سلطنت ایک زندہ عضویت
ہے اور وہ اس قدر معرض تغیر میں ہے کہ جب اس کے بیان کرنے کی سعی کی
جاتی ہے تو گمان غالب یہ رہتا ہے کہ ادھر وہ طبع ہوا اور ادھر اس پر نظر ثانی
کی ضرورت پیش آگئی۔ جیسا کہ مورخ فریمین نے لکھا ہے "کوئی وقت ایسا نہیں
گزرا ہے کہ حال و ماضی کا رشتہ منقطع ہو گیا ہو، کسی وقت میں بھی انگریزوں
نے اکٹھا بیٹھکر کسی خیرہ کن نظریئے کی متابعت میں کوئی بالکل ہی نیا دستور
سلطنت ترتیب نہیں دیا ہے[2]" اس کے برعکس، دستوری نظم کے نشو و نما
کا ہر قدم کسی ماسبق قدم کا طبعی نتیجہ رہا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بہت اہم تغیرات
وقوع میں آئے ہیں۔ سب سے زیادہ نمایاں مثال یہ ہے کہ مطلق العنان
شاہی کے بجائے ایک پارلیمنٹی حکومت قائم ہو گئی ہے جس کی بنیاد مکمل سیاسی
عمومیت پر ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی علی العموم ارتقا اس قدر تدریجی ہوا ہے

[1] دستوری تاریخ انگلستان (جلد اول حاشیہ تمہیدی) (Constitution History of England)
[2] انگریزی دستور سلطنت کی نشو و نما (Growth of the English Constitution) صفحہ ۱۹۔

روایت قدیمہ کا احترام اس قدر عادت میں داخل ہوگیا ہے، اور قدیم اسماء ہیکال پر جمے رہنے کا میلان (ایسی حالت تک میں کہ ان کے مقصود باطنی میں تغیر ہوگیا ہو) اس قدر راسخ ہوگیا ہے کہ انگلستان کی دستوری تاریخ تسلسل کی ایک ایسی ہیئت پیش کرتی ہے جس کی نظیر یورپ کے کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکتی ؛

کسی تحریری دستورِ سلطنت کے الفاظ کئی عشرات تک بے تغیر باقی رہ سکتے ہیں جیسا کہ اطالیہ کے ۱۸۴۸ء کے "قانونِ تحریری" اور ۱۸۰۴ء و ۱۸۶۵ء کے مابین امریکی دستور کے بارے میں ہوا، مگر کوئی دستور مدت تک ایک حال پر باقی نہیں رہتا اور انگریزی طرز کے دستورِ سلطنت میں تو سب سے کم ایسا ہوتا ہے حالانکہ اس میں وہ رسمی سختی نہیں ہے جو تحریری تعین کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ اسے کسی اعلیٰ اقتدار نے ابتدائے کار میں کسی معینہ و باترتیب شکل سے مزین نہیں کیا ہے اسلئے سلطنت متحدہ کے دستور کی تاریخ کے تمام دور میں ایک طرح کی نمایاں لچک برقرار رہی ہے یہ دستور کسی نہج سے وہ دستور نہیں ہے جو پچاس برس قبل تھا اور پچاس برس بعد کسی اعتبار سے وہ نہ رہیگا جو آج ہے۔ ازمنۂ گذشتہ میں بعض اوقات تغیرات ظلم و زیادتی یا قومی مرضی کے غیر معمولی احتجاج کے ساتھ عمل میں آئے ہیں۔ اب اس زمانہ میں وہ تغیرات وضع قوانین، عدالتی تاویل، اور انتظامی عمل کے پر امن طریقوں سے رائج کئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات، یہ تغیرات سرگرم مباحث و اختلافات اور نہایت وسیع و عام شورش انگیزی کے ساتھ عمل میں آتے ہیں، جس کی ایک مثال ۱۹۱۱ء کا قانونِ پارلیمنٹ ہے جس سے دارالامراء کے اختیارات میں تغیر کیا گیا۔ اکثر ان سے موجود الوقت قانون یا طریق عمل کے لابدی دبے اختلاف توسیع ظاہر ہوتی ہے اور عام قوم کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی ؛

دستورِ سلطنت کے بدلنے کے متعلق پارلیمنٹ کا اختیار

اس زمانے میں انگریزی دستور میں تغیرات زیادہ تر پارلیمنٹ کے قانون سے ہوتے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ اور بعض یورپی ممالک کے دساتیر کی توضیح و ترمیم کے اختیارات اور معمولی وضع قوانین کے اختیارات میں ایک قطعی امتیاز قائم کردیا گیا

ہے۔ امریکہ کی کانگریس کسی دستوری ترمیم کی تجویز کرسکتی ہے۔ مگر تغیر صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ تین ربع ریاستوں کی مجالس مقننہ اس کے متعلق اثباتی رائے دیں۱۔ انگلستان میں اختیارات اس طرح منقسم نہیں ہیں۔ تمام اختیارات یکساں طور پر پارلیمنٹ کو تفویض ہیں اور جہاں تک توضیع قانون، تنسیخ، اور نظرثانی کی کارروائیوں کا تعلق ہے کسی ایسی کارروائی میں جس سے حکومتی نظم کے اساسی اصول میں فرق پڑتا ہو اور کسی قانون میں جو نہایت ہی ادنیٰ قسم کے مبحث سے تعلق رکھتا ہو کوئی فرق نہیں ہے۔ اینسن نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "ہماری پارلیمنٹ جنگلی چڑیوں اور گھونگھوں کی حفاظت کا قانون بنا سکتی ہے اور اسی طریق عمل کے ذریعے سے کلیسا اور مملکت کے تعلق کو توڑ سکتی یا بیس لاکھ شہریوں کو سیاسی اختیار دے سکتی اور اس اختیار کو حلقہائے انتخاب میں تقسیم کرسکتی ہے۲" درحقیقت قانون دستوری کا سنگ وسطی، توضیع دستور اور معمولی وضع قوانین دونوں حلقوں کے درمیان پارلیمنٹ کا اقتدار مطلق ہے۔ پارلیمنٹ کے اندر قوم کی اعلیٰ مرضی مرکوز ہے اور اگرچہ گاہ بگاہ وہ مرضی خود کو نہایت ہی مختلف بلکہ مغائر طریقوں میں ظاہر کیوں نہ کرے مگر اپنے وقت خاص پر اس کے اعلانات باقتدار اور مختتم ہیں۳۔

یہ صحیح ہے کہ ادھر موخر زمانے میں یہ احساس ترقی پذیر ہے کہ جب اساسی اور وسیع الاثر تغیرات مدنظر ہوں تو پارلیمنٹ کو اس وقت تک کارروائی نہ کرنا چاہئے جب تک کہ ایک عام انتخاب کے وقت معاملہ قوم کے سامنے پیش نہ کردیا گیا ہو، یہ اسی خیال کا لحاظ تھا کہ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کے پارلیمنٹی انتخاب کا حکم دیا گیا، اور

---

۱ توثیق کا ایک دوسرا طریقہ اجتماعات کے ذریعہ سے ہے جو تین ربع ریاستوں کے اثباتی عمل پر محمول ہے لیکن اس طریق پر کبھی عمل نہیں کیا گیا ہے۔

۲ "دستور سلطنت کا قانون و رواج" (Law and Custom of the Constitution) جلد اول صفحہ ۳۵۸۔ ڈائسی کی کتاب "قانون دستور سلطنت" باب اول (Law of the Constitution) اور ایف پولک کی کتاب "قانون غیر موضوعہ کے طلبا کیلئے اصول قانون کی پہلی کتاب" (First Book of Yusis Prancience for Students of the Commu Law) مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۴ء حصہ دوم باب سوم بھی دیکھنا چاہئے۔

اس کا صرف ایک ہی اہم بحث دارالامرا کی اصلاح تھا، لیکن اس قسم کا کوئی
معین قاعدہ نہیں ہے۔ انتخابی نظم میں دوسرے انقلاب انگیز تغیرات کے ذکر کی
ضرورت نہیں، اس کا ایک ثبوت ۱۹۱۸ء کا قانون نمائندگی قوم ہے کہ بغیر کسی
طرح کے باضابطہ عمومی استشارے کے ساٹھ لاکھ عورتوں کو حق رائے دہی عطا کر دیا گیا
اور نہ صرف یہ امر بدستور صحیح ہے کہ رائے دہندگاں کو کوئی ذریعہ ایسا حاصل نہیں
ہے جس کے وسیلہ سے وہ دستوری تغیرات کی ہدایت کر سکیں اور ان پر لحاظ
کیا جائے بلکہ یہ بھی صحیح ہے کہ اس نوعیت کے جو تجاویز خود پارلیمنٹ میں پیش
ہوں، ان پر بھی براہ راست اظہار رائے کا کوئی ذریعہ ان کے پاس نہیں
ہے، بجز اس کے کہ آخری فیصلے تک پہنچنے کے قبل کسی اتفاق سے پارلیمنٹ
منتشر ہو جائے اور اس کے بعد قومی انتخاب ہو۔ پس انگلستان کا سیاسی نظم ایک
مکمل مثال اس ملک کی مہیا کرتا ہے جہاں انتخاب کنندگان نے وضع دستور کے
اختیارات کے عملدرآمد کو کلیتہً حکومت کے تفویض کر دیا ہے یا زیادہ صحیح طور
پر یوں کہئے کہ وضع دستور کے متعلق اس جماعت کے کامل عملدرآمد پر رضامند ہو گئے
ہیں۔ بلکہ اس جماعت پر ان اختیارات کو اس سے مختلف طور پر عمل میں لانے
کیلئے کوئی قید بھی نہیں لگائی، جس طور پر معمولی قانون کے بنانے میں یہ اختیارات عمل میں آتے ہیں[1]۔"

---

[1] ولوبی، "حکومت سلطنتہائے جدیدہ" (Government of Modern States)
صفحہ ۱۲۳۔ فرانس میں ایسی حالت کے لئے باب بست ویکم دیکھنا چاہیئے۔ انگریزی دستور سلطنت
کی عام نوعیت کے متعلق مختصر مباحث کے لئے کتب ذیل دیکھنا چاہئے۔
لوئیل حکومت انگلستان (Government of Europe) جلد اول صفحات ۱ - ۱۵۔
ٹی۔ ایف۔ سورن، "انگریزی حکومت کا نظریہ و عمل" (Theory and practice of the
English Government) طبع جدید نیویارک ۱۹۰۸ء ابواب اول دوم
جے۔ میسی "دستور سلطنت انگلیشیہ" (The English) مطبوعہ نیویارک
۱۸۹۷ء۔ ابواب اول و نہم۔ "حکمرانی انگلستان" The Government of England
مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء۔ باب اول ڈبلیو بیجہٹ کی کتاب " The English Constitution

فردی طریق اور پارلیمنٹ کے اختیارات

جس دستور کا یہ خاکہ کھینچا گیا ہے اس کی نوعیت سے انگریزی حکومتی نظم کے دو تین بڑے بڑے خصوصیات از خود پیدا ہوگئے ہیں پہلی خصوصیت وفاقی شکل کے مقابلے میں اس کی فردی خصوصیت ہے۔ وفاقی نظم حکومت وہاں رائج ہوتا ہے جہاں سیاسی مقتدر اعلیٰ نے (خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو)، اختیارات حکومت چند مرکزی و اجزائی کارکنوں میں تقسیم کر دیا ہو اور اس نے یہ کام دستوری شرائط کے بموجب کیا ہو جن کا بدلنا یا ان سے ہٹنا دونوں حکومتوں کے اختیار سے خارج ہو۔ اہم امر اختیارات کی علاقہ واری تقسیم نہیں ہے کیونکہ یہ حکومت کی تمام ہی شکلوں کے تحت میں ایک عملی ضرورت ہے، اور نہ تقسیم شدہ اختیار کی مقدار و قسم کا سوال ہے بلکہ اہم امر یہ ہے کہ یہ تقسیم ایک ایسے ذی اقتدار ادارے نے کی ہے جو مرکزی و اجزائی دونوں حکومتوں سے بالاتر ہے ممالک متحدۂ امریکہ کی حکومت کی شکل اسی وجہ سے وفاقی ہے کہ قومی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے درمیان تفریق اختیارات صاحب اقتدار قوم نے قومی دستور کے ذریعے سے کی ہے اور واشنگٹن کی حکومت البنی، ہیرسبرگ انڈیاناپولس کی حکومتوں سے زیادہ تغیر اس میں نہیں کر سکتی۔ اس کے برخلاف انگلستان کی حکومت فردی ہے، کیونکہ وہاں ایک واحد حکومت ہے جس میں جملہ اختیار مرکوز ہے اور وہ وہی حکومت ہے جس کا مرکز لندن ہے۔ اس حکومت نے خاص اپنی سہولت کے لئے ضلعے مقتدر قصبے اور دوسرے سیاسی رقبا قائم کر لئے ہیں، اس نے ان رقبات کو ماتحت قطعات کی حیثیت سے ایسے اختیارات عطا کئے ہیں جو اس نے مناسب سمجھے ہیں اور وہ آزاد ہے کہ جس وقت چاہے ان کی تنظیم اور ان کے اختیارات میں تغیر و تبدل کر دے بلکہ چاہے تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ طبع جدید مطبوعۂ بوسٹن ۱۸۷۳ء کی تمہید بھی ذہن کو مختلف مسائل کی طرف منتقل کرتی ہے زیادہ وسیع تجزیہ کیلئے ڈایسی کی وہ تقریب مطالعہ مطالعۂ قانون دستوری Introduction to the Study of the law of the Constitution خاص کر اس کی تمہید اور ابواب ۱-۲-۳-۱۳-۱۵ ہیں۔

انھیں بالکلیہ منسوخ کردے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قومی حکومت کامل الاختیار ہونے کی وجہ سے قادر مطلق ہے اور یہ کہ اس کے مرکزی وحاوی عضو یعنی پارلیمنٹ کے قانونی اختیار میں کسی قسم کی حدبندی نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کی ہر ایک کارروائی خواہ کسی نوعیت کی ہو یا کسی حالت میں منظور ہوئی ہو، وہ اس مفہوم میں "حسب دستور" ہے کہ وہ قانوناً صحیح و قابل نفاذ ہے۔ جب کوئی انگریز کسی کارروائی کے متعلق غیر دستوری کہتا ہے تو اس کی مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی سابقہ قانون یا کسی مسلمہ رواج یا بین الاقوامی قانون کے اصول، یا اخلاق کے مقبول عام معیار سے مغائر ہے۔ اس قسم کی کوئی کارروائی جب بصورت مناسب پارلیمنٹ سے منظور ہو جاتی ہے تو وہ قانون ملک کا لازمی جزو ہو جاتی ہے اور اسی حیثیت سے عدالتیں اسے نافذ کرینگی۔ کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے اسے بے اثر کیا جائے، بجز اس کے خود ہی پارلیمنٹ یا آئندہ کی کوئی پارلیمنٹ اسے منسوخ کردے۔ عام طور پر دیگر یورپی ممالک کی طرح انگلستان میں بھی عدالتوں کو یہ اختیار نہیں حاصل ہے کہ وہ جماعت مقننہ کے قوانین کی دستوری صحت وجواز پر رائے دیں، ہر ایک ایسا قانون فی نفسہ جائز و صحیح ہے خواہ اس کا تعلق معمولی وضع قوانین کے نہایت ہی خفیف امر سے ہو، خواہ سلطنت کے عضوی انتظامات سے ہو، اور پارلیمنٹ سے علیحدہ کوئی شخص یا جماعت ایسی نہیں ہے جو اس پر غالب آجائے یا اسے برطرف کردے۔

افراد کے حقوق

اس سے حکومت کے تحت انفرادی شہریوں کا دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک امریکی مصنف نے بتایا ہے تین خاص طریقے ہیں جن کے ذریعہ سے افراد کے حقوق کی تعریف وضمانت ہوسکتی ہے[1]۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ دستور میں ایک ایک

---

[1] ڈوبی، "حکومت سلطنت ہائے جدیدہ" (Government of Modern States) صفحات ۔ ۱۵۱ ۔ ۱۵۷ ۔

کر کے ان کا شمار کرا دیا جائے۔ یہ خصوصیت کے ساتھ امریکی طریقہ ہے۔ امریکہ کے وفاقی دستور اور اکثر ریاستی دستوروں میں یا تو باضابطہ وقوانین حقوق شامل ہیں یا اسی مقصد کے ہم معنی دفعات موجود ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جن حقوق یا اختیارات کو اس طرح شمار کرا دیا گیا ہے ان میں قطع برید کرنا فی الاصل حکومت کے اختیار سے باہر ہو گیا ہے۔ نظری خیال سے اسمیں نفع ہے مگر عملی خیال سے بعض نقصانات بھی ہیں کیونکہ تغیر پذیر حالات کا اقتضا یہ ہے کہ بنظر انصاف گاہ بگاہ افراد کے حقوق کی نئی تعریف ہوتی رہنا چاہئے۔ کم از کم یہ کہ نئی شرطیں اور حدبندیاں ہوتی رہیں۔ یہ ضرور ہے کہ دستور کی ترمیم سے یہ توازن جدید پیدا کیا جا سکتا ہے مگر دستوری ترمیمات کا بروئے کار لانا مشکل ہے اور جو حقوق ایک مرتبہ دستور میں مرعی رکھے گئے ان کا واپس لینا بے انتہا دشوار ہے مذکورۂ بالا سیاس کہتا ہے کہ ”اب ممالک متحدہ امریکہ میں بہترین قانونی رائے یہ ہے کہ وفاقی و ریاستی دساتیر میں جس قطعی صورت میں یہ انفرادی حقوق بیان کر دئے گئے ہیں وہ نہ صرف بیشمار مقدمہ بازی کا سبب بنگئے ہیں بلکہ ایسے قانونی و معاشری اصلاحات کے رائج کرنے سے بھی حکومتوں کے ہاتھ سختی کے ساتھ بندھ گئے ہیں جن کا خود قوم بشدت مطالبہ کر رہی ہے۔ یہ حالت اس شدید حد کو پہنچ گئی ہے کہ کسی اہم معاشری قانون کا بنانا اس کے بغیر ناممکن ہو گیا ہے کہ اس کے قانونی جواز کے متعلق فوراً ہی عدالتوں میں دعویٰ نہ ہو جائے“۔[1]

ایک دوسرا طریقہ جس کے متعلق بہت کچھ کہا جاتا ہے یہ ہے کہ دستور میں انفرادی حقوق کی ایک اجمالی تفصیل کر دی جائے اور اس کے ساتھ حکومت کو یہ اختیار حاصل رہے کہ تجربہ سے بہبود عامہ کے لئے جس قسم کے تحدیدات و قیود ضروری معلوم ہوں انھیں رائج کر سکے۔ سوئیزرستان جاپان اور چین کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ سوئیزرستان کے دستور میں آزادی مطابع

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۵۳۔

کے قطعی عطیہ کے بجائے، یہ درج ہے کہ مطابع کی آزادی کی ضمانت کی جاتی ہے، بااین ہمہ صوبے از رُوئے قانون ایسی کارروائیاں منظور کر سکتے ہیں جو خرابیوں کے انسداد کے لئے ضروری ہوں[1]۔

لیکن، انگلستان، فرانس اور بعض دوسری سلطنتیں ایک اور ہی طریقہ پر چلتی ہیں۔ وہ انفرادی آزادی کو عضوی توضیح میں متعین کرنے کی بہت ہی کم یا کچھ بھی سعی نہیں کرتیں۔ یہ صحیح ہے کہ انگریزوں کے بعض اساسی حقوق کی احضار ملزم قانونِ رواداری وغیرہ میں موثر طور پر ضمانت کی گئی ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بعض فرانسیسی اتقان قانونِ دستوری یہ رائے رکھتے ہیں کہ جن انفرادی حقوق کا شمار ۱۷۸۹ء کے اعلان حقوق میں ہو چکا ہے، وہ اگرچہ ۱۸۷۵ء کے دستوری قوانین میں مذکور نہیں ہیں مگر اس وقت انھیں پوری قوت و منظوری حاصل ہے[2]۔ اس پر بھی یہ امر واقعہ بدستور باقی رہتا ہے کہ قادر مطلق انگریزی پارلیمنٹ انفرادی حقوق کے بارے میں اس سے زیادہ قانونی تحدیدات کی پابند نہیں ہے جتنی دوسرے معاملات میں ہے، اور نیز یہ کہ ۱۷۸۹ء کی ضمانتیں اگر موجودہ فرانسیسی دستور کی ضمانتوں کے طور پر تسلیم بھی کر لی جائیں تو بھی حکومت خود اس دستور میں ترمیم کر سکتی ہے اور اس طرح افراد کی حیثیت میں جو تغیر چاہے کر سکتی ہے۔ پس قانوناً انگلستان اور فرانس میں افراد کو حکومت کے مقابلہ میں، بدیں وجہ کوئی تحفظ نہیں حاصل ہے کہ جو سلطنت حکومت کے پس پشت ہے اس نے اس قسم کے حدود کا عاید کرنا مناسب نہیں سمجھا جن سے ممالکِ متحدۂ امریکہ والے مانوس ہیں۔ اس کی وجہ کہ کیوں اس نے ایسا نہیں کیا، یہ ہے کہ اس قسم کے قیود کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں انفرادی حقوق کی اس سختی

---

[1] دفعہ ۵۵۔

[2] ال۔ ڈیوگٹ رسالۂ قانونِ دستوری (Fraitecle elroie Constitution مطبوعہ پیرس، جلد دوم صفحات ۱۳)۔

کے ساتھ وقعت ہوتی ہو جیسی ممالک مذکورہ میں ہوتی ہے۔ ان حقوق کی اساسی ضمانت قوم کے روایات و اعتقادات ہیں۔ اگر یہ کافی نہ ہوتے تو ان کے بجائے دوسری ضمانتیں اب سے قبل مہیا ہو چکی ہوتیں۔[1]

اختیارات کی کاروباری تقسیم

حکومت کے فرائض نہ صرف جغرافی طور پر بلکہ کاروبار کے لحاظ سے بھی منقسم ہو سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ طبعی کوئی امر نہیں ہے کہ اختیار کے مختلف اقسام کا عمل حکومت کے مختلف اعضا کے سپرد کر دیا جائے، اور جس طرح ہر حکومت کسی جغرافی بنیاد پر لازماً کچھ نہ کچھ تقسیم ہے، عین اسی طرح کسی نہ کسی قدر کاروباری تقسیم بھی ہے۔ اس تقسیم کی ایک وجہ عملی سہولت ہے۔ کام اسقدر کثیر التعداد اور اسقدر پر صعب ہے کہ مختلف ہاتھوں میں اس کا منقسم ہو جانا ضروری ہے۔ ایک دوسرا خیال مفاد عام کا تحفظ ہے۔ اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ کسی واحد حکومتی عضو یا اعضا کے کسی مجموعے کو اتنے اختیارات نہ دینا چاہئیں کہ اس میں خودسری آجائے۔ اختیارات مختلف کارکنوں میں تقسیم ہونا چاہئیں جن سے ایک دوسرے پر نظر رکھنے اور ان کی روک کرنے کا کام لیا جا سکے۔

اس کاروباری تقسیم کی تکمیل جس طرح ہو سکتی ہے، اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا حکم اس دستور میں دیا جا سکتا ہے جس کے تحت میں حکومت عمل کرتی ہے اور اس لئے یہ خود حکومت کے اقتدار سے باہر ہو جاتا ہے۔ دوسرے اس کا تعین خود حکومت کے اوپر چھوڑ دیا جا سکتا ہے جن طریقوں سے وہ مناسب سمجھے اسے عمل میں لائے۔ ایک صورت میں ہمارے سامنے "تقسیم اختیارات" والی حکومت ہوتی ہے اور دوسری صورت میں "اتحاد اختیارات" والی، لیکن یہ تمیز عملی اہمیت رکھنے کے بجائے زیادہ تر قانونی ہے۔ کچھ نہ کچھ تفریق ہمیشہ رہی ہوگی، اور یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ جس سلطنت

[1] انگلستان میں شخصی آزادی کی تاریخ کے متعلق مے اور ہالینڈ کی "دستوری تاریخ انگلستان" (Constitutional History of England) ابواب ۱۰-۱۴ دیکھنا چاہئے

میں تفریق انتہائی حد کو پہنچی ہوئی ہے یعنی انگلستان، وہ تقریباً واحد اہم سلطنت ہے جو قانونی طور پر اتحاد اختیارات کے اصول پر منضبط ہے۔ انگریزی سیاسی نظم کی اصل خصوصیت پارلیمنٹ کا غیر محدود اختیار ہے۔ یہ جماعت آزاد ہے کہ کسی اختیار کو یا تمامی اختیارات کو اپنے قبضے میں رکھے یا اپنے ہاتھ میں لے لے اور بقیہ اختیارات کو جس طرح اور جس جگہ چاہے تقسیم کر دے۔ لہذا قانونی طور پر تمام اختیارات اس کے اندر مجتمع ہیں، مگر عملاً وہ اپنے لئے صرف قانون سازی کے فرض کو مخصوص رکھتی ہے۔ اس لئے عاملانہ فرائض کو کبھی اپنے قبضے میں لینے کا کسی قسم کا میلان نہیں ظاہر کیا، نظم ونسق میں مصروف ہونے کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ محکمۂ عدالت خصوصیت کے ساتھ آزاد ہے، اور اگرچہ یہ سچ ہے کہ چند اشخاص کی ایک ہی جماعت یعنی کابینی وزرا، قانون سازی میں سرگروہ کی حیثیت سے کام کرتے، انتظامی خدمات کی صدارت کرتے اور تاجدار کے عاملانہ اختیار کے امین ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے اختیارات کا شخصی اتحاد وجود میں آگیا ہے مگر یہ بلند پایہ عہدہ دار ہمیشہ یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان تینوں حیثیتوں میں اپنی سرگرمیوں اور اپنے تعلقات کو حقیقتاً ممیز رکھیں۔ ایک ہی ذات میں فرائض کے اس اجتماع کی وجہ سے ان فوائد کو برباد کئے بغیر جو عضوی تفریق کے اصول کے صاف ادراک و انطباق سے پیدا ہوتے ہیں، کام میں ہم آہنگی اور روانی حاصل ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں انگریزی نظم حکومت کی بڑی قوت اسی میں مضمر ہے۔[۱]

اس کے برخلاف ممالک متحدہ امریکہ ایسی سلطنت کی مثال پیش کرتا ہے جس کی حکومت قانونی طور پر "تقسیم اختیارات" کی حکومت ہے، لیکن پھر بھی عملاً اس اصول پر اس کی تنظیم انگریزی حکومت کے بہ نسبت کم ہے۔ وفاقی دستور کے بنانے والوں نے خود اپنے تجربہ کی روشنی میں

---

[۱] چل کر اور لاک کے "دو رسائل در باب حکومت" (Two Treatises of Government)

اور مانٹسکو کے "روح القوانین" (Spirt of laws) اوران دوسری سیاسی تحریروں کے پیش کردہ خیالات سے (جو اٹھارھویں صدی میں بہت کثرت سے پڑھی جاتی تھیں) سخت متاثر ہوکر، ایک ایسا حکومتی نظم اختراع کیا جس کا بنیادی اصول عاملانہ، تشریعی اور عدالتی اختیارات کی تفریق ہے۔ اس قسم کی تفریق کے شرائط خود دستور کے اندر داخل کر دیئے گئے۔ چنانچہ انگلستان کی حالت کے برعکس، اس تفریق کو، حکومت معین نہیں کرتی۔ لیکن اس نئے عضوی قانون کے بنانے والوں کا یہ منشا نہیں تھا کہ حکومت کی کسی شاخ کو ایسی خود مختارانہ حالت میں قائم کردیں کہ وہ اقتدار کو غصب یا توازن کو درہم وبرہم کرسکے۔ اس لئے انھوں نے رکاوٹوں اور توازنوں کا ایک ایسا تسلسل درمیان میں داخل کر دیا جن سے عاملانہ شاخ اپنے فرض میں کسی قدر تشریعی ہوگئی اور تشریعی شاخ اپنے فرض میں کسی قدر عاملانہ ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے انتظامی شاخ کے لئے کسی قسم کا براہ راست قاعدہ بنایا ہی نہیں۔ اس کا عجیب وغریب نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ ممالک متحدۂ امریکہ کی حکومت ازروئے قانون تقسیم شدہ اختیارات کی حکومت ہے مگر حقیقت میں وہ اس اصول پر انگلستان کی حکومت سے کم عمل کرتی ہے ؎

———(⁘)———

(۵)

"تاج"

انگریزی دستور سلطنت کی خاص ہئیتوں یعنی اس کی قدامت، اس کے تنوع، اس کے بدرود آغاز اس کی لچک، اور اس کی قابلیت مد و قصر کا مشاہدہ کرنے کے بعد اب ہم اس حد پر آتے ہیں کہ اس کے تحت میں جو واقعی حکومتی نظم عمل کرتا ہے اس پر غور کریں۔ ہم اس کا بہترین آغاز ان جلیل القدر اداروں سے کر سکتے ہیں جو اس کے راس الکل ہیں اور جو اُس نظم کو باہم مربوط کئے ہوئے ہیں یعنی شاہی، وزارت اور کابینہ۔ پارلیمنٹ جو آخری تجزیہ میں اس نظم کا سب سے اہم جزو ہے اس پر مناسب طور پر بابہائے مابعد میں غور کیا جائیگا۔

نظریئے اور واقعہ کے تناقضات

سلطنت متحدہ کی حکومت اپنے انتہائی نظریئے کے اعتبار سے ایک مطلق العنان شاہی ہے، صورت ظاہری کے اعتبار سے وہ ایک محدود، دستورشاہی ہے اور واقعی خصوصیت کے اعتبار سے ایک عمومی جمہوریت ہے۔ اس کا سر تاج، فرمانروا ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہی اعلیٰ حاکم تمام

قوانین کا منبع، انصاف و اعزاز کا سرچشمہ کلیسا کا "حکمراں اعلیٰ"، فوج اور بیڑے کا سپہ سالار اعظم، امن کا محافظ، اور بیکسوں اور محتاجوں کا سرپرست، یہ سب کچھ بھی وہی ہے۔ از روئے قانون تمام اراضی ملک پر لوگوں کا قبضہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی کی طرف سے ہے۔ پارلیمنٹ کا وجود صرف اس کی مرضی سے ہے۔ جو لوگ پارلیمنٹ میں نشست کرتے ہیں وہ اس کے حکم سے بلائے جاتے ہیں اور ایوان زیریں کے فریق کے لئے رائے دہنے کا امتیاز اس کے عطیہ سے علیحدہ کوئی حق نہیں ہے بلکہ اسی کی ایک اجازت خاص ہے فرمانروا کبھی مرتا نہیں ہے، بلکہ صرف تاج کا انتقال ہوتا رہتا ہے یعنی شاہی اقتدار ایک شخص سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور سلطنت کسی وقت بھی ایک مسلمہ تاجدار کے بغیر نہیں رہتی ؎

یہ دعاوی حکومتی نظم میں تاجدار کی حیثیت کے انتہائی تاریخی نظریئے کو معقول صحت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں، کئی صدیوں تک وہ پوری طرح سے حرف بحرف صحیح تھے، مگر عملی اعتبار سے ان میں مشکل سے کچھ معنی باقی ہیں۔ بادشاہ اعلیٰ حاکم عاملانہ صرف نام کو ہے۔ پارلیمنٹ کی ترتیب و ترکیب کے متعلق اسے بہت ہی کم کچھ کرنا ہوتا ہے، اور اس کے اجلاسوں اور کارروائیوں کے متعلق محض ظاہری صورت کے سوا کچھ بھی کرنا نہیں ہوتا۔ وہ تخت پر صرف قوم کی اجازت سے قابض ہے جس کا اظہار پارلیمنٹی قانون کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ فوج پر اسے کوئی اقتدار نہیں ہے اور کلیسا پر بھی بہت ہی کم اقتدار ہے۔ وہ کوئی قانون نہیں بناتا، کوئی محصول نہیں لگاتا، کسی مقدمے کی سماعت نہیں کرتا اور کوئی فیصلہ صادر نہیں کرتا۔ "تاج" کی اہمیت بغایت ہے اور اس کے اختیارات نہایت وسیع ہیں اور برابر بڑھتے جا رہے ہیں مگر فرمانروا خود پس پردہ ہٹ گیا ہے۔ "تاج" اور فرمانروا جو کسی وقت میں ایک ہی تھے، کس طرح جدا ہو گئے، ان دونوں کے درمیان موجودہ فرق کیا ہے اور ان میں سے

ہر ایک حکومتی نظم میں کس حیثیت کو پورا کرتا ہے۔ یہ سب باتیں اُسوقت بیان ہونگی جب ہم بادشاہ کی حیثیت کی نسبتاً بیرونی ہیئتوں کو بیان کرچکینگے

تخت کا استحقاق و وراثت

۸۹-۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد سے تخت انگلستان کے قبضہ کی بنا تمام تر قوم کی مرضی پر ہے جس کا اظہار پارلیمنٹ کے قانون سے ہوتا ہے۔ جس قانون تحریری کے بموجب اب وراثت کا انضباط ہوتا ہے وہ قانون بند وبست جانشینی ہے جو ۱۷۰۱ء سے نافذ ہے۔ اس قانون نے یہ قرار دیا تھا کہ اگر ولیم سوم اور این نے کوئی وارث نہ چھوڑا تو تاج اور اس کے متعلقہ تمام امتیازات خاص "وعلیا حضرت شہزادی سوفیا اور اس کے وارثوں کے ہو نگے (بشرطیکہ وہ پروٹسٹنٹ ہوں) اور انھیں کے پاس باقی وجاری رہینگے"[1]۔ جیمز اول کی پرنواسی سوفیا ایک جرمانی شہزادی والیٔ ہینوور کی بیوی تھی۔ اور اگرچہ ۱۷۰۱ء میں، وراثت کی فطری ترتیب کے بموجب وہ سب سے اول نہیں تھی مگر مابقی ورثا میں جو پروٹسٹنٹ تھے، وہ سب سے اول تھی۔ اسی قانون کی وجہ سے یہ ہوا کہ ۱۷۱۴ء میں این کے انتقال پر تخت اسی جرمانی والیہ کے فرزند جارج اول کو ملا۔ موجودہ فرمانروا جارج پنجم ہینوور ی خاندان کے آٹھویں بادشاہ ہیں[2]۔

---

[1] "قانون بند وبست جانشینی" کا متن اسٹبز کے "منتخب منشورات" (Select Charters) صفحات ۵۲۸۔۵۳۱ پر اور ایڈمز و اسٹیونز کی "منتخب دستاویزوں" (Select Documents) کے صفحات ۴۷۵-۴۷۹ پر چھپا ہوا ہے کسی غیر ملکی فرمانروا کے تحت میں جن خطرات کا خیال ذہن میں آسکتا تھا ان کے تحفظ کے طور پر اس قانون میں یہ شرطیں لگا دی گئی تھیں کہ (۱) کوئی شخص جو آئندہ صاحب تاج و تخت ہو اسے پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر، انگلستان، اسکاٹلینڈ و آئرستان کے ممالک سے باہر نہ جانا چاہیے اور (۲) تاج کسی ایسے شخص کی طرف منتقل ہو جو انگلستان کا باشندہ نہ ہو، تو اس صورت میں قوم بغیر مرضی پارلیمنٹ کے کسی ایسی قلمرو یا مملکت کی مدافعت کی جنگ میں شریک ہونے پر مجبور نہ ہو گی جس کا تعلق تاج انگلستان سے نہ ہو۔

[2] ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے شروع ہونیکے بعد "ہانووری خاندان" کا لقب باضابطہ ترک کر دیا گیا

لا محالہ یہ امر بالکلیہ پارلیمنٹ کے اختیار میں ہے کہ وہ قانون ترتیب جانشینی کو منسوخ کر دے اور تاج کسی اور کو عطا کر دے بلکہ درحقیقت پارلیمنٹ اگر چاہے تو بالکلیہ شاہی کو منسوخ کر دے۔ سلسلے کے سلمہ قاعدے کے بموجب فرمانروا کا سب سے بڑا بیٹا جسے شہزادہ ویلز خطاب حاصل ہوتا ہے[1]، تخت کے خالی ہونے پر جانشین ہو جاتا ہے اگر وہ زندہ نہ رہے تو وراثت اسکی اولاد ذکور یا اُناث کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اگر ان میں سے بھی کوئی نہ ہو تو وراثت بادشاہ کے دوسرے فرزند یا اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ کوئی کیتھولک وارث تاج و تخت نہیں ہو سکتا، اور نہ کوئی ایسا شخص جو کسی کیتھولک سے عقد کرے۔ سنہ ۱۷۰۱ء کے قانون نے یہ قرار دیدیا تھا کہ فرمانروا ہر حالت میں کلیسائے انگلستان کی جماعت میں (جس طرح کہ وہ از روئے قانون قائم ہے) شریک رہے گا۔ اگر اپنی تخت نشینی کے بعد، وہ کلیسائے روما کی جماعت میں شامل ہو جائے، کیتھولک مذہب کا اقرار کرے، یا کسی کیتھولک سے عقد کرے تو اس کی رعایا اپنی وفاداری سے بری ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ فرمانروا اپنی تاج پوشی کے وقت کیتھولک مذہب کے عقائد کے انکار کا حلف لے۔ سنہ ۱۹۱۰ء تک اس حلف کی عبارت (جو ایسے وقت میں بنی تھی جب کلیسائی عناد ہنوز زوروں پر تھا[2]) نہ صرف کیتھولکوں کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور اس کے بجائے "خاندان ونڈزر" کا نام اختیار کیا گیا۔ سوا صدی تک برطانیہ عظمیٰ کا فرمانروا ہانوور کا حکمراں بھی رہتا آیا تھا مگر ۱۸۳۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کے تخت نشین ہونے پر اتحاد ختم ہو گیا کیونکہ ہانوور کے قانون میں کسی عورت کا اس ملک کے تخت پر جلوس کرنا ممنوع تھا۔ اے ڈبلیو وارڈ "برطانیہ عظمیٰ ہانوور۔ شخصی اتحاد کی بعض ہیئتیں" (Great Britain and Hanover; Some Aspects of the Personal Umon) مطبوعہ آکسفورڈ سنہ ۱۸۹۹ء۔

[1] یہ خطاب اڈورڈ اول نے سنہ ۱۳۰۱ء میں قائم کیا تھا، اسکے ساتھ کسی قسم کا حکومتی اقتدار شامل نہیں ہے۔

[2] جو الفاظ استعمال ہوتے تھے وہ اولاً ولیم اور میری کے عہد کے پہلے سال میں ایک

بلکہ تمام عقائد کے معتدل المزاج اشخاص کے لئے آزاردہ تھی، لیکن جارج پنجم کی تخت نشینی سے قبل پارلیمنٹ نے ایک قانون ایسا منظور کر لیا جس سے یہ عبارت "اتنی قابل اعتراض نہیں رہی۔ نئے بادشاہ کے لئے اتنا ہی اعلان کر دینا کافی ہے کہ "وہ ایک راسخ العقیدہ پروٹسٹنٹ ہے اور وہ ان قوانین کے صحیح منشا کے مطابق جن سے تخت سلطنت کی جانشینی پروٹسٹنٹ کے لئے محفوظ ہے، ان قوانین کو اپنے حد امکان تک قانوناً قائم و برقرار رکھے گا"۔

بادشاہ کے بلوغ کی عمر اٹھارہ برس ہے۔ اکثر شاہی مملکتوں کے دستوروں میں بادشاہ کی صغر سنی یا ناقابلیت کی حالت کے لئے تولیت کا مستقل انتظام رکھا گیا ہے، لیکن اس کے برخلاف انگلستان کا طریق یہ رہا ہے کہ جب ایسے اتفاقات پیش آئیں اسی وقت ان کا انتظام کر لیا جائے۔ تولیت کا قیام اور متولی کا تعین صرف پارلیمنٹ کر سکتی ہے مگر پارلیمنٹی قوانین اسی وقت نافذ العمل ہوتے ہیں جب انھیں تاج کی منظوری حاصل ہو جائے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس بادشاہ کے لئے متولی کا مقرر کرنا ضروری تھا، وہ امور سلطنت کے انجام دہی کے ناقابل ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں ظاہری اشکال کو برقرار رکھنے کے لئے علی العموم کسی نہ کسی قانونی مفروضے سے کام لیا گیا ہے۔ ۱۸۱۱ء کے ایک قانون تولیت میں متولی کے اختیارات کے حدود معین کئے گئے ہیں اور فرمانروا اور قوم دونوں کے مقاصد کے تحفظ کا انتظام کیا گیا ہے[1]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ "قانون حلف تاجپوشی" کے ذریعہ سے قرار دیئے گئے تھے۔ اس کی اصل عبارت کے لئے رابرٹسن کی کتاب "قوانین تحریری، مقدمات و دستاویزات" (Statutes, Cases and Documents) صفحات ۶۵-۶۸ دیکھنا چاہیئے۔ اے بیلی کی تصنیف "جانشینی تاج انگلستان" (The Succession to the English Crown) مطبوعہ لندن ۱۸۷۹ء بھی دیکھنا چاہیئے۔

[1] قانون تولیت جارج سوم کے ناقابل ہو جانے کے خیال سے جس طرح پر منظور ہوا تھا اسکی

شاہی امتیازات، صرف خاص

فرمانروا بہت ہی وسیع شخصی برأت سے مستفید ہے۔ اس کی شخصی روش کے متعلق اس سے کسی عدالت میں یا کسی قانون کے ذریعے سے بازپرس نہیں ہو سکتی۔ وہ گرفتار نہیں ہو سکتا، اس کا اسباب قرق نہیں ہو سکتا، اور جب تک کہ کوئی محل شاہی اقامت گاہ رہتا ہے، اس محل کے اندر بادشاہ کے خلاف کسی قسم کی عدالتی کارروائی کا اجرا عمل میں نہیں آسکتا۔ مزید براں وہ زمین و املاک رکھ سکتا ہے اور ان کا انتظام و تصرف اسی طرح کر سکتا ہے جس طرح کوئی خانگی شہری کرتا ہو، لیکن وہ وسیع مقبوضات جو کسی وقت میں بادشاہ کی آمدنی کے خاص ذرائع تھے سلطنت کے قبضے میں آگئے ہیں اور اس حیثیت میں ان کا نظم و نسق بالکلیہ پارلیمنٹ کی ہدایت کے بموجب ہوتا ہے۔ اراضی اور دوسرے آزادانہ وسائل سے جو آمدنی ہوتی تھی، اس کے عوض بادشاہ کو شاہی خاندان کی مدد معاش کے لئے ایک معین سالانہ رقم دیجاتی ہے، جس کی مقدار ہر عہد کی ابتدا میں از سر نو معین کی جاتی ہے۔ سنہ ۱۶۸۸-۸۹ کے انقلاب کے قبل امن کے زمانے میں حکومت کے اخراجات اور فرمانروا کی شخصی مدد معاش و اعزاز کے مصارف میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ تاج کی موروثی آمدنی اور ان بعض محاصل سے جو ہر ایک عہد کے آغاز میں بادشاہ کے لئے تاحیات منظور ہوتے تھے، جو روپیہ حاصل ہوتا تھا اس کی نسبت یہ سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ اور اس کے خاندان، حکومت ملکی اور زمانہ امن میں مسلح قوتوں کے مہیا رکھنے کے لئے ہوتا تھا، جنگ کی حالت میں خاص عطیات ہنگامی حاصل ہو جاتے تھے۔ بادشاہ آزاد تھا کہ اپنے شخصی اغراض کے لئے عام سرمایے میں سے جس قدر چاہے صرف کرے۔ ہر حال میں اتنا ضرور تھا کہ ملکی حکومت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اصل عبارت کے لئے رابرٹسن کی کتاب، "قوانین تحریری، مقدمات و دستاویز" (Statutes, Cases and Documents) صفحات ۱۷۱-۱۸۲ دیکھنا چاہئے۔ عام بحث کا ایک نہایت عمدہ تبصرہ مے دہا لینڈ کی تصنیف "انگلستان کی تاریخ دستوری" (Constitutional History of England) جلد اول باب سوم میں ہے۔

اور فوجی انتظام کے مصارف میں سے جس قدر وہ بچا سکتا تھا وہ سب اس کے اپنے جیب بھرنے کے کام آتے تھے۔ موخر شاہانِ اسٹوارٹ کے زمانے میں اس نظم کی خرابیاں نہایت نمایاں ہوگئی تھیں اور اس میں کوئی وجہ استعجاب نہیں ہے کہ ۸۹-۱۶۸۸ء میں نئی بنیاد پر شاہی کے دوبارہ قائم ہونے کے وقت، اس سے مختلف انتظام کے رائج کرنے کے موقع سے فائدہ اٹھایا گیا ہو۔ عام اصول یہ اختیار کیا گیا کہ بادشاہ کے لئے ایک معین رقم سالانہ مخصوص کردی جائے اور اس کے عوض وہ سلطنت کی بقیہ آمدنی پر اپنے شخصی اقتدار کے جملہ حقوق سے دست بردار ہو جائے[1] مگر سو برس تک یہ اصول کاملاً وقطعاً عمل میں نہیں آیا۔ چنانچہ ولیم اور میری کے لئے جو رقم منظور ہوئی تھی وہ سات لاکھ پاؤنڈ تھی مگر اس رقم سے ان فرمانرواؤں کو صرف اپنے شخصی مصارف ہی پورے کرنا نہیں تھے بلکہ ملازمین ملکی اور وظائف کے اخراجات بھی ادا کرنا تھے۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ سے بدستور یہ توقع کی جاتی تھی کہ اپنی رقم مخصوص میں سے مختلف ملکی مصارف کا سرانجام کرے گا، اور شاہی سرمایوں پر جو رقوم عائد ہوتے تھے انھیں اس طرح شمار کرنے کی عادت سے (صرفِ خاص کے لئے) "فردِ ملکی" (Civil List) کا نام نکل آیا جو اب اکثر براہ راست خود اس رقم امداد پر عائد ہوتا ہے۔ ابتداءً بادشاہ کے پاس اہم آزادانہ آمدنیاں بھی بدستور باقی رہیں، لیکن جارج سوم ان میں متعدد آمدنیوں کے متعلق اپنے حق سے دست بردار ہو گیا اور ولیم چہارم نے بقیہ آمدنیاں بھی چھوڑ دیں[2]۔ دوسری طرف "صرفِ خاص"

---

[1] چارلس دوم کے عہد میں پارلیمنٹ خاص اغراض کے لئے رقم مخصوص کرنے لگی تھی اور ۱۶۸۸ء کے بعد ہی عام طریقہ ہو گیا۔ ایک صدی تک یہ ہوتا رہا کہ خاص محاصل کی آمدنی خاص اغراض کے لئے مخصوص کردی جاتی تھی مگر ۱۷۸۶ء میں پٹ نے ایک "مجتمعہ سرمایہ" قائم کر کے اس کارروائی میں سادگی پیدا کردی، اس سرمایہ میں تمام آمدنیاں جمع ہوتی تھیں اور تمام اخراجات اس سے پورے ہوتے تھے۔

[2] صحت کا اقتضا یہ ہے کہ یہ بیان کردیا جائے کہ بذریعہ استثنا فرمانروا اب بھی امارت لنکیسٹر

بتدریج ان تمام مصارف سے سبکدوش کردیا گیا جن کا تعلق بادشاہ اور شاہی خاندان کی مدمعاش و اعزاز کے بجائے زیادہ تر ملکی حکومت سے تھا پس قطعی معنی میں "فردملکی" کی اصطلاح اب ایک غلط نام ہے۔ ملکۂ وکٹوریہ کی تخت نشینی پر صرفخاص پانچ لاکھ دس ہزار پونڈ سے گھٹا کر تین لاکھ پچاس ہزار پونڈ کردیا گیا مگر فرمانروا کو وظائف کی مد سے بھی سبکدوشی دیدی گئی۔ علاوہ اس گزارے کے جو شاہی خاندان کے لڑکوں کو دیا جاتا تھا، ایڈورڈ ہفتم کی رقم صرفخاص چار لاکھ اسی ہزار پاؤنڈ تھی جنمیں سے ایک لاکھ دس ہزار پونڈ بادشاہ اور ملکہ کی جیب خاص کے لئے مخصوص تھے، سوا لاکھ محلات شاہی کے عہدہ داروں کی تنخواہوں اور کنارہ کش ہونے والوں کے وظیفوں کے لئے تھے اور ایک لاکھ ترانوے ہزار محلات شاہی کے اخراجات کے لئے تھے سنا ۱۹۱۰ء [۱] جارج پنجم کے تخت نشین ہونے پر صرفخاص بدستور چار لاکھ ستر ہزار پونڈ رہا

وتاج" اور "فرمانروا" — دور سے دیکھنے سے انگریزی بادشاہی بہت باہیبت معلوم ہوتی ہے۔ فرمانروا ایک شاندار محل میں رہتا ہے متمول اور تعلیم یافتہ حلقوں میں مقدم ہوتا ہے۔ موقر و شاندار مراسم میں محفل کے صدر میں بیٹھتا ہے، غیر ملک کے بادشاہوں کے پاس حشمت و شوکت کے ساتھ جاتا ہے اور اسی طرح ان کا خیرمقدم کرتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ تقرر، انتظامی نگرانی، فوجی قیادت وضع قوانین الفاف، اور مالیات میں نہایت وسیع الاثر اختیارات سے کام لیتا ہے مگر جب زیادہ قریب سے جانچ کیجائے تو بادشاہ کی حیثیت سے خصوصیت کے ساتھ ایک عمدہ مثال نظریئے اور واقعے کے اس تضاد کی ملتی ہے

بقیۂ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور امارت کارنوال کی آمدنیوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، آخرالذکر شہزادہ ویلز کے مملوکات کا جزو ہے۔

[۱] صرفخاص کی تاریخ کے متعلق مے آور ہالینڈ کی تصنیف "انگلستان کی دستوری تاریخ" (Constitutional History of England) جلد اول صفحات ۱۵۲-۱۷۵ دیکھنا چاہئے۔

جو انگریزی حکومتی نظم میں اس قدر وسعت کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ معاشرتی و رسمی اعتبار سے بادشاہ اتنا ہی صاحب اہمیت ہے، جتنا کہ دیکھنے والا خیال کرتا ہے، بلکہ درحقیقت ان جوانب میں اس کے اثر کا اندازہ عام طور پر کم کیا جاتا ہے، مگر تقررات، وضع قوانین، قومی روش، کلیسا، مالیات، غیر ملکی تعلقات وغیرہم معاملات عامہ ہیں وہ محض نام کے لئے ہے ایک وقت تھا جب ان وسیع میدانوں میں اس کا اختیار عملاً خود سرانہ تھا، سولھویں صدی میں شاہان ٹیوڈر کے تحت بالیقین ایسا ہی تھا، مگر خانہ جنگی نے بڑے بڑے شاہی اختیارات خاص کو قطع کر دیا ہے ۱۶۸۸-۸۹ء کے انقلاب نے کچھ اور اختیارات بھی علٰحدہ کر دیئے۔ ابتدائی ہینوورین بادشاہوں کی کمزوری و بیدلی نے بہت کچھ نقصان پہنچایا اور حکومت میں شاہی اقتدار کی مخالف اور آخری سو برس کے اچھے بادشاہوں کے تحت بھی، بدستور سخت رہی تاآنکہ بادشاہ قطعی طور پر اپنے کو اس شخص کی حالت میں پاتا ہے جو "صاحب تاج و تخت ہوتا ہے مگر حکمرانی نہیں کرتا"۔ اہل قانون اور علم سیاسیات کے طلبا تاجدار کے اختیارات کے متعلق بہت کچھ قیل و قال کرتے رہتے ہیں اور اس بحث پر کتابوں میں بڑے بڑے ابواب ملیں گے۔ یہ سب نہایت موزوں و مناسب ہے۔ انگریزی دستور کے بموجب "تاج" کے اختیارات نہایت کثیر، نہایت وسیع اور سب سے فائق اہمیت کے ہیں۔ اگر ان اختیارات پر عمل نہ کیا جائے تو حکومت ایک گھنٹہ بھی نہیں چل سکتی، اور اس وقت وہ جس قدر وسیع ہیں گذشتہ دو سو برس میں کبھی اتنے وسیع نہیں رہے ہیں مگر نکتہ یہ ہے کہ "تاج" اب "تاجدار" سے مختلف ہے"۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ کون شخص یا کون شئے "تاج" ہے تو اس کا جواب مسٹر سڈنی لو کے واقعی فقرے میں یہ دیا جاسکتا ہے کہ یہ ایک "باسہولت اصول کارکردگی" کا نام ہے[1] یا کسی قدر زیادہ قطعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عام طور پر حکومت کا

---

[1] "حکمرانی انگلستان" (Goverance of England) طبع جدید، ۱۹۱۶ء، صفحہ ۲۵۵۔

اعلیٰ عاملانہ کارکن ہے، کسی وقت میں اعلیٰ کارکن تنہا بادشاہ تھا مگر اب
عضو کارکن وزرا اور اس کے ماتحتوں پر مشتمل ہے، بادشاہ بھی ان کے ساتھ
گاڑی کے پانچویں پہیئے کی طرح شامل ہے۔ جب ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاجدار عملاً
تمام قومی سرکاری عہدہ داروں کا تقرر کرتا ہے تو ہمارا مفہوم یہ ہوتا ہے
کہ وزرا (جن کا انتخاب بھی محض ظاہرا بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے) یہ
تقررات کرتے ہیں۔ جب بادشاہ افتتاح پارلیمنٹ کے وقت رونق افروز
ہوتا ہے اور تخت سے اپنی تقریر پڑھتا ہے تو یہ پیغام بھی انھیں وزرا کا لکھا
ہوا ہوتا ہے۔ حکومت کی کارروائیاں برابر مرتب ہوتی رہتیں اور عاملانہ کام
انجام پاتے رہتے ہیں، خواہ بادشاہ شخصی طور پر ان سے بالکل ناواقف ہی
نہیں بلکہ سختی کے ساتھ ان کا مخالف بھی ہو۔ مختصر یہ کہ دو اصول سب سے
زیادہ حاوی ہیں اور تمام حکومتی نظم پر انھیں کا رنگ چڑھا ہوا ہے (۱) بادشاہ
کوئی اہم سرکاری کام جس میں اختیار تمیزی کے عمل میں لانے کی ضرورت ہو وزرا
کے توسط کے بغیر نکرے۔ (۲) ہر ایک سرکاری کام جو خود ان وزرا کی
طرف سے یا ان کے توسط سے انجام پائیگا، ان کے لئے وہ پورے طور پر
پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہونگے "بادشاہ کوئی غلطی نہیں کرسکتا" کیونکہ جو کام
وہ انجام دیتا ہے یا اس کے نام سے انجام پاتا ہے وہ کسی ایک وزیر یا کل
وزارت کے سر عائد ہوتا ہے مگر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بادشاہ کچھ نہیں
کرسکتا کیونکہ وزرا سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ ان کاموں کی ذمہ داری کا بار
اٹھائینگے جو خود ان کے ابتدا کردہ نہوں یا جنھیں وہ پسند نہ کرتے ہوں۔

فرمانروا کا اصلی اقتدار اور کام

اوپر جو کچھ کہا گیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہو گا کہ انگلستان
میں شاہی از کار رفتہ و غیر اہم ہے بلکہ یہ نتیجہ بھی غلط ہو گا کہ
بادشاہ کا حکومت میں کوئی حقیقی اثر نہیں ہے۔ اہل امریکہ
ضرور اس سے متعجب ہونگے کہ ایک ادارہ جو افادے کے اعتبار سے
اپنی مدت عمر سے گزر چکا اور بالکل بیکار ہو گیا ہے اسے منسوخ کیوں نہیں کردیا
جاتا اور انگریز بلاتکلف یہ قبول کرسکتے ہیں کہ اگر واقعاً ان کے یہاں شاہی خاندان

نہ رہے تو پھر وہ کسی شاہی خاندان کے از سر نو قائم کرنے کی فکر نہ کرینگے۔ یہ سب کچھ صحیح ہے پھر بھی جو فوائد بادشاہ کی ذات سے حاصل ہوتے ہیں وہ معقول ہیں۔ درحقیقت، معاملات عامہ کی روش پر اس کا بہت کچھ اثر پڑ سکتا ہے بیجٹ کے الفاظ میں (جو اکثر نقل ہوتے رہتے ہیں) فرمانروا کے تین حقوق ہیں۔ مشورہ لئے جانے کا حق، ہمت افزائی کا حق اور انتباہ کا حق۔ اس پر بیجٹ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ "کسی اعلیٰ فہم و ادراک کے بادشاہ کو اس سے زائد کی ضرورت نہ ہوگی"[1] باوجود اس امر واقعہ کے کہ دو سو برس سے زائد ہوگئے کہ بادشاہ کابینہ کے اجلاسوں میں شریک نہیں ہوا ہے اور اس طرح وہ بہ حیثیت ایک جماعت کے وزرا کے مباحث پر براہ راست اثر ڈالنے کے موقع سے محروم ہوگیا ہے مگر وہ وزیر اعظم سے گہرا واسطہ رکھتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کابینہ کے جن اجلاسوں میں اہم حکمت عملیاں قرار دیجانے والی ہوتی ہیں ان کے قبل بادشاہ اور وزیر اعظم میں مشورہ ہو جاتا اور معاملہ زیر بحث کے مالہ وماعلیہ پر پوری طرح بحث ہو جاتی ہے۔ محض اس وجہ سے کہ قدیم تعلق الٹ گیا ہے (یعنی بادشاہ اب مشورہ دیتا اور وزارت فیصلے کرتی ہے)، یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ فریضۂ مشورت کوئی غیر اہم شے ہے۔

ملکہ وکٹوریہ نے بارہا اپنے دورِ حکومت میں معاملات عامہ پر اور خاصکر غیر ملکی تعلقات کی انجام دہی سے متعلق، فیصلہ کن اثر ڈالا ہے۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں اس نے لارڈ پامرسٹن سے بدیں وجہ سخت جواب طلب کیا کہ دفتر خارجہ اس کا مناسب لحاظ نہیں کرتا تھا۔ اس کے اس قدر سے خود ہیں وزیر خارجہ کے نام جو مشہور یادداشت بھیجی گئی تھی اس کے الفاظ یہ تھے "ملکہ یہ چاہتی ہیں کہ اولاً پامرسٹن صاف طور پر یہ بیان کیا کرے کہ کسی خاص معاملے میں اس کی تجویز کیا ہے کہ ملکہ کو اسی صفائی کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ کس معاملے کے متعلق وہ اپنی شاہی منظوری صادر کر رہی ہیں۔ دوئم یہ کہ جب

---

[1] "دستور سلطنت انگلشیہ" (English Constitution) صفحہ ۱۴۳۔

ایک مرتبہ کسی ایسی کارروائی پر ملکہ کی منظوری صادر ہو جائے تو پھر وزیر محض اپنی رائے سے اس میں تغیر و تبدل نہ کرے۔ ملکہ یہ بھی توقع رکھتی تھی کہ لارڈ پامرسٹن اور ممالک غیر کے وزرا کے درمیان جو امور پیش آویں، ان کے متعلق اس گفتگو کی بنا پر اہم تصفیئے کرنے کے قبل ملکہ کو ان سے آگاہی ہوتی رہے۔ خارجی مراسلات موزوں وقت پر ملیں اور مسودات ان کی منظوری کے لئے اتنے کافی وقت سے بھیجے جائیں کہ ان کی روانگی کے قبل وہ ان کے مطالب سے آگاہی حاصل کر سکیں۔[1] "لوئی فلپ کے دور آخر کے پُرشور برسوں میں ملکہ نے فی الواقع برطانیہ عظمی اور فرانس کے درمیان جنگ کو روک دیا، اور ۱۸۶۰ء میں عقد التاج کے مشورے سے "ٹرنٹ" کے معاملے میں لارڈ جان رسل کے تحکمانہ مراسلہ کو نرم بنوا دیا، اور اس طرح باغلب وجوہ ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ جنگ کو روک دیا۔"[2]

اڈورڈ ہفتم ۱۹۰۱ء میں تخت نشین ہوئے، جبکہ ان کا ملک جنگ جنوبی افریقہ کے باعث یورپ میں غیر مقبول بنا ہوا تھا۔ اس بادشاہ نے براعظم میں خود جا جا کر اور غیر ملک کے عمائد و عظام کی اپنے وہاں مہمان نوازیاں کر کے حالات کے بدلنے میں بہت پُرزور مدد کی جس کا حاصل یہ ہوا کہ ۱۹۰۴ء میں فرانس کے ساتھ اور اس کے تین برس بعد روس کے ساتھ گہری مفاہمت ہوگئی۔ مزید براں، اگرچہ خانگی معاملات کے متعلق اس اثر کا اندازہ اتنی صحت سے نہیں ہو سکتا، تاہم یہ معلوم ہے کہ ہالڈین کے فوجی اصطلاحات کو انھوں نے پسند کیا اور ان کی ہمت افزائی کی، دار الامرا کو لائڈ جارج کے ۱۹۰۹ء والے بجٹ کو

---

[1] تھی مارٹن، "سوانح حیات اعلحضرت عقد التاج" (Life of His Royal Highness, the Prince Consort) مطبوعہ لندن ۱۸۷۵-۸۰ء جلد دوم صفحہ ۳۰۶۔

[2] جارج سوم سے لیکر ملکہ وکٹوریہ تک یکے بعد دیگرے فرمانرواؤں نے جو اثر ڈالا ہے اس کا مفصل ذکر مے اور ہالینڈ کی "انگلستان کی دستوری تاریخ" (Constitutional History of England) جلد اول ابواب ۱-۲ میں موجود ہے۔

مسترد کردینے سے باز رکھنے کی فکر کی اور کسی صورت میں بھی ہوایوان بالائی کی تنظیم جدید کی بحث اٹھانے کو فرو کر دیا۔ بالفاظ دیگر یہ کہ اگرچہ ایک دستوری بادشاہ کی حیثیت سے وہ سیاسی اختلاف آرا سے علیحدہ رہنے پر قانع تھے مگر ان کی نہ صرف اپنی رائے تھی بلکہ اس رائے کے اظہار میں انھیں تامل نہیں ہوتا تھا، اور آزاد خیالوں کے تجاویز کار کے مرتب کرنے اور عمل میں لانے کے معاملے میں ان کا مشورہ بے شک وشبہ بسا اوقات ایک اہم جزو ہوا کرتا تھا۔ ملکۂ وکٹوریہ کے برخلاف جو وزرا سے بہت کم ملتی تھیں اور زیادہ تر مراسلات پر اعتماد کرتی تھیں، شاہ اڈورڈ کا دروازہ ہمیشہ وزرا کیلئے کھلا رہتا تھا اور براہ راست وغیر رسمی طریق پر وزرا کے ساتھ معاملات عامہ پر بحث کرنے سے انھیں مسرت ہوتی تھی[1] ان کے جانشین جارج پنجم بھی ویسے ہی سرگرم کار ہیں، خاص کر آئرستان کے معاملہ اور جنگ عظیم کے نتائج کے متعلق انھوں نے بہت سرگرمی دکھائی ہے بلکہ ایک موقع پر یہاں تک آگے بڑھے ہیں کہ آئرستان کی صورت حال پر سرگروہ فریق کی ایک مجلس مشورت طلب کی[2]۔

بادشاہی کیوں برقرار ہے	برطانیۂ عظمیٰ میں شاہی ایک مضبوط اور (تا حد نظر) ایک دیرپا ادارہ ہے۔ سنہ ۱۹۰۹ سے سنہ ۱۹۱۱ تک تمام طوفان خیز زمانہ میں جب کہ دستوری اصلاح کے متعلق قوم میں اس قدر

---

[1] اڈورڈ ہفتم کی سیاسی وحکومتی سرگرمیوں کا نہایت ہی قابل اطمینان اندازہ سٹر سڈنی لی کی سوانح عمری ایڈورڈ ہفتم "مطبوعہ فرہنگ سوانح قومی" (Dictionary of National Biography) ضمیمۂ دوم میں (طبع لندن دستور یارک سنہ ۱۹۱۲) میں شامل ہے۔ وایکاونٹ ایشر کی تصنیف، "اثر شاہ اڈورڈ ومقالات مباحث دیگر" (The Influence of King Edward, and Essays on Other Subjects) مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۰ بھی دیکھنا چاہیئے۔

[2] بروکس، "بادشاہ اور جنگ عظیم" (The King and the War) مطبوعۂ لندن "دو نائن ٹینتھ سنچری"، مئی سنہ ۱۹۱۸۔ لندن ٹائمز کی "جنگ عظیم کی باتصویر تاریخ"

(بقیہ سلسلہ صفحہ آئندہ)

جوش پیدا ہو گیا تھا کہ کئی نسلوں سے یہ حالت رونما نہیں ہوئی تھی اور جبکہ ہر قسم کی تجویز کی نہایت گرما گرمی سے حمایت ہوتی اور اسی گرما گرمی سے اسکی مخالفت بھی ہوتی تھی، اس زمانہ میں بلا استثنا ہر ایک پیش شدہ تجویز عمل میں حکومتی نظم کے ایک لازمی جزو کے طور پر شاہی کا دوام فرض کر لیا جاتا تھا۔ موروثی دارالامرا کے اصول پر جو عام گولہ باری ہو رہی تھی موروثی شاہی اس سے بالکل بچی ہوئی تھی۔ اس کے علل واسباب نہایت کثیر التعداد اور پیچیدہ ہیں۔ اگرچہ یہ وجہ کسی نہج سے اتنی بڑھی ہوئی نہیں ہے جتنی بسا اوقات خیال کی جاتی ہے تاہم، اس کی کچھ وجہ یہ ضرور ہے کہ انگلستان میں شاہی ایک واجب الاحترام ادارہ ہے، اور انگریزوں کی خلقی قدامت پسندی اگرچہ انھیں یہ اجازت دیدیتی ہے کہ وقتاً فوقتاً اس ادارے کا انضباط اور اس کی تعدیل عمل میں آتی رہے مگر وہ انھیں کسی ایسے انقلابی کام کے کرنے سے باز رکھتی ہے جس سے یہ ادارہ بالکل ہی منسوخ ہو جائے، یہ کہ بعض نمایاں اوقات میں (جیسا کہ کرامویل کے دور میں اور پھر ۱۶۸۸ء میں ہوا)، انگریزی قوم کے اسی قدامت پسندانہ احساس کی وجہ سے شاہی کی جان بچی یہ امر تاریخ کے ہر ایک طالبعلم کو کافی طور پر معلوم ہے مگر ہمیشہ کی طرح اسوقت بھی اس ادارے کا حصر محض قومی میلان طبع کی نسبت ایک بہت زیادہ حقیقی بنیاد پر ہے۔

شاہی کا اس طرح جما رہنا کہ وہ ناقابل حملہ ہو، اس وجہ سے ہے کہ اس سے ایسے مختلف اغراض پورے ہوتے ہیں جنھیں اگر لابدی نہیں تو بھی ہمہ گیر طور پر نہایت ہی قابل البقا تسلیم کیا جاتا ہے۔ معاشری، اخلاقی اور رسمی کارکن کی حیثیت سے اور نیز، قوم اور بالخصوص شہنشاہی کے اتحاد مرئی کی علامت کی حیثیت سے بادشاہ اور دربار کو قوم کی زندگی اور خیالات میں ایک ایسی جگہ حاصل ہے جس کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا اور خود حکومت کے حدود کے اندر لوئل کے استعارے کے بموجب، تاجدار اگرچہ اب جہاز سلطنت کی قوت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱) و دائرۃ المعارف (London Times Illus. Hist, and Encyc. of the War) حصہ ۲۲۵ (۱۹۱۶ء)

متحرک نہیں رہا ہے، تو بھی وہ مستول جس پر بادبان چڑھا ہوتا ہے، یہی ہے اور اس حیثیت سے وہ جہاز کا نہ صرف ایک کارآمد بلکہ لازمی جزو ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کی تمام حکومتی ترتیب کی چول کابینی نظم ہے اور کہیں بھی اس نظم سے قابل اطمینان کام اس کے بغیر نہیں نکلا ہے کہ کوئی مرکزی مگر اصلاً منفصل شخص موجود ہو خواہ وہ بادشاہ ہو یا (جیسا کہ فرانس میں ہے) بیشتر شاہی لوازم کے ساتھ کوئی صدر ہو۔ چونکہ انگریزی قوم نے یہ معلوم کرلیا ہے کہ شاہی کا عمومی حکومت کے ساتھ جمع ہونا لازماً مغائر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ شاہی باقی رہی ہے اگر ایسا ہوتا کہ شاہی عمومی ترقی کے راستہ میں حایل معلوم ہوتی تو یہ خیال کرنا دشوار ہے کہ روایات قدیمہ کی تمام قوتیں بھی گزشتہ چھیتر یا اسّی برس کے اثناء میں اسے تباہ لے جاتیں۔ صورت حال یہ ہے کہ جہاں نصف صدی قبل ایک مختصر جمہوری گروہ اس امر پر زور دینے کا شایق تھا کہ شاہی صرف بے ضرورت اخراجات کا ایک منبع ہے، وہاں آج معاشرے کے کسی حصّہ میں شاہی کے مخالف احساس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔

اپنے مبحث کی اس شاخ سے ہٹنے کے قبل، ہمیں اس بیان پر غور کرنا چاہئے جو ایک تیز انگریز صاحب قلم، مسٹر اڈورڈ جنکس نے اپنے ملک میں شاہی کے فوائد کے متعلق لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "سب سے پہلا باعث تو یہ ہے کہ حکومت کی کارروائیوں میں بادشاہ کی ذات سے شخصی دلچسپی کا ایک جاندار عنصر مہیا ہو جاتا ہے۔ اوسط درجہ کے شخص کے لئے ایک ادارے کے بہ نسبت ایک شخص کا تصور قائم کرنا زیادہ آسان ہے، سلطنت متحدہ تک میں صرف چند تعلیم یافتہ اشخاص ہی پارلیمنٹ، کابینہ بلکہ خود "تاج" کی ایسی مجرد اشیا کا کوئی واقعی تصور رکھتے ہیں ورنہ قوم کے عامۃ الناس کو بادشاہ کی ذات ہی سے گہری دلچسپی ہے جیسا کہ ان مجمعوں سے ثابت ہوتا ہے جو بادشاہ کے دیکھنے کے لئے ہر ایک موقع پر جمع ہو جاتے ہیں

لہ "حکومت انگلستان" Government of England جلد اوّل صفحہ ۹۴۔

ہندوستان کے کروروں نفوس کا ذکر ہی کیا، خود سلطنت متحدہ کے بیشتر لوگوں کی نسبت یہ ممکن ہے کہ وہ یہ یقین رکھتے ہوں کہ شہنشاہی حکومت کا کام بادشاہ بذاتِ خاص چلاتا ہے۔ پس بادشاہ کی ذات سے بہت آسانی کے ساتھ وہ شخصی و نمائشی عنصر مہیا ہو جاتا ہے جو دستوری انتظامات کے بہ نسبت (جن کا سننا اور دیکھنا نہیں ہو سکتا)، عوام کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتا ہے، اور جس بادشاہ یا ملکہ کو یہ سمجھ ہو کہ وہ حسنِ تدبیر، مرحمت اور فیاضی سے کس طرح اس کام کو ہوشیاری کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں، وہ رفاہیت اور عمدہ حکومت کے معاملے میں بے نظیر خدمت انجام دیتے ہیں۔ بادشاہ عظیم الشان غیر سرکاری و معاشری اثر رکھتا ہے، اسے اس شخصی فضیلت سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے، اور یہ حالت نہ صرف بادشاہی کی ہے بلکہ ملکہ اور کم تر درجے میں دوسرے ارکانِ شاہی کا بھی یہی حال ہے۔ یہ عام طور پر معلوم ہے کہ اس طریق پر ملکہ وکٹوریہ نے کسقدر نفع پہنچایا، اس کے طولانی دورِ حکومت کی حیرت انگیز کامیابیوں میں یہ بھی ایک کامیابی تھی، اور یہ بھی یاد رہے کہ ان معاملات میں بادشاہ کسی نہج سے وزرا کی صلاح پر چلنے بلکہ ان سے صلاح لینے کا بھی پابند نہیں ہے کیونکہ اس قسم کے معاملات سیاسیات کے حدود سے باہر واقع ہوئے ہیں۔ جو بادشاہ معاملات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے، وہ اگر قابل شخص ہے تو بمرورِ ایام سیاسی تجربے کا ایک بے نظیر ذخیرہ بن جاتا ہے۔ وزرا آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ان کی رفتار جس طرح سلطنت کے اعراض و مفاد کے تابع ہوتی ہے اسی طرح اپنے فریق کے اغراض و مفاد کے بھی تابع ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تائید حاصل کرنے کے لئے انھیں ایسی معاملتیں کرنا پڑیں کہ ان کے ہاتھ بندھ جائیں، انھیں آیندہ کی آرزوئیں ہوتی ہیں جنھیں نقصان پہنچانا انھیں گراں ہوتا ہے مگر بادشاہ کا یہ حال نہیں ہے۔ وہ مستقل ہے۔ وہ تمام فریقوں سے بالا تر ہے۔ وہ مناصب و اعزاز کے لئے کوئی معاملت نہیں کرتا۔ اسے اپنے ملک کی بہبود کی شریفانہ آرزو کے سوا اور کوئی آرزو پوری کرنا نہیں ہوتی۔ پس وہ

اپنے تمام تجربہ وحیثیت کے وزن کے ساتھ اپنے وزرا سے یہ کہہ سکتا ہے۔ "بہتر ہے، اگر تم اصرار کروگے تو جیسی تمھاری خواہش ہے ویسا ہی ہوگا مگر میں تمھیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ تم ایک زود کارانہ کام کرتے رہو۔ کیا تمھیں فلاں فلاں باتیں یاد ہیں"۔ صرف اتنا ہے کہ بادشاہ کو اپنا یہ انتباہ علانیہ نہ دینا چاہئے، اسے ایسا نہ ظاہر ہونے دینا چاہئے کہ وہ وزرا کی رایوں کے خلاف عمل کرنا چاہتا ہے، وزیر اگر غیر معمولی طور پر زود کار شخص نہیں ہے، تو وہ بادشاہ کے انتباہ پر لحاظ نہ کرنے کے قبل بار بار اس معاملے کو سوچ لیگا"[1]

"تاج" کے اختیارات، منابع وارتقا۔ یہ بیان ہوچکا ہے کہ تاج کے اختیارات کثیر التعداد، وسیع اور رفائق اہمیت کے ہیں اور اس کی بھی تشریح ہوچکی ہے کہ کسی وقت بادشاہ بذاتِ خاص ان اختیارات کو پوری طرح آزادی کے ساتھ عمل میں لاتا تھا مگر اب وہ وزرا کے قبضے میں ہیں

[1] "حکومت سلطنت برطانیہ" Government of the British Empire صفحات ۴۰-۴۳
حکومتی نظم میں بادشاہ کی حیثیت کے متعلق بہترین مختصر مباحث کتب ذیل میں پائے جائیں گے۔ لوئل، حکومت انگلستان، Government of England جلد اول باب اول "مورن حکومت انگلشیہ" English Government ابواب دوم سوم میریٹ، "انگریزی سیاسی ادارات" English Political Constitutions باب سوم۔ "حکمرانی انگلستان" Governace of England ابواب چہاردہم و پانزدہم۔ اس مضمون پر زیادہ وسیع بحث کتب ذیل میں ملے گی:۔ انیسن "قانون و رواج دستور سلطنت" Law and Custom of the Constitution جلد دوم حصۂ اول ابواب اوّل و چہارم ٹاڈ، "انگلستان میں پارلیمنٹی حکومت" Parliamentary Government in England جلد اوّل حصۂ دوم۔ جیہیٹ "دستور سلطنت انگلشیہ" English Constitutions ابواب دوم وسوم۔ مضامین ذیل کا ذکر بھی مناسب ہے۔ ان کو ڈیل۔ فرمانروائے انگلشیہ (Le souverain anglais) مطبوعہ جولائی ۱۹۱۱ء۔ جے۔ بارڈو، "تاج انگلشیہ کا سیاسی اقتدار" (Le pouvoir politique de la couronne anglaise) مطبوعۂ جریدۂ دو عالم (Revne de deux Mondes) ۱۱ مئی ۱۹۱۱ء۔

اور وہ ان اختیارات سے کام لیتے ہیں کہ برائے نام فرمانروا کی طرف سے عملاً اس میں کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ اب یہ بتانا باقی رہ جاتا ہے کہ یہ اختیارات کس طرح پیدا ہوئے، نسلاً بعد نسلٍ بلکہ تقریباً سال بسال وہ کسطرح بدلتے رہتے ہیں اور اس موجودہ وقت میں وہ کیا ہیں۔ جو صاحب اقتدار اسے عمل میں لاتا ہے یعنی وزارت اس کی نوعیت پر آئندہ باب میں پوری طرح غور کیا جائے گا۔

سرسری طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ تاج کے اختیارات کی دُہری اصلیت ہے، ایک رواج یا "مخصوص اختیارات" دوسرے پارلیمنٹی تحدید یا عطایا۔ لامحالہ، قانونی نوعیت کے اختیارات متعین اور آسانی سے قابل الحصر ہیں مگر جو اختیارات حق خاص سے پیدا ہوتے ہیں اکثر صورتوں میں ان کا صاف واضح کرنا ذرا مشکل ہے۔ ڈالیسی نے مخصوص اختیارات کی تعریف یہ کی ہے کہ "یہ اس تمیزی یا خود اختیاری اقتدار کا بقیہ ہے جو کسی وقت میں قانونی طور پر تاجدار کے قبضے میں رہنے دیا جائے" [۱] اس کے عناصر کا تیقن قوانین تحریری سے نہیں بلکہ نظائر سے ہوتا ہے، اور اس کے منابع (جیسا کہ انسن نے شمار کیا ہے) حسب ذیل ہیں:۔ اس عالمانہ اختیار کا جو انگلستان کی تاریخ کے اوائلی زمانہ میں حکومت کی تمام شاخوں میں بادشاہ کو حاصل تھے (۲) ملک کے جاگیری سرتاج ہونے کی وجہ سے کسی زمانہ میں بادشاہ کو جو اختیار حاصل تھا، اس کے باقیات، (۳) قانونی نظرئے کے رو سے تاج جن اوصاف سے متصف کر دیا گیا ہے مثلاً دوام کا وصف جسے عام طور پر اس مقولہ سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ "بادشاہ کبھی نہیں مرتا" اور اسی طرح الکمال رائے کا وصف جسے یوں ظاہر کیا جاتا ہے کہ "بادشاہ کوئی غلطی نہیں کرتا" [۲]

حق خاص میں جو عنصر سب سے زیادہ جسیم ہے وہ بلاشک وشبہ وہی ہے جسے

---

[۱] "قانون دستوری" Law of the Constitution طبع ہفتم صفحہ ۴۲۰

[۲] "قانون و رواج دستوری" Law and Custom of the Constitution جلد دوم حصہ اول صفحات ۳-۵۔

انیسن نے سب سے پہلے ذکر کیا ہے یعنی وہ اختیار جسے بادشاہ حکومتی نظم کے تعمیم کے علی الرغم ان ایام سے لئے چلا آرہا ہے جب اختیار شاہی اس طرح محصور نہیں ہوا تھا جیسا سترھویں صدی میں ہوا۔ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ تاجدار کے بہت سے اختیارات جس طرح پر اس وقت برقرار ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ وہ قدیم حق خاص تھے اور پارلیمنٹ نے اپنے قانون سے ان میں ترمیم کردی ہے تاآنکہ بسا اوقات یہ متعین کرنا دشوار ہوجاتا ہے کہ کوئی خاص اختیار قانون کی وجہ سے قائم ہے (جس کے ذریعہ سے اس کا قطعی تعین ہوسکتا ہے) یا کسی سابقہ مخصوص اختیار کی وجہ سے قائم ہے جسکی تاویل و تعبیر کم و بیش اپنی رائے سے ہوسکتی ہے۔ علی دستور سلطنت کا کوئی اصول اس سے زیادہ مستحکم طور پر نہیں قائم ہے کہ پارلیمنٹ تاجدار کے حقوق خاص کی تحدید، تعین یا وسعت کرسکتی ہے۔

جو کچھ کہا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تاجدار کے اختیارات دائمی مدوجزر کی حالت میں ہیں یعنی ان میں ہمیشہ اور بیک وقت کمی و بیشی دونوں ہوتی رہتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے اُن میں تین خاص طریقوں سے کمی کی گئی ہے، اول بادشاہ اور قوم کے مابین بڑی بڑی معاہداتی قرار دادیں ہوئیں، جن کی بہترین مثال منشور اعظم اور قانون حقوق سے ملتی ہے۔ دوسرے امتناعی قوانین ہیں، وہ اس نوعیت کے ہیں جیسے قوانین کے معلق و معطل کرنے، سکہ میں آمیزش کرنے، رسد حاصل کرنے سب سے پہلے خرید کرنے، اور بہت سے دوسرے حقوق خاص کا خاتمہ کردیا گیا۔ تیسرے محض عدم استعمال ہے جیسے شاہانِ ٹیوڈر کے وقت سے تاجدار کا یہ اختیار مفقود ہوگیا ہے کہ وہ اپنی رائے خاص سے متقدر قصبے کو حق رائے دہی عطا کرکے دارالعوام کے ارکان میں اضافہ کردے۔ دوسری طرف رواج اور وضع قوانین کے ذریعہ سے تاجدار کے اختیارات برابر بڑھتے بھی جاتے ہیں، اور حال کی صدیوں میں بالخصوص اس آخری ذریعہ سے یہ اختیارات زیادہ بڑھائے گئے ہیں۔ مثلاً جب پارلیمنٹ نے فوج میں خدمت ہوائی کا اضافہ کیا، پیرانہ سالی کے لئے وظائف کا طریق قائم کیا، کسی نئے محصول کا اجرا کیا، تو تاج پر نظم و نسق کے تازہ فرائض عاید کردیئے اور اس طرح بدیہی طور پر اس کے اختیار کے مجموعے

میں اضافہ کردیا۔ یا "احکام قانونی" کی تدبیر سے اس قسم کے عطیہ سے عاملانہ فرائض کے بجائے وضع قانون کے فرائض میں اضافہ کیا جاتا ہے ("احکام قانونی" کی تشریح ابھی آگے چل کر ہوگی)۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں حکومت کے فرائض اور سرگرمیوں میں اس بے اندازہ وسعت کی وجہ سے لوئل کو خصوصیت سے یہ موقع ملا کہ وہ اس مضمون کی بحث کو ان نمایاں الفاظ پر ختم کرے کہ "سب کچھ کہنے کے بعد بھی یہ ہے کہ قانون کی نظر میں تاج کا عاملانہ اقتدار بہت وسیع ہے بلکہ اکثر ملکوں کے حاکم اعلیٰ کے اقتدار سے بہت ہی زیادہ ہے اور مطلق العنان حکام کے سوا کسی حکومت میں اسوقت کسی بادشاہ کو جس قدر اختیار حاصل ہوگئے ہیں یہ اقتدار وسعت میں اُن سے بہت قریب پہنچا ہوا ہے اور اگرچہ اسے شرکت پارلیمنٹ سے علیحدہ کسی قسم کا قانون سازی کا اختیار نہیں حاصل ہے مگر از روئے قوانین موضوعہ اسے تحتانی قاعدہ سازی کا بہت بڑا اختیار حاصل ہے۔ خاندان ہانوور کی تخت نشینی کے بعد سے از روئے قانون تاجدار کو جو اختیارات دیے گئے ہیں انھوں نے اغلباً ان مخصوص اختیارات کے نقصان کی تلافی کردی ہے جو اس قانونی کارروائی کے ذریعہ سے محدود یا عدم استعمال کی وجہ سے متروک ہوگئے ہیں۔ اس وقت میں جو مخصوص اختیارات موجود تھے ان کا بہت بڑا حصہ قانوناً تاج کو تفویض ہوکر بدستور برقرار ہے اور آج بھی اس پر عمل ہو سکتا ہے"[۱]

تاج کے اختیارات کی درجہ بندی

عاملانہ یا تشریعی ہونے کے اعتبار سے تاج کے اختیارات کی اسوقت دو خاص قسمیں ہیں۔ عاملانہ اختیارات کے تمام شاخ در شاخ بیان وضاحت کے لئے ایک باب سے کم درکار نہ ہوگا۔ لیکن یہاں اتنا بیان کردینا کافی ہوگا کہ ان میں سے زیادہ اہم حسب ذیل ہیں:- (۱) پارلیمنٹی ایوانوں کے بعض عہدہ داروں اور چند غیر اہم موروثی مناصب اور تمام قومی سرکاری عہدہ داروں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تقرر (۲) موقع آنے پر ججوں مجالس ہند کے ارکان صدر

---

[۱] "حکومت انگلستان" Government of England جلد اول صفحہ ۲۶۔

مستوفی اور صدر تنقیح ساز کے سوا اور تمام مقرر شدہ عہدہ داروں کی برطرفی۔ (۳) تمام قوانین کا نفاذ اور سلطنت کی عاملانہ کل کے تمام پرزوں کی نگرانی۔ (۴) پارلیمنٹ کی منظور کردہ مدّات کے بموجب سرکاری رقوم کا خرچ۔ (۵) جس حد تک قانون سے ممانعت نہ ہوئی ہو، شخصہ سازی کے لئے فرامین کا عطا کرنا۔ (۶) امارت کا منصب قائم کرنا اور تمام خطابات و اعزاز کا عطا کرنا (۷) زر کا مسکوک کرنا۔ (۸) مذہبی اجتماعات کا طلب کرنا اور بدیں وجہ کہ بادشاہ قائم شدہ کلیسا کا سرگروہ ہے، اساقفۂ اعظم، اساقفہ اور اکثر منتظم دشماس وغیرہ کا تقرر۔ (۹) فوج اور بیڑے کی اعلیٰ قیادت، (۱۰) غیر ملکی دول کے ساتھ سلطنت کے جملہ معاملات میں قوم کی نمائندگی کرنا، جس میں تمام سفارتی و قنصلی گماشتوں کا تقرر اور معاہدات کی گفت و شنود بھی داخل ہے[1]۔

---

[1] معاہدات کے متعلق تاج کے گفت وشنود کرنے کے متعلق کوئی کلام نہیں ہے لیکن معاہدات کی توثیق و تعمیل ایک جداگانہ امر ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے معاہدات کے کرنے میں پارلیمنٹ کو براہ راست بہت کم کوئی تعلق تھا۔ البتہ وہ رقوم کی منظوری سے انکار کر سکتی یا حکومت کی رسمی کی ملامت میں قرارداد یں منظور کر سکتی تھی، مگر جب تک کہ کسی معاہدے میں صاف شرط بہ نہ ہو کہ وہ پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا (جیسا کہ ہلیگولینڈ کی حوالگی کے متعلق ۱۸۹۰ء کے انگریزی جرمانی معاہدے میں تھا یا مراکو و مصر سے متعلق ۱۹۰۴ء کے انگریزی فرانسیسی معاہدے میں تھا)، اس وقت تک توثیق بالعموم خود حکومت یعنی وزارت کی جانب سے ہوتی تھی نہ کہ دونوں ایوانوں کی جانب سے۔ جن معاہدات میں کسی قطعے کی حوالگی شامل ہوتی تھی ان کا انصرام بھی اسی طریق پر ہوتا تھا (جیسا کہ ۱۸۵۶ء کے معاہدے پیرس میں ہوا)، اس لئے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ۱۹۱۹ء میں بمقام پیرس، جرمانیہ کے ساتھ جو معاہدہ مرتب ہوا وہ بتمامہ پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دیا گیا، اور جب پارلیمنٹ میں اس کی تشریح، تمحیص اور منظوری ہو چکی اس کے بعد اس پر بادشاہ کے دستخط ثبت ہوئے اور اس کی توثیق کا دنیا میں اعلان کیا گیا۔ اس طرح ظن قوی ہے کہ معاہدات کے مرتب کرنے میں اب پارلیمنٹ کی نگرانی میں ہمیشہ کے لئے اضافہ ہو گیا۔

(۱۱) مقامی حکومت، تعلیم، صحت عامہ، گداگری، سکونت اور بہت سے گوناگوں معاشری و حرفی معاملات کا معائنہ اور نگرانی کرنا۔

اختیارات کی ایک دوسری عام صنف وضع قوانین کے متعلق ہے۔ اصطلاحی طور پر تمام تشریعی اختیارات "بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ" کے اندر مرکوز ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ بادشاہ ہر دو ایوانوں کی شرکت سے کام کرے۔ پارلیمنٹ صرف تاج کی مرضی تک اپنا کام کرتی ہے۔ تاج دونوں ایوانوں کو طلب کرتا اور انھیں ملتوی کرتا ہے اور وہ جس وقت چاہے دارالعوام کا انفساخ بھی کرسکتا ہے۔ مزید براں، تاج کی رضا کے بغیر کوئی پارلیمنٹی قانون صحیح و جائز بھی نہیں ہے۔

باایں ہمہ تاج کو جو نقصانات برداشت کرنا پڑے ہیں ان میں سب سے بڑے نقصانات عاملانہ جانب میں اتنے نہیں ہوئے ہیں جتنے تشریعی جانب میں ہوئے ہیں۔ پارلیمنٹ کے عروج کے قبل ایک زمانہ وہ تھا جب بادشاہ کو عملاً قانون سازی کا غیر محدود اختیار حاصل تھا۔ پارلیمنٹ جس قدر تدریجاً طاقت حاصل کرتی گئی، اسی قدر تاج کی خود کفیل قانون سازی کی بیخ کنی ہوتی گئی۔ وضع قوانین پر پارلیمنٹی اقتدار عام کا اصول قائم ہو جانے کے بعد مدتوں تک تاج اپنے اس حق پر جما رہا کہ اسے ایسے فرامین و احکام شائع کرنے کا اختیار ہے جنھیں قانون کی قوت حاصل ہو، مگر شاہان ٹیوڈر کے دور کے بعد اس حق خاص سے بھی دست بردار ہونا پڑا۔ اب اس زمانے میں "شاہی نوآبادیوں" کے سوا[1] اور کہیں بھی پارلیمنٹ سے علٰحدہ تاج کو فی نفسہ کسی قسم کا تشریعی اختیار نہیں حاصل ہے۔ وہ خود آزادانہ طور پر قوانین کو معلق یا معطل نہیں کرسکتا، وہ اس کے ایک شوشہ میں بھی ترمیم نہیں کرسکتا۔ عملاً

[1] - ایچ - جنکنس، "برطانی حکومت وحیطۂ اقتدار، ورائے بحر" (British Rule and Jurisdiction Beyond the Seas) مطبوعۂ آکسفورڈ، ۱۹۰۲ء

صفحات ۲-۹۶ و ۹۵ -

وہ مجبور ہے کہ پارلیمنٹ جس قانون کو منظور کرے وہ بھی اسے منظور و قبول کرے۔[۱] یہ صحیح ہے کہ بہت سے ضوابط یعنی "احکام با جلاس کونسل" برابر شائع ہوتے رہتے ہیں مگر اس سے عام قاعدے کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ "احکام با جلاس کونسل" دو قسم کے ہوتے ہیں، اول وہ احکام ہیں جن کی نوعیت انتظامی قواعد یا ہدایات کی سی ہے، وہ ان طریقوں کے جزئیات کا تعین کرتے ہیں جنکے بموجب حکومت کا کام چلنا چاہیئے۔ اس کی ایک عمدہ مثال اندرون ملک کے مالی ضوابط، یا خدمات ملکی کے انتخابات کے قواعد سے ملتی ہے۔ یہ احکام چونکہ قوانین نہیں بلکہ محض انتظامی ضوابط ہیں اس لئے تاج بطور خود انھیں شایع کر سکتا ہے اور وہ اسی طرح پر شایع ہوتے ہیں، دوسری قسم ان احکام پر مشتمل ہے جو واقعی قانون کی نوعیت رکھتے ہیں۔ یہ بھی تاج (زیادہ قطعی الفاظ میں تاج با جلاس کونسل) کی طرف سے شایع ہوتے ہیں مگر یہ صرف اس اقتدار کی بنا پر شایع ہوتے ہیں جو صریحاً پارلیمنٹ سے ملا ہو۔ اس لئے انھیں "قانونی ضوابط"، کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض احکام فوراً عمل میں آجاتے ہیں اور بعد کو محض ضابطہ پیمائی کے طور پر ان کی اطلاع پارلیمنٹ میں کردی جاتی ہے، اور بعض احکام اتنے زمانے تک ملتوی رہتے ہیں کہ پارلیمنٹ کو یہ موقع مل جائے کہ اگر وہ چاہے تو انھیں ناروا قرار دیدے۔

---

[۱] پارلیمنٹ نے جو تجویز منظور کر دی ہو اس کی منظوری کے روکنے کا اختیار ۱۷۰۷ء سے عمل میں نہیں آیا ہے جبکہ ملکہ این نے اسکاٹلینڈ میں ایک فوج محافظ ملک کے قائم کرنے کے مسودہ قانون کا امتناع کر دیا تھا۔ کابینی نظم حکومت کے تحت میں باقاعدہ حق امتناع کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے کہ آیا عدم استعمال کی وجہ سے شاہی مخصوص اختیارات کو فنا شدہ سمجھنا چاہیئے مگر اس کے متعلق لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Government of England جلد اول صفحہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳ء کا مضمون "تاج کا حق امتناع" (The Veto of the Crown) مطبوعہ "ورسٹ نائسلی ریویو" ستمبر ۱۹۱۳ء دیکھنا چاہیئے۔

بہر نوع وہ وضع قوانین کی نوعیت میں شامل ہوتے ہیں یعنی وہ بقول لوئل، "تحتانی وضع قوانین کی ایک نوع ہیں۔ مگر نکتہ اصلی یہ ہے کہ ان کے جاری کرنے میں تاج اپنے ذاتی اقتدار سے نہیں بلکہ مفوضہ اقتدار سے کام لیتا ہے۔

باب ششم

وزرا اور انتظامی نظم

وزارت کی ترکیب

یہ امر صاف ہو چکا ہے کہ تاج کے وسیع در وزافزوں اختیارات کو اب بادشاہ بذاتِ خاص عمل میں نہیں لاتا بلکہ وہ اختیارات اُن وزرا کے ذریعے سے عمل میں آتے ہیں جنھیں بادشاہ (رسمی صورت کے سوا حقیقۃً) اپنی پسند سے مقرر بھی نہیں کرتا ہے اور ان کے افعال پر اسے اثباتی اختیار بھی نہیں ہوتا۔ پس وزارت ہی واقعاً کام کرنے والی جماعت عاملانہ، ورنہ بہر نوع جماعتِ عاملانہ کی رہبر و نگران جزو، بن جاتی ہے، اور اس حیثیت سے اس میں تمام خاص خاص محکموں کے سران محکمہ جات تمام بورڈوں کے کل یا بعض ارکان معتمدین ماتحت (باصطلاح ممالک متحدہ امریکہ مددگار معتمدین[۵]) کی ایک معقول جماعت، بعض فریقی معتمد چند عہدہ داران محلاتِ شاہی اور بعض ایسے اعلیٰ مناصب کے افراد جن کے پاس برائے نام کچھ انتظامی کام ہوتا ہے یا کچھ بھی نہیں ہوتا یہ سب اس میں داخل ہوتے ہیں۔ رسماً ان لوگوں کا انتخاب و تقرر بادشاہ کی جانب سے ہوتا ہے مگر فی الواقع وہ اپنی اس حیثیت کے لیے وزیر اعظم کے ممنونِ احسان ہوتے ہیں جس کے نہایت ہی اہم فرائض کا بیان ابھی ابھی ہوگا جو کسی وزیر کو عاملانہ خدمات کے ہر ایک دوسرے رکن سے

---

[۵] "معتمد ماتحت" کی اصطلاح امریکہ میں بھی رائج کر دی گئی ہے۔ موتمر کے ۱۹۱۹ء کے قانون کے بموجب ایک "ماتحت وزیر خارجہ" کا عہدہ قایم کر دیا گیا ہے۔

میسر کرتی ہے وہ اس کا پارلیمنٹ کے روبرو براہ راست جوابدہ ہونا ہے، اور وزارت کی تعریف یہ ہوسکتی ہے کہ وہ ان اعلیٰ عہدہ داران عاملانہ کا گروہ ہے جو سخت رواج کی وجہ سے مجبور ہے کہ اگر پارلیمنٹ (یا یوں کہو کہ دارالعوام) ارادۃً اس کی روش کی تائید سے باز رہے تو وہ استعفا دیدے۔ پس وزرا کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں ایک "سیاسی" خصوصیت ہوتی ہے جو عاملانہ وانتظامی عہدہ داروں کے عام گروہ میں نہیں پائی جاتی۔ یہ عام عہدہ دار زیادہ تر "مستقل ملکی خدمت" سے تعلق رکھتے ہیں اور فریقانہ سیاسیات کے نشیب و فراز کا ان کے عہدے کی میعاد پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جنگ عظیم کے عین ماقبل کے برسوں میں وزرا کی تعداد کچھ کم زیادہ ساٹھ رہا کرتی تھی۔ ان میں سے تخمیناً ایک ثلث پر وہ اندرونی حلقہ مشتمل ہوتا تھا جو "کابینہ" کے نام سے مشہور ہے، اس کابینہ کی اہمیت ایسی ہے کہ اس پر بعد کے ایک باب میں شرح و بسط سے بحث کی جائے گی۔ جنگ کے دوران میں کئی نئے عہدہ ہائے وزارت قائم ہوئے، اور اگرچہ ان میں سے بعض اس وقت تک منسوخ ہوچکے ہیں مگر اغلب یہ ہے کہ اس جماعت کابینہ کی جو تعداد ۱۹۱۴ء میں تھی اس میں ایک ربع سے ایک ثلث تک دائمی اضافہ ہو جائے گا۔

جو امر تمام حکومتوں کی نسبت صحیح ہے وہی یہاں بھی ہے کہ نظم و نسق ملک کے کام کی رہبری اور اس کا انصرام زیادہ تر چند بڑے بڑے عاملانہ محکموں میں ہوتا ہے۔ اور (بعض نہایت اہم مستثنیات سے قطع نظر کرکے) اکثر وزرا ان محکموں کے ذمہ دار یا دوسری طور پر ان سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ میں وفاقی حکومت کے دسوں عاملانہ محکمے یکساں بنیاد پر قائم اور ایک دوسرے سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ سب کے سب موتمر کے قانون سے وجود میں آئے ہیں، سب کی صدارت وہ عہدہ دار کرتے ہیں جو معتمد کے نام سے مشہور ہیں، رئیس جمہوریہ اور موتمر کے ساتھ تعلق میں سب دراصل یکساں ہیں۔ براعظم یورپ کی اکثر حکومتوں میں بھی یہ محکمے ایسی ہی باقاعدہ و منتظم صورت میں نظر آتے ہیں[۱] مگر انگلستان کے محکمے نہایت ہی مختلف الجنس ہیں

[۱] ۔ فرانسیسی محکمہ جات عاملانہ کا ذکر بعد میں آئے گا۔

یہ صحیح ہے کہ تمام عملی صورتوں میں ہر ایک محکمہ کا ایک ہی ایک ذمہ دار وزیر صدر رہتا ہے، اس کی مدد ایک یا زائد ماتحت معتمدین اور ایسے غیر سیاسی عہدہ داروں کی چھوٹی یا بڑی جماعت کرتی ہے جو روزمرہ کا کام چلاتے رہتے ہیں اور جن کے عہدہ کی میعاد پر ان سے اعلیٰ عہدہ داروں کی سیاسی قسمت کا کوئی اثر نہیں پڑتا، مگر بعض محکمے خاص کر خزانہ اور امیر البحری، قدیم زمانوں کے اعلیٰ عہدہ ہائے سلطنت کی یادگار ہیں۔ چند محکمے یعنی محکمہ خارجہ، محکمہ داخلہ، محکمہ جنگ، محکمہ مستعمرات، محکمۂ ہند و محکمہ ہوائی، قدیم معتمدی سلطنت کی شاخیں ہیں۔ بعض محکمے جیسے مجلس تجارت" یا مجلس تعلیم" پریوی کونسل" کی ذیلی مجالس سے پیدا ہوگئے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض اور بھی وزارتیں، مجلسیں اور ماموریتیں ایسی ہیں جو حال کے زمانے میں پیدا ہوگئی ہیں چنانچہ مجلس تعمیرات اور مجلس زراعت ایک نسل قبل کی ہیں اور وزارت صحت اور وزارت نقل و حمل جنگ عظیم کے اختتام کے قریب وجود میں آئی ہیں۔ جس طرح ان محکموں کے بدو و آغاز میں تنوع ہے اسی طرح ان کی تنظیم بھی گوناگوں ہے اور کوئی تصریحی بیان اس کے سوا اور طرح پر نہیں ہوسکتا کہ خاص خاص محکموں کے حالات ایک ایک کرکے واضح کئے جائیں[۱]

خزانہ قدیم ترین محکمہ جو دوسرے محکموں پر سب سے زیادہ اقتدار رکھتا اور اہمیت میں تمام محکموں سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے، وہ محکمہ خزانہ ہے۔ خزانہ کے ابتدا کی جستجو نارمن بادشاہوں کے "اکسچکر" یعنی دفتر محاصل میں کرنا چاہیئے جو بارھویں اور تیرھویں صدیوں میں رفتہ رفتہ ایک خاص عہدہ دار (خازن) کے قبضے میں آگیا جس کا لقب بعد میں "لارڈ ہائی ٹریژرر" (اعلیٰ امیر خزانہ) ہوگیا[۲]۔ شاہان ٹیوڈر کے زمانے

---

[۱] انتظامی نظم کا ایک نہایت عمدہ بیان ر، ھ، گریٹن: "حکومت شاہی یعنی مرکزی حکومت کے ارتقا کی کیفیت"
R. H. Gretton: The King's Government; a Study of the Growth of the Central Administration London 1914) (لندن، ۱۹۱۴ء)

[۲] قدیمی "اکسچکر" کے کام کے طریقے ایک کتاب موسومہ "مکالمہ اکسچکر" Dialogus Scaccario)

تک یہ خازنِ اعلیٰ بہت ہی صاحب قوت عہدہ دار ہوگیا تھا اور ۱۶۱۲ء میں جیمز نے اس تجربہ کی کوشش کی کہ اس عہدے کو ایک ماموریت کی شکل میں تبدیل کر دے یعنی اس عہدے کو ایک فرد واحد کو عطا کرنے کے بجائے اس نے اسے "اعلیحضرت کے خزانہ کے ماموران اعلےٰ" کی ایک مجلس کے سپرد کر دیا لیکن امیر اول کے لئے کسی قدر تقدم قائم رکھا۔ آخری خازن اعلیٰ کا تقرر ملکہ این نے اپنے آخری لمحات میں ۱۷۱۴ء میں کیا تھا اور اس تاریخ کے بعد سے یہ عہدہ برابر ماموریہ ہی کے قبضے میں رہا جو فرایض اس سے متعلق تھے وہ اب پانچ ارکان کی ایک "مجلس خزانہ" کو تفویض ہوگئے ہیں اور خازن اعلیٰ کا لقب تک معدوم ہوگیا ہے۔ کچھ زمانے تک بادشاہ اس مجلس کے جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا مگر جارج سوم نے اس طریقہ کو ترک کر دیا اور اس کی نگرانی "امیر اول" کے ہاتھ میں چلی گئی جو علی العموم وزیر اعظم ہی ہوا کرتا تھا۔

انیسویں صدی میں مزید اہم ترقیاں وجود میں آئیں۔ ۱۸۲۵ء کے بعد سے بتدریج ایسا ہوا کہ اس مجلس نے مجموعی حیثیت سے کام کرنا ترک کر دیا اور اب تو اس کا اجلاس کبھی ہوتا ہی نہیں۔ ۱۸۴۹ء میں ایک قانون کی رو سے یہ قرار دیا گیا کہ خزانہ سے جو دستاویز جاری ہوں جن میں روپیہ کے مطالبات بھی شامل ہوں گے ان پر اگر پانچ میں سے کسی دو امیروں کے دستخط ہونگے تو وہ جائز ہونگے۔ مزید براں اکسیچکر کا چانسلر (وزیر مال) وہ عہدہ دار تھا جس کا عہدہ تیرھویں صدی سے چلا آرہا تھا اور اس کی اہمیت بتدریج بڑھتی جارہی تھی اور وہ اب اس محکمے میں رسماً دوسرے درجے پر مگر واقعاً اول درجے پر آگیا تھا۔ پس اب اس زمانہ میں صورت حال فی الاصل اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ امیر اول، جو برائے نام محکمہ کا سرگروہ ہوتا ہے علی العموم

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵۔ میں بیان ہوئے ہیں، یہ کتاب لندن کے اسقف رچرڈ نے بارھویں صدی میں لکھی تھی۔ اس کتاب کی ایک اشاعت اے ہیوز سی۔ جی کرمپ، اور سی جانسن (مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۲ء) کی مرتب کی ہوئی ہے۔ مستند تاریخ "ٹی میڈکس کی، اکسیچکر کی تاریخ و اثرات قدیمہ" (T. Madox, History and Antiquities of the Exchequer مطبوعہ لندن ۱۷۱۱ء) ہے

وزیر اعظم ہوا کرتا ہے۔ وہ متفرق مختلف محکمے جن کا کوئی سر دفتر نہیں ہوتا عملاً اس کی نگرانی میں ہوتے ہیں مگر مالیاتی معاملات پر اس کا اقتدار صرف اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ حکومت وقت کے سرگروہ کی حیثیت سے اس کی عام ذمہ داریوں کا اقتضا ہوتا ہے۔ چانسلر آف اکسچکر (وزیر مال) سالانہ موازنہ تیار کرتا ہے، جس میں سال زیر بحث کے مجوزہ اخراجات کا بیان اور اس کے لئے ضروری محاصل مہیا کرنے کے لئے اندازہ کردہ محصول کا لائحہ شامل ہوتا ہے۔ یہی عہدہ دار خزانہ کے دوسرے اہم فرائض بھی انجام دیتا ہے اور اگر وزیر اعظم دارالامرا کا رکن ہوتا ہے یا کسی مجبوری سے کام نہیں کرسکتا ہے تو علی العموم دارالعوام میں حکومت کا سرگروہ بھی وہی ہوتا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اب اکسچکر کا کام اس کے قبضے میں نہیں بلکہ اکسچکر اور محکمہ تنقیح پر (جس کے ذریعے سے محاصل کے جمع اور روپیہ کے خرچ پر براہ راست نگرانی ہوتی ہے) صدر محاسب صدارت کرتا ہے اور یہ محکمہ قطعی معنی میں "خزانہ" کا کوئی جزو نہیں ہے۔ خزانہ کے فرائض جس طرح پر کہ غلط الاسم چانسلر آف اکسچکر کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں وہ صرف ہدایت اور حکمت عملی کا قرار دینا ہے واقعی انتظام اس کا کام نہیں ہے۔

خزانے کے تحت چار بڑے دفاتر ہیں جن کے توسط سے مالگزاری جمع کی جاتی ہے، یعنی ڈاکخانہ، کرور گیری، مالگزاری، جنگل اور زمین کے محاصل۔ ڈاکخانہ کا صدر ایک ذمہ دار وزیر ہوتا ہے جو کبھی کبھی کابینہ میں بھی شامل ہوتا ہے۔ باقی دوسرے خدمات مامورین کی مجلسوں کے قبضے میں ہیں۔ ان مجلسوں کے ارکان مستقل ملازمان ملکی سے تعلق رکھتے ہیں اور پارلیمنٹ میں ان کی نمایندگی صرف وزیر مال یا اس کے نائب خزانہ کے معتمد مالیات کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ متعدد بیرونی محکمے جن کی نگرانی کا کوئی انتظام اور طریق پر نہیں کیا گیا ہے وہ کسی حد تک "خزانہ" کی نگرانی کے تحت ہیں۔

پہلے یہ ہوتا تھا کہ مختلف محاصل کی آمدنی اکسچکر میں مختلف حسابات کے تحت داخل کی جاتی تھی اور پارلیمنٹ ہر ایک کے خاص اخراجات معین کرتی تھی۔ یہ طریقہ نقصان رساں اور یوں بھی ناقابل اطمینان تھا ہوسکتا ہے کہ ایک مد اپنے

متعلقہ اخراجات کے پورا کرنے کے لئے ناکافی ہو اور دوسرے میں بہت وافر بجٹ موجود ہو۔ ۱۸۶۶ء کے ایک قانون نے ایک جدید و بہتر طریق رائج کیا۔ اس قانون کے تحت ہر ایک ذریعہ کے جملہ محاصل "اکسیچکر" کے حساب میں انگلستان اور آئرلینڈ کے بنکوں میں ایک واحد سرمایہ مجتمع کے اندر قابل ادا قرار پائے گئے[1]۔ اکثر محاصل دائمی، قوانین کے ذریعے سے عاید کئے جاتے ہیں جو معقول زمانوں تک تبدیل نہیں کئے جاتے مگر بعض محاصل سال بسال از سر نو عائد کئے جاتے ہیں یا کم از کم یہ کہ ان کی شرح سالانہ پر نظر ثانی کی جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اخراجات مستقل قوانین کی رو سے منضبط ہوتے ہیں اور بعض اخراجات سالانہ معین ہوتے رہتے ہیں۔ اکثر مصارف اس آخر الذکر صنف کے تحت آجاتے ہیں۔ صرف وہ مصارف جنھیں خصوصیت کے ساتھ سیاسیات کی مد سے باہر رکھنا منظور ہوتا ہے، وہ "اخراجات سرمایہ مجتمعہ" قرار پاتے ہیں اور سالانہ تجدید اختیار کے بغیر سرمایہ سے براہ راست ادا ہوتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے اخراجات میں بادشاہ کا صرف خاص، ججوں کی تنخواہیں، قومی قرضے کا سود اور دوسرے اسی نوع کے مخارج داخل ہیں جن کا اوسط مجموعہ جنگ عظیم کے قبل مجموعی خرچ کے ایک چہارم سے کم ہوتا تھا۔ جن اخراجات پر سال بہ سال رائے دی جاتی ہے وہ "خدمات رسد" کہلاتے ہیں، کیونکہ یہ عطائے رقوم دار العوام ایک "مجلس رسد" کے ذریعے سے کرتا ہے جو کل ارکان کی مجلس کی ایک شکل ہے۔ یہ کام صدر مستوفی و صدر محاسب کا ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ پارلیمنٹ نے جملہ اخراجات کا اختیار دیدیا ہے، اس عہدہ دار کے صحیح طور پر منظور شدہ حکم پانے پر انگلستان یا آئرلینڈ کا بنک خزانہ کو رقم کے برآمد کرنے کی اجازت دیدیتا ہے اور مستحق محکموں میں تقسیم کرنے کے لئے روپیہ علی العموم ایک وزیر کو

---

[1] اسکاٹ لینڈ میں یہ روپیہ سال بہ سال چھ بنکوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ادھر حال کے زمانہ میں اس طریق میں جو معدودے چند خفیف ترمیمیں ہوتی ہیں ان کے متعلق لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Government of England جلد اول صفحہ ۱۱۶ دیکھنا چاہیئے۔

دیدیا جاتا ہے جو "میر بخشی" کہلاتا ہے۔ تنقیحات کے لئے بہر نوع انتظامات موجود ہیں[1]۔

[1] پارلیمنٹ میں مالی مسودات کے متعلق جس طرح کارروائی ہوتی ہے اس کی بابت صفحات آیندہ میں دیکھنا چاہیئے۔ خزانہ کے متعلق بہترین مختصر بیان لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Government of England جلد اوّل صفحات ۱۱۵ - ۱۳۰ - میں ہے اس کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہیئے۔ انیسن "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson, Law and Custom of the Constitution جلد دوم حصہ اول صفحات ۱۴۳ - ۱۹۰ - ڈایسی "قانون دستور سلطنت" Dicey, Law of the Constitution باب ۱۰ - مالیاتی طریق کار کو البرٹ نے اپنی کتاب "تشریعی طرق و صور" Ilbert, Legislative Methods and Forms مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۱ء صفحات ۲۸۴ - ۲۹۹ میں بہت خوب بیان کیا ہے۔ نظم موازنہ کا بیان بنایت مقابلتی طریق پر آر استورم نے اپنی کتاب "موازنہ" R. Stourm; The Budget مترجمہ ٹی پلیزنسکی مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء میں کیا ہے۔ ڈبلیو۔ ایف ولوبی ڈبلیو۔ ڈبلیو ولوبی اور ایس۔ ایم۔ لنڈسی کی کتاب "برطانیہ عظمیٰ کا مالیاتی نظم و نسق" W. F. Willoughby, W. W and S. M. Lindsay; Financial Administration of Great Britain مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ یہ مبحث کتب ذیل میں بھی معقول طور پر شامل ہے: ایچ۔ ہگس "سلطنت متحدہ کا مالیاتی نظم" H. Higgs, Financial System of the United Kingdom مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء۔ ای ینگ "قومی مالیات کا نظم" E. Young, System of National Finance مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔

جنگی خدمات

ایک دوسرا قدیم عہدہ جو صرف ایک ماموریہ کی صورت میں باقی ہے وہ "لارڈ ہائی ایڈمیرل" "صدر امیرالبحر" کا عہدہ ہے۔ ملک کی موجودہ جنگی قوتوں میں بیڑہ سب سے زیادہ قدیم پیشہ ورانہ محکمہ ہے۔ اور صدر امیرالبحر کے عہدے کی ابتدا چودھویں صدی ہی میں ہو چکی تھی۔ سترھویں صدی تک اس منصب کا حامل بہت بڑے اقتدار کا شخص ہوا کرتا تھا اور چارلس اوّل پارلیمنٹی فریق سے اس امر میں متفق ہو گیا تھا کہ مناسب یہی ہے کہ اس عہدے کو ماموریہ کی صورت میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس انتظام کی باقاعدہ ترتیب ۱۶۹۰ء میں ہوئی اور ۱۷۰۸ء کے بعد سے یہ برابر نافذ العمل رہا ہے۔[1]

۱۸۳۲ء کے بعد سے بحری انتظام جو پہلے متعدد مجلسوں اور کارکنوں میں منقسم تھا کلیۃً "امراء برائے انصرام عہدہ امیرالبحر اعلیٰ" کے قبضے میں دیدیا گیا۔ اس کا دوسرا نام مجلس امیرالبحری ہے۔

مجلس امیرالبحری میں اب ایک امیر اوّل یا وزیر بحری چار دوسرے بحری امرا اور ایک یا زائد ملکی امرا شامل ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک پارلیمنٹی، ایک مالیاتی اور ایک مستقل معتمد ہوتا ہے۔ وزیر بحری امیر ملکی اور پارلیمنٹی معتمد لامحالہ پارلیمنٹ کے ارکان ہوتے ہیں۔ مالیاتی معتمد بھی پارلیمنٹ کا رکن ہو سکتا ہے اور وزیر بحری کو ہمیشہ کابینہ میں جگہ ملتی ہے۔ بحری امرا پارلیمنٹ کی رکنیت کے مجاز ہیں مگر بالعموم وہ رکن ہوتے ہیں۔ مستقل معتمد رکنیت کا مجاز نہیں ہے۔ مجلس خزانہ کے برخلاف جس کا اجلاس کبھی ہوتا ہی نہیں مجلس بحری کے مسلسل اجلاس باقاعدہ اور بکثرت ہوتے رہتے ہیں۔ قانونی حیثیت سے کل ارکان ایک پائے پر ہیں اور وزیر بحری یا امیر اول صرف صدر ہے۔ لیکن عملاً ۱۸۳۲ء سے اُسے ایک حقیقی تفوق حاصل ہے اور ۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۲ء کے احکام باجلاس کونسل کی رو سے وہ پارلیمنٹ کے روبرو بیڑے کے متعلق تمام امور کا ذمہ دار ہے۔ پس جب یہ صورت ہے تو اسی کا کہا مانا جاتا ہے اگر اس کے رفقا اس کے فیصلوں کے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو

---

[1] باستثنائے ۱۸۲۷-۲۸ء، جبکہ ڈیوک کلیرنس (جو بعد کو ولیم چہارم ہوا) صدر امیرالبحر تھا۔

انھیں استعفا دیدینے کا اختیار ہے۔ پس عملاً امیر اول، صیغہ بحری کا وزیر ہوگیا ہے اور ایک مجلس شوریٰ اس کی اعانت کرتی ہے۔ بحری امرا چونکہ بحری عہدہ دار اور علی العموم اعلےٰ منصب رکھنے والے ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنا بیشتر وقت محکمے کے انتظامی خدمات میں صرف کرتے ہیں اور بعض شاخیں ملکی امیروں اور معتمدوں کو بھی سپرد ہوتی ہیں۔[۱]

اس وقت سے چھ بڑے محکمے قدیم "معتمدی سلطنت" کے ارتقا کی پیداوار ہیں — ابتداً صرف ایک عہدہ دار تھا جسے "معتمد سلطنت" کا لقب حاصل تھا اٹھارھویں صدی کے اوائل میں ایک دوسرے عہدہ دار کا اضافہ کیا گیا، اگرچہ کوئی نیا محکمہ نہیں قائم کیا گیا۔ صدی کے اختتام کے قریب ایک تیسرے کا اضافہ ہوا، جنگ کریمیا کے بعد چوتھے کا، ۱۸۵۷ء کی بغاوت ہند کے بعد پانچویں کا اور جنگ عظیم کے دوران میں چھٹے کا اضافہ ہوا لہذا اب چھ خاص معتمدین سلطنت ہیں، اصولاً سب کے سب ایک ہی عہدے پر فائز ہیں اور چند قانونی قیود کے سوا ان میں سے ہر ایک دوسروں کے کسی فرض یا جملہ فرائض کے انجام دہی کا قانوناً اہل ہے۔ لیکن عملاً چھؤں میں سے ہر ایک قطعی طور پر اپنے اپنے حدود میں رہتے ہیں۔ یہ گروہ معتمدین ذیل پر مشتمل ہے:-

(۱) معتمد داخلہ　(۲) معتمد خارجہ　(۳) معتمد مستعمرات　(۴) معتمد جنگ
(۵) معتمد ہند　(۶) معتمد ہوائی[۲]

---

[۱] جے آر۔ تھرسفیلڈ، مجلس امیر البحری J. R. Thursfield, The Board of Admiralty مطبوعہ کوارٹرلی ریویو، دسمبر ۱۹۱۴ء اور جنوری ۱۹۱۵ء

[۲] غالباً انھیں میں معتمد اسکاٹلینڈ کا عہدہ بھی شامل کیا جاسکتا ہے جو ۱۸۸۵ء میں قائم ہوا ہے اور جنگ عظیم کے دوران میں عملاً معتمدین سلطنت (وزارت) کی بنیاد پر دوبارہ مرتب ہوا ہے۔ وزارت ہوائیہ کے تقرر کے سرکاری بیان کے متعلق "جنگی کابینہ" کی روداد بابت ۱۹۱۸ء (۳۲۵-۱۹۱۹) باب ہفتم دیکھنا چاہیئے۔

دفتر جنگ کی تنظیم کبھی بھی امیر البحری کے برابر قابل اطمینان نہیں ہوئی ہے اور جنگ عظیم سے نصف صدی قبل کے اثنار میں وہ بیشمار استفساروں، تنقیدوں اور روئدادوں کا ہدف بنی رہی ہے۔ یہ مضمون اس قدر وسیع اور فنی ہے کہ یہاں اس پر بحث نہیں ہوسکتی مگر چند مہتم بالشان واقعات کا بیان ہو سکتا ہے[۵]۔ لوئل نے بہت خوب خیال پیدا کیا ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ مثل دوسرے ممالک کے جن میں حکومت کی عمومی شکل رائج ہے انگلستان کو بھی اس میں دشواری پیش آئی ہے کہ وہ اہل سیف کے اقتدار اور اہل قلم کی نگرانی کے درمیان ہم آہنگی پیدا کردے۔ انگلستان کی تاریخ کے ایک بہت بڑے حصہ کا محور پارلیمنٹ کی وہ کوششیں ہیں جو چودھویں صدی سے برابر جاری رہی ہیں کہ مسلح قوت کے مقرر کرنے، اسے مشاہرہ دینے اور اس سے کام لینے کے متعلق تاجدار کے اختیار پر موثر قیود عائد کردے مگر یہ قیود بالکلیہ امتناعی بھی نہ ہوں۔ یہ مقصد کچھ تو "قانون حقوق" سے حاصل ہوا جو اس وقت تک تاجدار کے لئے اس امر کو خلاف قانون قرار دیتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر" زمانۂ امن میں بادشاہی کے اندر کوئی مستقل فوج بھرتی کرے یا اسے قایم رکھے۔ سالانہ "قانون بغاوت" کا عمل بھی یہی منشا لئے ہوئے ہے، یہ قانون درخواست حقوق اور قانون حقوق کے بعض شرائط کو جو فوج کے رکھنے میں حائل تھے، ۱۶۸۹ء سے برابر سال بسال معلق کرتا رہا ہے اور یہی قانون ہے ۱۷۱۲ء سے سپاہیوں کی وہ قطعی تعداد معین کردی ہے جسے تاجدار قانوناً بھرتی کرسکتا ہے[۶]۔ تاہم کامل پارلیمنٹی فوقیت جنگ کریمیا کے بعد پیدا ہوئی جبکہ محکمہ جنگ

---

[۵] بقدر مناسب مختصر مباحث لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول صفحہ ۹۳ - ۱۰۸ - اور جنکس کی کتاب "حکومت شہنشاہی برطانیہ" Jenks, Government of the British Empire کے صفحات ۱۷۱ - ۱۹۵ میں ملیں گے۔ مقابلہ کیجئے، کال ول کے مضمون "دفتر جنگ بزمانہ جنگ" Callwell, The War Office in War Time مطبوعہ بلیکوڈ میگزین جنوری ۱۹۱۹ء

[۶] فوجی قانون کا ایک طومار عظیم چند سو برس سے نافذ کے قوانین بغاوت سے مہیا ہوگیا تھا

اور محکمہ مستعورات علیحدہ علیحدہ کردے گئے اور معتمد جنگ کو (جس کا عہدہ ۱۷۹۴ء سے قائم ہوچکا تھا) فوج کی نگرانی تفویض کردی گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک کابینی عہدہ دار کی حیثیت سے وہ پارلیمنٹ کے روبرو پورا ذمہ دار قرار پایا۔ جنوبی افریقہ کی جنگ کے ناقابل اطمینان تجربات کے بعد ۱۹۰۴ء میں سپہ سالار اعظم کا عہدہ (جو وزیر جنگ کی یکساں نگرانی میں مدت سے خارج تھا) منسوخ کردیا گیا اور فوجی معاملات کا انصرام ایک نئی جماعت "مجلس افواج" کو سپرد ہوا جو تین وزیروں اور اعلےٰ منصب کے چار فنی عہدہ داروں پر مشتمل تھی مگر اس کے ساتھ ہی نگرانی کی یکسانی اور پارلیمنٹ کی کامل فوقیت ان قواعد سے برقرار رکھی گئی کہ وزیر جنگ کو مجلس کا صدر بنادیا گیا اور مجلس کا کام ایسا رکھا گیا کہ اس کا تجزیہ کیا جائے تو حاصل صرف یہ ہوگا کہ مجلس صرف مشاورتی ہے اور اس لئے اس کی حالت ویسی ہی ہے جیسے امیر البحری میں اول امیر بحریہ کے رفقا کی ہے۔ جنگ عظیم کے شدید امتحان میں اس نظم سے قابلِ اطمینان نتائج حاصل ہوئے۔

دفاترِ خارجہ و داخلہ غیر ممالک کے ساتھ تعلقات کا انصرام وزیر خارجہ کے ہاتھ میں رہتا ہے اور اس کی مدد کے لئے ایک پارلیمنٹی ماتحت معتمد۔ ایک مستقل ماتحت معتمد، متعدد مددگار تحتانی معتمد ایک معقول عملہ محرروں اور دوسرے ماتحتوں کا ہوتا ہے۔ اس محکمے کے حیطۂ عمل میں تقریباً ساری دنیا شامل ہے اور اس کے کام کسی قدر براہ راست مراسلت سے چلتے ہیں

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۳ ۱۸۸۱ء میں اس کا عطر ایک "قانونِ فوج" کے اندر یکجا کرلیا گیا اور اب ولیم سوم کے اصلی قانون بغاوت کے بجائے یہی "قانونِ فوج" سال بسال منظور ہوتا رہتا ہے لیکن عام طور پر اس کا ذکر قانون بغاوت ہی کے نام سے ہوتا ہے۔ اس سے مقابلہ کیجئے ممالک متحدہ امریکہ کے دستور مملکت کی اس دفعہ کا جس میں ہوشمر کے لئے یہ امر ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ کوئی ایسی رقم اپنے قبضہ میں رکھے جس کا مقصود یہ ہو کہ دو برس سے زائد کے لئے فوجیں بھرتی کی جائیں یا ان کا خرچ چلایا جائے۔

مگر زیادہ تر ایلچیوں، سفیروں، دوسرے سفارتی عہدہ داروں، قنصلوں اور مختلف درجے کے قنصلی نمایندوں کے توسط سے انجام پاتے ہیں۔ مقابلتہً اس میں خالص انتظامی نوعیت کا کام بہت کم ہے۔ غیر ممالک میں برطانی رعایا کے مقاصد کی نگرانی اور سمندر پار برطانی تجارت کی کامیابی کی فکر و کاوش ایک حد تک روزمرہ کے کام کی نوعیت میں داخل ہیں مگر دفتر خارجہ فی الجملہ ایسے کاموں میں مشغول رہتا ہے جو مشکل، نازک اور بعض اوقات خطرناک ہوتے ہیں، مثلاً غیر حکومتوں سے مراسلت ارباب سفارت کے لئے ہدایتوں کی طیاری اور معاہدوں کی گفت وشنود وغیرہ یہ دفتر بہت سی ایسی باتوں کو جانتا اور بہت سی ایسی باتوں کو انجام دیتا ہے جن کا اعلان عام ملک کی بہبودی کے منافی ہوتا ہے پس اس کا حاصل یہ ہے کہ اولاً دوسرے محکموں کی بہ نسبت جن کا کام زیادہ تر انتظامی ہوتا ہے اس محکمے کے عہدہ دار اعلیٰ کو بہت سے فیصلے اور بہت سے امور بذات خود انجام دینے پڑتے ہیں یا بہر نوع خاص طور پر ان کی منظوری دینا پڑتی ہے، ثانیاً یہ کہ یہ محکمہ ہر ایک دوسرے محکمے کی بہ نسبت پارلیمنٹی نگرانی سے زیادہ بعید بلکہ زیادہ محفوظ و مامون ہے یہ تمام سررشتے مضبوطی کے ساتھ وزیر خارجہ کے ہاتھوں میں جمع ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ روپیہ کے عطا کرنے یا انھیں روک لینے کے ذریعے سے غیر ملکی حکمت عملیوں کو ترقی دےسکتی یا ان میں دقت حائل کرسکتی ہے، کسی وزیر خارجہ سے جس کے افعال یا جس کی حکمت عملی ناپسندیدہ ہو اس طرح خلاص حاصل کرسکتی ہے کہ دارالعوام کے اندر کسی فریقانہ کارروائی میں مخالف رائے دیدی جائے۔ وزرا سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ غیر ملکی معاملات کے متعلق ایوانوں کو مطلع کرتے رہیں گے مزید براں ازمنۂ ماسبق میں اگرچہ یہ خیال نہیں تھا کہ معاہدات کی پابندی کے لئے ان کا دونوں ایوانوں سے موثق ہونا ضروری ہے لیکن اب صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خلاف طریق قائم ہو جائے گا۔ بہر حال دفتر خارجہ پارلیمنٹ کے ساتھ بہت زیادہ تعلق باہمی رکھے بغیر اپنے فرائض انجام دیتا رہتا ہے[۱] دوسری طرف ہر ایک کامیاب وزیر خارجہ

---

[۱] ملاحظہ ہو صفحات سابق۔ اس مبحث کے متعلق مقابلتی طریقوں پر تحریرات ذیل میں بحث ہوئی ہے۔

اپنے سرگروہ یعنی وزیر اعظم کو پوری طرح باخبر رکھتا ہے اور اس کے حدود کے اندر جو اہم مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان پر کابینہ میں بحث ضرور ہوتی ہے[۵]۔ بادشاہ سے بھی بے تکلف مشورہ کیا جاتا ہے اور نظم حکومت کے کسی دوسرے حصے کی بہ نسبت اس حصے میں اس کا اثر بھی زیادہ پڑتا ہے۔ لوِل کے پرمعنی الفاظ میں "دفتر داخلہ، ایک وارث مابقی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معتمدی کے قدیم فرائض کے ساتھ ساتھ بعض جدید فرائض بھی اس کے قبضے میں ہیں، جو دوسرے معتمدین اور متفرق محکموں کو مخصوص طور پر حوالہ کرنے کے بعد باقی رہ گئے ہیں۔ اسے خالصتہً داخلی معاملات سے تعلق ہے۔ تاہم یہ براعظم یورپ کی وزارت کے مانند نہیں ہے جس کا خاص کام مقامی حکومت کی نگرانی کرنا ہے، اور نہ ممالک متحدہ امریکہ کے وفاقی محکمہ داخلہ کے ساتھ اسے بہت زیادہ قدر مشترک حاصل ہے۔ بہت سے جزوی کاموں کو چھوڑ کر

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۴ - (۱) ممالک یورپ، ممالک متحدہ امریکہ اور جاپان میں بین الاقوامی مسائل کا انصرام

Treatment of International Questions by Parliaments in European Countries, the United States and Japan

کاغذاتِ پارلیمنٹ برطانیہ "متفرقات شمارہ ۵ (۱۹۱۲)۔ (۲) ڈی۔پی۔ مائیرس "مجالس مقننہ اور خارجی تعلقات"

D. P. Myers, Legislatures and Foreign Relations

مطبوعہ امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو" نومبر ۱۹۱۷ء۔ ٹی۔ کے بارکلے نے اپنی کتاب "انہدام و تعمیر جدید"

T. Barclay, Collapse and Reconstruction

مطبوعہ بوسٹن (۱۹۱۶ء) کے صفحہ ۲۵-۵۳ پر یہ زور دیا ہے کہ غیر ملکی معاملات کے متعلق دارالعوام کی ایک مستقل مجلس ہونی چاہیئے۔

[۵] بعض اشخاص جیسے میری خارجی حکمت عملی سمجھتے اور اسے ایسا ہی کہتے ہیں، اس میں بہت سے نقائص نکالتے ہیں مگر فی الاصل اسے میری خارجی حکمت عملی نہ کہنا چاہیئے کیونکہ منفرد وزیر خارجہ کے لئے یہ بالکل ہی ناممکن ہے کہ وہ کسی ایسی حکمت عملی کو چلا سکے جو اپنے اہم روشوں میں اس کابینہ کی حکمت عملی نہ ہو جس کا وہ رکن ہے" سر اڈورڈ گرے، منقولہ لندن ٹائمز (ہفتہ وار) ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء صفحہ ۷۱۔

وزیر داخلہ اور اس کے مددگاروں کا کام امور ذیل پر مشتمل ہے:۔ (۱) درخواستوں کا قبول کرنا۔ اور انھیں بادشاہ کے حضور میں پیش کرنا (۲) ان فرامین و احکام کا تیار کرنا اور ان پر دستخط ثانی کرنا جن پر بادشاہ اپنے دستخط ثبت کرے۔ (۳) حصول حق شہریت کے قوانین کا انتظام کرنا۔ (۴) جزائر رودبار اور جزیرہ مین پر حکمرانی کرنا۔ (۵) دارالصدر لندن کے قیام پولیس کی نگرانی کرنا (۶) تمام سلطنت متحدہ کے اندر دوسرے مقام کی پولیس کا معائنہ کرنا اور ایسے اجازت نامے دینا جنکے ذریعے سے ضلع اور برو کے حکام کو اپنے اپنے علیحدہ نظم پولیس کے قیام میں قومی امداد ملتی ہے[۱] (۷) ججوں کے "حلقوں" کے انتظامات کا منظور کرنا۔ (۸) اختیار معافی کے عمل میں لانے کے متعلق بادشاہ کو مشورہ دینا۔ (۹) قومی و مقامی قیدخانوں کا انتظام کرنا (۱۰) ناظم تعزیرات عامہ کا مقرر کرنا[۲]۔ (۱۱) خاص قوانین کی بنا پر، بہبود عامہ اور تدارک و تلافی کے متفرق قوانین کے نفاذ پر نظر رکھنا۔

لارڈ ہائی چانسلر اور تلج کے قانونی عہدہ دار

انگلستان میں کوئی محکمہ عدالت نہیں ہے اور کوئی ایک عہدہ دار براعظم یورپ کے مانند وزیر عدالت یا امریکہ کے مانند اٹارنی جنرل کے فرائض نہیں انجام دیتا۔ کام ہوتا ہے مگر وہ متعدد عہدہ داران میں منقسم ہے جنھیں ایک دوسرے سے بہت ہی کم لگاؤ ہے، ان عہدہ داروں میں سے سب سے زیادہ نمایاں و ذی اہمیت

---

[۱] ان تمام حدود میں جن کے متعلق وزیر داخلہ یہ تصدیق کرنے پر آمادہ ہو کہ وہاں کا انتظام قابل اطمینان حالت میں ہے وہاں کے پولیس کے جملہ مصارف کی نصف رقم قومی حکومت نے بطور امداد کے دیا جانا جائز قرار دیا ہے۔ انتظام و قیام پولیس کے متعلق روداد ذیل دیکھئے:۔ "انگلستان ویلز اور اسکاٹلینڈ میں خدمات پولیس سے متعلقہ مجلس کی روداد" Report of the Committee on Police Service of England, Wales, and Scotland شمارہ ۲۵۳۵ سنہ 1919ء۔

[۲] ملاحظہ ہو لوئل، "حکومت انگلستان" Lowell. Government of England جلد اول صفحہ ۱۳۴ - ۱۳۵

لارڈ ہائی چانسلر ہے لول کہتا ہے کہ، برطانوی حکومت میں سب سے زیادہ بلند منصب شخص جسے قانون کی رو سے نہایت ہی اعلےٰ وارفع اور نہایت ہی مختلف النوع فرائض تفویض ہیں اور جو سلطنت کا وہ تنہا عہدہ دار ہے جسنے اپنے قدیم حقوق کو قایم رکھا ہے، اور جس نے تفریق اختیارات کے اصول کو دنیا کے ہر ایک شخص سے زیادہ پس پشت ڈالدیا ہے، وہ شخص لارڈ ہائی چانسلر ہے[۵۱] یہاں ہمیں ایک نہایت ہی قدیم عہدے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اصلاً وابتداً لارڈ ہائی چانسلر بادشاہ کا محض میر منشی تھا اور گیارھویں صدی تک میں یہ صورت نظر آتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ نام کینسلی (cancelli) یعنی پردے کے لفظ سے نکلا جو بادشاہ کی عبادت گاہ میں لگا ہوا تھا جس کے عقب میں محرر اپنا کام کرتے تھے۔ مگر کچھ زمانہ گزرنے پر یہ عہدہ دار مشیر مسلمہ بن گیا خاص کر ان معاملات میں جن کا تعلق شاہی "مرحمت" سے تھا یعنی ان شکایات کا رفعداد جن کے لئے عام قانون نے کوئی صورت مہیا نہیں کی تھی[۵۲] اور سولھویں صدی میں آکر جب سر ٹامس مور پہلا عامانی اس عہدہ پر فائز نظر آتا ہے اس وقت یہ عہدہ دار "عدالت" حق رسی میں "نصفت" کا ایک بارعب عہدہ دار بن گیا تھا۔ مہر شاہی کا محافظ وہ اول ہی سے تھا، اور بادشاہ کے ہر حکم یا اعلان کا اس کے ہاتھ سے ہو کر گزرنا ضروری تھا۔ علاوہ ازیں عدالت نصفت میں اس کے تقدم کی وجہ سے اسے بہت کچھ عدالتی سرپرستی کا موقع حاصل ہو گیا تھا اور جب ۱۸۷۳-۷۵ء میں عدالتی اصلاحات نے قانون عامہ اور نصفت کی عدالتوں کو ایک سلسلے میں ملا دیا، تو عملاً تمام ہی اہم عدالتی منصبوں کے تقرر کا اقتدار اس کے ہاتھ میں آگیا اسی دوران میں اس کے سپرد اور بھی دوسرے

---

۵۱ "حکومت انگلستان" Government of England جلد اوّل صفحہ ۱۳۱

۵۲ جنکس، "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" Jenks, Government of the British Empire

صفحہ ۲۲۰۔ میٹلینڈ اور مانٹیگو کی کتاب "انگلستان کی قانونی تاریخ کا خاکہ" Maitland & Montague ; Skatch of English Legal History صفحات ۱۲۰ تا ۱۲۸۔ دیکھنا چاہیئے۔

اہم فرائض کردئے گئے اور وہ کابینہ کا ایک ممتاز رکن بن گیا۔ غرض کہ اس زمانے میں اس عجیب و غریب منصبدار عالی کے کام کا حال ایک گونہ حسب ذیل ہے:۔ عدالت عالیہ اور عدالت مرافعات میں وہ سب سے اعلیٰ جج ہے، وہ کابینہ کا قانونی رکن ہے اور اپنے رفقا کو ماہرانہ صلاح دیتا ہے، اگرچہ سرکاری حیثیت سے وہ وزرا کا قانونی مشیر نہیں۔ وہ اعلے عدالتی عہدوں کے تقرر کے لئے سفارش کرتا ہے اور ظاہراً نہیں تو واقعاً وہ اضلاع کی عدالتوں کے ججوں اور اکثر ناظمان امن کو مقرر اور برطرف کرتا ہے۔ وہ دارالامرا کی صدارت کرتا ہے، جن دستاویزوں پر مہر شاہی ثبت کرنے کی ضرورت ہو ان پر مہر لگاتا ہے وہ تعزیری مقدموں سے متعلقہ ضوابط کو منظور کرتا ہے اور وہ ایک رکن کی حیثیت سے کابینہ میں نشست کرتا اور اس جماعت کے غور و فکر اور صلاح و مشورہ کے کاموں میں شرکت کرتا ہے۔ صحیح معنوں میں وہ کسی خاص محکمے کا انتظام نہیں کرتا بلکہ حکومت کی ہر ایک شاخ کسی نہ کسی اہم موقع پر اس کے عمل اور اس کے اثر سے متاثر ہوتی ہے۔

ایک معقول حد تک امریکہ کے اٹارنی جنرل (Attorney-General) کے فرائض انگلستان میں اسی نام کے عہدہ دار اور اس کے رفیق و قائم مقام سالیسٹر جنرل کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔ یہ دونوں تاج کے قانونی عہدہ دار کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ وزارت کے رکن ہوتے ہیں، (لیکن کابینہ کے رکن شاذ و نادر ہوتے ہیں) اور ان کا انتخاب برسر حکومت فریق کے سب سے زیادہ ممتاز بیرسٹروں میں سے ہوتا ہے۔ ان کے دو خاص فرایض میں سے ایک فرض یہ ہے کہ کابینہ اور مختلف محکموں کو قانونی مشورہ دیں اگرچہ ممالک متحدہ امریکہ کی طرح اکثر محکموں میں خود ان کے عملے میں قانونی مشیر ہوتے ہیں، جن کی رائیں نہایت ہی وسیع معاملات کے علاوہ اور تمام معاملات میں کافی سمجھی جاتی ہیں۔ ان کا دوسرا اور شاید مقدم فرض یہ ہے کہ قانونی کارروائیوں اور خاص کر اہم فوجداری و سیاسی مقدمات میں تاج کی نمایندگی کریں[۵]۔

[۵] انگلستان میں مقدمہ چلانے کی توضیح کے اور ناظم مقدمات عامہ کے کام کے بیان کے متعلق

انضباطی مجالس محکموں کا دوسرا دلچسپ مجموعہ بعض انضباطی مجلسوں اور ماموریتوں سے مرکب ہے، جن میں سے اکثر جدید زمانے کی پیداوار ہیں۔

ان کا ذکر اکثر انتظامی مجلسوں کے نام سے آتا ہے، لیکن یہ لفظ صحیح نہیں کیوں کہ ان مجلسوں کا کام براہ راست انتظام کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا کام زیادہ تر خانگی تنظیمات اور مقامی ادارات کی نگرانی اور ان کا انضباط ہے۔ ہر مجلس کا سرگروہ ایک صدر ہوتا ہے (اس میں صرف ایک استثنا ہے کہ مجلس تعمیرات کا عہدہ دار اول ماموراعلیٰ کے نام سے موسوم ہے) اور ہر مجلس کے ارکان میں وزرائے سلطنت اور بعض دوسرے اہم ارکان شامل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ رکنیت محض برائے نام ہے۔ واقعاً ان مجلسوں میں سے کسی مجلس کا انعقاد کبھی نہیں ہوتا اور کام بالکلیہ صدر اور اس کا عملہ انجام دیتا ہے اور اکثر صورتوں میں ایک پارلیمنٹی نائب معتمد مدد کرتا ہے "پس بلحاظ عمل یہ مجلسیں قانونی واہمات کے مجسمے ہیں جو ایک واحد ذمہ دار وزیر کے لئے خیالی رفقا مہیا کر دیتی ہیں"۔ علی العموم ان مجلسوں کے صدر کابینہ کے حلقہ میں داخل کر لئے جاتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ قدیم 'مجلس تجارت' ہے، جس کا سراغ کرامویل کے زمانہ تک پہنچتا ہے۔ یہ مجلس ۱۷۸۶ء میں پریوی کونسل کی ایک ذیلی مجلس کی حیثیت سے بنائی گئی تھی اور ۱۸۶۲ء میں قانونی بنیاد پر قائم کر دی گئی۔ ستر پچھتر برس قبل تک اس مجلس کا کام زیادہ تر یہ تھا کہ وہ تجارتی شمار و اعداد جمع کرے اور دوسرے محکموں کو تجارتی معاملات میں مشورہ دے۔ لیکن اب بعد کے زمانے میں صنعت و حرفت کے سرکاری انضباط کی بے اندازہ وسعت نے اس مجلس کے لئے بہت سے جدید و اہم فرائض پیدا کر دئے ہیں۔ یہ مجلس اب بھی خارجی و داخلی تجارت اور نیز محنت، مزدوری اور دیگر حرفتی مسائل کے متعلق شمار و اعداد اور دوسری اطلاعیں جمع و شائع کرتی رہتی ہے مگر اب اس کے علاوہ وہ تمام برطانی

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۸ ۔ لول کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell; Government of England جلد اول صفحہ ۱۳۴ - ۱۳۵، ملاحظہ ہو۔

جہازوں کی فہرست بھی مرتب رکھتی اور تجارتی جہازوں کی حفاظت کے متعلق ضوابط بناتی اور انھیں عمل میں لاتی ہے، روشنی کے منارے مہیا کرتی اور انھیں قائم رکھتی ہے، بندرگاہوں کا انضباط کرتی، دفتر اسناد کے ایجادات کی نگرانی کرتی، اوزان و پیمانہ جات کے معیار کو قائم رکھتی، مزدوری کے مناقشات میں وسیلۂ مصالحت کا کام انجام دیتی اور ثالثوں اور مصالحت کنندوں کا تقرر کرتی، دیوالہ کے قانون کا انصرام کرتی، اور بروکی مجلسوں کو مشروط احکام کے ساتھ یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ ٹراموے، گیس، آبرسانی، اور دوسرے منفعت عامہ کے کام انجام دیں[۵۲] باوجود اس کے کہ بہت سے سابق فرائض جو ریلوں اور شاہراہوں سے متعلق تھے وزارت نقل و حمل کی طرف منتقل کر دئے گئے ہیں (جس کا قیام ۱۹۱۹ء میں ہوا ہے) پھر بھی، جیسا کہ اس طولانی فہرست سے جواب بھی نا تمام ہی پائی جاتی ہے، اس مجلس کے فرائض نہایت ہی کثیر ہیں اور اس کی اہمیت میں برابر اضافہ ہوتا جاتا ہے

ایک دوسرا انضباطی کمیشن۔ مجلس تعلیمات ہے۔ انیسویں صدی سے قبل اور ممالک کی طرح انگلستان میں بھی ابتدائی تعلیم کی سہولتوں کا مہیا کرنا کلیسا اور شخصی خیرات پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ۱۸۳۳ء کے قبل تک پارلیمنٹ نے یہ نہیں کیا کہ مدارس کے قیام کی بابت مقامی حکومتوں کی مدد کے لئے کوئی رقم مخصوص کرتی ۱۸۳۹ء میں سالانہ عطیے کی مقدار بڑھادی گئی اور ایک حکم با جلاس کونسل کے ذریعے سے تعلیم کے متعلق پریوی کونسل کی ایک ذیلی مجلس قائم کی گئی جس کا نائب صدر ۱۸۵۶ء میں وزارت کا ایک رکن ہوگیا۔

---

[۵۱] ڈبلیو، بی منرو "یورپی شہروں کی حکومت" W. B. Munro, Government of European Cities مطبوعہ نیویارک، ۱۹۰۹ء صفحات ۳۲۰ - ۳۴۲-

[۵۲] "تجارت و سوداگری کی سربراہی سے متعلق حکومتی کل کے مسئلہ کے جانچ کرنے والی مجلس کی روداد" Report of the Committee to examine the question of Government Machinery for dealing with trade and Commerce.

شمارہ ۳۱۹، ۱۹۱۹ء۔

فاسٹر کے ۱۸۷۰ء والے قانون تعلیم، میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ کل قوم کی حد وسعت میں سرکاری مدد پانے والے مدرسوں کا نظم قائم کردیا جائے مگر اس میں یہ ضرور قرار پایا تھا کہ وہ تمام جماعتیں جن کا کام فرقہ واری یا سرکاری مدرسوں سے پوری طرح نہیں چلتا، ان کی کمی پوری کردی جائے اور اس قانون نے یہ اختیار دیدیا تھا کہ تعلیمی انتظام کے کام کو ہاتھ میں لینے کے لئے مقامی مجالس مدرسہ کا انتخاب کیا جائے آیندہ کے تین عشروں کے اثناء میں سرکاری مدرسوں کی تعداد برابر بڑھتی گئی اور ۱۸۹۹ء میں مرکزی مجلس تعلیمات، موجودہ مجلس تعلیمات میں بدل دی گئی جس کا اقتدار ابتدائی وثانوی تعلیم پر محیط ہے۔ درحقیقت یہی مجلس یہ قرار دیتی ہے کہ جن مدرسوں کو سرکاری امداد ملتی ہے اُن میں کس نوعیت اور کس مقدار کی تعلیم ہونا چاہیئے۔ وہ اس قسم کے تمام مدارس کا معائنہ کرتی ہے اور خانگی یا وقفی مدارس ثانوی کی درخواست پر ان مدارس کا بھی معائنہ کرتی ہے یہ مجلس تعلیمی تحقیقات بھی جاری رکھتی، اور رسالے اور روداد یں شایع کرتی رہتی ہے۔ ۱۹۰۲ء کے ایک تعلیمی قانون نے مجالس مدرسہ کو منسوخ کردیا اور مقامی انتظام کا کام ضلع اور برد کی مجلسوں کو سپرد کردیا جس میں سے ہر ایک سے امید ہے کہ وہ اس کام کے لئے ایک خاص ذیلی مجلس قائم رکھیں چنانچہ اب مرکزی مجلس کا براہ راست تعلق خصوصیت کے ساتھ انھیں ذیلی مجلسوں سے ہے[1]

دوسری انضباطی مجلسیں جن کے متعلق بہت کچھ کہنے کی ضرورت ہے وہ حسب ذیل ہیں:- (۱) مجلس تعمیرات ۱۸۵۱ء میں "ماموریں جنگلات" سے علیحدہ ہو جانے کے بعد سے اس مجلس کا کام قومی باغوں، محلوں اور سرکاری عمارتوں کا بنانا اور قائم رکھنا ہے (۲) مجلس زراعت، یہ مجلس ۱۸۸۹ء میں قائم ہوئی اور اسے زراعت کی

---

[1] جنکس، "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" Jenks; Government of the British Empire صفحات ۲۳۵ - ۲۴۴

لوئل، "حکومت انگلستان" Government of England جلد اول صفحات ۲۹۵ - ۳۴۲

ترقی، جانوروں میں بیماریوں کے انسداد اور ماہی گیری کی نگرانی کے متعلق محدود اختیارات حاصل ہیں۔ (۳) مجلس حکومت مقامی، ان کارکنوں میں پہلے دو غیر اہم ہیں اور تیسری کا اب وجود ہی نہیں رہا ہے۔

مجلس حکومت مقامی، اب اگرچہ معدوم ہو چکی ہے مگر پچاس برس سے زائد تک اسے نظم حکومت میں وہ عمل دخل حاصل رہا ہے کہ وہ دو چار الفاظ تشریحی کی سزاوار ہے[۵]۔ قانونی طور پر اس مجلس کی تاریخ بناء ۱۸۷۱ء سے ہے مگر فی الحقیقت اس کی تاریخ ۱۸۳۴ء تک پہنچتی ہے۔ جب کہ ترمیم قانون امداد غرباء نے امداد غرباء کے لئے ایک ماموریہ قائم کیا اور حکومت ہائے مقامی کے ذریعہ سے سرکاری خیرات کا جو انتظام ہوتا تھا اس کی نگرانی اس ماموریہ کو سپرد کی۔ ۱۸۴۷ء میں یہ جماعت "مجلس امداد غرباء" میں بدل دی گئی، اس کی نمائندگی وزارت میں ہونے لگی اور ۱۸۷۱ء میں قدیم تر مجلس صحت عامہ، اور دفتر داخلہ کے حکومت مقامی کے محکمہ ماتحت کو اس میں شامل کرکے اس کا نام مجلس حکومت مقامی، رکھ دیا گیا۔ جیسا کہ کسی دوسرے مقام پر ظاہر کیا جائے گا گزشتہ سو برس کے مرکزیت پسند قوانین نے انگلستان کے حکومت مقامی کے نظم میں ایک نمایاں تغیر کر دیا ہے اور یہ کہنا حد سے تجاوز کرنا نہیں ہے کہ اس ترتیب جدید کا خاص ذریعہ و آلہ یہی مجلس حکومت مقامی بنائی گئی تھی۔ پولیس تعلیم اور انضباط مفاد عامہ کے سوا، ضلع، برو، شہری و دیہاتی اقطاع کی حکومتوں پر جس قدر انتظامی و نظارتی اقتدار لندن سے عمل میں آتا تھا وہ سب ۱۹۱۹ء تک اسی مجلس کے قبضے میں تھا۔ اسے براہ راست انتظام کے بہت ہی کم اختیارات حاصل تھے مگر امداد غرباء، صحت عامہ، حفظان صحت، مقامی قرض و خرچ، انتظام وظیفہ پیرانہ سالی، اور بھی بہت سے معاملات میں وہ زبردست انضباطی اثر کو کام لاتی تھی۔ یہ مجلس معائنہ کرتی تنقید کرتی اور صلاح دیتی تھی۔ پارلیمنٹ کے عطا کردہ اختیارات کے حدود کے اندر ایسے ضوابط بناتی جنھیں تقریباً قانونی اقتدار حاصل

---

[۵] جن حالات کے تحت یہ مجلس ۱۹۱۹ء میں جدید وزارت صحت میں مدغم کر دی گئی اس کا بیان آگے ہوا ہے۔

تھا اور انھیں عمل میں لاتی تھی - یہ مقامی قوانین کو منظور کرتی، ان میں ترمیم کرتی اور انھیں باطل قرار دیتی تھی، یہ مقامی حسابات کی تنقیح کرتی تھی، چند صورتوں میں وہ عہدہ داروں کا تقرر اور ان کی برطرفی بھی عمل میں لاتی تھی - اس مجلس کا صدر نہ صرف ایک ذمہ دار وزیر بلکہ علی العموم کابینہ کا ایک ذی اثر رکن ہوتا تھا[۵]

۱۹۱۴ء کے بعد انتظامی تنظیم جدید

جنگ نے انتظامی نظم پر سخت اثر ڈالا - اور اس میں عظیم انستان کم و بیش دیرپا تغیر پیدا کر دیا، اس اعتبار سے کہ ترتیب جدید کا اثر وزارت کی (۱) وسعت (۲) اس کی فریقانہ نوعیت اور (۳) کابینہ و پارلیمنٹ کے ساتھ اس کے تعلق پر پڑتا تھا، اس کی ترتیب کی تین اہم نوعیتیں تھیں - جب جنگ شروع ہوئی ہے اس وقت براعظم یورپ کی وزارتوں کے مقابلے میں برطانوی وزارت بہت وسیع تھی - اس کے افراد کی تعداد پچاس سے ساٹھ تک ہوا کرتی تھی، اس کے برخلاف فرانسیسی اور اطالوی وزارتوں کے افراد کی تعداد بارہ بارہ اور جرمانی وزارت کی آٹھ تھی جس وقت سے کابینہ ابتدائً وزارت سے علیحدہ کر لیا گیا اور اس لحاظ سے وزارت حکمت عملی کی متعین کرنے والی جماعت نہیں رہی اور اس کے اجلاس ہونے بھی بند ہو گئے اس وقت سے تعداد کے کم رکھنے کی کچھ زیادہ سعی نہیں کی گئی اور جنگ کے اثناء

---

[۵] لوئل "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول صفحات ۲۸۴ - ۲۹۴ -

منرو - یورپی شہروں کی حکومت Munro, Government of European Cities صفحات ۳۱۵ - ۳۳۰ -

ایشلی، "مقامی و مرکزی حکومت" Ashley; Local and Central Government باب اول -

ایم - آر مالٹبی - "مجلس حکومت مقامی" M. R. Maltbie, The Local Government Board مطبوعہ پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی، جون ۱۸۹۸ء -

میں نئی وزارتیں قایم ہوتی رہیں، محکمے اور ان کی ترکیب میں دوسرے طریقوں سے ردّ و بدل ہوتا رہا، اور وزارتی منصب کے عہدوں اور (خاص کر پارلیمنٹی نائب وزرا) بڑھتے رہے اور یہ اضافہ ایسا بیدریغ ہوتا رہا کہ اس طرح قائم شدہ وزارت کی تعداد جون ۱۹۱۸ء تک ترانوے تک پہنچ گئی۔ ۱۹۱۴ء کے بعد جو اہم وزارتیں اس طرح قائم ہوئیں وہ حسب ذیل تھیں :- وزارت سامان حرب ۱۹۱۵ء، وزارتہائے ناکہ بندی، مزدوری، وظائف، نگرانی اشیاء خوردنی، نگرانی جہازرانی، خدمات ہوائیہ ۱۹۱۶ء، وزارتہائے خدمات قومی اور تعمیر جدید ۱۹۱۷ء۔ اور وزارتہائے نقل و حمل اور صحت عامہ ۱۹۱۹ء[1] ان میں سے اکثر وزارتیں صرف جنگ کی ضرورت سے لئے قائم ہوئی تھیں، اور کسی نہج سے جداگانہ محکموں کی حیثیت سے قائم نہیں رہ سکتی تھیں لیکن دوسری طرف ان کی وجہ سے معقول حد تک ایسی انتظامی ترتیب جدید پیدا ہو گئی جس کا مستقل رکھنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

التوائے جنگ کے وقت سے جس قسم کی تنظیم جدید ہو رہی ہے اس کی ایک عمدہ مثال نئی وزارت صحت عامہ ہے۔ داخلہ فوج کے سلسلہ میں طبی معائنوں سے قوم اور خاص کر ان طبقات کی صحت جسمانی کے متعلق جو صنعت و حرفت میں لگے ہوئے تھے نہایت افسوسناک واقعات روشنی میں آئے، اور جبراً و قہراً اس نتیجہ کو قبول کرنا پڑا کہ سلطنت کو ازمنۂ گزشتہ میں صحت کے معاملات سے جس قدر تعلق رہا ہے آیندہ اس سے زیادہ تعلق رکھنا پڑے گا۔ جنگ کے قبل اور اس کے اثناء میں صحت عامہ کے فرایض سرسری طور پر حکومت کی متعدد مختلف شاخوں میں منقسم تھے جس کی وجہ سے بہت کچھ تصادم، ابتری اور خرابی پیدا ہوتی تھی اور یہ امر واضح ہو گیا کہ اگر اس میدان میں حکومت کو مناسب طور پر کام انجام دینا ہے تو تمام اقتدار ایک محکمہ میں جمع کر لینا چاہیئے اور اسے معقول اختیارات ملنا چاہیئے۔ اس قسم کے محکمے کے

---

[1] ان نئی وزارتوں کے ارتقاء و فرایض کے کامل بیان کے متعلق فیرلی کی کتاب "برطانیہ کا جنگی نظم و نسق"
Fairlie, British War Administration
ابواب ۴-۱۲- دیکھنا چاہیئے۔

قایم کرنے کا اختیار پارلیمنٹ کے قانون منظورشدہ ۳ جون ۱۹۱۹ء کے بموجب عطا کیا گیا۔ کارخانوں اور کارگاہوں کے معائینہ کا کام جواب تک محکمۂ داخلہ کے ذریعہ انجام پاتا تھا، وہ اس نئی وزارت کی جانب منتقل کر دیا گیا۔ مدرسے کے لڑکوں کا طبی معائینہ محکمۂ تعلیمات کے ہاتھ سے نکال کر اسی وزارت کو سپرد ہو گیا اور اسی طرح ۱۹۱۱ء کے قومی بیمے کے قانون کا نظم و نسق جو سابق میں ماموران بیمہ کی ایک مجلس کے ہاتھ میں تھا اسی وزارت کو دیدیا گیا[۵]۔ بعض نئے فرائض خاص کر صحت بخش مکانوں کی ترقی اور انسداد امراض کے لئے مختلف طرح کی سرگرمیوں کے کام بھی اسے تفویض کئے گئے۔ آخر امر یہ ہے کہ مجلس حکومت مقامی (جس نے ۱۸۷۱ء میں "مجلس صحت" کو بھی جذب کر لیا تھا) منسوخ کر دی گئی اور اس کے وسیع فرائض اسی نئی وزارت کی طرف منتقل کر دیئے گئے مگر قانون میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ ان اختیارات میں ہر ایک اختیار جو صحت عامہ سے تعلق نہ رکھتا ہو بہ وقت حکم باجلاس کونسل کے رو سے کسی اور طرف منتقل کیا جاسکتا ہے[۶]۔

عارضی ہی سہی مگر وزارت کی وسعت سے بھی زیادہ اہم وہ تغیرات تھے جو باعث جنگ وزارت کی فریقانہ خصوصیت اور کابینہ و پارلیمنٹ کے ساتھ اس کے تعلق میں پیدا ہوگئے۔ فرانس میں تمام وزارتیں ایک حد تک مرکب ہوا کرتی ہیں، وہاں بھی وی ویانی کی ۱۹۱۴ء والی وزارت آغاز جنگ کے چند ہفتوں کے اندر اندر اس غرض سے از سر نو مرتب کی گئی کہ ان میں تمام اہم سیاسی گروہوں کے نمایندے شامل ہو جائیں مگر برطانیہ عظمیٰ کی وزارت کا فریقانہ توحد مدتہائے دراز سے ایک

---

[۵] لیکن آئرستان میں ماموریں کی نگرانی برقرار رہی۔

[۶] ۱۹۱۲ء تک صحت عامہ کے نظم و نسق کا ارتقا کا بہترین بیان بی جی بینگٹن کی کتاب "انگلستان کے صحت عامہ کے نظم و نسق" B. G. Bannington, English Public Health Administration (مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء) میں ہوا ہے۔ نئی وزارت کے متعلق پی آلڈن کا مضمون "صحت کی ایک وزارت" P. Alden, "A Ministry of Health" مطبوعہ کونٹیمپوریری ریویو، اپریل ۱۹۱۹ء میں دیکھنا چاہیئے۔

ناقابل تغیر قاعدہ بن گیا تھا، وہاں فی الفور عام فریقانہ مصالحت عارضی کے ہو جانے کے باوجود، یہ کوشش کی گئی کہ قدیم نظم قایم رہے اور لبرل (حریت پسند) وزارت مسٹر اسکویتھ کے زیر صدارت ایک برس سے زائد تک برقرار رہی۔ لیکن آخر الامر عوام کی بددلی اور پارلیمنٹی مخالفت نے تغیر پر مجبور کر دیا اور مئی ۱۹۱۵ء میں کابینہ اور مکمل وزارت دونوں کی ترتیب از سر نو مرکب اصول پر کی گئی۔ اس کے بعد سے اس مرکب اصول کی برابر پیروی ہوتی رہی اور تاریخ تحریر (جولائی ۱۹۲۰ء) تک ایک مرکب وزارت زیر صدارت لائڈ جارج، ہنوز برسر اقتدار ہے، مگر آثار یہ بتلا رہے ہیں کہ فریقانہ استحکام کا اصول عنقریب پھر جاری ہوا چاہتا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے تغیرات نے بھی کابینہ اور پارلیمنٹ کے ساتھ وزارت کے تعلق پر اثر ڈالا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ اہم ۱۹۱۶ء میں جنگی کابینہ کا قائم ہونا ہے۔ جنگی کابینہ اور اس کے کاموں کا بیان آیندہ باب میں ہوگا۔ بس یہاں اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ جب چند افراد کی یہ مختصر جماعت مختص کر دی گئی اور (کسی باضابطہ قانون کے بجائے عام رضا مندی سے) اسے تقریباً غیر محدود اختیارات عطا کر دیے گئے، تو معمولی طرز کا کابینہ بالکلیہ ناپدید ہو گیا، اکثر وزرا جنھیں کابینہ میں نشستیں حاصل تھیں ان سے محروم ہو گئے اور باوجود اس کے کہ وزارت کو گاہ بگاہ اجلاس کرنے اور جنگی کابینہ کو صلاح دینے کا موقع مل جاتا تھا مگر یہ نسبت سابق وزارت بہ حیثیت مجموعی زیادہ خالص انتظامی جماعت ہو گئی۔ مزید براں، پارلیمنٹ کے ساتھ تعلق میں بھی تغیر ہو گیا۔ سب سے اول تو یہ کہ متعدد وزرا ایسے مقرر کیے گئے جو پارلیمنٹ کے ارکان نہیں تھے[۱] اس کے سوا بہ حیثیت ایک گروہ کے وزرا کی عادت اب یہ ہو گئی کہ وہ ہمہ تن اپنے انتظامی فرائض میں مشغول رہتے تھے اور دونوں ایوانوں کی کارروائیوں میں علی العموم بہت کم حصہ لیتے تھے۔ اس کی وجہ کچھ تو انتظامی کاموں کا غیر معمولی بوجھ تھا مگر شاید خاص وجہ یہ تھی۔

---

[۱] دسمبر ۱۹۱۶ء میں وزارت جس طرح از سر نو مرتب ہوئی اس میں ساٹھ ارکان دارالعوام کے تھے، تیس ارکان دارالامرا کے اور پانچ اشخاص دونوں ایوانوں میں سے کسی کے رکن نہ تھے۔

کہ ایک ایسے زمانے میں جبکہ واقعتاً حکومت کی ہر ایک تحریک کا منظور ہو جانا لامحالہ یقینی تھا، پارلیمنٹی مباحث کی نوعیت سطحی ہو گئی تھی۔

آیندہ باب میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جنگی کابینہ کی وجہ سے تنظیم کی جو غیر معمولی صورت پیدا ہو گئی تھی وہ اواخر ۱۹۱۹ء میں ترک کر دی گئی اور کابینہ نے اپنی سابق ہیئت اختیار کر لی، صرف اتنا ہے کہ مرکب بنیاد برقرار رکھی گئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک جانب وزارت اور کابینہ کے درمیان اور دوسری جانب وزارت اور پارلیمنٹ کے درمیان قدیم تعلق کی بہت کچھ تجدید ہو گئی ہے۔ صرف وہ حالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو فریقانہ خیالات پر مبنی ہیں، اور یہ بھی اغلب ہے کہ روایتی فریقانہ عنصر پھر نمایاں ہو جائے، البتہ یہ توقع ہو سکتی ہے کہ فریقانہ صفیں کسی قدر مختلف طور پر مرتب ہوں۔ کابینہ سے ممیز، جہاں تک وزارت کا تعلق ہے۔ تجربات جنگ کا مستقل اثر اغلباً یہ ہوگا کہ جدید عہدوں میں انتظامی کام کو وسعت دی جائے اور کسی قانونی حیثیت یا فرض کے نمایاں تغیر کے بجائے زیادہ تر نگرانی کے یکساں ذرایع کے تحت بہتر باہمی تعلقات قائم کئے جائیں [۱]۔

---

[۱] جنگ کی وجہ سے انتظامی خوبی کار پر اثر پڑا اور جولائی ۱۹۱۷ء میں "مجلس ترتیب جدید" کی جس کا بعد میں وزارت ترتیب جدید، نام پڑ گیا ایک ذیلی مجلس، لارڈ ہالڈین کی صدارت میں اس غرض سے مقرر کیگئی کہ انتظامی محکموں کی تنظیم اور ان کے کام کی تحقیقات کرے اور یہ صلاح دے کہ حکومت اپنے فرایض کے نفاذ و تقسیم میں کس طریق پر ترقی دے سکتی ہے،۔ مجلس تنظیم حکومت کے جدید نام کے ساتھ اس جماعت نے اپنے کام کو دیانتداری کے ساتھ انجام دیا اور دسمبر ۱۹۱۸ء میں ایک نہایت دلچسپ روداد پیش کی (شمارہ ۹۲۳۰) بلاشبہ جنگی کابینہ کی کارروائی سے متاثر ہو کر اس مجلس نے (نوجیحاً اس ارکان کے) ایک مختصر کابینہ اور کارروائی کے کاروباری طرز (جس کے ساتھ اس قسم کی آزادانہ اشاعت بھی ہو جیسی کابینہ جنگ نے قائم کر رکھی تھی) دونوں امور پر زور دیا۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ وزرا اور خاص کر ارکان کابینہ کے پاس ایسی اطلاعات ہونا چاہئیں جو عجلت و سہولت کار کے لئے ضروری ہوں اور اس لئے اس نے تحقیقات و تفتیش کے لئے ایک جداگانہ محکمہ کے قیام کی سفارش کی۔ اس نے تنظیم جدید کی ایک تجویز کا خاکہ تیار کیا

مستقل ملازمان ملکی

انگریزی حکومت کی ایک قابل لحاظ خصوصیت یہ ہے کہ وہ عاملانہ وانتظامی کام میں غیر ماہر و ماہر دونوں قسم کے اشخاص کے خدمات کا مجموعہ ہے۔ وزرا بالعموم غیر ماہر ہوتے ہیں۔ وہ زندگی کے نہایت ہی مختلف النوع شعبوں سے لئے جاتے ہیں۔ وہ عام طور پر انتظامی معاملات کا نہایت ہی کم تجربہ حاصل کئے ہوئے اپنے عہدوں پر آتے ہیں۔ زیادہ اہم وزرا کو اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنے محکموں سے باہر کابینہ، سیاسی فریق اور دوسری مصروفیتوں میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ اکثر ان کا تغیر و تبدل ایک جگہ سے دوسری جگہ کو ہوتا رہتا ہے۔ یہ سب باتیں خوبی کار کے خلاف اور تضییع اوقات معلوم ہوتی ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ محکموں اور مجلسوں کا بندوبست مستقل و غیر سیاسی عہدہ داروں کے قبضے میں ہوتا ہے جن کا انتخاب اولاً نہایت احتیاط سے ہوتا ہے اور مدت کی ملازمت اور کام کے قریبی تعلق کی وجہ سے، وہ ان کاموں میں ماہر ہو جاتے ہیں جن کی انجام وہی اس محکمہ یا دفتر سے متوقع ہوتی ہے۔ مزید براں ڈاکخانہ، کروڑگیری، محاصل ملکی وغیرہ کے ایسے وسیع ملکی خدمات کا تنظم و نسق اسی طریق کے مطابق ہوتا ہے جسے ہم ممالک متحدہ امریکہ میں "قابلیتی نظم" کہیں گے۔

سو برس کے اندر ہی اندر یہ حالت سعید پیدا ہوئی ہے، فی الحقیقت ابھی دو نسلوں سے بھی کم گزری ہیں کہ تا ایں متحدہ امریکہ کی طرح انگلستان میں بھی ملازمان ملکی کا مسئلہ اوّل درجہ کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ یہ اصول بہت پہلے اور آسانی سے قایم ہو گیا تھا کہ سب سے اعلےٰ نہیں مگر ہر محکمے کے اعلےٰ عہدہ داران میں میعاد ملازمت

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۷ - جس کے مطابق وزرا کی تعداد بہت کم ہو جائے اور جو وزرا رہیں وہ زیادہ تر ممالک متحدہ امریکہ کے دس عاملانہ محکموں کے ہم وزن کر دئے جائیں۔ اس روداد کے زیادہ مکمل بیان کے لئے الیف۔ اے۔ اوگ F. A. Ogg. کا مضمون "برطانیہ عظمیٰ میں مجوزہ انتظامی ترتیب جدید"

Proposed Administratine Reorganization in Great Britain

مطبوعہ امریکن پولیٹکل سائنس ریویو" مئی ۱۹۱۹ء صفحات ۲۹۷ - ۳۰۱ دیکھنا چاہیئے۔

کے متعلق ایک معقول حد تک پایداری و استواری ہونا چاہیئے۔ تجربہ نے اسے ایک صریحی ضرورت ثابت کردیا مگر نیچے درجے کے عہدہ داران و عمال کی بہت بڑی جماعت ایسی تھی جن کا تقرر نہ صرف معین میعاد کے لئے نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اصلی یا فرضی کسی وجہ کے لئے اور خود رایانہ طریق پر علیحدہ کئے جاسکتے تھے۔ طرفدارانہ خیالات کی بنا پر جو برطرفیاں عمل میں آتی تھیں وہ کبھی ممالک متحدہ امریکہ کی طرح عام نہیں ہوئیں اور یہ زیادہ تر اس خیال کے رائج ہونے کی وجہ سے ہوا کہ جو شخص کسی عہدے پر قابض ہوتا ہے اسے اس عہدے پر ایک حق حاصل ہوتا ہے مگر جب جگہیں خالی ہوتی تھیں تو تقرر بالعموم طرفدارانہ یا شخصی بنیاد پر ہوتا تھا اور یہ سرپرستی عالم سیاسیات میں ایک پرزور آلہ کار بن گئی تھی۔

۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد، اس مسئلہ کے متعلق عام بیداری کے آثار نظر آنے لگے، اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ جس زمانہ میں اینڈرو جیکسن کی سرگروہی کے تحت ممالک متحدہ امریکہ سرکاری عہدوں کے بابت طریقِ "غنائم" کے خیال کے آگے سر جھکاتا جارہا تھا، اسی زمانے کے قریب (انگلستان میں) بہتری کی طرف قدم اٹھنے شروع ہوئے۔ بعض محکموں میں ادنیٰ درجہ کے امیدواروں کو خارج کرنے کے لئے امتحان داخلہ کا طریقہ تجویز کیا گیا۔ اس کے بعد، مقابلہ کے امتحانات جاری ہوئے۔ ۱۸۵۳ء میں ایک سرکاری ماموریہ نے علانیہ امتحان مقابلہ کے ذریعے سے تقرر کے عام طریق کے حق میں رائے دی اور دو برس بعد ایک حکم باجلاس کونسل کے رو سے نیچے درجے کی ملازمتوں کے لئے امیدواروں کا امتحان لینے کے لئے تین ارکان کی ایک "ماموریہ برائے ملازمت ملکی" کا تقرر ہوا۔[1] اس کے بعد سے یہ طریقہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ تاہم امتحان داخلہ سے عام طور پر یہ کام

---

[1] ۱۸۵۳ء میں پارلیمنٹ کے اس فیصلے سے انگلستان میں اس اصلاح کو مدد دی کہ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ حق سلب کرلیا کہ وہ ایسے لوگوں کا تقرر کرے جنھیں ہندوستانی ملازمت کے لئے تعلیم دی گئی ہو۔ اس کے بعد ماموریہ کی رائے کی متابعت میں (جس کا صدر مورخ میکالے تھا)، ۱۸۵۵ء میں ہندوستانی ملازمت کے لئے علانیہ امتحان مقابلہ کا طریق قائم کیا گیا۔

لیا جاتا رہا اور سنہ ۱۸۷۰ء میں آکر یہ ہوا کہ علانیہ امتحانِ مقابلہ وسعت کے ساتھ رائج ہوگیا۔ اس سال کے ایک حکم باجلاس کونسل میں جو اب تک اس طریق امتحان کی بنیاد ہے۔ یہ قرار پاگیا کہ ملازمت ملکی کے کسی صیغہ میں کوئی شخص مقرر نہ کیا جائیگا جب تک کہ مامورین برائے ملازمت ملکی نے اس کا امتحان نہ لے لیا ہو اور یہ رائے نہ دی ہو کہ وہ امتحاناً ملازمت میں داخل کئے جانے کے لئے موزون ہے لیکن جن عہدوں پر براہ راست تاج کی طرف سے تقرر ہوتا ہے یا جو جگہیں ترقی سے ماموروں کی جاتی ہیں یا جن جگہوں کے لئے خاص فنی یا دوسرے اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، اس حکم میں متعدد اقسام کے عہدوں کی فہرست دیگئی تھی جن کے لئے امتحاناً مقابلہ ہونا ضروری تھا اور اس کے بعد سے اس تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہا ہے۔ تا آنکہ تقریباً وہ تمام ملازمتیں اس کے تحت میں آگئی ہیں جو فنی یا رازدارانہ نوعیت کی نہیں ہیں یا جو محض محنت مزدوری یا ادنیٰ کاموں پر مشتمل نہیں ہیں۔ وزیروں کے علاوہ مستقل نائب وزرا، مددگار نائب وزرا اور محکموں کے شعبوں کے سر دفتر اب بھی اس محفوظ ملازمت کی حد سے خارج ہیں۔ محکمہ کے میر منشیوں کا تقرر زیادہ تر ترقی کے ذریعے سے ہوتا ہے مگر ان سے نیچے درجہ کے تقریباً تمام عہدہ دار و عمال مقابلتی امتحانات کی بنا پر منتخب کئے جاتے ہیں اور یہ امتحانات خواہشمندوں کے لئے تقریباً ویسی ہی بیدریغ کھلے ہوئے ہیں جیسے ممالک متحدہ امریکہ کے اس قسم کے امتحانات ہیں۔ انگریزی نظم مقرر شدہ اشخاص کے لئے میعاد ملازمت کے متعلق امریکہ کے درجہ ملازمت سے بھی زیادہ باعث اطمینان ہے اور اس ملک میں مقابلتی طریق جس درجہ تک کی ملازمت پر عاید کیا جاتا ہے انگریزی طریق اس سے بہت زیادہ بلند درجہ تک پر عاید ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ کہنا چاہیئے کہ امریکہ میں اس نظم کو اور زیادہ بلندی پر پہنچانے کا میلان پیدا ہوگیا ہے[1] میعاد ملازمت کے زیادہ استحکام، وسیع اختیار تمیزی

---

[1] جے اے۔ میک الہینی، قابلیتی نظم اور اعلےٰ عہدے، J. A. McIlhenny, The Merit System and the Higher Offices "امریکن پولٹیکل سائنس ریویو" اگست سنہ ۱۹۱۶ء۔

رکھنے والے اور با اثر جگہوں کے شمول اور ملازمت میں ایسے نوجوانوں کو داخل کرنے کی خواہش جو مسلسل ترقیوں کے اہل ثابت ہوں، یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے انگلستان کے تقررات میں زیادہ تر یہ امر مدنظر ہوتا ہے کہ امیدوار کی عام استعداد و قابلیت اور خاصکر اس کی ذہنی قابلیت معلوم ہو جائے۔ ریاضی، ادبیات قدیم، تاریخ، سائنس اور اعلیٰ علوم کے اس قسم کے دوسرے شعبوں کو اہمیت دی گئی ہے تا آنکہ خالص محرری نوعیت کے امتحانات بھی اسی اصول پر ہوتے ہیں، البتہ ان کے مضامین بالطبع نسبتاً زیادہ ابتدائی نوع کے ہوتے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ میں جو طریق نافذ ہے اس کے بموجب امتحانات کا مقصود اتفاقاً کو چھوڑ کر عام قابلیت و اہلیت کی جانچ کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصود زیادہ تر امیدوار کی فنی قابلیت اور مطلوبہ کام کے لئے اس کی موجودہ موزونیت کی جانچ کرنا ہوتا ہے دونوں طریق میں بعض صریحی و بدیہی فوائد ہیں مگر دونوں ایک دوسرے سے بالکل مغائر ہیں۔

ممالک متحدہ امریکہ کی طرح انگلستان میں بھی نیک چلنی تک برابر برقراری ملازمت کا اطمینان اور ترقی کا موقع سیاسی سرگرمیوں سے علیحدگی پر مشروط ہے۔ مستقل ملازمین حکومت کے "غیر سیاسی" جزو سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے مقابلے میں وزرا دسیاسی، عہدہ دار ہیں۔ ملازمین حق رائے دہی سے محروم نہیں کئے گئے ہیں (البتہ ۱۷۸۲ء سے ۱۸۶۵ء تک ڈاکخانے کے ملازمین اور محصلین مالگزاری سرکاری خود اپنی درخواست پر رائے دینے سے روک دئے گئے تھے[۱]) مگر وہ سیاسی تقریر نہیں کر سکتے، فریقانہ رسالے نہیں لکھ سکتے فریقانہ مجلس میں کام نہیں کر سکتے اور اگر کوئی عہدہ دار دارالعوام کی کسی جگہ کے لئے امیدوار ہونا چاہے تو جب وہ رائے دہندوں کے نام اپنا پہلا خطبہ شائع کرے اسی وقت اسے اپنے عہدے سے مستعفی ہو جانا پڑے گا۔ ان طریقوں پر سیاسی علیحدگی

[۱] رائے لینے والے عہدہ دار، جنھیں حلقوں میں پارلیمنٹی انتخابات کا کام سپرد ہوتا ہے وہ عارضی طور پر رائے دہی کے ناقابل قرار دیدئے جاتے ہیں مگر ان کا تعلق ملازمین ملکی سے نہیں ہوتا۔

کچھ تو قانون کی رو سے قائم کی گئی ہے اور کچھ رواج سے پیدا ہو گئی ہے اور کسی قدر خود ملازمت ملکی کے ضوابط سے عمل میں آئی ہے[۵]

۵ مستقل ملازمین ملکی کا بہترین مختصر بیان لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول صفحات ۱۴۵ - ۱۹۴ میں ہے۔ ایک اہم تصنیف ڈی بی۔ ایٹن کی "برطانیہ عظمی میں ملازمین ملکی" D. B. Eaton, The Civil Service in Great Britain مطبوعہ نیویارک ۱۸۸۰ء ہے۔ یہ کتاب ممالک متحدہ امریکہ کے سب سے پہلے کمشنر ملازمت ملکی کی لکھی ہوئی ہے اور مصنف نے رئیس جمہوریہ ہیز کی ہدایت کے بموجب انگلستان میں جو تحقیقاتیں کی تھیں ان کے نتائج اس میں داخل ہیں۔ اس تحریک کے متعلق یہ ایک مقدم تحریر ہے جس کا نتیجہ ۱۸۸۳ء کے پنڈلٹن کے قانون کی صورت میں ظاہر ہوا۔ انگلستان کی ملازمت ملکی کا تاریخ و تجزیہ کے اعتبار سے اب یہ کتاب موزز کی تصنیف "برطانیہ عظمی کی ملازمت ملکی" R. Moses, The Civil Service in Great Britain مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۴ء کے سامنے پست ہو گئی ہے۔ کارآمد مضامین حسب ذیل ہیں:- ای جنکس "سرپرستی مملکت" E. Jenks, Patronage and the State مطبوعہ کانٹمپورری ریویو جولائی ۱۹۱۷ء - ڈی - ایم زمرن "ملازمت ملکی اور مستورات" D. M. Zimmern' The Civil Service and Women پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی، ستمبر ۱۹۱۶ء ای۔ اس ہالڈین، مستورات اور ملازمت ملکی E. S. Haldane, Women and the Civil Service مطبوعہ نورث نائنٹی ریویو۔ اپریل ۱۹۱۸ء۔ ایف۔ جی۔ ہیتھ کی کتاب "برطانی ملازمت ملکی، مستعمری، ہندوستانی و سفارتی" F. G. Heath, The British Civil Service. Colonial, Indian and Diplomatic بھی دیکھنا چاہیئے۔ اس بحث کی ایک خاص ہیئت کے متعلق ایک کتاب اے ال۔ لوئل اور ایچ ایم اسٹیونز کی تصنیف "مستعمری ملازمت ملکی، انگلستان، ہولنڈستان اور فرانس میں مستعمری عہدہ داروں کا انتخاب اور ان کی تعلیم و تربیت" Lowel and Stephens, Colonial Civil Service, the Selection and Training of Colonial Officers in England, Holland, and France مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۰ء

باب ہفتم

کابینہ

پریوی کونسل وزارت، کابینہ

انگریزی نظم حکومت اور خاص کر جس طریق پر تاجدار کے اختیارات عمل میں آتے ہیں، ان کے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے تین بظاہر مماثل مگر اصلاً و واقعاً جداگانہ ادارات میں صاف طور پر تمیز کرنے کی ضرورت ہے :- (۱) پریوی کونسل (۲) وزارت (۳) کابینہ۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے پندرھویں صدی سے پریوی کونسل ایسے اشخاص کی ایک جماعت رہی ہے جو بادشاہ کو صلاح دیتے اور کسی حد تک نظم و نسق کی نگرانی میں مدد کرتے تھے۔ مشیروں کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی اور اس کا میلان ہمیشہ اس حد تک بڑھ جانے کی طرف رہا کرتا تھا جو حسب خواہ انصرام کار اور راز داری کا متحمل نہیں ہوتا تھا۔ پس جیسا کہ واضح طور پر بیان ہو چکا ہے، بادشاہ کی عادت ہو گئی تھی کہ وہ اس بڑی تعداد میں سے چند ارکان کو اپنا راز دار بنائے اور باقی کو اپنے اپنے عہدوں اور منصبوں کے روزمرہ کے کام پر رہنے دے اس طرح کابینہ کی صورت پیدا ہوئی جو اپنے تمام تاریخی دوران میں قدیم تر اور وسیع تر کونسل کا ایک ایسا اندرونی حلقہ رہا ہے جسے قانون مطلق نہیں جانتا۔ پریوی کونسل آج تک قایم رہی ہے اور قانون و نظریہ دونوں کے اعتبار سے اب بھی وہ حکومتی نظم کا جلیل القدر مشاورتی و انتظامی کارکن ہے۔ کابینہ کے کسی رکن کا اقتدار اور قانون کو اس کی واقفیت صرف پریوی کونسل کے رکن کی حیثیت پر مبنی ہے۔ لیکن واقعہ کے اعتبارات کونسل اب

کونسل کی حیثیت سے محض ایک ظاہری ادارہ ہے۔ تاجپوشی وغیرہ کے ایسے رسمی اغراض کے سوا اب کبھی بھی اس کا اجلاس نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ ازروئے قانون سلطنت کی بہت سی کارروائیوں خاص کر احکام باجلاس کونسل کی اشاعت کے لیے کونسل کا نفاذ عملاً ضروری ہے[1] لیکن تمام معاملات کے فیصلے کونسل کے نام سے اس کے چند ارکان مثلاً تین اشخاص کر سکتے ہیں۔ کابینہ کے تمام عہدہ دار کونسل سے تعلق رکھتے ہیں پس اس طرح کابینہ کا کوئی سا معمولی اجلاس کونسل کے اجلاس کے تمام قانونی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔ یہاں لگے ہاتوں یہ بھی کہدینا چاہیے کہ صرف کابینہ ہی کے تمام اغراض و مقاصد کے لیے کونسل کی مجلس ذیلی نہیں ہے بلکہ اس کی اور ذیلی مجلسیں بھی ہیں جو اہم کام انجام دیتی رہتی ہیں۔ چنانچہ عدالتی جماعت ذیلی جو ۱۸۳۳ء میں قائم کی گئی ہے، ایک بلند پایہ تمثال عدالت ہے جو (بادشاہ کو مشورہ دینے کے پردے میں) سلطنت متحدہ سے باہر کی عدالتوں کے تمام مرافعات پر آخری فیصلہ صادر کرتی ہے۔ متعدد اہم انتظامی مجلسیں اور ماموریے مثلاً مجلس تجارت اور مجلس تعلیمات، پریوی کونسل کی ذیلی جماعتوں ہی کی حیثیت سے وجود میں آئیں۔

کونسل کے تمام ارکان کا تقرر تاجدار کی طرف سے اور زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے۔ اکثروں کو اپنے کابینے کے تقرر کی وجہ سے اس مجلس میں داخلہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ارکان کونسل کی تعداد جس کی کوئی حد معین نہیں ہے، اب تین سو کے قریب ہے۔ مشیروں میں بیشتر حسب ذیل اقسام کے لوگ شامل ہوتے ہیں:- موجودہ و گزشتہ کابینہ کے ارکان، دوسرے اعلیٰ عہدہ داران سلطنت، دونوں اساقفہ عظمیٰ اور اسقف لندن، متعدد امرائے دیجاہ، ججان اعلیٰ و ججان سابق، ادب، فن، سائنس، قانون اور دوسرے میدانہائے مساعی کے ذی امتیاز اشخاص جنہیں یہ رتبہ نشان اعزاز کے طور پر عطا کیا جاتا ہے۔ اس مجلس کا قانونی سرخیل، جو میر مستشار کے نام سے مشہور ہے ایک بلند رتبہ صاحب منصب ہوتا ہے جو "وزیر بلا محکمہ" کی حیثیت سے باقاعدہ

---

[1] احکام باجلاس کونسل کی نوعیت کے متعلق انسن کی تصنیف "قانون و رواج دستور سلطنت" جلد دوم حصہ اول Anson :, (Law and Custom of the Constitution) صفحہ ۱۴۷ - ۱۴۹

کام کرتا رہتا ہے۔ تمام ارکان رائٹ آنریبل Right Honorable کا لقب رکھتے ہیں۔

اب پریوی کونسل کے ساتھ وزارت اور کابینہ کے افراد کا تعلق خود ہی عیاں ہے۔ کونسل میں کابینہ کے تمام ارکان اور علی العموم بعض وہ وزرا بھی جو کابینہ سے باہر ہوتے ہیں، داخل ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کا تعلق "حکومت" سے نہیں ہوتا، نہ لازماً فریق ذی اقتدار سے ان کا واسطہ ہوتا ہے۔ وزارت میں بھی کابینہ کی جماعت شامل ہے اور اس کے ساتھ منصب وزارت کے بقیہ عہدہ داروں میں وہ چند افراد بھی جو کونسل سے تعلق رکھتے ہیں مگر زیادہ تر وزارت ان عہدہ داروں سے مرکب ہوتی ہے جنھیں نہ کابینہ میں جگہ حاصل ہوتی ہے اور نہ کونسل میں۔

کابینہ کی ترکیب

کابینہ وزرا کے اس اندرونی گروہ سے بنتا ہے، جس کے ارکان (تین چار کے سوا) انفرادی طور پر اہم محکموں کے معاملات کی رہبری کرتے ہیں اور اجتماعی طور پر حکومت کی حکمت عملی کی تشکیل اور کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ انگریزی نظم کی نہایت ہی مخصوص خصوصیت ہے، اس پر بھی قانون میں کابینہ اب تک ایک نامعلوم شئے ہے۔ جیسا کہ کہا جا چکا ہے قانونی طور پر کابینہ کا عہدہ دار اپنا عاملانہ فرض عہدہ وزارت کے تقرر سے حاصل کرتا ہے اور اپنا فریضہ مشاورت پریوی کونسل کی رکنیت سے۔ کابینہ کی ترکیب کا تعین کسی حد تک رواج سے ہوا ہے اور کسی حد تک مصلحت وقت کے فوری خیالات کی وجہ سے آج کل بعض وزرا لامحالہ اس میں شامل ہوتے ہیں یعنی وزیر خزانہ لارڈ چانسلر Lord Chan cellor وزیر مال وزیر بحریہ اور جملہ معتمدین مملکت۔ دو اسے اعلیٰ عہدہ دار جن کے پاس فرداً فرداً کوئی عاملانہ کام نہیں ہوتا یعنی میر مستشار اور محافظ مہر شاہی[1]، یہ دونوں بھی ہمیشہ کابینہ میں داخل رہتے ہیں۔ اس سے آگے اس جماعت کی ساخت کا

---

[1] اس عہدہ دار کے فرائض برائے نام ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں سر چارلس ڈلک نے یہ تحریک کی کہ بیکار ہونے کی وجہ سے اس عہدے کو منسوخ کر دینا چاہیئے مگر گلیڈاسٹن نے یہ زور دیا کہ کابینہ میں کم از کم ایک شخص ایسا ہونا

انحصار وزیراعظم کے اختیار تمیزی پر چھوڑ دیا گیا ہے اور کسی وزیر کے کابینہ میں شامل
کرنے نہ کرنے کے متعلق اس کے فیصلے کا انحصار خود اس وزیر کی خواہش وقت
پر عہدہ زیر بحث کی اہمیت اور فریقانہ مفاد کے خیالات پر مبنی ہوتا ہے۔ جنگ عظیم
کے عین ماقبل کے برسوں میں مجلس تجارت، مجلس تعلیمات، اور مجلس حکومت
مقامی کے صدر اور ان کے ساتھ ہی آئرستان کا نائب شاہ یا معتمد اعلیٰ برابر کابینہ
میں شامل کئے جاتے تھے[1]۔ اسکاٹلینڈ کا معتمد، اور لینکسٹر کی ڈچی کا چانسلر یہ
دونوں بھی علی العموم شامل کر لئے جاتے تھے۔ صدر ناظم ٹپہ اور صدر مجلس زراعت
اکثر شامل کر لئے جاتے تھے۔ اور تعمیرات کا مامور اول اور آئرلینڈ کا لارڈ چانسلر
Lord Chan cellor کبھی کبھی داخل کئے جاتے تھے۔ ارکان کی کوئی
معینہ تعداد کبھی نہیں ہوئی ہے اور ادھر حال کے زمانہ تک یہ جماعت برابر بڑھتی
جا رہی تھی۔ اٹھارھویں صدی کے کابینہ میں علی العموم سات سے دس تک
رکن ہوتے تھے، اس سے زائد نہیں ہوتے تھے۔ انیسویں صدی کے نصف
اوّل میں یہ تعداد تیرہ یا چودہ تک پہنچ گئی۔ لارڈ سالسبری کے زیر صدارت دوسرے
کابینہ میں جس کا زوال ۱۸۹۲ء میں ہوا، سترہ کی تعداد تھی سنہ ۱۹۰۰ء سے آغاز جنگ
عظیم تک اکثر اوقات میں بیس ارکان ہوا کرتے تھے۔ اس زیادتی تعداد کے
اسباب میں امور ذیل شامل ہیں:- بلند حوصلہ مدبرین کی طرف سے باثر حلقہ میں
داخلے کے لئے دباؤ پڑنا۔ حاوی فریق کے مختلف النوع عناصر و اغراض کی
نمائندگی کی روز افزوں ضرورت، سلطنت کی سرگرمیوں میں اضافہ کا ہوتا جانا جس سے
جدید و اہم محکموں کی تنظیم کی ضرورت لاحق ہوئی، اور پھر یہ خواہش کہ انتظامی نظم
کی ہر ایک معتدبہ شاخ کو کم از کم ایک نمائندہ ملنا چاہیئے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ایک

بقیہ صفحہ ۱۵۵۔ چاہیئے جن پر کسی محکمہ کے انتظام کا بار نہو اور یہ تحریک ساقط ہو گئی۔

[1] نظریئے کے رو سے عامل کے اختیارات نائب السلطنت کے ذریعے سے انجام
پاتے ہیں مگر عملاً وہ رسماً پست تر عہدہ دار یعنی معتمد اعلےٰ کے ذمہ ہوتے ہیں۔

حد تک کام بے قابو ہوگیا اور یہ یاد ہوگا کہ اسی قسم کی صورت حال کے رفع کرنے کے لئے ابتداً کابینہ وجود میں آیا تھا چنانچہ جنگ سے قبل کئی برس سے میلان یہ تھا کہ ایک چھوٹا اندرونی حلقہ قائم ہو جائے جسے کل کابینہ سے ایک گونہ ویسی ہی نسبت ہو جیسی نسبت اولیں کابینہ کو حد سے بڑھی شاہی مجلس کے ساتھ تھی۔ اس میلان کو اکثر وہ لوگ اندیشے کی نظر سے دیکھتے تھے جن کا خیال یہ تھا کہ ایک "اندرونی کابینہ" کے قبضے میں اختیارات کے جمع ہو جانے کے معنے یہ نہیں ہونگے کہ اسی کے متوازی ذمہ داری کا بھی مرکز ہو جائے۔

تاہم دس برس سے زائد تک کابینی گروہ کی ناموزوں تعداد پر نکتہ چینی آزادانہ طور پر بیشمار مواقع اور متعدد مبصرین کی جانب سے ہوتی رہی[1]۔ جنگ کے ابتدائی مراحل میں ناقابل اطمینان تجربہ صرف اس جانب منجر نہیں ہوا کہ کابینہ از سر نو مخلوط بنیاد پر مرتب ہوا بلکہ ارکان کی تعداد میں بھی بتدریج کمی کی گئی۔ باقاعدہ کابینہ کی جگہ پانچ (اور بعد میں چھ) اشخاص کے ایک "جنگی کابینہ"[2] نے لے لی لیکن بعض لوگوں کی توقع کے خلاف یہ صرف ایک عارضی انتظام ثابت ہوا۔ التوائے جنگ کے بعد ایک برس سے بھی کم میں، کابینہ کی تجدید پھر سابق طریق پر ہو گئی۔ فرق صرف اتنا رہا کہ کابینہ مخلوط تھا۔ اس جماعت کی موزوں تعداد کا عقدہ ابھی بدستور حل کرنا باقی ہے[3]۔

وزیر اعظم کا تقرر

جب کوئی نئی وزارت اور اس کے ساتھ لامحالہ نئی کابینہ بننے کو ہوتی ہے تو اس کارروائی کا پہلا قدم وزیر اعظم کی نامزدگی

[1] لوئل "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول صفحہ ۵۹ - انیسن، "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson: Law and Custom of the constitution جلد اول حصہ اول صفحہ ۲۱۱

[2] جنگی کابینہ کا بیان آگے چل کر ہوا ہے۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۱۰۶ - ۱۱۱

[3] آیندہ کے صفحات میں کابینہ کی ترکیب اور اس کے فرائض اس طریق پر بیان کئے جائیں گے جس طریق پر جنگ عظیم کے قبل تھے۔ تاریخ تحریر کے وقت (یعنی سنہ ۱۹۲۲ء میں) مخلوط وزارت جو دور جنگ کے ورثہ میں

ہوتی ہے اصطلاحاً، انتخاب کا مدار بادشاہ پر ہوتا ہے مگر عملی ضرورت سے جو رواج قائم ہو گیا ہے اس کی وجہ سے علی العموم اختیار تمیزی کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ بادشاہ فوراً ہی اور لازمی طور پر اس شخص کو طلب کرتا ہے جو دار العوام کی کثرت رائے حاصل کرنے پر سب سے بہتر طور پر قادر ہوتا ہے اور اس سے وزارت کے مرتب کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ اگر کنارہ کش وزارت پر زوال ہو گیا ہے یعنی اپنی پارلیمنٹی کثرت کے جاتے رہنے سے وہ عہدے سے ہٹنے پر مجبور ہوئی ہے، تو یہ یقینی ہے کہ نیا وزیر اعظم اس فریق کا مسلمہ سرگردہ ہوگا جسنے قبل ازیں مخالفت کا کام انجام دیا ہے۔ اگر فریقانہ حالت میں فرق نہیں ہوا ہے تو کنارہ کش وزیر اعظم کے رفقا میں سے (ورنہ کم از کم اس کے شرکا فریقی میں سے) کسی شخص کو وزارت عظمیٰ عطا کی جائے گی اور جسے بشرط ضرورت اس فریق کے سرگردگان نے نامزد کیا ہوگا۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء میں جب گلیڈ اسٹون جسمانی کمزوری کی وجہ سے عہدہ سے کنارہ کش ہو گیا تو دونوں ایوانوں کے لبرل سرگردہوں نے ایک بزم میں اس مسئلے پر غور کیا کہ آیا اس کا جانشین سر ولیم ورنن ہارکورٹ ہو یا لارڈ روزبری، انھوں نے لارڈ روزبری کی سفارش کی اور ملکہ نے معاً اس کا تقرر کر دیا۔ اگر کسی اتفاق سے وزارت عظمیٰ ایسی ساعت میں گروہِ مخالف کے حصہ میں آجائے کہ اس عنصر کی سرگروہی مشکوک ہو تو تاجدار مثل سابق زیادہ با اثر فریقی ارکان کے اظہار کردہ فرض کے مطابق چلے گا۔ پس اگرچہ وزیر اعظم کا تقرر ہی ایک ایسا اہم حکومتی کام رہ گیا ہے جسے تاجدار بذات خاص انجام دیتا ہے لیکن یہاں بھی اختیار کا جوہر اصلی نکل گیا ہے صرف صورت باقی رہگئی ہے[1]

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۷۔ چلی آرہی ہے ہنوز برسر اقتدار ہے مگر معقول گمان یہ ہے کہ سابق نظم پھر بحال ہو جائیگا کم از کم یہ اس کے اجزائے اصلیہ ضرور بحال ہو جائیں گے۔

[1] بعض مواقع پر خاص کر ۱۸۵۱ء و ۱۸۵۹ء میں ملکہ وکٹوریہ نے اپنی شخصی پسند سے یہ قرار دیا کہ حکمراں فریق کے دو یا زائد سرگروہوں میں سے کسے وزیر اعظم بنانا چاہیئے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیندہ کے کسی فرمانروا کو اس قسم کے اختیار تمیزی استعمال کرنے کا موقع ملے گا یا نہیں۔ اس کے ساتھ فرانس میں وزیر اعظم کے تقرر کا مقابلہ کیجیو جسکا بیان آگے ہوا ہے۔

دوسرے وزرا اور اراکین کابینہ کا انتخاب

وزارت اور کابینہ کے بقیہ ارکان کا انتخاب وزیراعظم (علی العموم) فریق کے سربرآوردہ نمایندوں کے مشورے سے کرتا ہے۔ نامزد شدہ اشخاص کی فہرست بادشاہ کے ہاتھ میں دیجاتی ہے جو اس پر حسب ضرورت باضابطہ منظوری صادر کرتا ہے اور فوراً سرکاری جریدہ میں اس مضمون کا اعلان ہو جاتا ہے کہ نامبردہ اشخاص کو تاجدار نے فلاں فلاں جگہوں کے لئے پسند کیا ہے۔ سرکاری طور پر کابینہ کا کوئی ذکر نہیں ہوتا اپنے رفقا کے انتخاب میں خواہ وہ محض وزیر ہوں یا کابینہ کے رکن بھی ہوں اصولاً وزیراعظم کو بالکل آزادی حاصل ہے لیکن علاوہ بہت سے اصولوں کے پورا کرنے اور متعدد نظائر اور عملی حالات کے ملحوظ رکھنے کا پابند ہوتا ہے۔ ہر کابینہ کی ترکیب ہیئت کے تعین میں خصوصیت سے دو اصول پر قایم رہنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ تمام ارکان کابینہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کسی ایک نہ ایک ایوان میں نشست رکھتے ہوں[۱] اور دوسرے سب کے سب فریق ذی اقتدار یا بدرجہ اسفل کسی ہمرائے سیاسی گروہ سے متفق ہوں۔ ایک زمانہ تھا جب بادشاہ کی شخصی حکومت ہنوز ایک حقیقت نفس الامری تھی، جب دارالعوام ان لوگوں کو اپنی رکنیت میں شریک کرنے سے منکر تھا جو بادشاہ کے تحت کسی عہدہ پر فائز ہوں اور اس کا اظہار ۱۷۰۱ء کے قانون بندوبست جانشینی کے وقت تک ہوا[۲]۔ مگر اٹھارویں

---

[۱] جنگ عظیم سے چھ پچھتر برس قبل کے زمانہ میں اس قاعدے سے انحراف کی ایک نمایاں مثال صرف یہ ہے کہ ۱۸۴۶ء میں پیل کے نظم و نسق کے آخری چھ مہینے میں گلیڈسٹن معتمد مستعمرات کے عہدے پر فائز رہا تھا۔

[۲] اس قانون کی ایک دفعہ کی رو سے ہر ایسے شخص کو دارالعوام میں نشست کے ناقابل قرار دیا گیا جسے بادشاہ کے تحت میں کوئی عہدہ یا کوئی نفع کی جگہ حاصل ہو۔ لیکن اب کابینی طریقہ صورت پکڑتا جارہا تھا اور پارلیمنٹ نے بہت جلد یہ محسوس کرلیا کہ یہ کس قدر ناعاقبت اندیشی ہے کہ سلطنت کے اعلےٰ عہدہ داروں کو اس ایوان سے خارج رکھا جائے جہاں نہایت ہی موثر طور سے ان پر گرفت ہوسکتی ہے۔ لہذا ۱۷۰۵ء کے قانون مناصب کے رو سے اس شرط میں اس طرح ترمیم کردی گئی

صدی میں پارلیمنٹی حکومت کی پختگی کے ساتھ ساتھ وہ شے جسے سابق میں قابل اعتراض سمجھا جاتا تھا اگر ایک ضرورت نہیں تو بھی بغایت سودمند سمجھی جانے لگی - جب ایک مرتبہ وزرا قوم کی حقیقی عاملانہ جماعت بن گئے تو پھر یہ امر بالکل قرین قیاس ہوگیا کہ انھیں کارروائیوں کے پیش کرنے اور ان کی تائید کرنے اور حکومت کے افعال کی تشریح کرنے کے لئے دونوں ایوانوں میں داخلہ کی اجازت ہو جانی چاہیئے - ایوان اعلےٰ میں وزرا کو ہمیشہ نشستیں حاصل رہی ہیں اور اب نہ صرف ان کے ایوان زیرین میں آنے کے خلاف تمام اعتراضات دفع ہوگئے بلکہ رواج سے یہ ایک ناقابل تغیر قاعدہ بن گیا کہ کابینی عہدہ دار اور فی الواقع تقریباً کل وزرا خالصتہً دونوں ایوانوں کے ارکان میں سے لئے جائیں - اگر کسی ایسے شخص کو کوئی وزارتی عہدہ دینا منظور ہوتا ہے جو دونوں ایوانوں میں سے کسی ایوان کا رکن نہیں ہوتا تو اس دشواری کا رفع دفع اس طرح کیا جاتا ہے کہ یا اُسے خطاب امارت عطا ہو جاتا ہے جس سے اسے دارالامرا میں نشست کا حق حاصل ہوجاتا ہے یا دارالعوام کی کسی جگہ پر اس کے انتخاب کا سامان کر دیا جاتا ہے

نوٹ صفحہ ۱۵۹ - کہ دارالعوام کے جو ارکان بادشاہ کے تحت میں کسی عہدے پر مقرر ہوں وہ اپنی جگہیں خالی کردیں لیکن وہ فوراً ہی انتخاب ثانی کے واسطے اپنے آپ کو پیش کرسکیں - واقعہ یہ کہ اس قسم کا انتخاب ثانی عام طور پر ایک امر لازمی کے طور پر اور بلا اختلاف ہو جاتا ہے ۱۹۲۶ء کے قانون نیابت قوم میں یہ قرار پاگیا کہ ایک ہی وزارت میں ایک عہدے سے دوسرے عہدے پر کسی ایسے شخص کے تبدیلی سے جو اپنے سابق عہدے کے تقرر کے وقت دوبارہ منتخب ہو چکا ہو اس کی نشست کا جاتا رہنا لازم نہیں آتا - نیز حال کے زمانے میں جنگ عظیم کے دوران میں قانون مناصب کو کئی مرتبہ معطل کردیا گیا ہے - مقابلہ کیجئے لوئل کی "حکومت انگلستان" Lowell. Government of England جلد اول صفحہ ۱۴۶ - موران کی "نظریہ و عمل حکومت انگلشیہ" Moran, Theory and Practice of the English Government صفحات ۱۰۸-۱۰۹

والپول کے زمانے سے جو خود دارالعوام کا رکن تھا، وزارت عظمیٰ تقریباً نصف زمانہ تک ارکان دارالعوام کے قبضے میں رہی ہے اور نصف زمانہ تک امرا کے ہاتھ میں۔ دوسرے کابینی ارکان کی تقسیم میں بہت کچھ فرق ہوگیا ہے۔ جارج سوم کے عہد کے پہلے کابینہ میں چودہ رکن تھے جن میں سے تیرہ دارالامرا کے رکن تھے اور اٹھارھویں صدی کے تمام دوران میں امرا قطعی طور پر شریک غالب رہے ہیں، لیکن دارالعوام کی مستقل روزافزوں اہمیت کا نتیجہ یہ ہوا اور خاصکر ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد کہ ایوان زیرین کے ارکان میں سے زیادہ حصہ کا انتخاب ہونے لگا اور گذشتہ تیس چالیس برس کے اثنا میں بالعموم کابینی جگہیں دونوں ایوانوں میں تقریباً برابر منقسم رہی ہیں۔ ۱۸۶۷ء کے ایک قانون نے عجیب طور پر اس امر کو ممنوع قرار دیا ہے کہ پانچ (اب چھ) معتمدین سلطنت میں سے چار (اب پانچ) سے زائد دارالعوام میں نشست نہ رکھیں۔ اور محافظ مہر شاہی، لارڈ ہائی چانسلر، میر مستشار یہ تینوں لامحالہ دارالامرا کے رکن ہوتے ہیں۔ اس کے سوا قانون یا رواج میں اور کوئی حتمی شرط نہیں ہے۔ مختلف جگہوں کے پر کرنے کے لئے وزیراعظم جن بہترین اشخاص کو حاصل کرسکے انھیں یکجا کرے، یہ ضرور نہیں کہ وہ قابل ترین ہوں مگر یہ ایسے لوگ ہوں جو ایک ساتھ مل کر نہایت زور کے ساتھ کام کرسکیں، یہ خیال کہ وہ اس ایوان کے رکن ہیں یا اُس ایوان کے یہ ایک دوسرے درجے کا مسئلہ ہے۔ یہ یقینی ہے کہ جس محکمہ کا سر دفتر دارالعوام میں بیٹھتا ہو اس کی نمایندگی دارالامرا میں کسی نائب وزیر یا دوسرے ذمہ دار شخص کے ذریعے سے ہونی چاہیئے اور اس کے برعکس صورت میں برعکس۔ فرانس اور ان دوسرے براعظمی ملکوں میں جہاں کابینی نظم ہے، پارلیمنٹ میں عاملانہ محکموں کی نمایندگی علی العموم ان کے صدر عہدہ دار ہی کے ذریعے سے ہوتی ہے مگر انگریزی وزرا کے برخلاف اس عہدہ دار کو یہ اجازت ہوتی ہے کہ دونوں ایوانوں میں جاکر گفتگو کرے۔

تعین تقرر کے دیگر ملحوظات

ایک دوسرا عام اصول جو وزارت یا کابینہ دونوں کے بنانے میں حادی الاثر ہے وہ فریقانہ ہم آہنگی ہے۔ ولیم سوم نے

ایسے کابینہ کے ذریعے سے حکومت کرنا چاہی جس میں وھگ اور ٹوری دونوں ہوں مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا، اور یہ تجربہ ترک کر دیا گیا۔ والپول کے دوران قیادت کے سوا اٹھارہویں صدی کے کابینہ میں علی العموم ایسے لوگ شامل رہتے تھے جن کے سیاسی روابط کم و بیش مختلف ہوتے تھے مگر آہستہ آہستہ اس یقین نے جڑ پکڑ لی کہ اتحادِ عمل و خوبی کار کے لحاظ سے گروہ کابینہ کا سیاسی اتحاد لابدی ہے۔ جنگ عظیم کے قبل جس آخری موقع پر یہ تجویز ہوئی تھی کہ کابینہ کی ترکیب بالکل ہی مغایر سیاسی عناصر سے کی جائے وہ سنہ ۱۸۱۲ کا زمانہ تھا، اسوقت یہ تجویز مسترد ہو گئی اور اس وقت سے سنہ ۱۹۱۵ تک کابینہ اگرچہ ہمیشہ کلیۃً ایسے لوگوں سے مرکب نہیں رہا جو ایک ہی سیاسی فریق سے متفق اللفظ ہوں مگر وہ برابر ایسے لوگوں سے مرکب رہا جو حکمت عملی کے اہم مسائل میں واقعاً متفق تھے اور جنھوں نے ایک معینہ تجویز عمل کے چلانے میں باہمی اتحاد کے لئے رضامندی ظاہر کی تھی۔ اساسی ضرورت اتحاد عمل کی ہے، ہر ایک رکن کابینہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ اپنے رفقا کے ساتھ اتفاق کرے یا اتفاق کا اظہار کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تو اسے مستعفی ہو جانا چاہیئے۔

اپنے شریک عمل اشخاص کے انتخاب میں وزیراعظم کو اور کبھی دوسرے عملی قیود کے تحت کام کرنا پڑتا ہے۔ از انجملہ ایک قاعدہ جو بخوبی مسلم ہے یہ ہے کہ اس فریق کے آخری کابینہ کے بقیہ ارکان جب تک کہ وہ عملی زندگی عامّہ میں داخل اور تقرر کے خواہاں ہوں، ان کا لحاظ مقدم کرنا چاہیئے۔ مزید برآں اس فریق کے وہ ارکان جنھیں پارلیمنٹ میں خاص نمود و اثر حاصل ہو گیا ہو، ان کا بھی بالعموم شامل کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ بیجٹ نے ظاہر کیا ہے، سچ یہ ہے کہ وزیراعظم کی آزادانہ پسند کو کابینہ کے ارکان کے تعین میں اتنا موقع نہیں ملتا جتنا منتخب شدہ ارکان کے درمیان عہدوں کے تقسیم کرنے میں موقع ملتا ہے۔ اور یہاں بھی اسے اپنے حوصلمند رفقا کے میلان طبع، رجحانات اور قابلیت کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو دبانا پڑتا ہے۔ تو کل

"کی معنی خیز تشبیہ میں یوں کہنا چاہیئے کہ وزیراعظم کے کام کی مثال ایسی ہے کہ ایسے ٹکڑوں سے ایک صورت بنائی جائے جو ضرورت سے بہت زیادہ ہیں اور جن کی ہیئتیں ایسی ہیں کہ پوری طرح ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتی"[1]

وزارتی ذمہ داری

اپنے عملی طریق کار میں انگریزی کابینی نظم کم از کم جنگ عظیم تک تین خاص ہیئتیں پیش کرتا تھا،

(۱) پارلیمنٹ کے روبرو کابینی وزرا کی ذمہ داری۔

(۲) کابینی کارروائیوں کی رازداری۔

(۳) وزیراعظم کی سرکردگی میں کابینی گروہ کی کلی ہم آہنگی۔ وزیر خواہ وہ کابینہ میں شامل ہو یا نہ ہو، اپنے تمام سرکاری کاموں کے لئے انفرادی طور پر پارلیمنٹ کے روبرو جوابدہ ہے، اور عملاً پارلیمنٹ سے مقصود دارالعوام ہے اگر اس کے متعلق اظہارِ ملامت کی قرارداد منظور ہو جائے تو اسے کنارہ کش ہو جانا چاہیئے۔ اٹھارھویں صدی کے ابتدائی حصہ میں کسی کابینی عہدہ دار کے استعفا سے اس کے رفقا کے عہدوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا، پہلا کابینہ جو ایک جماعت کی حیثیت سے کنارہ کش ہوا وہ ۱۷۸۲ء میں لارڈ نارتھ کا کابینہ تھا۔ لیکن بعد میں وزارتی گروہ ارتباط باہمی میں اس قدر ترقی کر گیا کہ بیرونی دنیا اور خود پارلیمنٹ کے تعلق کے لحاظ سے ہر ایک عہدہ دار انفرادی حیثیت میں کل مجموعے کے سامنے موثر طور پر پست ہو گیا۔ ۱۸۶۶ء کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی رکن کابینہ پارلیمنٹ کی مخالف رائے کی وجہ سے تنہا کنارہ کش ہو جاتا۔ اگر کسی ایک وزیر کے متعلق سخت ناپسندیدگی پیدا ہو جاتی ہے تو دو میں سے ایک بات کا واقع ہونا تقریبًا یقینی ہے۔ یا اس خطاکن رکن کے رفقا اسے اپنے طرز عمل میں ترمیم کرنے پر یا پارلیمنٹ کے باضابطہ اظہار ملامت سے قبل مستعفی ہو جانے پر راغب کر لیتے ہیں، اور اگر یہ نہیں تو کل کابینہ اس وزیر کی تائید پر کمربستہ ہو جاتا ہے اور کابینہ کا قیام یا زوال اسی وزیر کی ذات سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

[1] حکومت انگلستان" Government of England جلد اول صفحہ ۷۵۔

ازروئے عمل یہ اس کہنے کی ایک دوسری صورت ہے کہ کابینہ کی ذمہ داری انفرادی کی بہ نسبت مجموعی زیادہ ہے - یہ ذمہ داری حکومت کے عاملانہ شاخ کے جملہ امور پر پھیلی ہوئی ہے، خواہ وہ بادشاہ کے افعال سمجھے جاتے ہوں یا خود وزرا کے اور انگلستان کی پارلیمنٹی نظم کی نہایت ہی ممیز خصوصیت ہے۔ سابق زمانہ میں وزرا سے بازپرس کرنے کا پارلیمنٹ کے قبضے میں صرف ایک ذریعہ یعنی مواخذہ تھا لیکن حکومت پارلیمنٹ کے لازمی نتیجے اور اس کے ذریعہ کار کی حیثیت سے وزارتی ذمہ داری کے اصول کی ترقی کی وجہ سے مواخذہ کا سخت گیر طریقہ مسلسل اور پرسکون تشریعی نگرانی سے مبدل ہوگیا۔ درحقیقت وزرا پر مواخذہ کی کارروائی کو اب زمانہ گزشتہ کی بات سمجھنا چاہیئے۔

اس وقت دستور سلطنت کا ایک اساسی مسلمہ یہ ہے کہ کابینہ اسی وقت تک برسر اقتدار رہے گا جب تک کہ اسے دارالعوام میں کثرت کا اعتماد اور اسکی تائید حاصل ہے۔ کم از کم چار طریقے ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے پارلیمنٹی کثرت کابینہ کے متعلق اپنی بے اطمینانی کا اظہار اور اس طرح اسے مستعفی ہونے پر مجبور کرسکتی ہے۔ وہ ایک سادی قرارداد "عدم اعتماد" کی منظور کردے اور کوئی معین وجہ اس کی نہ قرار دے، وہ کابینہ کے کسی کام پر نکتہ چینی کرکے ملامت کی قرارداد منظور کرے، وہ کسی ایسی کارروائی کو شکست دیدے جس پر کابینہ زور دیتا اور اسے غایت درجہ اہم بتاتا ہو، یا وہ وزرا کی صلاح کے خلاف کوئی اہم مسودہ قانون منظور کرلے۔ دارالعام کی مخالف رائے پر لحاظ کرنے کے لئے کابینہ مجبور نہیں ہے مگر جب چاروں مذکورہ بالا قراردادوں سے کوئی قرارداد ایوان زیرین میں منظور ہو جائے تو وزیر اعظم اور اس کے رفقا کو دو میں سے ایک کام کرنا پڑیگا یا استعفیٰ دیدیں یا ملک کا ایما دریافت کریں۔ اگر یہ واضح ہو کہ کابینہ نے نہ صرف پارلیمنٹ کی بلکہ انتخاب کنندگان کی تائید بھی زائل کردی ہے تو پھر وزارت کے لئے یا ۱۰۶۱ز طریقہ یہی ہے کہ وہ مستعفی ہو جائے۔ لیکن اس کے برعکس اگر اس میں شک ہو کہ پارلیمنٹی کثرت امر زیر بحث کے متعلق واقعی ملک کی نمایندگی کرتی ہے یا نہیں تو اس صورت میں وزرا بادشاہ سے یہ درخواست کرنے

میں حق بجانب ہونگے کہ وہ پارلیمنٹ کو منتشر کردے اور عام انتخاب کا حکم دے ایسی صورت میں وزارت عارضی طور پر عہدے پر قایم رہتی ہے، اگر انتخابات میں ایسے ارکان کی کثرت ہو جائے جو وزرا کی تائید کے لئے آمادہ ہوں تو کابینہ کو اس کی زندگی کا ایک نیا پروانہ مل جاتا ہے، اگر اس کے برخلاف نئی پارلیمنٹ کی کثرت مخالف ہو تو وزارت کے لئے استعفا کے سوا اور کوئی راستہ کھلا نہیں رہتا۔

کارروائیوں کی راز داری

دارالعوام کے روبرو مستقلاً ذمہ دار ہونے اور اس جماعت میں کاربراری کے لائق کثرت پر قدرت نہ رکھنے کی صورت میں مجتمعاً مستعفی ہو جانے پر مجبور ہونے کی وجہ سے، کابینہ کو ہمیشہ یہ فکر رہے گی کہ وہ ایک مستحکم و بارعب ہئیت بنائے رکھے۔ اس مقصد کی دو تدبیریں رہی ہیں، ایک کارروائی کی راز داری اور دوسرے وزیر اعظم کی سرکردگی۔ یہ اصول کافی طور پر معلوم عام ہے کہ چند اشخاص کا ایک گروہ جو دور و دراز پھیلے ہوئے اور مختلف طرز نوع کے حلقہ ہائے انتخاب کی جانب سے ایک عام روش پر اتفاق کرنے اور اسے عمل میں لانے کے لئے یکجا ہوا ہو، اس کی کامیابی اس صورت میں زیادہ اغلب ہے کہ انکی صفوں میں جن اختلافات کا پیدا ہونا یقینی ہے وہ شایع نہ کئے جائیں۔ یہ اسی امر واقعہ کا لحاظ ہے کہ جرمانی بند[1] سراٹھ یا مجلس وفاقی ہمیشہ دروازہ بند کرکے کام کرتی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ جس اجتماع نے ممالک متحدہ آمریکہ کا موجودہ دستور سلطنت مرتب کیا تھا اس کے اجلاسوں سے عوام الناس خارج رکھے گئے تھے۔ انگریزی کابینہ کے اجلاسوں کے اعلانات اور شریک مجلس ارکان کے نام اخبارات میں شایع ہوتے رہتے ہیں، مگر حال کے زمانے تک مباحث زیر بحث، ظاہر کردہ آرا یا نتائج حاصلہ کے متعلق سرکاری یا غیر سرکاری طور پر ایک لفظ بھی باہر نہیں نکلتا تھا۔ انیسویں صدی کے اوائل میں کارروائیوں کی مختصر یادداشتیں درج کی جاتی تھیں مگر بعد کے زمانے میں کسی محرر کی موجودگی کی اجازت نہ تھی اور نہ کسی قسم کی باضابطہ یادداشت رکھی جاتی تھی[۱۵]۔ گزشتہ

۱۵۔ اسی طرح، ممالک متحدہ امریکہ میں رئیس جمہوریہ کے کابینہ کی کوئی باضابطہ یادداشت نہیں رکھی جاتی۔

معاملات کے علم کے لئے ارکان کو خود اپنی یا اپنے رفقا کی یاد پر بھروسہ کرنا پڑتا تھا جس میں کبھی کبھی جج کی یادداشتوں سے بھی مدد مل جاتی تھی لیکن درحقیقت (جیسا کہ سابق وزیر اعظم مسٹر ایسکوتھ نے ۱۹۱۶ء میں دار العوام میں بیان کیا) "کابینہ کا یہ ایک غیر مبدل (غیر تحریری) قاعدہ تھا کہ وزیر اعظم کے سوا کوئی رکن کارروائیوں کی کسی قسم کی یادداشت نہ لکھے"۔ لیکن اس موقع پر یہ بھی اعلان کیا گیا کہ آیندہ ایک دوسرے طریقہ کی پیروی کی جائے گی، وہ یہ کہ کارروائیوں کی روئداد رکھی جائے گی اور وزیر اعظم کا معتمد ہر ایک فیصلہ کی یادداشت ہر ایک رکن کابینہ اور ہر ایک اس وزیر یا محکمہ کو بھیجدے گا جس پر اس کا اثر پڑتا ہو۔ کابینی جلسے جو صرف حسب ضرورت ہوتے ہیں، وہ بالکلیہ غیر رسمی ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے دوران اجلاس میں یہ جلسے بالعموم ہفتہ میں ایک بار ہوتے ہیں۔ ان جلسوں کے لئے کوئی معین جگہ بھی مقرر نہیں ہے۔ ارکان کبھی دفتر خارجہ میں جمع ہو جاتے ہیں، کبھی وزیر اعظم کے سرکاری اقامتگاہ یعنی نمبر ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ میں اور کبھی بموجب صورت حال کسی اور مناسب جگہ پر۔

وزیر اعظم کی سرگروہی

کابینہ کا اتحاد عمل وزیر اعظم کی سرگروہی کی وجہ سے اور بھی زیادہ محفوظ و مصئون ہو گیا ہے۔ سلطنت میں کابینہ کے بااقتدار اثر کے ترقی کر جانے کے مدتوں بعد تک وزارتی جماعت کے ارکان کے نسبت یہی سمجھا جاتا رہا کہ وہ اپنے رتبہ و اقتدار دونوں کے اعتبار سے بالکل ہمپایہ ہیں، لیکن کابینہ کے اجلاسوں سے خاندان ہانوور کے ابتدائی بادشاہوں کی عادتی علیحدگی سے یہ گروہ بے سر ہو گیا اور ارکان خود اپنے میں سے ایک شخص کی واقعی صدارت کو بتدریج تسلیم

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۱۔ انگلستان کے کابینہ کی کارروائیوں کی رازداری کے متعلق لوکی "حکومت انگلستان" Low Governance of England طبع جدید صفحات ۴۲ - ۴۳ - دیکھنا چاہیئے۔

کرنے لگے۔ وقت گزرنے پر یہ صدارت محض پوری سرگروہی میں مبدل ہوگئی یعنی وزیر اعظم کا موجودہ عہدہ قایم ہوگیا۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پہلا شخص جس نے اس زمانے کے مفہوم میں وزیر اعظم کے فرائض کو انجام دیا وہ سر رابرٹ والپول، وزیر خزانہ تھا، سنہ ۱۷۱۵ء سے سنہ ۱۷۱۷ء تک اور پھر ۱۷۲۱ء سے سنہ ۱۷۴۲ء تک اس نے یہ فرائض انجام دیئے لیکن ہنوز "وزیر اعظم" کا لفظ عام استعمال میں نہیں آیا تھا۔ والپول اس خطاب کو ناپسند کرتا تھا اور اس نام سے مخاطب کئے جانے کو روا نہیں رکھتا تھا، مگر اس عہدے کی واقعیت اس سے ظاہر ہے کہ دارالعوام میں والپول کے خلاف ایک معترضانہ تحریک یہ پیش ہوئی کہ اس نے حکومت کی ہر ایک شاخ کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے، تمام معاملات کی ہدایت تنہا اپنے ہاتھ میں لے لی ہے، تاج کے تمام اختیارات کا اجارہ لے لیا ہے، اور تمام مناصب، وظائف، خطابات و انعامات کے عطایا کو اپنے قابو میں کر لیا ہے، یہ بجنسہٖ وہی صورت حال ہے جیسی ایک مصنف نے اس زمانے کے وزیر اعظم کی طرف منسوب کی ہے نہ صرف یہ بلکہ وزیر اعظم سے یہی توقع کی جاتی ہے[1] سنہ ۱۷۸۳ء میں پٹ اصغر کی وزارت کے قیام تک اپنے رفقا میں وزیر اعظم کی فوقیت ایک مکمل واقعہ ہوچکی تھی اور اسے جائز تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی حیثیت کے عناصر اصلیہ اس وقت تک فی الحقیقت مکمل ہوچکے تھے، جب جارج سوم کے اواخر زمانہ میں یہ قاعدہ مستحکم ہوگیا کہ وزارت کی ترتیب میں بادشاہ کو صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ وزیر اعظم جن عہدہ داران کا انتخاب کرے ان کی توثیق کردے۔

سنہ ۱۹۰۶ء سے قبل تک وزیر اعظم کا عہدہ از روئے قانون مسلم نہیں ہوا تھا[2] لیکن

---

[1] مورن "حکومت انگریزی کا نظریہ و عمل" Moran, Theory and Practice of the English Government صفحہ ۹۹۔

[2] یہ ایک قانون کی رو سے ہوا جس میں سلطنت کی رسمی تقریبات میں ترتیب مقدم کا تعین ہوا تھا لیکن ۲ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء کے ایک شاہی اعلان نے "ہمارے وزیر اعظم کو" اسقف کنٹربری، لارڈ ہائی چانسلر

ایک صدی سے زاید ہوگیا کہ قوم میں اقتدار واقعی کی وسعت کے اعتبار سے کسی دوسرے عہدے کا مقابلہ وزیر اعظم کے عہدے سے نہیں کیا جا سکتا۔ وزارت میں اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ کابینہ کے اندر، وزیر اعظم ہی رہنما قوت ہے۔ کابینہ کے اجلاسوں میں علی العموم وہی صدر ہوتا ہے، وہ اپنے رفقا کے ساتھ ان معاملات پر مشورت کرتا ہے، جن کا اثر نظم ونسق کی خوبی پر پڑتا ہے، اور اگرچہ ایسا کرنے میں اسے تامل ہوگا مگر وہ اپنے رفقا سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ اس کی رائے کو قبول کریں ورنہ بصورت دیگر یا وہ خود استعفا دیدے یا وہ لوگ استعفا دیدیں[۵]۔ وہ سلطنت کے اعلیٰ عہدوں میں سے کسی ایک عہدے پر اور

بقیہ نوٹ — اور اسقف یارک کے بعد سب سے مقدم جگہ دی۔ کامل ترتیب تقدم کے لئے ہیزل Hazell's Annual and Almanac دیکھنا چاہئیے۔

[۵] وزیر اعظم کے استعفا سے وزارت کی زندگی از خود ختم ہو جاتی ہے" معاہدہ قومی برائے مخالفت حق رائے دہی مستورات" کے ایک وفد کے سامنے ۴ دسمبر ۱۹۰۸ء کو مسٹر ایسکوتھ نے جو بعض خیالات ظاہر کئے ان سے ایک عمدہ مثال اس کی ملتی ہے کہ استحکام کابینہ کے مفاد کے لئے شخصی رائے کے دبا دینے کا کیا معمول ہے۔ وفد نے حکومت کے اس مشتہرہ مقصد پر اعتراض کیا تھا کہ اگر دارالعوام میں منظور ہوگیا تو وہ اصلاح حق رائے دہی کے آیندہ مسودے میں رائے دہی اناث کی ایک ترمیم شامل کرنے کی اجازت دیدیگی۔ وزیر اعظم نے بیان کیا کہ اس کی رائے ہمیشہ یہ رہی ہے اور رہیگی کہ اس ملک میں عورتوں کو رائے دہی کا حق عطا کرنا نہایت ہی شدید قسم کی سیاسی غلطی ہوگی" پھر سلسلہ کلام میں آگے چل کر کہا کہ "اس حد تک ہم ایک دوسرے سے بالکل متفق اللفظ ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ میں حکومت کا سرگروہ بھی ہوں اور اس حکومت میں میرے رفقا کی کثرت بلکہ ایک معقول کثرت میری رائے سے مختلف رائے رکھتی ہے (اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہ کہنا کابینی رازداری کے ذمہ داری کی خلاف ورزی نہوگی) پس حکومت نے ان حالات میں ایک ایسی حکمت عملی کا اعلان کردیا ہے جو ان کے متفقہ غور و فکر کا نتیجہ ہے اور تمام ارکان حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اس پر وفادارانہ قایم رہیں اور اس باب میں میرا فرض کسی سے کم نہیں ہے۔ جہاں تک ذاتی طور پر میرا تعلق ہے صورت حالات یہ ہے۔

بالعموم اول امیر خزانہ کے عہدے پر فائز ہوتا ہے اور اگرچہ معمولی طور پر خود اپنے اس عہدے سے متعلق اسے زیادہ وقت اور محنت نہیں صرف کرنی پڑتی مگر اسے توقع یہ ہوتی ہے کہ جن محکموں پر اس کے مقرر کردہ اشخاص متعین ہوئے ہیں ان سب پر وہ ایک عام نگرانی بلکہ ایک قسم کا اقتدار عمل میں لائے۔ [۵۱] ضرور ہے کہ گزشتہ نصف صدی کے اندر محکموں اور عہدہ ہائے وزارت کی تعداد کے بڑھ جانے سے نگرانی کے کام میں بہت اضافہ ہوگیا ہے، اور یہ دشواری اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب وزیراعظم خود کوئی اہم عاملانہ محکمہ اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے جیساکہ لارڈ سالسبری نے کیا جو ۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۲ء تک اور پھر ۱۸۹۵ء سے ۱۹۰۰ء تک وزیر خارجہ اور اس کے ساتھ وزیراعظم دونوں تھا۔ اس کے برخلاف، وزیراعظم کا نگرانی کا فرض اس وقت میں گھٹ جاتا ہے جب محکمے نمایاں قابلیت کے لوگوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں چنانچہ لارڈ پامرسٹن نے اس کی ایک مرتبہ شکایت بھی کی تھی۔ [۵۲]

مزید برآں، کابینہ اور ایک جانب تاجدار اور دوسری جانب پارلیمنٹ کے مابین وزیراعظم گویا ایک واسطہ ہے کابینہ کی جانب سے وہ بادشاہ کے ساتھ

---

[۵۱] - چونکہ کابینہ تاریخی وقانونی طور پر پریوی کونسل کی صرف ایک ذیلی مجلس ہے اس لئے جیساکہ لو نے ظاہر کیا ہے اگر میر مستشار وزیراعظم بھی ہو تو (حکومت انگلستان صفحہ ۱۵۰) معاملات بہت صاف وسادے ہو جائیں گے اور ۱۸۹۵ء میں لارڈ روزبری نے وزارت عظمی کے عہدے پر فائز ہو کر اپنے لئے میر مستشار خطابی حیثیت بھی حاصل کرلی تھی مگر رواج اس قسم کے اصول کے خلاف بڑا استحکم روایت سے بھی ایک عملی دشواری درپیش ہے کہ میر مستشار کو دارالامرا کا رکن ہونا چاہیئے۔ فرانس اور دوسرے براعظمی ملکوں میں وزیراعظم سرکاری طور پر مجلس وزرا کا صدر ہوتا ہے، اور یہی کیفیت برطانوی قلمروں کی ہے۔

[۵۲] - ای۔ ایشلی "سوانح ومراسلات ہنری جان ٹیمپل، وائیکاؤنٹ پامرسٹن"
E.Ashley. Life and Correspondence of Henry John Temple, Viscount Palmerston
جلد دوم صفحہ ۲۵۷

مشورت کرتا ہے اور اسے وزرا کے کاموں کے متعلق پوری اطلاعیں اور پارلیمنٹ کے روزانہ مباحث کے خلاصے بہم پہونچاتا ہے۔ جس ایوان کا وہ رکن ہوتا ہے اس میں وہ بحیثیت مجموعی کابینہ کی نیابت کرتا ہے، روش حکومت کی عام ہیئتوں سے متعلق جس قسم کے بیانات کی ضرورت ہوتی، وہ بیانات پیش کرتا ہے اور علی العموم ہر ایک عام یا اہم مجوزہ قانون کے متعلق تقریر کرتا ہے جس وزیر اعظم کا تعلق دار العوام سے ہوتا ہے وہ لامحالہ اس وزیر اعظم سے فائق حالت میں ہوتا ہے جس کی نشست دار الامرا میں ہوتی ہے آخر الذکر کو اپنے کسی نائب پر اعتماد کرنا پڑتا ہے کہ جس جگہ وضع قوانین کی بڑی لڑائیاں ہوتی ہیں وہاں وہ اس کی نیابت کرے اور اس کے ہدایات کو عمل میں لائے اور اس نائب کا جو دار العوام میں حکومت کا سرگروہ ہوتا ہے، اس طرف میلان ہوتا ہے کہ جو اقتدار کابینہ کے سرکاری سرگروہ سے تعلق رکھتا ہے اس کا کچھ حصہ اپنے قبضے میں لے آئے۔ لارڈ سالسبری کے عہد وزارت عظمیٰ میں یہ مشکل اس وجہ سے بہت کچھ گھٹ گئی تھی کہ ایوان ادنیٰ میں حکومت کا سرگروہ خود وزیر اعظم کا بھتیجا، مسٹر بالفور تھا مگر جیسا کہ گلیڈاسٹون نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ اگر دوسرے حالات مساوی رہیں تو دار العوام کی اہمیت ہی ایسی ہے کہ وہ چار و ناچار اپنے سرگروہ کو اقتدار میں اس وزیر اعظم کے برابر کر دیگی جو دار الامرا کا رکن ہو[1]

جنگ عظیم سے قبل کے دس سال میں وزیر اعظم کو مزید اہمیت اپنی اس حیثیت سے حاصل ہوگئی کہ وہ شہنشاہی کانفرنس اور شہنشاہی مدافعت کی کابینی جماعت ذیلی دونوں کا صدر تھا۔ اور اس کہنے کی تو کچھ ضرورت ہی نہیں کہ زمانۂ جنگ کے لئے غیر معمولی مطالبات نے کم از کم بر وقت وزیر اعظم کو نئی سرگروہی اور لاثانی خود مختارانہ اقتدار عطا کر دیا[2]۔

---

[1] "التقاطات سالہائے گذشتہ" (Gleanings of Past Years) مطبوعہ نیویارک، ۱۸۷۹ء ـ جلد اول صفحہ ۲۴۲۔ [2] وزارت عظمیٰ کے متعلق لو کی کتاب "حکمرانی"

کابینہ کی مرکزی حیثیت

انگلستان کے حکومتی نظم میں کابینہ ہر اعتبار سے محراب کا سنگ وسطی ہے اس کے فرایض عاملانہ و تشریعی دونوں ہیں اور بیجہٹ کے معنی خیز استعارے میں یہ وہ خط وصل اور دو واسطہ ہے جو عاملانہ تشریعی محکموں کو باہم مربوط کردیتا ہے۔

جیسا کہ ظاہر کیا گیا ہے، بادشاہ کے کام بھی بالکلیہ نمایشی نہیں ہیں باایں ہمہ اصلی جماعت عاملانہ کابینہ ہی ہے۔ کابینہ ہی کے حلقے کے اندر عاملانہ انتظامی حکمت عملیوں کا فیصلہ ہوتا ہے اور مختلف محکموں کے وزرا اور ان کے ماتحت اشخاص ہی وہ لوگ ہیں جو ان حکمت عملیوں کو اور عام طور پر ملک کے قوانین کو عمل میں لاتے ہیں۔ دوسری طرف کابینہ کے ارکان نہ صرف پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کسی ایک ایوان میں نشست رکھتے ہیں بلکہ وہ انفرادی و مجموعی طور پر وضع قوانین کے تقریباً کل کام کی رہبری کرتے ہیں۔ یہی ارکان (اور سقدماً وزیر اعظم) بادشاہ کی وہ تقریر تیار کرتے ہیں جس میں ہر پارلیمنٹی میقات کے افتتاح کے وقت ملک کی حالت کا تبصرہ کیا جاتا اور آیندہ کے وضع قوانین کے لائحہ عمل کا خاکہ کھینچا جاتا ہے۔ یہ ارکان جملہ اقسام کے ضروری وضع قوانین مرتب کرتے، انھیں پیش کرتے اور ان کی تشریح اور حمایت کرتے ہیں، اور اگرچہ ہر دو ایوان کے خانگی یا غیر سرکاری ارکان بھی مسودات قوانین پیش کرسکتے ہیں مگر یہ ایک غیر مکتوب قاعدہ ہوگیا ہے کہ اہم قوانین پر ایوان کافی ووافی توجہ اسی وقت کریں گے جب ان کی ابتدا

بہ سلسلہ سابق Low; Governance; باب نہم دیکھنا چاہیئے۔ ایک قابل مطالعہ کتاب ایم سلبرٹ کی کتاب انگلستان کی وزارت عظمی کا مطالعہ آغاز سے آج تک A.Silbert: Etude sur le premier ministre en Angleterre depuis Ses origines jusqu'd epoque Contemporaine پیرس ۱۹۰۹

لہ "دستور سلطنت انگلسیہ" The English — Constitution طبع جدید، صفحہ ۷۹۔

کابینہ کی طرف سے ہو یا کم از کم یہ کہ انھیں کابینہ کی عملی تائید حاصل ہو۔ شمار و اعداد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی طور پر ارکان جو قوانین پیش کرتے ہیں ان کے منظور ہونے کا بہت کم موقع ہوتا ہے خاصکر اگر وہ وسیع و اختلافی معاملات سے تعلق رکھتے ہوں۔

واقعی یہ ہے کہ کابینہ پارلیمنٹ کی ایک ایسی مجلس ذیلی بن جاتا ہے جس کا انتخاب (بیجہٹ کے کھرے الفاظ میں) قوم پر حکمرانی کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اگر کابینی گروہ بہ حیثیت مجموعی پارلیمنٹ کے خیالات و مقاصد کی نگرانی نہیں کرتا ہے تو بھی بدرجہ اقل حاوی ایوان کی جماعت کثیرہ کے خیالات کی نمایندگی ضرور کرتا ہے اور یہ ان کے دوران عہد میں اسے صورت حال پر کامل اقتدار دینے کے لئے بالکل کافی ہے۔ سیاسی نظم کا بنیادی امر واقعہ فریقانہ کثرت کی حکومت ہے اور فریقانہ کثرت کے اندر جو قوت حکمرانی کرتی ہے وہ کابینہ ہے۔ لوئل کہتا ہے کہ یہ ایسی کل ہے جس میں پہیوں کے اندر پہیئے داخل ہیں۔ بیرونی حلقہ اسی فریق پر مشتمل ہوتا ہے جسے دارالعوام میں کثرت حاصل ہوتی ہے اس کے اندر دوسرا حلقہ وزارت ہے، جس میں وہ لوگ شریک ہوتے ہیں جو اس فریق میں سب سے زیادہ مستعد کار ہوتے ہیں اور سب سے چھوٹا حلقہ کابینہ ہے جس میں واقعی سرگروہ یا زعمار شامل ہوتے ہیں۔ اس ذریعے سے فریقانہ عمل کا وہ اتحاد حاصل ہوجاتا ہے جس کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ہدایتی اختیار ایک اتنی چھوٹی جماعت کے ہاتھ میں دیدیا جائے جس میں باہم اتفاق ہو سکے اور جس کا اثر اتنا ہو کہ وہ اقتدار قایم رکھ سکے[۱]۔

---

[۱] "حکومتِ انگلستان" Government of England جلد اول ۶-۵ کابینہ کی مزید بحث کے متعلق آیندہ کا باب نہم دیکھئے کابینہ کی تنظیم، اس کے فرایض اور تعلقات کے بابت بہترین بحث لوئل کی کتاب مذکورہ بالا جلد اول ابواب ۲-۳-۱۷-۱۸-۲۲-۲۳ میں ہے۔ دوسرے عمدہ عام بیانات حسب ذیل ہیں:- لو "حکمرانی انگلستان" Low, Governance of England، ابواب ۲-۴، ۷/۸۔ موران "حکومت انگلستیہ"

جنگی کابینہ اس کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کے جاری ہو جانے سے، حکومتی نظم کے تمام حصص کی طرح کابینہ پر بھی غیر متوقع اور بے حد بار پڑ گیا۔ قومی نظم و نسق میں اتنی تبدیلی ہو گئی کہ اس کی شناخت

سلسلہ سابق Moran, English Government ابواب ۴-۹۔ انسن "دستور سلطنت کا قانون و رواج" Anson, Law and Custom of the Constitution جلد دوم، حصہ اول

باب دوم۔ میٹلینڈ "انگلستان کی دستوری تاریخ" Maitland, Constitutional History of England صفحات ۲۸۷-۳۴۰۔ ڈیوپرے "وزرا" Dupriez, Les ministres جلد اول صفحات ۳۶-۱۳۸۔ تفصیلی اور اس کے ساتھ قابل قدر تبصرہ۔ ٹاڈ کی کتاب "پارلیمنٹی حکومت" Todd, Parliamentary Government (حصص سوم و چہارم) ہے

درخشاں مطالعہ بیجہٹ کی کتاب "دستور سلطنت انگلشیہ" خاصکر اس کے ابواب یکم، ششم تا نہم ہیں۔ کابینہ کا نشو و نما بلاولٹ نے اپنی کتاب "انگلستان میں ارتقائے حکومت کابینی" Blauvelt, Development of Cabinet Government in England میں بہت خوب بیان کیا ہے دو قابل قدر سلسلہ رسائل حسب ذیل ہیں:-

لوواسیور "کابینہ برطانیہ بعہد ملکہ وکٹوریہ" P. Le Vasseur, Le cabinet Britanniqnc sous la reine Victoria ایونز گارڈن، "کابینہ و جنگ" Evans-Gordon, The Cabinet & War مطبوعہ لندن، ۱۹۰۴ء۔ مستند و دلچسپ مباحث کتب ذیل میں ملیں گے:-

گلیڈاسٹون "التقاطات سالہائے گذشتہ" Gladstone, Gleanings of Past Years جلد اول، لارڈ روزبری، رابرٹ پیل Rosebery, Robert Peel مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء۔

جان مارلی۔ والپول " Morley, Walpole لارڈ مارلی، سوانح ولیم پٹ

بھی مشکل ہو گئی۔ قدیم محکموں پر نئے فرائض عاید ہو گئے جن سے نئی تقسیموں اور نئی شاخوں کے قایم کرنے اور عہدہ داروں اور عملوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ کرنے کی ضرورت لاحق ہو گئی۔ نئے حکومتی صیغے ہر طرف پیدا ہو گئے جن میں جنگی تجارت کا محکمہ، سامان حرب کی وزارت اور ۱۹۱۵ء کی تجارت منشیات کی نگرانی کی مجلس، نگرانی اشیاء خوردنی، نگرانی جہازرانی، وظائف مزدوری ناکہ بندی کی وزارتیں اور ۱۹۱۷ء کے قومی خدمت و ترتیب جدید کے محکمے سب داخل تھے، مگر کابینہ کی ترتیب اور اس کے ادائے فرض میں جو تغیرات ہوئے وہ ان سب سے زیادہ نمایاں تھے۔

کابینہ کی ترتیب جدید کے متعلق پہلا قدم یہ اٹھا کہ ۱۹۱۵ء میں ایک مخلوط

بقیہ صفحہ گزشتہ "گلیڈاسٹون" Morley, Life of William Ewart Gladstone

مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء - جلد دوم و سوم - اے - وسٹ

ڈاؤننگ اسٹریٹ A. West No. 10 Downing Street مطبوعہ کارنہل

میگزین، جنوری ۱۹۰۲ء "کابینی حکومت" Cabinet Government مطبوعہ اڈنبرا

ریویو اکتوبر ۱۹۱۵ء اے دی - ڈایسی - "کابینی حکومت اور صدارتی حکومت کا مقابلہ"

A. V. Dicey, Comparison between Cabinet Government and Presidential Government

مطبوعہ نائینٹینتھ سنچری جنوری ۱۹۱۹ء

ان تمام مضامین مذکورۂ بالا سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

وسیع فہرست کتب کے لئے "انگلستان اور امریکہ کی کابینوں سے متعلقہ کتابوں کی منتخب فہرست"

Select List of Books on the Cabinets of England and America

(مطبوعہ واشنگٹن ۱۹۰۳ء) جو کانگریس کے کتب خانہ میں زیر ہدایت اے - پی - سی گریفن مرتب ہوئی ہے دیکھنا چاہیئے۔

کابینہ بنایا گیا جس نے عام فریقانہ بنیاد سے علیحدہ ہوکر ان تمام فریقوں کے نمائندوں کو جنھوں نے قوم کے اس شدید نازک وقت میں ایک عام سرگرمی کے اندر اپنے اختلافات کو فرو کر دینے کا ذمہ لیا جمع کرلیا۔ اس مخلوط کابینہ نے بہت سے مفید مقاصد انجام دئے مگر تجربہ نے یہ بتا دیا کہ تئیس آدمیوں کا ایک کابینہ جس کے متعلق زمانِ امن میں جو کچھ بھی چاہیں کہیں جنگ کے زمانے میں معاملات قوم کے عاملانہ و کامیاب انتظام کے لئے موزوں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دسمبر ۱۹۱۶ء میں ایک مکمل و گونہ نمایش کن تنظیم جدید عمل میں آئی جس کا انجام یہ ہوا کہ وسیع مخلوط کابینہ کے بجائے، پانچ شخصوں کا ایک جنگی کابینہ مرتب ہوگیا۔ مخلوط اصول قائم رکھا گیا اور نئے کابینہ میں ایک لبرل، ایک رکن حزب العمال اور تین یونینسٹ (حامیِ اتحاد) شامل تھے ان ارکان کے نام حسب ذیل ہیں :۔ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم، لارڈ کرزن مستشار، لارڈ ملز اور مسٹر ہنڈرسن وزرا بغیر محکمہ اور مسٹر لا وزیر مال اور دارالعوام میں سرگروہ حکومت۔

۱۹۰۴ء سے شہنشاہی مدافعت کے متعلق ایک کابینی مجلس ذیلی قایم ہو چکی تھی۔[۱] اور ۱۹۱۵ء میں یہ جماعت "مجلس جنگ" کے نام سے کئی مرتبہ از سرِنو ترتیب دی گئی۔ اس نے قابل قدر خدمات انجام دئے اور اس کی سفارشوں کے متعلق یہ قریب قریب یقینی تھا کہ کابینہ انھیں منظور کرلے گا مگر پانچ چھ ارکان سے شروع ہوکر بڑھتے بڑھتے وہ خود کابینہ کی تعداد کے برابر ہوگئی اور دسمبر ۱۹۱۶ء میں جو کارروائی کی گئی اس کا مقصود یہ تھا کہ فوجی روش کے متعلق غور و فکر ایک مختصر و قابل عمل گروہ کے ہاتھ میں دیدی جائے یہ بھی

---

[۱] درحقیقت سال مذکور میں یہ مجلس ایک دوسری مجلس کی تنظیم جدید سے بنی تھی "مجلس متعلقہ مدافعت قومی" کا تھا اور جس کا تقرر اول اول ۱۸۹۵ء میں ہوا تھا۔ ایچ۔ اے۔ اجرٹن مجلس مدافعت شہنشاہی
H. E. Egerton, The Committee of Imperial Defense
مطبوعہ پولٹیکل سائینس کوارٹرلی، فروری ۱۹۱۵ء۔

مقصود تھا کہ یہ نہایت نازک اہم فرض ایک ایسی جماعت کو تفویض کیا جائے جسے خود اپنے فیصلوں پر عمل کرنے کا اختیار ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ جماعت ایسے لوگوں سے مرکب ہو جنھیں اپنی عظیم الشان حکمت عملیاں انتظامی و پارلیمنٹی فرائض کی پریشانیوں کے اندر مرتب نہ کرنا پڑیں اسی بنا پر یہ فیصلہ ہوا کہ جنگی مجلس کو ایک نئے قسم کے کابینہ میں مدغم کر دیا جائے اور یہ کابینہ پانچ ارکان کا ہو جن میں صرف ایک شخص کو اہم انتظامی عہدہ تفویض ہو۔ وزیر اعظم کو یہ کرنا پڑا کہ وہ دار العوام میں اپنی شخصی سرگروہی کو ترک کر دے تاکہ وہ اپنا تمام وقت جنگ کے عام مسائل کے لئے وقف کر سکے۔

اس طریق کے تحت میں عضوی تفریق اختیارات جو حقیقتاً انگریزی نظم حکومت میں موجود ہے، اس میں شخصی تفریق بھی پیدا ہو گی۔ پارلیمنٹ، تمام یا تقریباً تمام کابینی عہدہ داروں کے غیاب میں تشریعی و مالی کارروائیوں پر غور کرتی اور انھیں منظور کرتی رہی لیکن اس کے ساتھ ہی کبھی کوئی ایسا زمانہ بھی نہیں گزرا تھا جب دونوں ایوانوں کے کام اس درجہ کابینہ کے امر مطلق کے بموجب چلتے رہے ہوں۔ کابینہ نے خود کو واقعاً جنگ کے چلانے سے متعلقہ حکمت عملی کے تعین اور وسیع انتظامی اختیارات کے نفاذ تک محدود رکھا اور ان اختیارات کو وہ اس طرح عمل میں لاتا تھا کہ پارلیمنٹ کی طرف سے اس میں بہت ہی کم روک ٹوک ہوتی تھی۔ نظم و نسق کا کام ان وزرا اور ان مجالس کے ذریعے سے انجام پاتا تھا جو کابینہ سے بالکل باہر تھے اور جنھیں عاملانہ یا تشریعی کسی روش کے مرتب کرنے میں براہ راست کوئی اختیار نہیں تھا۔ حکومت کے ہر ایک حصہ کے دوسرے حصص سے اس نئی علیحدگی ہی کی وجہ سے زیادہ تر یہ ہوا کہ کابینی یادداشتوں اور اطلاعوں کے وہ انتظامات جاری ہوئے جن کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے۔ ایک معتمدی کابینہ کا انتظام کیا گیا۔ یادداشتیں باقاعدہ مرتب ہونے لگیں، اور جب فیصل شدہ امر سے جس وزیر کو تعلق ہوتا تھا اس کے پاس اس کی اطلاع بعجلت تمام روانہ ہونے لگی علاوہ ازیں وزرا اور بیرونی اشخاص کو مباحثات میں شامل کرنے کا طریقہ

اس سے پہلے ہی رائج ہو چکا تھا، اور سالانہ کابینی رودادوں کے شایع ہونے سے ایک ایسی اشاعت عام کا انتظام ہو گیا جس کا پہلے کہیں مذکور بھی نہ تھا۔[۱] رکنیت میں چھ تک اضافے اور افراد مشمولہ میں گاہ بگاہ کے تغیر کے ساتھ یہ جنگی کابینہ جنگ عظیم کے تمام زمانے اور التوائے جنگ کے تقریباً ایک سال بعد تک حکومت پر حاوی رہا۔ علاوہ ازیں ۱۹۱۷ء میں پانچوں برطانوی قلمروؤں کے وزرائے اعظم اور ان کے ساتھ ہندوستان کے نمائندے اس غرض سے طلب کئے گئے کہ وہ اس جماعت کے خاص اجلاسوں کے سلسلے میں شامل ہوں جو نئی شہنشاہی کانفرنس کے ساتھ مل کر ہوتے تھے اور اس طرح عجیب و دلچسپ "شہنشاہی جنگی کابینہ" وجود میں آیا جس نے بعد میں ۱۹۱۸ء کے موسم بہار و خزاں میں اجلاسوں کے دو سلسلے منعقد کئے[۲]۔ یہ ترتیبہائے جدید بالکلیہ غیر رسمی اور خارج از قانون کارروائیوں کے ذریعہ سے عمل میں آئی تھیں۔ انگلستان میں کابینی حکومت کی بنا رواج پر ہے اور قانون میں تغیرات کے بغیر اس میں ترمیم بلکہ انقلاب ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس نئی کل کے قیام بلکہ اس کے اعلام کے لئے بھی نہ تو پارلیمنٹ کی طرف سے کوئی قانون منظور ہوا، نہ کوئی اعلان یا حکم یا جلاس کونسل شایع

[۱] یہ روداد میں پارلیمنٹی کاغذوں کی حیثیت سے شایع ہوئیں۔ روداد کابینہ جنگی بابت ۱۹۱۷ء

Report of the war Cabinet for the year 1917.

شمارہ ۹۰۰۵ ۱۹۱۸ء اور روداد کابینہ جنگی بابت ۱۹۱۸ء شمارہ ۳۲۵ ۱۹۱۹ء

[۲] روداد کابینہ جنگی بابت ۱۹۱۸ء، صفحات ۵-۱۰۔ "شہنشاہی کانفرنس" کے متعلق ۱۹۱۷ء کی کانفرنس کی کارروائیوں کی روداد اور اس کے سامنے پیش شدہ کاغذات سے اقتباسات

Extracts from Minutes of Proceedings and Papers laid before the Conference of 1917.

شمارہ ۸۵۶۶ ۱۹۱۷ء۔ ۱۹۱۸ء کے متعلق اجلاسوں کے متعلق مستند تحریر کے حوالہ شمارہ ۹۱۷۷ بابت ۱۹۱۸ء میں ملیں گے۔

کیا گیا۔ سپہ سالار اسمٹس، جو اتحاد جنوبی افریقہ کی نمائندگی کرتا تھا، ۱۹۱۷ء کے موسم بہار سے ۱۹۱۸ء کے آخر تک برطانیہ کے مختصر جنگی کابینہ میں شامل رہا، حالانکہ وہ نہ وزیر تھا نہ پارلیمنٹ کا رکن مگر اس سے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں ہوئی کیونکہ یہ صرف رواج ہے کہ کابینی عہدہ داروں کو پارلیمنٹ کا رکن ہونا چاہیئے۔

جنگی کابینہ کے طریق کار کی پوری توضیح و تشریح نہ صرف اس کی شایع شدہ روداروں میں بلکہ خود پارلیمنٹ کے اندر اس کے بعض ارکان کی تقریروں میں بھی بیاں کی گئی ہے[1]۔ یہ جماعت روزانہ بلکہ بعض روز دن میں دو دو تین تین مرتبہ جمع ہوتی تھی اور تمام عملی اغراض کے لئے وہ گویا ہمہ وقت اجلاس کرتی رہتی تھی۔ کچھ وقت اطلاعات کے سننے میں صرف کیا جاتا تھا جس میں فوجی صورت حالات کا روزمرہ خلاصہ بھی شامل ہوتا تھا کچھ وقت فوجی حکمت عملی اور معاملات عام کی بحث میں صرف ہوتا تھا، اس میں صرف ارکان شریک ہوتے تھے اور دروازے بند کرکے بیٹھتے تھے۔ مگر بیشتر جلسوں میں سماعت حالات بحث اور مباحثے ہوتے تھے۔ اور ان جلسوں میں وزرا، فوجی و بحری ماہرین، اور ہمہ انواع و اقسام کے اشخاص جنھیں طلب کیا جاتا تھا، شریک ہوتے اور کارروائی میں حصہ لیتے تھے، مثلاً اگر کسی دن کے پیش نامہ میں سفارتی مسائل پر غور و خوض داخل ہوتا تھا تو معاملات خارجہ کے وزیر اور اس کے ساتھ ایک یا زائد نائب معتمدین یا دوسرے معاونوں اور زیردستوں کا موجود ہونا ضروری تھا۔ ۱۹۱۷ء کی روداد میں یہ لکھا ہے کہ۔ بدیں وجہ جنگی کابینہ کے نشستوں کا بیشتر حصہ ایسے اجلاسوں سے پر ہے جن میں ارکان کابینہ جنگی اور کارروائی عاملانہ کے ذمہ دار عہدہ داروں کے مابین حکمت عملی کے ان مسائل پر بحث و مباحثہ ہوتا جن کا تعلق ان کے محکموں سے ہوتا تھا، محکموں کے

---

[1] خاص کر ۱۹ رجون ۱۹۱۸ء کو دارالامرا میں لارڈ کرزن کی ایک تقریر، پارلیمنٹ کے مباحث، سلسلہ پنجم، دارالامراء جلد ۳۰ - صفحہ ۲۶۳ -

مسائل متجاوز الاختیار اور ان کے تصادم باہمی کا تصفیہ ہوتا اور نظم و نسق کی ہر ایک شاخ کی حکمت عملی کی عام روشوں میں یکسانی پیدا کی جاتی تاکہ سب ایک مسلسل جنگی تجویز کا جزو ہو جائیں۔ وزرا کو کامل اختیار حاصل تھا کہ وہ بصوابدید خود خاص اپنے محکموں میں سے یا باہر سے کسی ماہر فن کو جس کی رائے ان کے نزدیک مفید ہو، اپنے ہمراہ لا دیں[۱]۔ اس یکسانی کار کے حصول کے لئے جنگی کابینہ کے ارکان کے زیر صدارت، بیسیوں ذیلی مجلسیں قایم کی گئیں جو بالعموم ان محکموں کے سران دفتر پر مشتمل ہوتی تھیں جنھیں ان کاموں سے زیادہ تعلق ہوتا تھا[۲]۔ آخر میں یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ تمام خاص خاص وزرا، کابینہ کی جمعیت نام میں گاہ بگاہ اس غرض سے طلب کئے جاتے تھے کہ اہم مسائل عامہ پر (جیسے کہ آئرستان کی صورت حال یا قانون نمائندگی قوم کے مسائل تھے) غور و بحث کریں، تاہم ان مسائل کے متعلق بھی روش کار کا آخری فیصلہ کابینہ جنگی کے اختیار میں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک جنگ جاری رہی کابینہ جنگی کو ایک مطلق العنان کے اختیارات حاصل رہے۔ وہ دارالعوام کے سامنے آخری ذمہ داری کو تسلیم کرتا تھا مگر عملاً وہ آزاد تھا اور یہ امر مشکوک ہے کہ آیا اس کا پلٹ دینا ممکن بھی تھا یا نہیں۔ پارلیمنٹ پہلے ہی سے حقیقی ہدایت سے محروم اور جنگی خدمات کے وجہ سے بہت زیادہ خالی ہو چکی تھی، اس لئے اب وہ عاملانہ احکام کے اندراج کی ایک کل رہ گئی تھی۔ کابینہ جنگی پر یہ اعتراض کہ وہ ایک خود رایانہ جتھہ ہے بہت دنوں سے دبا ہوا تھا وہ اب پھوٹ نکلا۔ اور اگرچہ نئی پارلیمنٹ میں جس کا انتخاب دسمبر ۱۹۱۸ء میں ہوا، بہت وسیع حکومتی کثرت موجود تھی، پھر بھی اس نے بہت کچھ خود مختارانہ انداز کا اظہار کیا۔ کابینہ جنگی کے اختتام کے متعلق پیشین گوئی

---

[۱] شمارہ ۹۰۰۵ ۱۹۱۸ء صفحہ ۲۔

[۲] مثلاً مجلس تقدمات جنگی۔ مجلس مافیت دار تقاضائے معاشی مجلس معاملات داخلہ اور مجلس انتشار سیاہ وغیرہ۔

بھی ہونے لگی اور مطالبہ بھی ہو چلا، اور وزیر اعظم نے خود یہ ظاہر کر دیا کہ ایسے تغیر کا ہونا غیر اغلب نہیں ہے۔[1] پیرس میں جو صلح کانفرنس منعقد ہوئی اس کے بعد حکمراں گروہ کے صرف تین ارکان لندن میں رہ گئے اور مسٹر آج جو مسٹر لائڈ جارج کی عدم موجودگی میں ایک گونہ نائب وزیر اعظم کے طور پر کام کرتے تھے وہ ایسی وزارتی کانفرنسیں طلب کرنے لگے جس میں بیس بائیس افراد شریک ہوتے تھے اور اس طرح یہ کانفرنسیں قبل از جنگ ایام کے کابینہ سے بہت مشابہ ہو گئی تھیں۔ وسط گرما میں، ڈاؤننگ اسٹریٹ میں پھر اپنی جگہ پر آنے کے بعد، مسٹر لائڈ جارج نے یہ ظاہر کر دیا کہ جنگی کابینہ کا بہت جلد خاتمہ کر دیا جائے گا اور کئی ہفتے تک آئندہ کی تنظیم کے خیالات میں وہ زیادہ تر غرق رہے۔ کابینہ نے اپنی اس نئی شکل میں ایک مفید کام انجام دیا تھا لیکن مختلف محکموں کے کاموں میں یکسانی پیدا کرنے میں انھیں نمایاں کامیابی ہوئی تھی اور درحقیقت انھوں نے اس اصول کو باطل کر دیا تھا کہ حکومت کے کاموں کے لئے وزرا مجموعتاً ذمہ دار ہیں۔ اس کابینہ کو (اور اس کی موجودہ شکل میں تو ہر حال میں اسے) ترک کر دینے کی تقریباً ہمہ گیر خواہش موجود تھی۔

لیکن زیر غور ترتیب جدید نے دو مشکل سوالات پیدا کر دیئے۔ جدید تنظیم یافتہ کابینہ کی وسعت تعداد کیا ہو اور کابینہ کے اندر فریقانہ استحکام کے اصول کی تجدید کی جائے یا نہیں اگر صرف ان وزرا کو داخل کیا جاتا جو محکمہ جات کے سردفتر تھے، تو بھی تعداد تیس ہو جاتی مگر قبل از جنگ کابینوں میں کبھی بائیس اشخاص سے زیادہ شامل نہیں ہوئے تھے اور یہ تعداد بھی عام طور پر زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ ۱۹۱۵-۱۶ء کی سیاسی تاریخ نے وسیع کابینوں کے نقص کو واضح طور پر ثابت کر دیا تھا اور وزارت ترتیب جدید کی حکومتی مجلس کی

---

[1] انتخابات کے بعد ۱۰ جنوری ۱۹۱۹ء کو جو نئی مخلوط حکومت بنی تھی اس کا اعلان کرتے وقت اس نے یہ کہا تھا کہ جنگی کابینہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ مستقل انتظامات صلح کے لئے مزید وقت درکار ہو۔ لندن ٹائمز ۱۱ جنوری ۱۹۱۹ء۔

کل والی جماعت پر ذیلی یہ زور دے رہی تھی کہ فرائض کی مناسب انجام دہی کے لیے کابینہ میں بارہ بلکہ انسب یہ ہے کہ دس سے زاید آدمی نہ ہوں۔ خود مسٹر لائڈ جارج کا خیال یہ تھا کہ صرف بارہ نہایت ہی اہم سران محکمہ جات شامل کیے جائیں جس کے معنی یہ ہونگے کہ کابینہ کی اتنی ہی وسعت ہو جتنی ڈزریلی کے زمانہ ۱۸۷۰ء میں تھی لیکن اس تجویز پر قائم رہنا اسے سہل نظر نہ آیا، اور اکتوبر ۱۹۱۹ء میں جب نیا کابینہ بتدریج بننے لگا تو وہ قبل از جنگ ایام کے تناسبات پر پہنچ گیا اور آخر میں اس کی رکنیت کی تعداد بیس ہو گئی۔ یہ دانشمندی کی گئی کہ ۱۹۱۵ء میں جو معتمدی کا بینہ قایم کی گئی وہ برقرار رکھی گئی اور کارروائیوں کی باضابطہ یادداشتیں اگرچہ شایع نہیں ہوتیں مگر محفوظ رہتی ہیں۔ اب یہ غیر اغلب ہے کہ کاموں کے قدیم طریقہ کی طرف پھر عود کیا جائے اور اس صورت میں کابینہ جنگی کے تجربے سے دیرپا مفید نتایج باقی رہینگے۔ بہر حال تاریخ تحریر (یعنی ۱۹۲۳ء) تک مخلوط اصول برقرار ہے۔ چنانچہ کابینی نظم ہنوز اس طرح عمل میں نہیں آتا جس طرح سابق میں عمل میں آتا تھا تاہم ایسے علامات بڑھتے جا رہے ہیں کہ وہ کابینے جو فریقانہ اتحاد کو مدنظر رکھ کر بنے ہوں جلد تر پھر ظاہر ہو جائیں گے۔[1]

---

[1] کابینہ جنگی کے متعلق کتب ذیل ملاحظہ ہوں:- جے۔ اے فیری "برطانیہ کا جنگی نظم و نسق" مطبوعہ نیویارک، صفحات ۴۱۔ ۵۸۔ آر شوئی لر، برطانیہ کا کابینہ جنگی R. Sehuyler; The British war Cabinet مطبوعہ "پولیٹکل سائنس کوارٹرلی" ستمبر ۱۹۱۸ء اور کابینہ برطانی، مطبوعہ ایضاً مارچ ۱۹۲۰ء۔ اے۔ وی ڈائسی "دستوری تجربہ کی حیثیت سے جدید کابینہ انگلشیہ" A. V. Dicey The New English War Cabinet as constitutional Experiment مطبوعہ نائنٹینتھ سنچری، ورلڈ ریویو، جون ۱۹۱۷ء۔ ایچ ڈبلیو میسنگھم Massingham لائڈ جارج اور اس کی حکومت Lloyd George and his government مطبوعہ سِول ریویو جولائی ۱۹۱۷ء مضمون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ "جدید سیاسی نزاکت" The Recent political crisis,
مطبوعہ کوارٹرلی ریویو، جنوری ۱۹۱۰ء۔ ایس لو، "کابینی انقلاب"
S. Low The Cabinet Revolution, مطبوعہ "فورٹ نائٹلی ریویو"
فروری ۱۹۱۰ء۔ ایف پگٹ، "کابینہ کا خاتمہ" F. Piggott, The passing of the cabinet مطبوعہ نائینٹینتھ سنچری فروری ۱۹۱۰ء۔
ایچ۔ اسپنڈر "برطانی انقلاب" H. Spender, The British Revolution
مطبوعہ کانٹمپوریری ریویو" مئی ۱۹۱۰ء۔ "لندن ٹائمز کی جنگ کی تاریخ اور دائرۃ المعارف جنگ" حصص ۶۰ و ۱۱۷۔ جے بارتھیلمی "حکومت ماہرین جدید تجربہ انگلشیہ"، مطبوعہ فرانسیسی پولیٹیکل سائنس ریویو J. Barthelemy, "La, government part les Spicialistes et la recnt experience Anglaise
اپریل ۱۹۱۸ء۔ کابینہ کی ۱۹۱۷ء و ۱۹۱۸ء کی دو روداروں کا حوالہ دیا جا چکا ہے

پارلیمنٹ ۱ دارالعوام

جو پارلیمنٹ وسٹ منسٹر میں نشست کرتی ہے وہ نہ صرف انگلستان کی عمومیت کا خاص الخاص عضو ہے بلکہ زمانۂ جدید کی تمام تشریعی جماعتوں میں سب سے زیادہ قدیم، سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ طاقتور جماعت ہے اور حق تو یہ ہے کہ وہ تمام پارلیمنٹوں کی ماں ہے۔ سرسری طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی ابتدا تیرھویں صدی میں ہوئی، چودھویں صدی میں معین طور پر دو ایوانوں میں اس کی تنظیم ہوئی، سترھویں صدی میں اس نے معاملات قومی کا انصرام بادشاہ کے ہاتھ سے نکال لیا اور انیسویں اور بیسویں صدیوں میں عمومیت کامل کے مراحل طے کر گئی۔ دونوں ایوانوں نے رفتہ رفتہ جو حدود اختیارات حاصل کر لئے تھے وہ برابر وسیع ہوتے گئے تاآنکہ اب عملاً یہ حدود حکومت کی تمام وسعت و فسحت پر حاوی ہیں اور سیاسی اقتدار کے اس بے اندازہ طول و عرض میں ایوانوں کا

اختیار (جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں) از روئے قانون واز روئے واقعہ مطلقاً بے قید ہے۔ برائس لکھتا ہے کہ "برطانوی حکومت .... ہر قسم کا ہر ایک قانون بنا سکتی اور اُسے منسوخ کر سکتی ہے حکومت کی شکل یا تاج کے طریق جانشینی کو بدل سکتی، انصاف کے معاملہ میں مداخلت کر سکتی، اور شہریوں کے نہایت ہی مقدس ذاتی حقوق کو فنا کر سکتی ہے، اس کے اور عام قوم کے درمیان کوئی قانونی فرق نہیں ہے کیونکہ قوم کے حقوق و اختیارات کا تمام مجموعہ اسی کے اندر مرکوز ہے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تمام قوم اُس ایوان کے اندر موجود ہوتی ہے جہاں پارلیمنٹ نشست کرتی ہے۔ قانونی نظریہ کے نقطۂ نگاہ سے وہ قوم ہی ہے کیونکہ وہ انگریزوں کے ٹیوٹنی آبا و اجداد کی مجالس قومی کی تاریخی جانشین ہے۔ قانونی و عملی دونوں اعتبارات سے آج یہ پارلیمنٹ قوم کے اقتدار کا واحد و کافی مخزن ہے اور وہ دائرہ قانون کے اندر غیر ذمہ دار و قادر مطلق ہے"[1] امر زیر بحث دستور سلطنت کی ہیئت ترکیبی سے تعلق رکھتا ہو یا وضع قانون سے، کلیسائی ہو یا دنیاوی اس پر بحث کرنے اور اس کے تصفیہ کرنے کے متعلق پارلیمنٹ کا حق بے رد و قدح مسلم ہے۔ اس لئے یہ سمجھنے کے لئے کہ انگلستان پر کس طرح سے حکومت ہوتی ہے، پارلیمنٹ پر بہت زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور انگلستان کی سیاسی عمومیت کے اکمال کو سمجھنے کے لئے اس طولانی تاریخی عمل کا کچھ نہ کچھ علم ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے سے یہ ہمہ کامل الاختیار پارلیمنٹ (یا بہر نوع دارالعوام) مکمل طور پر قوم کی نمایندہ بن گئی۔

موجودہ ترکیب | اسپنسر والپول نے ربع صدی قبل یہ لکھا تھا کہ

---

[1] "دولت عامہ امریکہ" American Common wealth طبع سوم جلد اول، صفحہ ۳۵-۳۶۔

"کوئی وزیر جب پارلیمنٹ سے مشورہ کرتا ہے تو وہ دارالعوام سے مشورہ کرتا ہے۔ بلکہ جب پارلیمنٹ کو منتشر کرتی ہے تو وہ دارالعوام کو منتشر کرتی ہے، نئی پارلیمنٹ محض نیا دارالعوام ہے"[1] ویسٹ منسٹر میں "نمایندگان عوام" کا جمع ہونا، درحقیقت اس وقت اور مدتوں قبل سے بلا رد وکد ملک کی سب سے زیادہ اہم کارکن جماعت کا جمع ہونا ہے اور رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ ایوان اقتدار کا خاص مخزن اور عمومی مرضی کا اقدم واول عضو رہا ہے۔ یہ اسی کی طولانی و پرزور ترقی کا نتیجہ ہے کہ برطانیہ عظمی نے قومی حکومت میں عمومیت حاصل کرلی ہے اور انگریزی عمومیت نے دارالعوام میں جیسی عملی صورت اختیار کی ہے انگریزی بولنے والی اور باقی ماندہ بیرونی دنیا پر اس کا جو کچھ اثر پڑا ہے اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

اس وقت دارالعوام ۷۰۷، ارکان پر مشتمل ہے، جن میں سے ۴۹۲، انگلستان کے حلقہائے انتخاب کے نمایندے ہیں، ۳۶، ویلز کے ۷۴، اسکاٹ لینڈ کے اور ۱۰۵، آیرستان کے یہ ۱۹۱۸ء سے پہلے کی حالت ہے۔ آجکل پارلیمنٹ میں شمالی آیرستان کیطرف سے صرف ۱۳ ارکان ہیں اور بوجہ آیرستان کی آزاد ریاست قایم ہوجانے کے جنوبی آیرستان اپنے قایم مقام ویسٹ منسٹر نہیں بھیجتا پارلیمنٹ میں اب صرف ۶۱۵ رکن رہ گئے ہیں۔ ارکان کا انتخاب کسی قدر مختصر انتظامات کے تحت دارالعلوموں کی نمایندگی کے لئے ہوتا ہے۔ بقیہ ۶۹۲، ارکان ضلعوں یا برو کے حلقوں سے منتخب ہوتے ہیں، جن میں سے ۳۷۲ ضلعوں سے ۳۲۰، برو سے لئے جاتے ہیں، ان کا انتخاب ایسے قانون رائے دہی کے بموجب ہوتا ہے جو

---

[1] "انتخاب کنندگان ومجلس مقننہ" The Electorate and the Legislature مطبوعہ لندن، ۱۹۲۶ء صفحہ ۴۸

دنیا کے سب سے ترقی یافتہ عمومی قانون کے مقابلہ میں کچھ زیادہ پست نہیں ہے معیار رائے دہی کے لئے جو ضوابط مقرر ہیں وہ سادے اور آزادانہ ہیں۔ کسی وقت میں ایک معیار اقامت کا تھا مگر اٹھارھویں صدی میں اس کے بجائے مِلک کا معیار قائم کر دیا گیا، پھر وہ بھی اپنی باری میں ۱۸۶۶ء میں غائب ہوگیا۔[1] سابق میں وفاشعاری کے حلف اور مذہبی حلف کی وجہ سے بہت سے لوگ امیدواری سے محروم ہو جاتے تھے مگر اب ارکان سے جو کچھ چاہا جاتا ہے وہ تصدیق وفاشعاری کا ایک بہت ہی سادہ حلف ہے، اور وہ ایسے الفاظ میں ہے کہ ہر ایک رنگ کے مذہبی عقیدے اور نیز بے عقیدگی کے موافق آجاتا ہے۔ ہر ایک برطانوی رعایا جو عمر بلوغ کو پہنچ چکی ہو، (مرد ہو یا عورت) جس حلقہ میں چاہے خود کو انتخاب کے لئے پیش کر سکتی ہے بشرطیکہ اس کا تعلق بعض مخصوص چھوٹے چھوٹے گروہوں سے نہ ہو جن میں مختص گروہ امرا کا گروہ ہے۔ (باستثنائے امرائے آئرستان کے) دوسرے اور گروہ حسب ذیل ہیں) (۱) کلیسائے رومن کیتھولک کلیسائے انگلستان اور کلیسائے اسکاٹ لینڈ کے پادری۔ (۲) جو لوگ کسی ایسے سرکاری عہدہ پر فائز ہوں جو ۱۷۰۵ء کے قانون تحفظ کے اختیار کرنے کے بعد سے قائم ہوا ہو[2] دیگر وزارتی عہدے

---

[1] جس قانون میں یہ شرط تھی کہ صوبے کے ارکان انہیں صوبوں کے رہنے والے ہوں جن کی وہ نمایندگی کرتے ہوں یہ ۱۷۷۴ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ ۱۷۱۰ء سے ۱۸۵۸ء تک صوبوں کے لئے جس ملکیت کی شرط تھی اس کی مالیت چھ سو پونڈ یا زائد تھی خواہ مقبوضہ ہو یا متوقع بشرطیکہ وہ زمین کی ملکیت سے حاصل ہوتی ہو۔ بروں کے ارکان کے لئے تین سو یا زاید کی شرط تھی۔

[2] اس قانون میں مصالحت کی کوشش کی گئی تھی جس کا انجام ۱۷۰۷ء کے قانون وراثت پر ہوا یہ قانون عام طور پر قانون مناصبت کے نام سے مشہور ہے۔

اس سے مستثنیٰ ہیں)۔ (۳) دیوالیہ اشخاص (۴) پاگل (۵) حکومت کے اجارہ دار۔ (۶) غداری، جرائم کبیرہ، یا بداطواری کے سزا یافتہ اشخاص۔

دارالعوام میں عورتوں کو نشست کا حق سب سے پہلے ۶ر فروری ۱۹۱۸ء کے قانون نمایندگی عوام کے ضمیمہ کی توضیح کے طور پر عطا ہوا (اس قانون کا ذکر آگے آتا ہے) یہ قانون جس کے بموجب ساٹھ لاکھ عورتوں کو حق رائے دہی عطا ہوا، کتاب قوانین پر ثبت ہوا ہی تھا کہ یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ آیا عورتیں انتخاب کی اہل ہیں یا نہیں سرکاری قانونی عہدہ داروں نے منفی رائے کا اظہار خیال کیا مگر آئندہ کے لئے امید وار بننے والی عورتیں آموجود ہوئیں، حزب العمال نے عورتوں کی اہلیت کی جانبداری میں اظہار کر دیا اور دارالعوام نے ۲۵ کے خلاف ۲۷۴ رایوں کی کثرت سے یہ اعلان کر دیا کہ اس معاملے پر فوراً ایک مسودہ قانون کا پیش و منظور ہو جانا مناسب ہے۔ اس کی مخالفت کچھ بیدلی کے ساتھ ہوئی اور کچھ سنجیدہ بحث ہوئی وہ اس امر پر مرکوز تھی کہ مسودے کی ترمیم اس طرح ہونا چاہئے کہ جو مختلف پیشے عورتوں کے لئے بند ہیں وہ کھول دیئے جائیں دارالامرا میں یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ اس قانون کی ترمیم اس طرح پر کر دی جائے کہ امرا کی بیگموں کو خود اپنے استحقاق سے ایوان ثانی میں بیٹھنے اور رائے دینے کا حق حاصل ہو جائے مگر یہ رائے غالب آئی کہ اس مسئلے کو جداگانہ وضع قانون کے لئے چھوڑ دینا چاہیے اور "عورتوں کے عطائے حق" کا قانون جس طرح دارالعوام سے آیا نومبر ۱۹۱۸ء میں اسی طرح اس کے آخری مراحل طے ہو گئے۔ اگلے مہینے جو انتخاب ہوا اس میں ایک عورت امید وار کامیاب ہو گئی مگر آئرستانی "سن فائنر" ہونے کی وجہ سے اس نے دارالعوام میں نشست نہیں کی۔ واقعاً جس پہلی عورت نے دارالعوام میں رکن کی حیثیت سے کام کیا وہ وائی کاونٹ ایسٹر کی امریکہ نژاد بیوی لیڈی ایسٹر تھی۔ بیگم مذکور نے ایک پرجوش مہم کے

بعد ۱۵ نومبر ۱۹۱۹ء کے انتخاب درمیانی میں بہ حیثیت ایک یونینسٹ (حامی اتحاد) کے اپنے لبرل (آزاد خیال) اور لیبر (مزدور گروہ) رقیبوں کو شکست دیدی۔ یہ امر ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ رائے دہی کا حق عورتوں کو تیس برس اور اس سے زائد عمر میں دیا گیا ہے مگر ۱۹۱۸ء کے قانون میں ایوان کی نشست کے لئے عورتوں کے لئے عمر کی قید نہیں ہے۔ ۱۹۲۹ء کے قانون کے بموجب ۳۰ برس کی شرط گھٹا کر ۲۱ سال کی شرط رکھ دی گئی ہے۔

جس زمانے میں مقامی شرفا کو پارلیمنٹ میں کام کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا، اس زمانہ کی ایک یادگار یہ عجیب و غریب قاعدہ بھی ہے کہ پارلیمنٹ کا رکن اپنی جگہ سے استعفا دینے سے ممنوع ہے۔ رکن خارج کیا جا سکتا ہے۔ مگر عام انتخاب سے قبل برضائے خود ایوان سے کنارہ کش ہونے کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ وہ کوئی ایسا سرکاری عہدہ قبول کرلے جس کا قابض ۱۷۰۷ء کے قانون مناصب کے تحت از خود رکنیت سے محروم الاستحقاق ہو جائے۔ عام طور پر اس غرض کے لئے جس عہدے کی خواہش کیجاتی ہے وہ اعلیٰ حضرت کے تین چلٹرن ہنڈریڈ کی داروغگی کا عہدہ ہے۔

یہ حلقے اسٹوک، ڈسبرو اور برنہم ہیں جو صوبہ بکنگھم شائر میں واقع ہیں۔ صدیوں قبل اس عہدہ دار کا تقرر تاج کی طرف سے اس غرض سے ہوتا تھا کہ وہ بعض جنگلوں کو رہزنوں سے محفوظ رکھے جو بکثرت ادھر آیا کرتے تھے۔ مدتیں گزریں کہ یہ رہزن مر چکے خود جنگل باغوں اور چراگاہوں میں مبدل ہو گئے مگر داروغگی ہنوز باقی ہے۔ جو رکن اپنی جگہ سے مستعفی ہونا چاہتا ہے وہ اس عہدے اور اسی قسم کے بعض دوسرے قدیم الایام عہدوں کے لئے (جن کے فرائض اور معاوضے برائے نام ہیں) درخواست کرتا ہے۔ اسے یہ عہدہ مل جاتا ہے اور اس طرح وہ پارلیمنٹ کی نشست سے محروم الاستحقاق ہو جاتا ہے اور پھر استعفاء دیدیتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ چلٹرن ہنڈریڈ کی داروغگی ایک ہی

دن میں دو دو مرتبہ عطا ہوئی ہے اور اکثر اسی دن استعفا بھی داخل ہوگیا ہے۔[۱]

اوائل انیسویں صدی میں انتخابی اصلاح کا مسئلہ

اپنے پارلیمنٹی ادارات، آئینی مقامی حکومت خود اختیاری کے روایتی اصول، اور اپنی انفرادی آزادی کی تاریخی ضمانتوں کے باوجود انیسویں صدی کے آغاز میں انگلستان صحیح معنی میں کوئی عمومی مالک نہیں تھا۔ نہ صرف معاشرہ اصلاً امتیازی بنیاد پر مرتب تھا بلکہ خود حکومت پر بھی چند اعلی بلند مرتبہ افراد کا اقتدار قائم تھا اور زیادہ تر انھیں کے مفاد کے مطابق حکومت چلائی جاتی تھی۔ پارلیمنٹ کی ایک شاخ تمام تر نسبی و موروثی ارکان سے مرکب تھی۔ دوسری شاخ ان ارکان سے مرکب تھی جو غیر آزادانہ حق رائے دہی کے زیر انتظامات منتخب ہوتے تھے یا بند شخصیات اور انفرادی امرائے عظام کی طرف سے براہ راست ان کا انتخاب ہو جاتا تھا نہ صرف یہ کہ جو لوگ قانون بناتے تھے بلکہ وہ عہدہ دار جو ان قوانین کو عمل میں لاتے اور وہ جج جن کی عدالتوں میں ان قوانین کی تعبیر اور ان کا اطلاق ہوتا تھا یہ سب کے سب ایسے طریق سے منتخب ہوتے تھے جس میں عامہ قوم کو کوئی دخل نہیں تھا۔ مقامی حکومتیں صوبوں کی ہوں یا بروکی، ان کی کارکن جماعتیں علی العموم عدیدی ہوتی تھیں اور امتیاز خاص و اختصاص طبقاتی نے تمام سیاسی نظم کو خراب کر رکھا تھا، عام لوگوں سے یہ چاہا جاتا تھا کہ ان قوانین کی اطاعت کریں اور محصول ادا کریں جو ان کی مرضی کے بغیر منظور ہوئے ہوں، وہ ایسے حرفی، معاشری اور کلیسائی ضوابط کے پابند ہوں جن

---

[۱] ۔ "دارالعوام سے متعلق مجلس منتخب کی روداد" (جگہوں کا خالی کرنا)
Report from the Select Committee on House of Commons (Vacating of Seats) سنہ ۱۸۹۴ء

کی توضیع، تنسیخ و ترمیم میں انھیں اثر اندازی کا کوئی پر زور ذریعہ حاصل نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ ان سے ایک ایسی حکومت کی تائید چاہی جاتی تھی جس پر نگرانی کرنا ان کے اختیار سے خارج تھا۔

پارلیمنٹی اصلاح کا مسئلہ سہ گانہ نوعیت کا تھا۔ پہلا سوال حق رائے دہی کا تھا۔ ابتداً ضلعوں کے نمایندوں کا انتخاب ضلع کی عدالت میں ہوتا تھا اور یہ انتخاب وہ تمام اشخاص کرتے تھے جنھیں جماعت عدالت میں حاضر ہونے اور شرکت کرنے کا حق تھا۔ ہنری ششم کے عہد میں ۱۴۲۹ء میں، ایک قانون منظور ہوا۔ جس کا ظاہری مقصد فساد انگیز و بے ترتیب انتخابات کا روکنا تھا اس قانون میں یہ قرار دیا گیا کہ آئندہ سے ضلع کے انتخابات میں ضلع کے وہی مرد باشندے شامل ہوں گے جن کے قبضہ میں ایسی اراضی معافی یا دخیل کاری ہو جس کا لگان سالانہ تمام اخراجات کے بعد چالیس شلنگ ہوئے بٹہ دار، نقلدار، اور چھوٹے چھوٹے اراضی دار اور تمام غیر اراضی دار حق رائے دہی سے بالکلیہ خارج کر دئے گئے۔ پندرھویں اور سولھویں صدیوں تک میں چالیس شلنگ والے اراضی داروں کی تعداد کم تھی۔ اٹھارہویں اور اوائل انیسویں صدی کے زرعی انقلاب کے نتیجہ کے طور پر جب اراضی کا معدودے چند شخصوں کے ہاتوں میں اجتماع ہونے لگا تو صوبہ میں ان ارضی داروں کا تناسب برابر گھٹتا گیا اور ۱۸۳۲ء تک یہ صورت ہو گئی کہ مالکان اراضی کی کثیر تعداد میں ضلع کے انتخاب کنندگان کی تعداد بہت ہی قلیل رہگئی۔ زمانہ مذکور میں انتظامات رائے دہی اس قدر پیچیدہ و مختلف تھے کہ ان کی کوئی عام نوعیت قرار دینا امکان سے باہر تھا بہت سے بروکو پارلیمنٹی نمایندگی نہایت اہی خودرایانہ و بے پروایانہ طریقوں

لہ اسی زمانہ کے نرخ کے اعتبار سے یہ تیس یا چالیس پاؤنڈ یعنے چار سو پانچ سو روپیہ کے برابر ہے۔

۲ ملاحظہ ہو ف، ا، اوگ کی "جدید یورپ کا ارتقائے اقتصادی" F. A. Ogg.
Economic Developement of Modern Europe
مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۷ء - بار ششم

دیدی گئی تھی اور ۱۸۳۲ء کے قبل ان کے اندر رائے دہی کے انضباط کے لیئے کوئی عام قانون نہیں بنا تھا۔ ان میں جو زیادہ اہم طرز ممیز ہو سکتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ اسکاٹ اور لاٹ "پاٹ ویلوپر" "برگیج" "فریمین" اور "بند قصبات"۔[1]

ان میں سے بعضوں میں کم از کم نظریہ کے اعتبار سے، حق رائے دہی معقول حد تک عمومی تھا مگر اکثروں میں رواج یا مقامی ضابطے کے رو سے یہ حق مالک داروں یا محصول ادا کرنیوالوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں، بلدی شخصیات، بلکہ مورد عنایت انجمنوں کے ارکان تک ہی محدود تھا۔ چند مستثنیات کے سوا برو کی حق رائے دہی بے اصول، تنگ و محدود اور ناقابل توسیع تھی۔

دوسرا مسئلہ وہ تھا جو ناجائز سیاسی اثر اور شدید رشوت دہی کے حیرت انگیز رواج کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ برو کے ارکان زیادہ تر قوم کے نمایندے ہی نہیں بلکہ امراء، باثر ارکان دارالعوام، یا حکومت کے نامزد کردہ ہوتے تھے۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ برو کے (۴۷۲) ارکان میں سے (۱۳۷) سے زیادہ صحیح معنی میں منتخب شدہ نہیں خیال کیئے جاسکتے تھے۔ بقیہ ارکان بوسیدہ، برو یا جیبی برو کی جانب سے نشست کرتے تھے جن کی آبادیاں اس قدر کم یا اس قدر مطیع ہیں کہ وہ برو گویا کسی امیر کبیر کے جیب میں سما سکتا تھا۔

تمام کارنوال میں صرف ایک ہزار رائے دہندے تھے ملک کے اس حصے کو بیالیس نشستوں کا حق حاصل تھا ان میں بائیس نشستیں تو سات امراء کے گویا قبضہ میں تھیں اور اکیس نشستیں ارکان دارالعوام کے زیر اثر تھیں، صرف ایک جگہ آزادانہ انتخاب سے پر ہوتی تھی۔ ۱۷۸۰ء میں ڈیوک رچمنڈ نے دعوے کے ساتھ لکھا تھا کہ دارالعوام کے بیشتر ارکان چھ ہزار شخصوں سے زاید کی طرف سے منتخب نہیں ہوتے۔ رشوت

---

[1] "اسکاٹ اور لاٹ" وہ قصبے ہیں جن پر خاص قصبہ کے محصول عائد ہوتے ہیں۔
"پاٹ ویلوپر" وہ قصبے ہیں جہاں لوگ مکاندار کی حیثیت سے رائے دیتے ہیں۔
"برگیج" وہ قصبے ہیں جہاں اراضی داری کا رواج ہے۔
"فریمین" وہ قصبے ہیں جہاں کے لوگ خاص محصول سے آزاد ہیں۔

دہی اور تخریب کی صورتیں اس قدر عام تھیں کہ صرف نہایت بے شرمانہ مثالوں کی طرف توجہ ہوتی تھی نہ صرف رایوں کی بلکہ رکنیت کی بھی علانیہ خرید و فروخت جاری تھی اور عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک سیاسی حوصلہ مند کو پانچ ہزار سے سات ہزار پاؤنڈ تک کی رقم "برد فروش" کے نذر کرنیکا متوقع رہنا چاہیئے۔ عام مطبوعات میں نشستوں کے فروخت کرنے بلکہ چند برسوں کے لیئے ان کے کرایہ پر دینے کا بھی اشتہار ہوا کرتا تھا۔[1]

نشستوں کی تقسیم ثانی کا مسئلہ

تیسرا سوال نشستوں کی تقسیم ثانی کا سوال تھا۔ ممالک متحدہ امریکہ کے دستور کے بموجب ہر دسویں برس کی مردم شماری کے بعد دارالنیابین کی جگہوں کی ترتیب جدید ہونا چاہیئے اور فرانس میں اس قسم کی تقسیم ثانی ہر پانچویں برس ہوتی ہے۔ یہ عیاں ہے کہ اس سے مقصود یہی ہے کہ انتخابی حلقوں کے اندر واقعی مساوات قائم رہے تاکہ ایک جگہ کی ایک رائے کا وزن وہی ہو جو دوسری جگہ کی ایک رائے کا ہو لیکن حیرت یہ ہے کہ انگلستان میں قانوناً یا رواجاً کبھی بھی اس قسم کی ضرورت مسلم نہیں ہوئی۔ ترتیب جدید بہت ہی کم کم اور گاہ بگاہ ہوئی ہے، الآ زیادہ زمانہ ایسا ہی گذرا ہے کہ ویسٹ منسٹر میں جن حلقوں کی نمایندگی ہوتی رہی ہے وہ بہت ہی غیر مساوی رہے ہیں۔ اس کے سوا کہ ۱۷۰۷ء میں اسکاٹلینڈ کی نمایندگی کیلیئے پینتالیس ارکان کا اور ۱۸۰۱ء میں آئرلینڈ کیجانب سے نشست کرنیکیلیئے سو ارکان کا اضافہ ہوا، ورنہ جن حلقہائے انتخاب کی نمایندگی دارالعوام میں ہوتی ہے وہ چارلس دوم

[1] "غیر اصلاح شدہ انتخاب پیمائی" کے دلچسپ بیان کے لیئے سی، سیمور اور ڈی۔ پی فریری کی تصنیف "دنیا کس طرح رائے دیتی ہے"۔ (C. Seymour and D. P. Frary, (How the world votes) مطبوعہ اسپرنگفیلڈ، ۱۹۱۸ء جلد اول صفحات ۹۱ - ۱۱۲ دیکھنا چاہیئے۔ پیٹ نے ۱۷۸۳ء میں خود دارالعوام کے اندر یہ کہا تھا کہ "یہ ایوان برطانیہ عظمیٰ کے باشندوں کا نمایندہ نہیں ہے، بلکہ برائے نام برو، ویران و برباد قصبات یا خاندانہائے امراء، متمول افراد، غیر ملکی فرمانرواکا نمایندہ ہے"۔

کے عہد سے سنہ ۱۸۳۲ع کی اصلاح تک تقریباً بالکل ہی غیر مبدل رہے لیکن اس وسیع زمانہ میں آبادی کے تغیرات نہایت ہی کثرت و وسعت سے ہوئے۔ سنہ ۱۶۸۹ع میں انگلستان اور ویلز کی آبادی پچپن لاکھ سے زاید نہیں تھی مگر سنہ ۱۸۳۱ع کی مردم شماری سے یہ واضح ہوا کہ ان ممالک کی آبادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے۔ سترھویں اور اوائل اٹھارھویں صدی میں انگریزوں کا حصہ کثیر جنوب و مشرق میں آباد تھا۔ لورپول ایک حقیر قصبہ تھا، منچسٹر محض ایک گاؤں اور برمنگھم ایک کوچۂ ریگ تھا لیکن حرفتی انقلاب کا اثر یہ ہوا کہ کوئلے، لوہے اور طاقت آبی کی طلب بے اندازہ بڑھ گئی اور سنہ ۱۷۶۰ع کے بعد ملک کا حرفتی مرکز اور اس کے ساتھ ہی آبادی کا مرکز بھی بہت سرعت کے ساتھ شمال کی طرف منتقل ہو گیا۔ لنکا شایر اور یارک شایر کی ان وادیوں میں جو اب تک تقریباً غیر آباد تھیں، کثیر التعداد حرفتی شہر اور قصبے پیدا ہو گئے مگر پارلیمنٹ کے اندر ان سریع الاضافہ آبادیوں کی نمایندگی یا تو بہت ہی کم ہوتی تھی یا بالکل ہی نہیں ہوتی تھی۔ سنہ ۱۸۳۱ع میں انگلستان کے سب سے جنوبی دس ضلعوں کی آبادی ۲۶۰۰۰۰۰ تھی اور وہ پارلیمنٹ میں ۲۳۵ ارکان بھیجتے تھے[1] اسی زمانہ میں سب سے شمالی چھ ضلعوں کی آبادی ۳۵۹۴۰۰۰ تھی اور وہ صرف ۶۸ نمایندے بھیجتے تھے۔ کارنوال میں ۳۰۰۰۰۰ کی آبادی تھی اور اس کے بیالیس نمایندے تھے، لنکا شایر کی آبادی ۱۳۲۰۰۰۰ تھی اور اسکے چودہ نمایندے تھے، قصبات میں سے برمنگھم اور منچسٹر جن کی آبادیاں ایک لاکھ سے اوپر تھیں اور لیڈز و شفیلڈ جن میں سے ہر ایک کی آبادی پچاس ہزار تھی، ان کا کوئی نمایندہ نہ تھا۔ دوسری طرف ایسے برو کو حق رائے دہی حاصل تھا جن کی قلت آبادی پر ہنسی آتی ہے بلکہ ایسے برو کو بھی حق رائے دہی حاصل تھا جن میں کوئی مستقل آبادی ہی نہ تھی۔ سرے میں گیٹن ایک باغ اور ولٹشایر میں اولڈ سیرم ایک غیر آباد کوچہ تھا۔ کسی زمانہ میں جس مقام پر ڈنچ تھا، وہاں اب بحیرۂ شمالی موجیں مار رہا تھا، کارنوال میں بوسنی ایک چھوٹے چھوٹے مکانوں کا ایک گاؤں تھا جس کے نو انتخاب کنندگان میں سے آٹھ ایک

[1] مطلب یہ ہے کہ جس حصۂ رسدی کا ذکر کیا گیا ہے، وہ صوبے بہ حیثیت صوبوں کے بھیجتے تھے اور اسی میں وہ برو بھی شامل تھے جو جغرافی طور پر ان کے اندر واقع تھے۔

ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر تو بھی دارالعوام میں دو ارکان بھیجتا تھا۔[1]

۱۸۳۲ء کا قانون اصلاح

انتخابی نظم کی ترکیب جدید کا مطالبہ انیسویں صدی سے قبل کا ہے ۱۶۹۱ء ہی میں جان لاک نے مروجہ انتظامات کے محالات پر لعنت بھیجی تھی[2] حالانکہ اس زمانے میں یہ نقائص ایسے نمایاں نہ تھے۔ جیسے ۱۸۳۲ء تک ہو گئے تھے۔ اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں اصلاح کے متعدد دلچسپ تجاویز پر طویل بحثیں ہوئیں مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ ان میں پٹ اکبر (۱۷۰۶ء) ولکس (۱۷۷۶ء) اور پٹ اصغر (۱۷۸۵ء) کی تجویزیں زیادہ نمایاں تھیں۔ ۱۷۸۰ء میں معاملات عامہ میں سرگرمی رکھنے والے اشخاص کے ایک گروہ نے ایک "مجلس اطلاعات آئینی" قائم کی یہ مجلس آئندہ دس سال کے اثنا میں پارلیمنٹی جیات جدید کے لئے پُرزور اشاعت کرتی رہی اور ایک جلسہ جو اس تنظیم کی اولوالعزمیوں سے فاکس کے

---

[1] ۱۸۳۲ء سے قبل کے دارالعوام کے متعلق یادگار زمانہ کتاب ای پورٹ E. Porrit. "غیر اصلاح شدہ دارالعوام ۱۸۳۲ء سے قبل کی پارلیمنٹی نمائندگی ہے" (The Unreformed House of Commons: Parliamentary Representation before 1882) ۲ جلد طبع ثانی مطبوعہ کیمبرج ۱۹۰۹ء ہے۔ رشوت ستانی کے شیوع کے متعلق مے و ہالینڈ (May and Holland) کی "انگلستان کی تاریخ آئینی" (Constitutional History of England) جلد اول صفحات ۲۲۴-۲۳۸-۲۵۴-۲۶۲ اور سیمور و فرسے کی کتاب "دنیا کس طرح رائے دیتی ہے" (How the World Votes) جلد اول، ابواب چہارم و پنجم دیکھنا چاہیئے۔

[2] "حکومت سے متعلق دو رسالے" (Two Treatises of Government) مرتبہ ایچ (مارلی) طبع دوم مطبوعہ لندن ۱۸۸۴ء) صفحات ۲۷۴-۲۷۵۔ لاک کہتا ہے کہ جب عقل سے کام نہ لیا جائے تو معلوم نہیں یہ رواج کس شدید محالات تک پہنچا دیگا، ہمیں اطمینان ہو جاتا ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ ایک قصبہ جسکے کھنڈر تک باقی نہیں رہے ہیں جہاں بھیڑوں کے ایک باڑے سے زیادہ مکان نہیں ہے۔ اور جہاں ایک گڈریہ کے سوا کوئی باشندہ نہ ملیگا، اسی قصبہ کا معقف تمام قانون سازوں کی مجلس عظمیٰ میں اتنے نمائندے بھیجتا ہے۔ جیسا وہ پورا ضلع بھیجتا ہے جس کی آبادی کثیر اور دولت فراواں ہے۔"

زیر صدارت ہوا اس میں اس قسم کے خانہ برانداز جدتیں پیش کی گئیں جیسے رائے دہی عامہ کا شیوع مساوی انتخابی حلقوں کا قیام، ارکان کا معاوضہ، ارکان کے لئے ملکیت کی شرط کا سقوط اور خفیہ رائے دہی[1] فرانس کے انقلاب اور نپولین کے ساتھ جنگ و جدال نے اصلاحی تحریک کو سست کر دیا مگر ۱۸۱۵ء کے بعد پھر شورش برپا ہو گئی۔ بحالی صلح کے بعد کے دس سال میں قوم بہت سی معاشی و معاشری خرابیاں موجود تھیں اور یہ خیال وسعت کے ساتھ پھیل گیا تھا کہ صرف پارلیمنٹ ہی کی ترکیب جدید سے درستی کی مناسب تدبیریں اختیار کی جا سکتی ہیں۔ اس وقت کی ٹوری حکومت عمومی مطالبہ کی مقاومت کی طرف مائل تھی یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ ایسے تغیرات کو روا رکھ سکتی تھی جن سے پارلیمنٹی ایوانوں کی اعیانی خصوصیت پر اثر نہ پڑے مگر اصلاح چاہنے والوں نے اپنے اصولی مقصد سے ہٹنے سے انکار کر دیا اور آخر میں روایات و استحفاظیت کی قوتوں کو مجبور ہو کر دبنا پڑا[2] یہ پہلی نمایاں کامیابی

---

[1] یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ نصف صدی بعد، ان میں سے ہر مبحث "منشوریوں" کے مباحث ۱۸۳۸ء میں [illegible] تھا۔ اصلاحات مجوزہ پر مشتمل ایک مسودہ قانون ڈیوک رچمنڈ نے ۱۷۸۰ء میں پیش کیا مگر اس کی کچھ تائید نہ ہوئی۔ اس معاملہ کو ترقی دینے کے لئے ۱۷۹۲ء میں ایک دوسری مجلس "محبان قوم" کے نام سے بنائی گئی۔

[2] ۱۸۳۲ء تک اصلاحی تحریک کا خاکہ مے و ہالینڈ کی کتاب "انگلستان کی آئینی تاریخ"

May and Holland: Constitutional History of England

جلد اول صفحات ۲۶۴ - ۲۸۰ میں موجود ہے۔ بہترین با ترتیب بیان جی اس وایچ کی کتاب "پارلیمنٹی اصلاح کا شجرہ"

J. S. Veitch. (The Genesis of Parliamentary Reform)

(مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء)۔ اس کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہیئے۔ جی۔ ال، ڈکنسن "انیسویں صدی میں پارلیمنٹ کا ارتقا"

J. L. Dickinson. Development of Parliament during the Nineteenth Century مطبوعہ لندن ۱۸۹۵ء باب اول

جے۔ ایچ۔ روز مطبوعہ "برطانیہ عظمیٰ میں عمومیت کا عروج و نشو و نما"

J. H. Rose. Rise and Growth of Democracy in Great Britain

سنہ ۱۸۳۲ء کا قانون اصلاح تھا۔ اس یادگار زمانہ وضع قانون سے جو تغیرات عمل میں آئے وہ دوگانہ تھے۔ ایک کا تعلق پارلیمنٹ کی نشستوں کی تقسیم سے تھا اور دوسرے کا حق رائے دہی کی وسعت سے۔ اسکاٹ لینڈ کے ارکان کی تعداد پینتالیس سے چوّن اور آئرستان کی سو سے ایک سو پانچ کر دیگئی اور انگلستان و ویلز کی تعداد پانچسو تیرہ سے گھٹا کر چار سو نناوے کر دی گئی۔ مگر نشستوں کی کوئی عام ترتیب جدید نہیں ہوئی، نہ پارلیمنٹی حلقہائے انتخاب کو مردم شماری کے لحاظ سے قطعی و یکساں کرنے کی سعی کی گئی، تاہم شدید ترین عدم مساوات کا انسداد کر دیا گیا۔ چھپّن برو جن کی آبادیاں دو ہزار سے کم تھیں نمایندگی سے محروم کر دئے گئے [۱]۔ اکتیس برو جن کی آبادیاں دو ہزار سے چار ہزار تک تھیں، ان کے ارکان دو سے گھٹا کر ایک کر دئے گئے، اور ایک برو کے ارکان چار سے دو کر دیئے گئے۔ اس طرح جو ایک سو تینتالیس نشستیں نکل آئیں انھیں از سر نو تقسیم کیا گیا۔ اور اوسط تعداد (۶۵۸) بدستور قائم رہی۔ بائیس بڑے برو جن کی ابتک نمایندگی نہیں ہوتی تھی، ان میں سے ہر ایک کو دو دو رکن دئے گئے۔ اکیس دوسرے برو کو ایک ایک زاید رکن دیا گیا۔ پینسٹھ نشستیں انگلستان کے ستائیس صوبوں کو عطا ہوئیں، باقی تیرہ اسکاٹ لینڈ اور آئرستان کو دیگئیں۔ اس تقسیم جدید کا اثر یہ ہوا کہ ملک کے شمالی اور شمال وسطی حصص کی سیاسی قوت بہت بڑھ گئی۔

حق رائے دہی میں جو تغیرات ہوئے وہ کثیر التعداد اور اہم تھے۔ صوبوں میں حق رائے دہی کے لیے پینتالیس شلنگ کے آزادانہ قبضہ اراضی کی شرط قائم رکھی گئی مگر رائے دہی کا استحقاق ان تمام پٹہ داروں اور تعلقداروں تک وسیع

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ لندن ۱۸۹۷ء۔ باب اوّل۔ سی۔ پی۔ آر کنٹ "انگلستانی استیصالی" C. P. R. Kent. The English Radicals مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء۔ ابواب اول و دوم۔ دیکھو۔ پی۔ ہال، "برطانی استیصالیت از سنہ ۱۷۹۱ء تا ۱۸۴۷ء" مطبوعہ نیو یارک سنہ ۱۹۱۲ء P. Hall; British Radicalism

[۱] ان چھپن ۵۶ میں سے ایک کے سوا باقی تمام دو دو رکن منتخب کرتے تھے۔

کر دیا گیا جن کے پاس اتنی زمین ہو جس کا سالانہ لگان دس پاؤنڈ ہو اور ان کاشتکاروں غیر دخیلکار کو بھی یہ حق دیا گیا جن کے پاس پچاس پاؤنڈ سالانہ مالیت کی زمین ہو۔ بروں میں حق رائے دہی ان تمام "قابضان" امکنہ کو عطا کیا گیا جن کی سالانہ حیثیت دس پاؤنڈ کی ہو۔ جن لوگوں کو حق رائے دہی عطا ہوا ان کی مجموعی تعداد چار لاکھ پچیس ہزار ہوگئی حق رائے دہی کو معقول مالیت کے قبضہ یا ملک پر تمام تر مبنی کر دینے سے اس اصلاح میں یہ کمی رہ گئی کہ کارخانوں میں کام کرنے والوں اور زرعی مزدوروں کا جم غفیر اقتدار سیاسی کے حاصل کرنے سے محروم رہ گیا اور اس بناء پر زیادہ آزاد خیال عناصر نے اس قانون کو لغو قرار دیا لیکن اگر رائے دہی کا استحقاق عوام تک وسیع نہیں کیا گیا تاہم یہ انسے بہت قریب پہنچ گیا اور جو امر تقریباً اتنا ہی اہم ہے وہ یہ کہ اب پہلی مرتبہ یہ استحقاق تمام مملکت میں معقول حد تک یکساں کر دیا گیا۔[1]

۱۸۶۷ء کا قانون نمایندگی قوم

۱۸۳۲ء کے قانون میں عناصر آخری کا کوئی عنصر شامل نہیں تھا اس کے واضعین علی العموم محض اسی پر قانع تھے مگر وقت گزرنے پر یہ واضح ہو گیا کہ قوم اس پر قانع نہیں تھی سیاسی اقتدار اب بھی ملک کے امرائے عظام شہروں کے دس پاؤنڈ سالانہ کرایہ دینے والوں اور زرعی اضلاع کے مرفہ الحال پٹہ داروں اور نقلداروں تک محدود تھا ہگ اور ٹوری دونوں یکساں طور پر مصر تھے کہ اب مزید تغیر کا خیال نہیں کیا جا سکتا مگر استیصالی اور مزدوری جم غفیر اتنے ہی استقلال کے ساتھ اس امر پر مصر تھا کہ جو اصلاح شروع کی گئی ہے اسے معقول انجام تک پہنچانا چاہئے۔ جن مطالبات پر خاص طور سے زور دیا جاتا تھا وہ "منشور قوم" کے ان "مباحث ستہ" میں جمع کر لیے گئے تھے جن کا اعلان واعلام قطعی صورت میں ۸ مئی ۱۸۳۸ء کو ہوا۔ وہ چھ مباحث حسب ذیل تھے:۔

---

[1] ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے زیادہ اہم حصص رابرٹسن کی کتاب "قوانین تحریری، مقدمات و دستاویزات" کے
Robertson; Statutes, Cases, and Documents
صفحات ۱۹۷ - ۲۱۲ پر طبع ہوئے ہیں۔

(۱) اکیس برس سے زاید عمر کے مردوں کے لئے ہمہ گیر حق رائے دہی (۲) مساوی انتخابی حلقے (۳) خفیہ رائے دہی (۴) پارلیمنٹ کے سالانہ اجلاس (۵) ارکان دارالعوام کے لئے شرائط ملک کی تنسیخ (۶) ارکان کی معاوضہ دہی

ان مطالبات کا محض شمار کرا دینا یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ تین چوتھائی صدی کے قبل کا انگلستان، سیاسی طور پر کس قدر پیچھے تھا۔ نہ صرف یہ کہ حق رائے دہی ہنوز سختی کے ساتھ محدود تھا اور نمائندگی کی بنیاد دقیانوسی اور غیر عادلانہ تھی بلکہ رائے بھی زبانی اور علانیہ دی جاتی تھی اور صرف وہ لوگ انتخاب کے اہل سمجھے جاتے تھے جن میں قبضہ ملک کی شرط موجود ہوتی تھی[۱]

دس برس کی نظر افروز اشاعت خیال کے بعد منشوریت شکستہ ہو گئی اور اس سے کچھ نمایاں نتائج نہ حاصل ہوئے۔ مگر اس سے کچھ نقصان نہوا، وہ دن دور نہیں تھا جب اصلاح کی قوتیں باعمل مدبریں کی سلامت روی کے زیر اثر اس قابل ہو جائیں کہ ان کے اساسی مقاصد یکے بعد دیگرے حاصل ہونے لگیں ۱۸۵۸ء میں ڈربی کی دوسری حکومت ارکان کے لئے ملکی شرائط کے موقوف کرنے سے

---

[۱] روز "عمومیت کا عروج و نشوونما" (Rise and Growth of Democracy) ابواب ۲-۸۔ کنٹ "انگلستان کے استیصالی" باب سوم (Kent the English Radicals) آر۔ جی۔ گیمج (R. G. Gammage.) "منشوری تحریک کی تاریخ" مطبوعہ نیوکیسل ان ٹاین، ۱۸۹۴ء ایم ہووِل، "تحریک منشوری" مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۸ء۔ ایف۔ ایف۔ روزنبلیٹ "منشوری تحریک اپنی معاشری و اقتصادی حیثیات میں" F. F. Rosenblatt The Chartist Movement in its Social and Economic Aspects مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۶ء
H. U. Faulkner, Chartism and the Churches ایچ۔ یو۔ فالکنر "منشوریت کلیسا" مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۶ء پی۔ ڈبلیو۔ سلوسن، "تحریک منشوری کا زوال"
P W. Slosson. The Decline of the Chartist Movement
مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۶ء۔

متفق ہو گئے اور ۱۸۶۱ء کے بعد حق رائے دہی کی وسعت کے متعلق پھر سنجیدگی کے
ساتھ غور ہونے لگا۔ ۱۸۶۷ء میں ڈربی کی تیسری حکومت نے (جس کی روح رواں
ڈزریلی تھا) ایک قانون منظور کرالیا جس میں اس سے زیادہ وسیع اصلاح کا سامان
کیا گیا تھا، جتنی اصلاح کی انتہا پسند استیصالوں کے سوا اور نہ کسی کو توقع تھی اور
نہ شاید آرزو۔ یہ ضرور ہے کہ قانون نمایندگی نے پارلیمنٹی نشستوں کی تقسیم میں بہت ہی
خفیف سی ترمیم کی، نشستوں کی مجموعی تعداد میں کوئی تغیر نہیں ہوا[۲]۔ آئرلستان کا
حصہ بدستور ایک سو پانچ رہا، اسکاٹ لینڈ کی قسمت چوّن سے ساٹھ تک پہنچ
گئی اور انگلستان و ویلز کا حصہ چار سو ننانوے سے گھٹکر چار سو ترانوے رہگیا۔
گیارہ برو کا حق نمایندگی جاتا رہا اور پینتیس کا حق دو سے ایک کردیا گیا۔ اس
طرح جو باون نشستیں خالی ہوئیں ان سے یہ کام لیا گیا کہ بارہ نئے برو اور تین جامعاتی
حلقہائے انتخاب کو حق رائے دہی عطا ہوا، اور متعدد زیادہ آباد قصبات و
اضلاع کی تعداد نمایندگی میں اضافہ کردیا گیا۔

لیکن، اس قانون کے زیادہ اہم قواعد وہ تھے جن کا تعلق حق رائے دہی
سے تھا، انگلستان اور ویلز میں صوبوں کی حق رائے دہی ذیل کے لوگوں کو دیگئی
تھی۔ وہ لوگ جن کا آزادانہ قبضہ اراضی چالیس شلنگ سالانہ کا تھا، پانچ پاونڈ
مالیت سالانہ کے تعلقدار اور پٹہ دار، اور وہ مکاندار جن کے کرایہ کی مقدار بارہ پاؤنڈ
سالانہ سے کم نہو۔ بارہ پاؤنڈ والی سکونت سے متعلقہ حق رائے دہی نئی تھی، اور
تعلقداران اور پٹہ داران کی شرط، دس پاؤنڈ سے گھٹا کر پانچ پاؤنڈ کردی گئی تھی،
ورنہ اور دوسرے اعتبارات سے ضلع کی رائے دہی غیر متبدل رہی۔ برو کی رائے دہی
میں وسیع و نمایاں ترمیم ہوئی، اس وقت تک مکاندار کی حیثیت سے انھیں
لوگوں کو رائے دینے کا حق تھا جن کے مکان کی حیثیت دس پاؤنڈ سالانہ کی ہو،
اب یہ حق بلا لحاظ مالیت ان تمام اشخاص کو دیدیا گیا جو مالک یا کرایہ دار کی حیثیت
سے کسی سکونتی مکان یا اس کے کسی ایسے حصہ پر جو علیحدہ سکونت کے لئے کام میں
لایا جاسکتا ہو، بارہ ماہ تک قابض رہے ہوں۔ نئی قائم شدہ حق رائے دہی میں
دوسرا امر یہ تھا کہ وہ تمام مکین استحقاق رائے دہی میں شامل کرلیے گئے جو ایک

برس تک ایسے کمروں پر قابض رہے ہوں جن کی خالص حیثیت بغیر ساز و سامان کے دس پاؤنڈ سالانہ ہو۔ ان قواعد کا اثر یہ تھا کہ جس طرح ۱۸۳۲ء کے قانون نے خصوصیت سے شہری طبقۂ متوسط کو حق رائے دہی دے دیا تھا اسی طرح اب شہری مزدوری آبادی کو حق رائے دہی دے دیا جائے ڈزریلی کی تجویز جس طرح ابتداً قرار پائی تھی اُس سے انتخاب کنندگاں میں ایک لاکھ سے زائد کا اضافہ نہ ہوتا لیکن ترمیم و منظوری کے بعد اُسنے عملاً رائے دہندہ آبادی کو دوچند کر دیا' یعنے ۱۸۶۷ء کے عین ماقبل یہ آبادی ۱۳۷۰۰۷۹۳ تھی' ۱۸۷۱ء میں بڑھکر ۲۵۲۶۴۲۲۳' ہوگئی [۱] ۱۸۳۲ء کے قانون نے طبقۂ متوسط کو حقوق رائے دہی عطا کیا' ۱۸۶۷ء کے قانون نے عامۃ الناس کے قبضے میں جس قدر سیاسی اقتدار دے دیا وہ کچھ کم نہ تھا' اب قوم کے صرف دو بڑے گروہ سیاسی اثر کے حلقے سے باہر رہ گئے تھے' ایک گروہ زرعی مزدوروں کا تھا اور دوسرا کان کنوں کا۔

۱۸۸۴ء کا قانون نمایندگی قوم اور ۱۸۸۵ء کا قانون تقسیم جدید۔ یہ امر کہ ایک قسم کے حلقہائے انتخاب میں رائے دہی کے شرائط نمایاں طور پر دوسرے حلقہائے انتخاب سے زیادہ آزادانہ و فیاضانہ ہوں' یہ ایک جمع ضدین تھا اور جس زمانہ میں اس قسم کے اضداد انگلستان کے انتخابی نظم سے بہت سرعت کے ساتھ رفع کئے جا رہے تھے اُس کے تدارک میں زیادہ مدت تک تاخیر نہیں ہو سکتی تھی۔ ۵ فروری ۱۸۸۴ء کو گلڈ اسٹون کی دوسری وزارت نے اپنے انتخابی مہم کے ایک وعدے کا ایفا اس طرح کیا کہ ایک مسودہ قانون پیش کیا کہ صوبوں کے لئے وہی انتخابی ضوابط ہوں جو ۱۸۶۷ء میں شہروں کے لیے قائم ہوئے ہیں۔ یہ تجویز دارالعوام میں منظور ہو گئی

---

[۱] یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ یہ اعداد سلطنت متحدہ کے مجموعی اعداد ہیں' اس لئے ان میں صرف وہی نتائج شامل ہیں جو ۱۸۶۷ء کے قانون کے انگلستان و ویلز پر عائد ہونے سے پیدا ہوئے تھے بلکہ ۱۸۶۸ء کے ان دو قوانین کے نتائج بھی شامل ہیں جنھوں نے اسکے بالکل مترادف تو نہیں مگر اسی قسم کے تغیرات اسکاٹ لینڈ اور آئرستان میں بھی جاری کئے۔

مگر دارالامراسے اس بنا پر مسترد ہوگئی کہ اس کے ساتھ نشستوں کی تقسیم جدید کا کوئی قانون شامل نہیں تھا۔ دونوں ایوانوں میں مفاہمت ہوجانے سے گرہ کشائی ہوگئی اور سال کے ختم ہونے کے قبل ہی امرانے حکومت کے قانون کو اس مفاہمت کے ساتھ قبول کرلیا کہ اس کے عین بعد ہی تقسیم جدید کی کارروائی بھی پیش کیجائے گی

۱۸۸۴ء کا قانون نیابت اپنی ظاہری صورت میں غیر مربوط و عسیر الفہم ہے مگر اسکے اثر کا بیان کرنا آسان ہے۔ اول یہ کہ اس نے سلطنت متحدہ کے تمام صوبجات و قصبات میں یکساں مکانداری کی حق رائے دہی اور یکساں سکونتی حق رائے قایم کردیا۔ دس پاؤنڈ سالانہ کے خالص مالیت کی کسی زمین یا مکان کی ملکیت خواہ بروں میں ہو یا صوبہ میں شرط رائے دہی قرار پاگئی۔ اور جو لوگ کسی عہدے یا ملازمت کے تعلق سے کسی مکان پر قابض ہوں وہ بھی اس قانون کے مقصد کے لئے "قابضین" میں سمجھے گئے اس کا سب سے زیادہ اہم اثر یہ ہوا کہ صوبوں کے کام کرنے والوں کو بھی حق رائے دہی مل گیا جس طرح ۱۸۶۷ء کے قانون سے قصبات کے کام کرنیوالوں کو حق رائے دہی عطا ہوا تھا۔

۱۸۸۵ء میں دونوں فریق کے اتحاد عمل کے ساتھ نشستوں کی تقسیم جدید کا قانون جس کا وعدہ ہوا تھا منظور ہوگیا۔ انگلستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ دارالعوام کی نمایندگی ٹھیک ٹھیک کثرت آبادی کی مطابقت کے ساتھ متناسب کرنے کی کوشش کی گئی۔ ارکان کی مجموعی تعداد ۶۵۸ سے بڑھاکر ۶۷۰ کردی گئی اور اس میں سے ۱۰۳ آئرلینڈ کو، ۷۲ اسکاٹ لینڈ کو اور ۴۹۵ انگلستان و ویلز کو دی گئی۔ سابق کی تقسیمات جدید کی جس طریق پر تکمیل ہوئی تھی یعنے کم و بیش بلا قطعی وجہ کے ان بروں کی جگہیں جنکی نمائندگی از حد زیادہ ہوئی تھی زیادہ آباد بروں اور اضلاع کو دیدی گئی۔ اب اس طریق کے بجائے مساوی انتخابی حلقوں پر مبنی روش کا اصول اختیار کیا گیا جن میں سے ہر حلقہ ایک رکن روانہ کرے۔ یہ اصول ریاضی کی صحت کے ساتھ عمل میں نہیں آیا

لہ قطعی معنی میں ۶۵۲، کیونکہ ۱۸۸۵ء کے بعد سے چار بروں کا حق رائے دہی سلب ہوگیا جو چھ ارکان بھیجتے تھے۔

بلکہ درحقیقت اس ترتیب کے بعد بھی معقول حد تک عدم مساوات باقی رہ گئی، مگر صورت حالات سابق کی بہ نسبت بہت بہتر ہو گئی۔

نظرثانی کے رو سے ہر حلقہ تقریباً پچاس ہزار آدمیوں پر مشتمل ہونا قرار پایا۔ جن برو میں پندرہ ہزار سے کم آبادی تھی انکی علٰحدہ نیابت کا حق سلب کر لیا گیا۔ اور انتخابی اغراض کے لئے وہ ان اضلاع کے محض جزو ہو گئے جن میں وہ واقع تھے۔ جن بروکی آبادیاں پندرہ ہزار سے پچاس ہزار تک تھیں۔ انھیں ایک رکن کی اجازت دی گئی اور اگر پہلے ان کی نمایندگی نہیں ہوتی تھی تو اب نمایندگی کا حق دیدیا گیا جن برو میں پچاس ہزار سے ایک لاکھ پینسٹھ ہزار تک کی آبادی تھی انھیں دو رکن دے گئے اور جن میں ایک لاکھ پینسٹھ ہزار سے زاید آبادی تھی انھیں تین رکن دئے گئے اور ہر زاید پچاس ہزار کے لئے ایک مزید۔ اسی عام اصول پر صوبوں میں بھی عمل ہوا۔ چنانچہ لیورپول کا شہر جو ۱۸۸۵ء سے پہلے پارلیمنٹ میں تین ارکان بھیجتا تھا وہ اب نو علٰحدہ حلقوں میں تقسیم ہو گیا جن میں ہر ایک ایک رکن بھیجتا تھا، اور لنکاشایر کا وسیع صوبہ جسے ۱۸۶۵ء میں چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر ایک حصہ دو رکن بھیجتا تھا، وہ اب تیئیس ۲۳ حصوں میں تقسیم ہو گیا، جن میں سے ہر ایک حصہ ایک رکن بھیجنے لگا۔[۱]

---

[۱] ۱۸۳۲ء سے ۱۸۸۵ء تک اصلاحات کے دور کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئے:۔ "کیمبرج کی تاریخ جدید" (Cambridge Modern History) جلد دہم باب ۱۸ و جلد یازدہم باب ۱۲۔ ڈکنسن، "پارلیمنٹ کا ارتقا" Dickinson; Development of Parliament باب دوم۔ روز، "عمومیت کا عروج و نشو و نما" Rose; Rise and Growth of Democracy ابواب ۲ و ۱۰۔ ۱۳۔ میریٹ "انگلستان کے سیاسی ادارات" Marriott. (English political Institutions) باب ۸۔ عمدہ تبصرہ مے اور ہالینڈ کی کتاب "انگلستان کی تاریخ آئینی" May and Holland, Constitutional History of England جلد اول باب ۶-۱۰ اور جلد سوم باب ۵ ہے۔ اس عام مبحث پر بہترین رسالہ سی۔ سیمور کا "انگلستان و ویلز میں۔ انتخابی اصلاح ۱۸۳۲-۱۸۸۵" ہے۔ C. Seymour; Electoral Reform in England and Wales (مطبوعہ ہیون، ۱۹۱۵ء) اور ۱۸۳۲ء کی اصلاح کا بہترین مکمل بیان کتب ذیل میں ہے۔ (بر صفحہ آئندہ)

انتخابی مسائل ۱۹۱۸-۱۷۸۵؛ رائے دہی عامہ تعداد آراء تقسیم جدید اور قوانین کا اوپر ذکر

(سلسلۂ گزشتہ) جے۔ آر۔ ایم بٹلر "عظیم الشان قانون اصلاحی کی منظوری و قانون اصلاح" J. R. M. Britter; The passing of the Great Reform Bill. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۴ء۔ جی۔ ایم۔ G. M. Trevelyan; Earl Grey and the Reform Bill. ٹریویلین، ارل گرے لندن ۱۹۲۰ء۔ کتب ذیل کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ ایچ۔ کاکس "۱۸۶۶ء و ۱۸۶۷ء کے قوانین اصلاح کی تاریخ" H. Cox, History of the Reform Bills of 1866 and 1867 مطبوعہ لندن ۱۸۶۸ء۔ جے۔ ایس۔ مل "خیالات دربارہ حکومت نیابتی" J. S. Mill Considerations on Representative Government مطبوعہ لندن ۱۸۶۱ء۔ ٹی۔ ہیر "انتخاب نمایندگان، پارلیمنٹی و بلدی" T. Hare The Election of Representatives, Parliamentary and Municipal طبع سوم، لندن ۱۸۶۵ء سویزرلینڈ کے ایک عالم کا عمدہ تبصرہ۔ سی بورژد کی کتاب "قدیم و جدید انگلستان میں جدید عمومیت کا عروج" Borgeaud. The Rise of Modern Democracy in Old and New England ترجمہ بی۔ ہل، مطبوعہ لندن ۱۸۹۴ء اور ایک مفید جلد۔ جے۔ مرڈوک کی کتاب "برطانیہ عظمی و آئرلینڈ کے آئینی اصلاح کی تاریخ" J. Murdock. A History of Constitutional Reform in Great Britain and Ireland مطبوعہ گلاسکو ۱۸۸۵ء۔ اس بحث کی مختلف دور اس عہد کی عام تاریخوں میں موجود ہیں، جن میں کتب ذیل خاص طور پر قابل لحاظ ہیں:۔ ایس۔ والپول، "۱۸۱۵ء میں جنگ عظیم کے فتح ہونے کے بعد سے انگلستان کی تاریخ" S. Walpole. History of England from the Conclusion of the Great War in 1815 ۶ جلد، طبع جدید، مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء۔ ڈبلیو۔ این مولسورتھ "انگلستان کی تاریخ از ۱۸۳۰ء تا ۱۸۷۴ء" W. N. Molesworth. History of England (from the Year 1830-1874 ۳ جلد، مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء۔ جے۔ ایف برائٹ "تاریخ انگلستان" J. F. Bright. History of England ۵ جلد، مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء۔ ایچ پال، "تاریخ انگلستان جدید" H. Paul, History of Modern England

ہو چکا ہے وہ عملاً ۱۹۱۸ء تک کتب قوانین پر بلا تغیر قایم رہے۔ اس وسیع دور میں انگلستان صحیح طور پر اپنی حکومت کو عمومی حکومت سمجھتا رہا اور باقی تمام دنیا بھی اسے ایسا ہی سمجھتی رہی۔ بایں ہمہ، خود دارالعوام جو قومی حکومت کا سب سے زیادہ عمومی حصہ تھا، وہ بھی قوم کا اتنا نمایندہ نہیں تھا جتنا ہونا ممکن تھا جس امر میں یہ کمی تھی اس کی مختصر تشریح اس جزو اور آئندہ کے جزو میں کیجائے گی اور اس کے بعد یہ بیان ہوگا کہ کیونکر جنگ کے دوران میں ایک وسیع الاثر پارلیمنٹی قانون اس صورت حال کی اصلاح کے لئے منظور ہوا۔

اوّل امر یہ ہے کہ رائے دہی کی تعریف و تحدید بالکلیہ ملک کے اعتبار سے کی گئی تھی۔ کوئی شخص اپنی ذات کے اعتبار سے یا شہری ہونے کی حیثیت سے رائے نہیں دیتا تھا بلکہ مکانات، اراضی یا دونوں املاک کے مالک، قابض، یا صاحب استعمال ہونے کی حیثیت سے رائے دیتا تھا۔ رائے دہندے کے لئے ملک کے مالک ہونے کی ضرورت نہیں تھی اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں قابضانہ شرائط کا پورا ہو جانا نسبتہً آسان تھا، تاہم پارلیمنٹی و مقامی دونوں قسم کے حقوق رائے دہی پر عمل پیرا ہونے کے قوانین، اس قدر پیچیدہ تھے کہ صرف قانون داں اشخاص ہی ان کے سمجھنے کا ادعا کرسکتے تھے، اس کا خالص نتیجہ یہ تھا کہ تقریباً بیس لاکھ بالغ مرد پارلیمنٹی ارکان کے انتخاب میں شریک ہونے سے محروم تھے۔ لوئل نے ۱۹۰۸ء

(حاشیہ از صفحہ سابق) کے ۵ جلد مطبوعہ لندن، ۱۹۰۴-۶ء۔ سس تو دایل۔ سی۔ سانڈرز "تاریخ انگلستان بعہد وکٹوریہ" L. C. Sanders, History of England during the Reign of Victoria مطبوعہ لندن، ۱۹۰۶ء۔ تین سوانح عمریاں خاص طور پر کار آمد ہیں:-

اس والپول، سوانح عمری لارڈ جان رسل" Walpole ; Life of Lord John Russell. ۲ جلد مطبوعہ لندن، ۱۸۸۹ء۔ جے۔ مارلی سوانح عمری ولیم ای۔ گلیڈسٹون" J. Morley ; Life of William Gladstone ۳ جلد مطبوعہ لندن، ۱۹۰۳ء۔ ڈبلیو۔ ایف۔ مونی و جی۔ ای بکل، سوانح عمری بنجمن ڈزرئیلی اول بیکنسفیلڈ" ۶ جلد مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۰-۲۰ء۔

میں یہ لکھا تھا کہ "حق رائے دہی کی موجودہ حالت درحقیقت عقلی ہونے کے بجائے زیادہ تر تاریخی ہے۔ یہ حالت پیچیدہ، غیر متیقن، اور اپنے لازمی طریق عمل میں کثیر المصارف ہے، یہ قوم کی ایک خاص تعداد کو رائے دہی سے خارج کر دیتی ہے، جن کے اخراج کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور بہت سے ایسے لوگوں کو شامل کر لیتی ہے کہ اگر کسی شخص کو محروم ہونا چاہئے تو وہی لوگ ہوں گے"۔[1] پس انتخاب کے اصلاح چاہنے والوں کا پہلا مطالبہ ایک ایسے قانون کے لیے تھا جس سے موجودہ نظم میں سادگی پیدا ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی حق رائے دہی عامہ کی معقول صورت بتدریج نکل آئے۔

دوسرا مطالبہ تعدد رائے دہی کی تنسیخ کے متعلق تھا۔ تعدد رائے دہی کا مسئلہ ایک پرانا مسئلہ تھا۔ موجودہ قوانین کے تحت میں کوئی رائے دہندہ کسی ایک ہی حلقہ میں ایک سے زائد رائے نہیں دے سکتا تھا، نہ ایک ہی بروکے ایک سے زائد حصہ میں رائے دے سکتا تھا مگر اس کے علاوہ اسے ہر اس حلقے میں رائے دینے کا حق تھا جس میں وہ شرائط کو پورے کرتا ہو۔ ممالک متحدہ امریکہ اور تقریباً تمام یورپی ممالک میں، ایک شخص کی صرف ایک رائے ہوتی ہے اور اکثر لوگوں کی نظروں میں اس کے سوا ہر ایک دوسرے انتظام سے مدنی مساوات کے اس اصول کی خلاف ورزی ہوتی ہے جو عمومی حکومت کی عین بنیاد ہے۔ انگلستان میں بارہا یہ کوشش ہوئی کہ، ہر شخص "ایک رائے" کا اصول جاری کیا جائے مگر اس میں پوری کامیابی کبھی نہیں ہوئی۔ تعددی رائے دہندوں کی تعداد (جو تقریباً سوا پانچ لاکھ تھی) نسبتاً کم تھی مگر جب یہ خیال کیا جائے کہ پارلیمنٹی انتخاب میں ایک ہی رائے دہندہ چھ یا آٹھ رائے تک دے سکتا تھا تو پھر اس میں کوئی تعجب نہیں رہتا کہ یہ تعداد بہت سے ایسے بروں میں جنمیں مختلف فریق کا آپس میں اختلاف تھا پلہ کے پلٹ دینے کے لیئے کافی تھی۔ تعددی رائے دہندوں کی بہت ہی کثیر تعداد اتحاد پسند فریق سے تعلق رکھتی تھی اور یہی وجہ تھی

[1] "حکومت انگلستان" (Government of England) جلد اول صفحہ ۲۱۳

کہ لبرل سختی کے ساتھ اس امتیاز خاص کے مخالف تھے ۱۹۰۶ء میں اور اس کے بعد دو یا تین اور موقعوں پر لبرلوں کی حکومت نے تعدّدی رائے دہی کی تنسوخی کا مسودہ قانون دارالعوام میں منظور کرالیا۔ مگر دارالامرا کی اتحادیت پسند کثرت ہمیشہ اس اصلاح کے سدراہ ہوگئی۔

ایک تیسرا مسئلہ جس نے بڑا مباحثہ برپا کردیا، وہ دارالعوام کی نشستوں کی جدید تقسیم تھی ۱۸۸۵ء کے قانون کے ربع صدی بعد تک انتخابی حلقے پھر بہت ہی غیر مساوی ہو گئے تھے ۱۹۱۲ء میں سب سے زیادہ آباد حلقہ (یعنے ضلع اسکس کے حصہ رامفورڈ) میں ۵۵۹۵۰ رائے دہندے تھے، دوسری طرف سب سے کم آباد حلقے (یعنے آئرستان کے بروکلکنی) میں صرف ۱۶۹۰ تھے۔ تمام سلطنت متحدہ کے صوبوں اور بروکے سیکڑوں حلقہائے انتخاب میں ان دونوں انتہائی حدود کے درمیان ہر تعداد میں آبادیاں موجود تھیں۔ لبرلوں نے تعدّدی رائے دہی کی تنسوخی پر زور دیا کیونکہ اس سے اتحاد پسند کو نفع پہونچتا تھا، دوسری جانب اتحاد پسند نشستوں کی تقسیم جدید پر زور دیتے تھے کیونکہ موجودہ تقسیم لبرلوں کے لئے بہت سودمند واقع ہوئی تھی ۱۹۰۵ء میں تقسیم جدید کے متعلق اتحاد پسند فریق کی تجویز پر بحث کی نوبت نہیں آئی، اور بعد کے دس سال میں لبرلوں کے متعدد انتخابی تجاویز میں اس اصلاح کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا، بجز اس کے کہ کسی قدر غیر معین سے وعدے ہوتے رہے۔

اس مبحث میں ایک خاص حقیقی مشکل آئرلینڈ کے صورت حال سے پیدا ہوگئی تھی۔ انیسویں صدی میں آئرستان کی آبادی کے تنزل کیوجہ سے ویسٹ منسٹر کے اندر اس ملک کی استحقاق سے بہت زاید نمایندگی ہونے لگی تھی۔ ہر ایک آئرستانی رکن دارالعوام بالاوسط ۴۴۴۴۷ لوگوں کا نمایندہ ہوتا تھا، اس کے برخلاف انگلستان کا رکن بالاوسط ۶۶۹۷۱ لوگوں کا نمایندہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی نئی تقسیم تعداد کے قطعی تناسب کے اعتبار سے کیجاتی تو آئرستان کو تیس نشستوں کا اور ویلز کو ایک نشست کا نقصان اٹھانا پڑتا، دوسری طرف اسکاٹ لینڈ کو ایک اور انگلستان کو تیس جگہوں کا نفع ہوتا مگر آئرستان کے لوگ یہ بحث پیش کرتے تھے کہ

سنہ ۱۸۰۰ء کا قانون اتحاد جس کے بموجب آئرلینڈ کے لیئے سو پارلیمنٹی نشستوں کی ضمانت کیگئی تھی، وہ ایک طرح کا معاہدہ تھا، جس کے شرائط کی خلاف ورزی دونوں متعاہد فریقوں کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوسکتی، اور جب تک اہل آئرستان کو جداگانہ پارلیمنٹ کی اجازت نہ دی جائے اس وقت تک یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ۱۹۰۵ء کی طرح وہ ہر ایک اس تجویز کی مخالفت کریں گے جس سے سلطنت متحدہ کی پارلیمنٹ میں ان کی رائے دہی کی قوت کم ہوتی ہو۔[1]

انتخابی مسائل ۱۸۸۵ - ۱۹۱۰ - عورتوں کا حق رائے دہی ایک انتخابی مسئلہ جس نے موجودہ صدی کے آغاز کے بعد ہی، معاملات عامہ کی بحث میں سب سے مقدم جگہ حاصل کرلی وہ عورتوں کی رائے دہی کا مسئلہ ہے۔ اس بحث کی تاریخ پچاس برس سے کچھ زیادہ آگے نہیں بڑھتی۔ واجب الاستحقاق عورتوں کو حق رائے دہی عطا کرنے کے متعلق پارلیمنٹ کو راغب کرنے کی پہلی بابل کوشش جان اسٹوارٹ مل کی تھی جس نے ۱۸۶۷ء میں لاحاصل طور پر یہ زور دیا کہ دزرلی کے قانون نمایندگی ترمیم میں عورتوں کے حق رائے دہی کی ترمیم داخل کردی جائے۔ اس مقصد کو ترقی دینے کے لیئے اسی سال ایک قومی مجلس کی تنظیم بھی ہوئی اور ۱۸۶۹ء میں پارلیمنٹ کے ایک قانون نے بلدی انتخابات میں انگلستان، ویلز اور اسکاٹلینڈ کی تمام محصول ادا کرنے والی عورتوں کو حق رائے دہی دیدیا۔ اس کے بعد بیس برس تک اس بحث پر وقتاً فوقتاً مسودات قانون دارالعوام میں پیش ہوتے رہتے مگر ان کی کامیابی کا موقع نہیں نکلتا تھا۔ ۱۹۰۳ء میں "معاشرتی و سیاسی اتحاد زناں" کی تنظیم سے اس تحریک کی تاریخ میں ایک نئے باب کا افتتاح ہوا۔ اس تنظیم کی بلند ہمتی سے، آئندہ دس سال کے دوران میں پرزور و نمایاں مہم جاری رہی جو پہلی

[1] عام قسم کے بہت سے معلومات جان کنگ اور ایف، ڈبلیو ریفٹی کی تصنیف ذیل سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ "ہمارا انتخابی نظم اصلاح کا مطالبہ" King and Raffety.
Our Electoral System; the Demand for Reform
مطبوعہ لندن، ۱۹۱۲ء

قابل لحاظ کامیابی سنہ ۱۹۰۷ء میں حاصل ہوئی جب کہ عورتوں کی ایک معقول تعداد کو نہ صرف مقامی انتخاب میں حق رائے دہی عطا ہوا بلکہ وہ صوبۂ لنڈن کی کونسل کے سوا اور تمام برو اور ضلعوں کی کونسلوں میں اور امداد غربا کی مجالس متولین میں قابل انتخاب قرار پائیں اس کے بعد اس مہم کا رخ مخصوص طور پر پارلیمنٹی حق رائے دہی حاصل کرنے کی طرف پھیر دیا گیا۔ پہلا مقصد جلیل یہ تھا کہ حکمران وزارت یعنے "حکومت" کو راغب یا مجبور کیا جائے کہ وہ رائے دہی کی تجویز کو پیش کرے کیونکہ خانگی ارکان جو مسودات قانون پیش کرتے ہیں، اگر وہ متنازعہ فیہ مسائل سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کے منظور ہونے کی توقع بہت کم ہوتی ہے۔

یہ مقصد سنہ ۱۹۱۰ء تک حاصل نہیں ہوا، مگر اس اثنا میں اس مقصد کا اعلان و اشتہار، اس کی تنظیم و توسیع اس طرح ہوتی رہی کہ اس سے ملک میں واقعی نازک حالت پیدا ہو جانے کے سامان نظر آنے لگے۔ اس تجویز کی ترقی جس طرح پر ہوئی وہ اس سے عیاں ہے کہ جہاں ابتداءً محض یہ مطالبہ تھا کہ عورتوں پر سے بہ حیثیت مستورات کے عدم قابلیت رائے دہی کی شرط اٹھا دی جائے، وہاں سنہ ۱۹۰۹ء تک پہنچکر یہ زور دیا جانے لگا کہ سلطنت متحدہ کی تقریباً تمام بالغ عورتیں رائے دہندہ بنادی جائیں۔ (بہ حیثیت مستورات کا مطلب یہ ہے کہ عمر، سکونت املاک کے آزادانہ ملک و قبض کے اعتبار سے عورتوں کو انھیں شرائط پر حق رائے دہی دیا جائے جس شرائط پر مردوں کو دیا گیا ہے)۔ تجویز اول کے معنی یہ ہوتے کہ بیس لاکھ عورتوں کو حق رائے دہی مل جاتا اور تجویز دوم کے معنی یہ ہوتے کہ ایک کرور عورتوں کو یہ حق رائے حاصل ہو جاتا۔ ایک "مصالحتی" تدبیر (جو سنہ ۱۹۱۰ء کے انتخابی مسودہ قانون میں شامل کر دی گئی) یہ سوچی گئی کہ پارلیمنٹی انتخابات میں ان عورتوں کو حق رائے دہی دیدیا جائے جنھیں پہلے سے مقامی انتخابات میں رائے دینے کی اجازت حاصل ہے۔ ان عورتوں کی تعداد کا اندازہ تقریباً سوا بارہ لاکھ کا تھا مگر مسٹر اسکوتیھ کے قبل از جنگ ایام وزارت میں وزیر اعظم ہونے اور اس کے متعدد رفقا کی ناقابل تبدیل مخالفت، اور نتیجۃً حکومت کی طرف سے اس بحث پر اس تجویز کے پیش ہونے کے عدم امکان سے اس قسم کے تمام

۱۹۱۸ء کے قانون نمایندگی قوم کے سوابق

تجاویز کے رہے[1]

۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ نے مالیات عامہ پر دارالعوام کی تنہا نگرانی قائم کردی، اور معمولی وضع قوانین میں اس کے غلبہ و فوقیت کو بڑھا دیا، اس سے ایوان بالائی کے اختیارات کا ضروری مسئلہ طے پاگیا اور انتخابی اصلاحات کے مسائل پر جلد از جلد غور کرنے کا راستہ صاف ہوکر ۱۹۱۲ء کے موسم گرما میں حکومت کی جانب سے اس مسئلے پر ایک اہم مسودہ قانون پیش ہوگیا۔ تین خاص تغیرات تجویز کئے گئے تھے۔ رائے دہندوں میں اس طرح وسعت دیجائے کہ عملاً تمام بالغ مرد اس میں شامل ہوجائیں تعددی رائے دہی منسوخ کردی جائے، اور اندراج کے طریق کو سہل و سادہ کردیا جائے۔ عورتوں کی رائے دہی

---

[1] کے شرمیکر۔ "تحریک حقوق مستورات از منۂ جدیدہ" K. Schirmacher The Modern Woman's Right Movement ترجمہ سی۔ ایس اکپارٹ، مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۲ء صفحات ۵۸-۹۶۔ بی میسن "تحریک حق رائے دہی مستورات کی داستان" Mason; The Story of the Woman's Sufferage Movement مطبوعہ لندن، ۱۹۱۱ء

ای، ایس پنکھرسٹ حق رائے دہی مستورات عورتوں کے جنگجویانہ طلب رائے دہی کی تحریک کی داستان" ۱۹۰۵-۱۹۱۰ E. S. Pankharst The Suffragette The History of the Women's Militant suffrage Movement مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ اے۔ ای میٹکاف، "عورتوں کی کوشش، حق شہریت کے لئے برطانی عورتوں کے پچاس برس کے جدوجہد کا وقایع" Metcalf; Woman's Effort A. Chronicle of British Women's fifty years struggle for Citizenship مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء۔ اور ہالینڈ کی تصنیف "تاریخ آئینی" May and Holland Constitutional History جلد سوم صفحات ۵۹-۶۶ میں اسی بحث پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے عورتوں کے حق رائے دہی کی اشاعت کے خلاصہ متعلق پی او رے کا مضمون "غیر ممالک میں عورتوں کا حق رائے دہی" P. O. Ray; Woman Sufferage in foreign countries امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو" بابت ۱۹۱۸ء صفحات ۴۶۹-۴۸۴ دیکھنا چاہئے

شامل نہیں کی گئی تھی، اور نشستوں کی تقسیم جدید کا بھی کوئی انتظام نہیں ہوا تھا۔ حکومت نے صاف طور پر یہ تسلیم کیا کہ تقسیم جدید مناسب ہے مگر یہ بھی کہا کہ جبتک رائے دہندوں کی ترتیب وتقسیم پوری طرح متعین نہ ہو جائے اس وقت تک موزوں طور پر اسے عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔ چند مہینوں کے غیر مسلسل مباحثہ کے بعد یہ تجویز ترمیمات سے اس قدر دب گئی کہ صدر دار العوام نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ایک نیا مسودہ قانون طیار ہونا چاہیئے ان ترمیمات میں زیادہ ترمیمیں ایسی تھیں جو کسی نہ کسی نہج سے عورتوں کی رائے دہی سے تعلق رکھتی تھیں۔ اسی اثنا میں مختلف اطراف وجہات میں مخالفت اس قدر ترقی کر گئی اور حکومت دوسرے مسائل میں اس درجہ منہمک ہو گئی کہ جنوری ۱۹۱۲ء میں یہ مسودہ قانون واپس لے لیا گیا اور تجویز ساقط ہو گئی۔ آئندہ اٹھارہ ماہ کے دوران میں نسبتاً ایک کم پایہ تجویز پیش کی گئی جس کے بموجب عام پارلیمنٹی انتخابات میں تعدد رائے دہی ممنوع قرار دیگئی تھی (مگر درمیانی انتخابات میں جائز رکھی گئی تھی) یہ تجویز ایوان زیریں میں دو مرتبہ منظور ہوئی مگر ایوان بالائی نے دونوں مرتبہ اسے مسترد کر دیا۔ اگست ۱۹۱۴ء میں جب جنگ عظیم پیش آئی ہے، اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ لبرلوں کی تجویز کا یہ حصہ عنقریب پورا ہوا جاہتا ہے[1] مگر بین الاقوامی پیچیدگیوں کے دباؤ کی وجہ سے یہ مسودہ قانون فوراً ہی ترک کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن انجام کار میں جنگ کا اثر یہ پڑا کہ انتخابی اصلاح کا مسئلہ بالکل ہی غیر متوقع طریق پر آگے بڑھ گیا اور ۶ فروری ۱۹۱۸ء کو وہ قانون جس کے بموجب اب تمام پارلیمنٹی انتخابات عمل میں آتے ہیں کتاب قانون پر درج کر دیا گیا۔ یہ حکومت کی اپنی پسند نہیں تھی کہ اس نے ایسے وقت میں انتخابی مسائل پر توجہ کی جبکہ قوم ہنوز اپنی حیات کے لئے برسر جنگ تھی اور توپوں کی آواز رود بار کے بندرگاہوں میں سنی جا رہی تھی بلکہ حکومت ایسا کرنے پر زیادہ تر اس وجہ سے مجبور ہوئی کہ فوج میں غول درغول لوگوں کے بھرتی ہونے اور جنگی حرفتوں کی ترقی سے آبادی کے اور بھی زیادہ جگہ سے بے جگہ ہو جانے کے باعث انتخابی نظم بالکل ہی شکست ہو گیا تھا۔ صوبہ، بلدیہ اور پیرش کے انتخابات

---

[1] حسب شرائط قانون پارلیمنٹ ۱۹۱۱ء

میں حالت بہت کچھ خراب ہو چکی تھی لیکن جدید حالات کے تحت پارلیمنٹی انتخاب محض تعطیل ہو جاتا۔ متواتر خاص قوانین اور عام رضامندی سے ۱۹۱۰ء کی منتخب شدہ پارلیمنٹ کی مدت اس خیال سے بڑھائی گئی کہ انتخاب بالفعل ملتوی ہو جائے یا شاید زمانہ جنگ میں اس سے بالکلیہ نجات مل جائے۔ لیکن ایک انتخاب عام کا ہونا ضروری تھا خواہ ختم مخاصمات کے قبل ہو یا بعد۔ انتخاب میں اقتضائے انصاف یہی ہوتا کہ اگر نئے حقوق رائے دہی اور دوسرے اہم تغیرات نہوں تو بھی اندراج ورائے دہی کے طریقے میں وسیع الاثر تبدیلی کیجائے۔ پس کابینہ کے اشارے سے ۱۹۱۶ء کے موسم گرما میں پارلیمنٹ نے انتخاب کے مسئلہ کی طرف توجہ کی اور جدید انتخابی قانون پر ابتدائی غور و خوض ایک خاص ماموریہ کو تفویض ہوا جسے صدر دارالعوام نے منتخب کیا تھا اور وہ خود ہی اس کا صدر تھا۔ یہ ماموریہ نہایت غور و فکر کے ساتھ اس طرح مرتب کیا گیا کہ اس میں نہ صرف پارلیمنٹ کے فرقوں اور گروہوں کی بلکہ تمام سلطنت میں انتخابی مسائل پر رائے عامہ کی مختلف جماعتوں کی صحیح تناسب کے ساتھ نمایندگی ہو سکے۔

صدر دارالعوام کے اس مستشار نے جس میں دونوں ایوانوں کے چھتیس (۳۶) ارکان شامل تھے ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو اپنا کام شروع کیا۔[1] اس کی روداد دارالعوام میں آئندہ مارچ میں پیش کیگئی اور اس کی سفارشوں پر ایک مسودہ قانون حکومتی تجویز کی حیثیت سے ۱۵ مئی کو پیش ہوا۔ مباحثہ وقفوقف کے ساتھ ۷ دسمبر تک ہوتا رہا۔ اس تاریخ کو یہ مسودہ قانون (جسمیں بہت کچھ وسعت پیدا ہوگئی تھی) منظور ہوکر دارالامرا میں بھیج دیا گیا۔ یہاں سترہ دن اس تجویز کے لئے وقف کئے گئے اور ۳۰ جنوری کو یہ تجویز دارالعوام میں ستائیس صفحوں کے ترمیمات کے ساتھ واپس کی گئی۔ وقت کی کمی کی وجہ سے مفاہمت ہوگئی اور ۶ فروری کو دونوں ایوانوں کے درمیان ایک مختتم مسودہ قانون پر اتفاق ہوگیا اور فوراً ہی اسے بادشاہ کی منظوری حاصل ہوگئی۔

---

[1] جے۔ کنگ "انتخابی اصلاح پر صدر دارالعوام کا مستشار"
J. King; The Speaker's Conference on Electoral Reform.
مطبوعہ کانٹیمپوریری ریویو" مارچ ۱۹۱۷ء۔

۱۹۱۸ء کا قانون نمایندگی قوم - حق رائے دہی

یہ نیا قانون نمایندگی قوم اولاً و اقدماً حق رائے دہی کی توضیع قانون کا ایک ٹکڑا تھا لیکن درحقیقت اسکی اہمیت اس سے بہت زیادہ تھی دو چند انتخاب کنندگان کی تعداد پر اس نے ایک ایسا نظم قائم کر دیا جو تقریباً بالکل نیا تھا۔ خود اس قانون کے متعلق یہ سمجھنا چاہئیے کہ یہ ایک ایسا عام انتخابی قانون ہے جو انگریزی تاریخ میں اس قسم کے کسی دوسرے قانون سے زیادہ وسیع بلکہ انقلابی ہے۔ جنگ کی وجہ سے جو حالات پیدا ہو گئے تھے ان کے ساتھ انتخابی کل کو مطابقت دینے کی کوشش نے صدر دارالعوام کے مستشار کو بہت جلد یہ یقین دلا دیا کہ رائے دہی کو ملکیت کے شرائط سے وابستہ کرنے کے متعلق قدیم طریقہ ترک کرنا پڑے گا اور اس کے بجائے یہ اصول اختیار کرنا ہوگا کہ رائے دہی ایک شخصی حق ہے جو افراد کو محض شہری ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ دونوں ایوانوں نے اس رائے کو قبول کر لیا' اور اس طرح اس قانون نے موجود الوقت پیچیدہ پارینہ حق رائے دہی کے تمام طومار کو دریابرد کر دیا اور تاج برطانی کے تمام اکیس برس یا زائد عمر کی مرد رعایا کو جو کسی برطانی یا آئرلینڈی حلقہ رائے دہی کے اندر کسی مکان میں بلا لحاظ قیمت و نوعیت چھ ماہ تک رہے ہوں اسے حق رائے دہی دیدیا

اب یہ ضروری نہیں ہوتا ہے کہ رائے دینے کے روز رائے دہندہ بغرض رائے دہی اپنے مکان پر ہو' وہ یہ انتظام کر سکتا ہے کہ پرچہ رائے دہی ڈاک کے ذریعہ سے وصول کرے اور واپس کر دے۔ معمولی حالات میں بھی اس تدبیر سے (بحری تاجر' تجارتی قائم مقام' ماہی گیر وغیرہ) ہزاروں آدمی جو اپنے پیشوں کی وجہ اپنے مکانات سے

لہ غیر ملکی' دیوانے' فاتر العقل اور امرا اس حق سے خارج ہیں مگر امداد غربا یا دوسرے قسم کی خیرات کا لینا اب عدم شرط نہیں قرار دیا گیا ہے۔ ملکی وصف کا ایک نشانیہ اس شرط میں باقی رہ گیا ہے کہ چھ ماہ کی اقامت کے بجائے اس طرح۔ بھی کسی حلقہ میں کوئی شخص رائے دہندہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ وہ ۱۵ جنوری یا ۱۵ جولائی کو ختم ہونے والے چھ ماہ میں کسی کاروباری دفتر پر قابض رہا ہے جس کی سالانہ مالیت دس پاؤنڈ سے کم نہ ہو۔

دور رہتے ہیں، عملاً حق رائے دہی سے محروم ہو جانے سے بچ جاتے ہیں لیکن جنگ
کے جن حالات میں یہ قانون منظور ہوا تھا اس کے معنی ان سے بہت زیادہ تھے درحقیقت
اس تجویز کا خاص فوری مقصد یہ تھا کہ لاکھوں بری و بحری ملازمان جو قدیم نظم کے بموجب
عارضی طور پر حق رائے دہی سے محروم ہو گئے تھے وہ انتخاب کنندگاں کے زمرہ میں
شامل ہو جائیں۔ لہذا سپاہیوں اور ملاحوں کو ان کے وطنی حلقہ میں درج کرنے
کا پورا پورا انتظام کر دیا گیا، اگر وہ معقول حد کی مسافت میں ہوتے تو وہ بذات خود
ڈاک کے ذریعہ سے رائے دے سکتے تھے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اپنے وطن میں کسی
شخص کو مخصوص کر سکتے تھے جو ان کے بجائے ہو اور ان کی طرف سے رائے دے۔
مزید برآں جو لوگ برّی یا بحری فوج میں خدمت کر رہے تھے ان کے لئے رائے
دہی کی عمر اکیس (۲۱) کے بجائے انیس رکھی گئی تھی۔

توقع کے خلاف، تعدد رائے دہی بحال خود باقی رہ گئی۔ مستحفظی عناصر اس
بنا پر اس کے باقی رہنے پر مصر تھا کہ انتخاب کنندگاں کا زیادہ تعلیم یافتہ اور زیادہ
متمول حصہ نیچے نہ دب جائے، اور آزاد خیالوں نے اپنے نقطۂ خیال پہ صرف اس
حد تک زور دیا کہ ایک رائے دہندہ کو دو رایوں تک محدود کر دیا جائے۔
دو حالتوں میں کسی شخص کو دوسری رائے حاصل ہو سکتی ہے (۱) اپنے حلقۂ اقامت
کے علاوہ کسی اور حلقے میں کاروباری اغراض سے کسی ایسی عمارت پر قابض ہو جس کی
سالانہ حیثیت دس پاؤنڈ ہو۔ اور (۲) جن جامعوں کے نام اس قانون میں مندرج ہیں
ان میں سے کسی جامعہ کی سند رکھتا ہو۔ جامعات کے نمایندوں کی تعداد نیز نمایندگی
کا حق رکھنے والی جامعات کی تعداد بھی بڑھا دی گئی اور جامعہ کا حق رائے دہی جس پر
بہت دنوں سے حملے کئے جا رہے تھے اور ۱۹۱۲ء کے ناکام مسودۂ قانون انتخابات میں
اسے منسوخ کرنے کی تجویز تھی، وہ اس طرح پر وسیع کر دیا گیا کہ مثل سابق محض علوم نظری
کی سند رکھنے والوں کے بجائے ہر ایک قسم کی سند پانے والوں کے لئے اسے وسعت
دیدی گئی۔ [1]

---

[1]۔ جامعات کی نمایندگی حسب ذیل طریق پر قرار دی گئی تھی۔ آکسفورڈ ۲، کیمبرج ،

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ ہو پڑنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ عورتوں کے حق رائے دہی کے متعلق اب جلد تر کسی قانون کے بننے کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہو گیا ہے لیکن اس کا اثر بالکل ہی برعکس ہوا۔ ڈھائی برس کے اندر ہی اندر اس جنگ و جدل سے خواہان حق رائے دہی کو وہ نفع پہنچا کہ کتنی ہی شورانگیزیاں ہوتیں مگر یہ نفع کبھی نہ حاصل ہوا یعنی حکومت باضابطہ ان کی تائید پر ہو گئی اور چند ہی مہینے میں ان کا معاملہ ایسے کامیاب نتیجے پر پہنچ گیا جو امن و امان کے پورے دس برس میں بھی نہ حاصل ہوتا۔ اب کہ مردوں کو "بہ حیثیت اشخاص" حق رائے دہی ملنے والا تھا عورتوں کو اس سے محروم رکھنا پہلے سے زیادہ دشوار ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ صورت حالات (یعنی اثنائے جنگ میں قوم کے لئے عورتوں کے بے شمار خدمات کے مقابلہ میں) اس حق کا روکنا بالکل ناممکن ہو گیا تاہم شدید مخالفت بھی پیدا ہوئی۔ اس رائے دہی کے مخالف تمام پرانے دلائل پھر سنے جاتے لگے اور اس کے ساتھ ہی کم و بیش صحت نمائی کے ساتھ یہ حجت بھی پیش ہونے لگی کہ مرافعہ کے بغیر یا ایک ایسی پالیمنٹ کے ذریعہ سے جو اپنے وقت سے دو برس آگے بڑھ گئی ہو یا جبکہ تیس لاکھ آدمی جن میں دارالعوام کے ایک خمس ارکان بھی شامل ہیں قومی خدمات پر غیر حاضر ہوں، عورتوں کی رائے دہی کا قانون کتاب قوانین پر ثبت نہ ہونا چاہئے۔ اس تجویز کے متعلق کہ عورتوں کو تیس برس کی عمر میں حق رائے دہی ملنا چاہئے، خود رایانہ و خلاف عقل ہونے کا اعتراض عاید کیا گیا خاص کر یہ دیکھتے ہوئے کہ ساز و سامان حرب کے کارخانوں میں جو عورتیں کام کرتی تھیں، انہیں تین ربع سے زیادہ اس سے کم عمر کی تھیں۔ ایک مناظر نے یہ کہا کہ یہ بھی اتنا ہی قرین عقل ہو گا کہ انہیں عورتوں کو حق رائے دہی دیا جائے جن کے بال سرخ ہوں اور بالوں کے رنگنے کی عادت جرم قرار دیدی جائے

۲۔ لندن۔ ۱۔ انگلستان کے دوسرے جامعات (ڈرہم، مینچسٹر، لورپول، لیڈز، شیفیلڈ، برمنگھم، اور برسٹل) ۲۔ ویلز کا جامعہ۔ ۱۔ اسکاٹ لینڈ کے جامعات (سنٹ اینڈروز، گلاسگو، ابرڈین، اور اڈنبرا) ۳۔ ڈبلن، ۲۔ آئرستان کا قومی دارالعلوم۔ ۱۔ بلفاسٹ کی کوئنس یونیورسٹی۔ ۱۔ جملہ ۱۵

مسودۂ قانون کی اس خصوصیت کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ رائے دہندہ عورتیں تعداد میں مردوں سے بہت زیادہ بڑھ نہ جائیں۔ ان کے سوا اور اعتراضات بھی پیدا کئے گئے مثلاً یہ کہ (۱) ساٹھ لاکھ ناتجربہ کار رائے دہندہ عورتوں کا اضافہ عین اس وقت میں نہ ہونا چاہیئے کہ جنگ، صلح اور تعمیر جدید کے مسائل قوم کی انتخابی قابلیت پر بہت سخت بار ڈالا چاہتے ہیں (۲) بالفاظ مسز ہمفری وارڈ "یہ قانون ایسے وقت میں ملک کی لابدی مستحفظی قوتوں کو تباہی کی حد تک پہنچا دیگا، جبکہ مستحفظی و آزاد خیال اصول اور اثرات میں مناسب توازن کا قائم رکھنا نہایت ہی ضروری ہے" (۳) اس کثرت کے ساتھ کہ عورتوں کی رائے دہی کا مطالبہ مزدوری فریق کے اشارے پر ہو رہا تھا جسے توقع یہ تھی کہ وہ انتخابی طاقت کی اس رد کو اپنے نفع کی جانب پھیر لے گا۔ (۴) اگرچہ موجودہ قانون اس طرح مرتب ہوا تھا کہ مرد رائے دہندوں کی کثرت رہتی تھی مگر مردوں اور عورتوں کے درمیان عمر کا یہ تفاوت دوسرے پارلیمنٹ تک بھی قائم نہ رہے گا اور جب عمر میں لابدی مساوات واقع ہوگی تو رائے دہندہ عورتوں کی کثرت بیس لاکھ سے زائد ہو جائے گی۔[1]

قانون جس طرح آخری طور پر منظور ہوا اس نے تیس برس سے زائد عمر کی ہر اس عورت کو حق رائے دہی دیدیا جسے خود یا جس کے خاوند کو بلحاظ مالیت کسی مکان سکونتی یا کسی زمین و عمارت کے قبضے کی وجہ سے (جو مکان سکونتی ہو اور جس کی مالیت پانچ پاؤنڈ سالانہ سے کم نہو) مقامی حکومت میں بہ حیثیت انتخاب کنندہ کے درج ہونے کا حق ہو۔ تیس برس اور اس سے اوپر کی عمر کی عورت جامعہ کے رکن کے لئے بھی رائے دے سکتی ہے بشرطیکہ وہ کسی ایسے جامعہ کی طیلسانی ہو جو عورتوں کو طیلسان عطا کرتا ہو یا اس نے وہ شرایط پورے کر دئے ہوں جن سے کوئی مرد طیلسان کا مستحق ہو سکتا ہو۔

---

[1] امر واقعہ یہ ہے کہ جوں ہی یہ قانون کتاب قوانین پر ثبت ہوا، مخالس حق رائے دہی زنان کے "اتحاد قومی" نے باضابطہ یہ اعلان کر دیا کہ رائے دہندہ عورتوں کے لئے عمر کی قید کی کمی پر زور دیا جائے۔

قانون مذکورۂ بالا کا اثر یہ تھا کہ برطانی رائے دہندوں کی تعداد بمقابلہ دوچند ہوگئی۔ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح نے پانچ لاکھ نئے انتخاب کنندے بنائے تھے جس سے کل آبادی میں انتخاب کنندوں کا تناسب بتیس میں ایک کا ہوگیا۔ ۱۸۶۷ء کے قانون نے دس لاکھ انتخاب کنندے بنائے جس سے یہ تناسب بارہ اور ایک کا ہوگیا۔ ۱۸۸۴ء کے قانون نے بیس لاکھ کا اضافہ کیا اور تناسب سات اور ایک کا ہوگیا۔ ۱۹۱۸ء کے قانون نے اسی لاکھ بڑھادئے جس سے تناسب تین اور ایک کی نمایاں حد کو پہنچ گیا۔ اسی لاکھ نئے رائے دہندوں میں چہارم مرد تھے اور تین ربع عورتیں تھیں

۱۹۱۸ء کا قانون نمایندگی قوم۔ دوسرے خصوصیات۔ ان کوڑیوں انتخابی مسودات قانون کے برخلاف جو ۱۸۸۵ء کے بعد سے پارلیمنٹ میں پیش ہوچکے ہیں، جدید قانون نے اصلاح حق رائے دہی کے ساتھ تقسیم جدید کو بھی توسین میں داخل کردیا۔ معیار یہ قرار دیا کہ برطانیہ عظمی میں ہر ستر ہزار آدمیوں کے لئے ایک نمایندہ ہو۔ آئرستان میں ہر تینتالیس ہزار کے لئے ایک، (آئرستان کے لئے جو علیحدہ قانون منظور ہوا تھا اس کے ساتھ ملکر) اس قانون نے اکیس نئے برو کو نمایندگی عطا کی اور چوبیس سے یہ حق سلب کرلیا۔ اور بہی دوسرے طریقوں سے حلقہائے انتخاب کا ایسا انتظام جدید کیا جس سے دارالعوام میں (جو پہلے ہی سے دنیا میں سب سے بڑی تشریعی جمعیت تھا) ۶۷۰ کے بجائے ۷۰۷ ارکان ہوگئے۔ انگلستان کو چارسو بانوے نشستیں ملیں جسکی وجہ سے اسے گویا اکتیس کا نفع رہا، ویلز کو چھتیس، اسکاٹ لینڈ کو چوہتر اور آیرستان کو ایک سو پانچ نشستیں ملیں اور ہر ایک کو دو دو کا نفع رہا۔[1] آیرستان کی غیر متناسب نمایندگی بدستور باقی رہی مگر یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ جب قانون حکومت خود اختیاری (جو کتاب قوانین پر ثبت ہوچکا تھا) یا اس کے بجائے کوئی دوسرا قانون

[1] مکمل تقسیم حسب ذیل ہے:-

	ضلع	برو	جامعات	مجموعہ
انگلستان و ویلز	۲۵۴	۲۶۶	۸	۵۲۸
اسکاٹ لینڈ	۳۸	۳۳	۳	۷۴
آیرستان	۸۰	۲۱	۴	۱۰۵
	۳۷۲	۳۲۰	۱۵	۷۰۷

عمل میں آئے گا تو ان میں تغیر ہو جائے گا۔ یہ قانون آئندہ کے لیے نشستوں کی موقت
یا غیر موقت کسی تقسیم جدید کا کوئی انتظام کرنے میں ناکام رہا۔ صدر دارالعوام کے متشار نے
تناسبی نمایندگی کے ایک عام طریق کی سفارش کی تھی اور دارالامرا پہلے سے یہ
سمجھ کر کہ وہ وقت آنے والا ہے جب مستحفظی عناصر قطعاً قلیل التعداد ہو جائیں گے، استحکام
کے ساتھ اس اصول کی تائید کرتا رہا۔ دارالعوام نے پانچ مرتبہ اس تجویز کو بلا بحث مسترد
کر دیا مگر آخر میں اس ایوان کو اپنے مسودہ قانون کو بچانے کے لیے مجبور ہو کر ایک اختیاری
قرارداد یہ قبول کرنا پڑی کہ ایک ماموریہ مقرر کیا جائے اور وہ خاص طور پر قائم شدہ حلقوں
میں (جو تین سے سات ارکان تک منتخب کریں) تناسبی اصول پر ایک سو ارکان کے انتخاب
کی تجویز طیار کرے۔ تاریخ تحریر (۱۹۲۰ء) تک اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے
اور اغلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قانون کا یہ جزو ردی کاغذ کا ایک جزو ہو کر رہ جائیگا
لیکن جامعات کے حلقوں میں جو دو یا زیادہ ارکان منتخب کرتے ہیں انتخاب تناسبی
نمایندگی کے اصول پر ہوں گے ہر انتخاب کنندہ کو ایک قابل انتقال رائے حاصل ہوگی۔[1]
آخر میں اس امر واقعہ کا ذکر ہونا چاہئے کہ اس قانون نے رائے دہندوں کے اندراج

لہ۔ اقلیت کو اکثریت کے "ظلم" سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی نہ کسی تدبیر کے اختیار کئے جانے
کے متعلق اور مقامات کی طرح انگلستان کے ارباب فکر کی توجہ بھی کئی نسلوں سے منعطف رہی
ہے۔ جان اسٹوارٹ مل نے اس امر پر زور دیا تھا کہ ٹامس ہیر نے تناسبی نمایندگی کا جو نظم
تجویز کیا ہے اسے ۱۸۶۷ء کے قانون اصلاح میں شامل کرایا جائے مگر اس خیال کی طرف بہت کم
توجہ مائل ہوئی۔ مسٹر لیونرڈ کورٹنی (لارڈ کورٹنی بیوتھ) نے ۱۸۸۴ء میں اسی قسم کی کارروائی پر زور
دیا مگر ... اس کا بھی وہی ہوا۔ غیر ممالک کے انتخابی طریقوں کا مطالعہ کرنے اور انگریزی طریق
کے لئے ترمیمات کی سفارش کرنے کی غرض سے دسمبر ۱۹۰۸ء میں جو شاہی ماموریہ مقرر ہوا اس
نے تناسبی تجویز پر پوری طرح غور کیا اور اس کی خلاف رائے دی۔ (شمارہ ۵۱۶۳)۔ برطانیہ عظمی
سے متعلق تناسبی نمایندگی کے عام مسئلہ پر کتب ذیل میں بحث ہوئی ہے:۔ جے ہمفریز "تناسبی
نمایندگی"
J.Humphries; Proportional Representation
مطبوعہ لندن، ۱۹۱۱ء جے ایف، ولیمز "تناسبی نمایندگی و سیاسیات برطانی"

کے طریقے پر کامل نظرثانی کی۔ آئرستان کے سوا اب ہر ایک پارلیمنٹی برو اور صوبے میں یہ کتاب اندراج ایک مرتبہ کے بجائے سال میں دو مرتبہ (بہار و خزاں میں) مرتب کیجاتی ہے۔ اور اس کام کی ذمہ داری قصبات اور مجالس صوبہ کے محرروں پر عاید کی گئی ہے۔ پہلے اندراج ایک دشوار و خرچ طلب کارروائی تھی مگر حق رائے دہی کی سادگی نے اس کام کو آسان کر دیا ہے حالانکہ رائے دہندوں کی تعداد دوچند ہو گئی ہے خرچ نصف محاصل مقامی سے ادا ہوتا ہے اور نصف خزانہ قومی سے۔ تلہ

J. F. Williams; Proportional Representation and British Politics

مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۴ء۔ نظرثانی ہوکر یہ کتاب "اصلاح نمایندگی سیاسی" The Reform of Political Representation کے نام سے شائع ہوئی ہے (مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء)

فلاندین "مسئلہ نمایندگی تناسبی انگلستان و مستعمرات انگلستان؛ قابل تبدیل رائے"

B, E. Flandin; La question de la representation proportionneile en Angleterre et dans les Colonies Anglaises Le vote transferable

مطبوعہ پیرس ۱۹۱۴ء۔

۱۹۱۹ء میں آئرستان کے بلدی انتخابات میں تناسبی انتخابات رائج کئے گئے۔

۲ سنہ ۱۹۱۸ء کے قانون اصلاح کے متعلق عمومی حیثیت سے کتب ذیل دیکھنا چاہئے۔ جے۔ آر۔ سیگر، "سنہ ۱۹۱۸ء کے قانون اصلاح کے تحت میں پارلیمنٹی انتخابات" J. R. Seager

Parliamentary Elections under the reform act of 1918

مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء (اس میر "قانون نمایندگی قوم اور (آئرلینڈ کی) جگہوں کی تقسیم جدید کا قانون ۱۹۱۸ء"

S. Mayer; Representation of the People Act and the Redistribution of seats (Ireland) Act, 8918.

مطبوعہ لندن، ۱۹۱۸ء۔ ایچ فریزر "قانون نمایندگی قوم"

H. Fraser; The Representation of the people Act.

پارلیمنٹی انتخابات امریکی طرز حکومت کے تحت میں، معاملات عامہ کی حالت اور احساس عامہ کی کیفیت کا لحاظ کئے بغیر انتخابات معینہ اوقات پر ہوتے رہتے ہیں۔ انگلستان میں مقامی انتخابات مقررہ اوقات پر ہوتے ہیں، مگر قومی انتخابات کا یہ حال نہیں ہے۔ آخر الذکر سے متعلق انتہائی شرط صرف یہی ہے کہ جب کوئی پارلیمنٹ اپنی اس انتہائی زندگی کو پہنچ جائے جو ازروئے قانون روا ہے تو انتخاب کا حکم دیا جائے سنہ ۱۶۹۴ء کے قبل اس معاملے میں کوئی شرط نہیں تھی،[1] اور بادشاہ جب تک چاہتا کسی پارلیمنٹ کو قائم رکھ سکتا تھا، چارلس دوم نے اس پارلیمنٹ کو جو اس کی تخت نشینی کے وقت طلب ہوئی تھی سترہ برس تک قائم رکھا، لیکن سنہ ۱۶۹۴ء سے سنہ ۱۷۱۶ء تک پارلیمنٹ کی انتہائی میعاد تین برس کی تھی سنہ ۱۷۱۶ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک یہ میعاد سات برس کی رہی، اب پانچ برس ہے[2] مگر واقعی اعتبار سے پارلیمنٹیں اپنی پوری مدت تک کبھی نہیں رہیں اور انتخابات کے درمیان تین یا چار برس کا زمانہ بالا وسط عام طور پر ہوتا ہے[3] اکثر صورتوں میں جب کوئی شکست خوردہ

---

[1] مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۱۸ء۔ اے۔ او ہابس و ایف جی۔ اوگڈن، سنہ ۱۹۱۸ء کے قانون نمایندگی قوم کا رہبر

O. A. Hobbs and F. J. Ogden ; Guide to the Representation of the people Act of 1918

مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۱۸ء۔ جے۔ اے۔ ار۔ میریٹ "جدید انتخاب کنندگان و جدید مجلس واضع قوانین" کا

J. A. R. Marriott ; The New Flectorate and the New Legislature.

مطبوعہ "فورٹنائٹلی ریویو" مارچ سنہ ۱۹۱۸ء۔ ڈبلیو۔ ایچ ڈکنسن "عظیم ترین قانون اصلاح"

W. H. Dickinson ; The Greatest Reform Act.

مطبوعہ کانٹمپوریری ریویو، مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

P. Hamelle ; Le Vote feminin en Anglettere. پی ہمیل "انگلستان میں عورتوں کی رائے دہی"

مطبوعہ جریدہ سیاسی و پارلیمنٹی پیرس، اپریل سنہ ۱۹۱۸ء ال۔ وی ہولٹ "پارلیمنٹی حق رائے دہی"

L. V. Holt ; The Parliamentary Franchise. "Jurid Rev" مطبوعہ جریدہ قانون مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

[2] سنہ ۱۹۱۶ء کے قانون نمایندگی قوم نے پارلیمنٹ کی مدت کو فرمانروا کے ارتحال سے بے نیاز کر دیا۔

[3] ان میں ایک استثناء وہ پارلیمنٹ ہے جس کا انتخاب دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء میں ہوا تھا جس نے حالات جنگ کے اعتبار سے متواتر قوانین کے ذریعے سے اپنی مدت انتہائی حد سے تین برس یعنے نومبر سنہ ۱۹۱۸ء تک بڑھا دے۔

حکومت ملک سے مراجعہ کرتی ہے تو انتخاب کم و بیش غیر متوقعہ طور پر آپڑتا ہے اور اکثر ایسا واقع ہوتا ہے کہ انتخاب تقریباً کسی ایک ہی مسئلہ کی بنا پر ہوتا ہے اور اس طرح یہ انتخاب عملاً اس مبحث پر قومی مراجعہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء کے انتخاب کی کیفیت یہی تھی کیونکہ اس انتخاب میں یہ چاہا گیا تھا کہ دارالامرا کے خود مختارانہ اقتدار کے دبا دینے کے مقصد میں قوم ایسکوئتھ کی حکومت کو برقرار رکھے۔ بہرصورت انتخاب کے قبل جو مہم پیش آتی ہے وہ مختصر ہوتی ہے۔ رائے دہندوں سے درخواستیں زیادہ تر عام تقریروں کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں۔ مختلف الآرا تصویردار مطبوعات، رسالے اور دستی اشتہارات، جلوس و اجتماعات عام، اور توجہ کو منعطف و مائل کرنے کے لیے بڑے بڑے دیواری اشتہارات اور مضحک تصاویر؛ غرض سب چیزوں سے کام لیا جاتا ہے وزیر اعظم کی رہبری میں تجاویز پیش کرتے ہیں، دلائل مرتب کرتے ہیں اور عوام سے درخواست کرتے ہیں اور دوسری جانب وہ اشخاص ہوتے ہیں جو پارلیمنٹی فریق مخالف کے مسلمہ سرگروہ ہوتے ہیں۔ لہ

لہ۔ لوول، "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England
جلد دوم باب ۴۳۔
ایم۔ آسٹروگورسکی "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم" M. Ostrogorski
Democracy and the Organization of Political Parties
مترجمہ۔ ایف کلارک، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۲ء۔
جلد اول صفحات ۴۴۲۔۱: ۵۔ ایم۔ میک ڈونو "کتاب پارلیمنٹ" Mac Donaugh
Book of Parliament مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۹۷ء صفحات ۱-۳۲
انگلستان کے پارلیمنٹی انتخابات کے واضح کرنے والے بیشمار مضامین سے مضامین ذیل کا ذکر مناسب ہے:۔
ایچ۔ ڈبلیو۔ لیوسی "برطانی انتخاب عام کے طریقے" H. W. Lucy; The Method of a
British General Election مطبوعہ فورم، اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء۔ اس۔ بروکس، "انگلستانی و امریکی انتخابات"
مطبوعہ فورٹ نائٹلی ریویو فروری سنہ ۱۹۱۰ء ڈبلیو۔ ٹی۔ اسٹڈ W. T. Stead "برطانیہ عظمی میں
انتخابات عام" مطبوعہ امریکن ریویو آف ریویوز" فروری سنہ ۱۹۱۰ء Haussonville
ادسون ویل: "انتخابات کے دوران میں انگلستان میں چھ روز" جریدہ عالمین فروری سنہ ۱۹۱۰ء Rev. des Deux Mondes

جب کسی پارلیمنٹ کا انفساخ کیا جاتا ہے تو فوراً ایک شاہی اعلان کے ذریعہ سے نئے دارالعوام کے انتخاب کا حکم دیا جاتا اور اس کے ساتھ ہی برطانیہ عظمیٰ اور آئرستان کے چانسلر صوبوں اور برو کے شمار کنندہ عہدہ داران" یعنے شیرف اور میئر بلد کے نام احکام نافذ ہو جاتے ہیں۔ لہ سابق میں یہ انتخاب کنندہ عہدہ دار اپنی صوابدید سے معینہ حدود قانون کے اندر، اپنے اپنے حلقوں میں "انتخاب" کا ایک دن مقرر کرتے تھے اور ضرورت ہوئی تو رائے دینے کا دن بھی متعین کر دیتے تھے مگر ۱۹۱۸ء کے قانون کی رو سے اس کا موقع باقی نہ رہا۔ اعلان کے روانہ ہونے کا آٹھواں دن تمام حلقوں کے لئے انتخاب کا دن ہوتا ہے اور اس کے نویں دن بعد رائے دی جاتی ہے علاوہ ایک صورت انتخاب کے دن جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف امیدواروں کی نامزدگی ہوتی ہے۔ جہاں تک قانون کا تعلق ہے، نامزدگی کے لئے صرف اتنا ہی درکار ہے کہ حلقے کا کوئی درج شدہ رائے دہندہ تحریراً "تجویز کرے" اور نو دوسرے رائے دہندے اس کی تائید کریں لیکن واقعاً یہ ہوتا ہے کہ سیاسی فریق کی مقامی یا قومی مجلس کی طرف سے امیدوار پہلے منتخب یا کم از کم پسند کر لئے جاتے ہیں۔ لہ جس مستثنےٰ صورت کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ اس وقت پیش آتی ہے جب نامزد شدہ اشخاص کی تعداد ان نشستوں سے زیادہ نہیں ہوتی جنتی پر کرنا ہوتا ہے۔ اس صورت میں شمار کنندہ عہدہ دار اس امیدوار یا ان امیدواران کو حسب قاعدہ منتخب شدہ قرار دیتا ہے اور رائے دہندوں کو رائے دینے کے لئے نہیں بلایا جاتا۔ اس قسم کے غیر متنازعہ انتخابات کی تعداد بالخصوص آئرستان میں ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے، لیکن اگر متنازعہ ہوتا ہے تو انتخاب ملتوی کر دیا جاتا ہے تاکہ امیدوار حریفوں میں فیصلے کے لیے رایوں کا شمار ہو سکے پہلے یہ شمار اگرچہ ایک حلقہ میں ایک ہی دن میں مکمل ہو جایا کرتا تھا مگر مختلف حلقوں میں دو ہفتے

لہ۔ اس حکم کے الفاظ ظاہری کے متعلق انسن کی کتاب "قانون و رواج دستور سلطنت"

Anson; Law and Custom of the Constitution

جلد اول صفحہ ۷۵ دیکھنا چاہیئے۔

یا زائد تک جلتا رہتا تھا جس سے تعددی رائے دہندوں کو یہ آسانی ہو جاتی تھی کہ ایک حلقہ سے دوسرے حلقہ میں پہنچ جائیں، اور برابر قرعہ ڈالتے رہیں مگر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ۱۹۱۸ء کے قانون کی رو سے ضروری ہے کہ تمام حلقوں میں ایک دن یعنے نامزدگی کے بعد کے نویں دن شمار آرا ہو جائے۔

۱۸۷۲ء تک رائے زبانی اور علانیہ دی جاتی تھی لیکن چالیس برس سے پوشیدہ رائے دہی کے لئے شور برپا ہو چکا تھا۔ فشوریوں نے اس اصلاح کو اپنے مباحث ستہ میں سے ایک مبحث بنا دیا تھا۔ جنوبی آسٹریلیا نے اس طریق کو ۱۸۵۶ء میں جاری کیا اور دوسرے آسٹریلوی توابع نے فوراً ہی اس کی تقلید کی۔[1]

۱۸۷۲ء میں ایک "قانون انتخابات پارلیمنٹی و بلدی" نے (جو عام طور پر قانون خفیہ رائے دہی قضیہ کے نام سے مشہور ہے) آسٹریلوی طریق کو جامعات کے ارکان کے انتخابات کے سوا تمام پارلیمنٹی و بلدی انتخابات میں رائج کر دیا۔ مزید برآں اس نے زبانی نامزدگیوں کے بجائے تحریری نامزدگی قائم کر دی، مختلف انتخابی جرائم کا تعین کیا اور ان کے لئے تاوان عائد کیے اور کسی حد تک مہم انتخابی کے اخراجات کو بھی منضبط کیا۔ پس اب جبکہ کوئی ایسا انتخاب کنندہ جو معیار رائے دہی پر پورا اترا ہے اپنے مقام رائے دہی کے احاطے میں آتا ہے تو اسے رائے دہی کا ایک سرکاری کاغذ ملتا ہے جس پر حسب قاعدہ مہر ثبت ہوتی ہے، اور اس میں امیدواروں کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے درج ہوتے ہیں۔ وہ اس کاغذ کو ایک پردے کے اندر لیجاتا ہے اور جس نام یا جن ناموں کے لئے وہ رائے

---

[1] برطانیہ عظمیٰ میں پوشیدہ رائے دہی ۱۸۴۸ء میں پیڈمانٹ میں جاری ہوئی اور ۱۸۶۱ء میں اطالیہ کی تمام سلطنت میں وسیع ہو گئی۔ جرمانیہ کے ۱۸۶۹ء کے انتخابی قانون میں بھی ایسا ہی رکھا گیا۔ ممالک متحدہ امریکہ میں پوشیدہ رائے دہی انقلاب کے زمانہ سے عام تھی البتہ آسٹریلوی طریقہ جس سے کماحقہ پوشیدگی کا اطمینان ہو جاتا تھا اواخر انیسویں صدی تک جاری نہیں ہوئے۔ اس معاملہ میں سب سے پہلے مکمل قانون ۱۸۸۹ء میں میساچوسٹس میں بنا۔

دینا چاہتا ہے ان کے بالمقابل ایک چلیپا نما خط کھینچ دیتا ہے۔ پھر کاغذ کو اس طرح لپیٹ کر جس سے اس کے نشانات چھپ جائیں، اسے رائے دہی کے صندوق میں ڈال دیتا ہے۔ یہ صندوق مقفل و مہور ہوتا ہے اور اس کی بناوٹ ایسی ہوتی ہے کہ قفل کھولے بغیر اس میں سے کاغذ نہ نکل سکے۔

اثنائے رائے دہی میں امیدواروں کے گماشتوں کو مقام شمار آرا میں موجود رہنے کی اجازت ہے مگر یہ گماشتے اور ان کے ساتھ عہدہ دار بھی حلفاً اس امر کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ یہ نہ ظاہر کریں کہ کن لوگوں نے رائے دی ہے اور اس سے بھی ممنوع ہیں کہ کسی رائے دہندہ کو ترغیب دیکر یہ معلوم کریں کہ وہ کس طرف رائے دینے کا ارادہ رکھتا ہے یا اس نے کس طرف رائے دی ہے (کسی رائے دہندہ کے قرطاس رائے دہی کے شمار سے (جس سے اس کا تعین ہو سکتا ہو) تحقیق کرنے کی بھی کوشش نکریں، غرض کسی نہج سے رائے دہندہ کے کام میں مداخلت نکریں۔ رایوں کے ختم ہو جانے کے بعد صدر عہدہ دار کو ان تمام کاغذات جو اسے تفویض کئے گئے ہوں، انتخاب کنندہ عہدہ دار کے سامنے حساب دینا ہوتا ہے اور انتخاب کنندہ عہدہ دار جب مستعمل، غیر مستعمل اور خراب شدہ کاغذات کا شمار کرتا اور رایوں کا نقشہ مرتب کرتا ہے تو امیدواروں کے گماشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جو حکم عہدہ دار انتخاب کنندہ کے لئے اختیار عمل کا کام دیتا ہے اسی پر انتخاب کی مہر تصدیق ثبت کر کے اسے اور اس کے ساتھ رایوں کے تمام پرچے، چانسری کے محرر شاہی کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ میں دارالنیابتین اپنے ارکان کے شرائط اہلیت کا فیصلہ کن ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ متنازعہ فیہ انتخاب کا فیصلہ خود ایوان کرتا ہے۔ اسی قسم کا عمل پہلے انگلستان میں بھی جاری تھا مگر وہاں یہ محسوس ہوا کہ فیصلوں میں سیاسیات کو حد سے زیادہ دخل ہو جاتا ہے چنانچہ ۱۸۶۸ء میں انتخابی درخواستوں کا فیصلہ (جو شمار کی غلطی یا کسی تخریب عمل خلاف قانون کے متعلق ہو) ایک عدالتی جماعت کو تفویض کر دیا گیا جس میں عدالت عالیہ کے صیغہ شاہی کے ایسے دو جج ہوتے ہیں جنہیں اسی صیغہ کے دوسرے جج منتخب کرتے ہیں۔[1]

---

[1] انتخابی طریق عمل کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیئے، لوول: "حکومت انگلستان"

بقیہ حاشیہ بر صفحہ دیگر

انتخابی اخراجات کا انضباط ایک وقت تھا اور اب بھی بہت سے لوگ زندہ ہیں جنہیں وہ وقت یاد ہو گا جب انگلستان کے پارلیمنٹی انتخابات میں مخرب طریقے ایسے عام اور ایسے شرمناک طور پر جاری تھے کہ وہ مجرمانہ ہونے سے زیادہ مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ایک معمولی بات تھی کہ رائے دہندہ

تقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Lowell; Government of England جلد اول

باب ۱۰ ایک ڈونو کتاب پارلیمنٹ" Mac Donaugh; Book of Parliament

صفحات ۲۴۰۰۔ ایچ۔ جے۔ بشی "سلطنت متحدہ کے انتخابات کے طریق عمل کا کتابچہ"
H. J. Bush by; Manul of the practice of Elections for the United Kingdom

طبع چہارم مطبوعہ لندن، سنہ ۱۹۱۰ء۔ ای۔ ٹی پاول، انگلستان و ویلز کی حکومت خود اختیاری کے جواہر اصلیہ" E. T. Powell; Essentials of Self-Government England and Wales مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۹ء

پی۔ جے بلیر، پارلیمنٹی انتخابات کا دستور P. J. Blair; Hand Book of Parlimentary Election

مطبوعہ اڈنبرا، سنہ ۱۹۰۹ء۔ ایچ۔ فریزر۔ پارلیمنٹی انتخابات کا قانون اور انتخابی درخواستیں
H. Fraser. Law of Parliamentary Elections and Election Petitions طبع دوم، لندن، سنہ ۱۹۱۰ء

ایک جلد جو دلچسپ معلومات سے بھری ہوئی ہے وہ جے۔ گریگو کی کتاب "شاہان اسٹوارٹ سے ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ تک کے پارلیمنٹی انتخابات اور انتخاب پیمائی کی تاریخ ہے"۔
J. Grego; History of Parliamentary Elections and Electioneering from the Stuarts to Queen Vistoria

طبع جدید، مطبوعہ لندن، سنہ ۱۸۹۲ء

اس مبحث پر سب سے ضخیم و مستند کتاب ایم۔ پاول (مدیر) کی کتاب ہے Powell
Rogers of Elections ۳ جلد، طبع شانزدہم مطبوعہ لندن، سنہ ۱۸۹۷ء۔

رشوتیں لیتے ہوں اور شناسائے انتخاب میں امیدوار کے خرچ سے کھاتے،
شرابیں اور سگریٹ سگار پیتے اور کھیل تماشے دیکھتے تھے۔ اور اس پر بھی آخر
میں اگر وہ گروہ مخالف کی جانب نہ ہو جاتے تو وہ بہت با ایمان آدمی
سمجھے جاتے تھے۔ ۱۸۶۶ء کے نارتھمپٹن والے بدنام جہاں انتخاب میں رائے
دہندوں کی ایک جماعت جس کی تعداد ہزار کے قریب تھی تین امیدواروں
کے موئیدوں سے ضیافتیں کھاتی رہی جس کا کل خرچ دس لاکھ پاؤنڈ کے
قریب پہنچ گیا مگر یہ ایک استثنا تھا۔ لیکن اور بے شمار واقعات کی داستان
میں اور اس میں فرق صرف رقم کا ہے۔[1] اب اس سے بالکل ہی مختلف صورت
حالات رائج ہے۔ انتخابی کارروائی کے نمایاں شان امور میں سب سے
زیادہ ابتر رہنے کے بعد اب برطانیہ عظمیٰ قوموں کے لئے سب سے اعلیٰ مثال
ہوگئی ہے۔ ۱۸۷۲ء کے "قانون خفیہ رائے دہی" میں بھی ایسے شرائط داخل
تھے جن کا مقصود گویا مخرب کارروائیوں کو تقویت دینا تھا مگر اس معاملہ میں اصلی
تبدیلی ۱۸۸۳ء میں ہوئی جب مخرب و خلاف قانون طریق عمل کے متعلق
وسیع الاثر قانون منظور کیا گیا۔ اس قانون کی رو سے رشوت دہی اور خاطر مدارات
(جس کی سات صورتیں بیان کی گئی ہیں) کی سزا قید یا جرمانہ قرار دی گئی تھی
اور قرار پایا کہ مختلف صورتوں میں، سیاسی حقوق بھی سلب ہو جائینگے۔ انتخاب
کی مہم میں کوئی امیدوار جن لوگوں کو اپنی مدد کے لئے مقرر کرتا ان کی تعداد اور
ان کے فرائض متعین کر دئیے گئے تھے۔ ہر امیدوار کے لئے ضروری تھا کہ
وہ ایک با اعتبار گماشتہ مقرر کرے جسے (خود امیدوار کے بعض معینہ ذاتی
اخراجات کے سوا) اس کی جانب سے تمام مصارف تفویض ہوں اور اس
کا یہ فرض ہو کہ انتخاب سے پینتیس دن کے اندر انتخاب کنندہ عہدہ دار کے

---

[1] سابق ترزمانہ میں انتخاب بیبائی کے دلچسپ بیان کے لئے سیمور و فریری
کی کتاب "دنیا کس طرح رائے دیتی ہے" جلد اول باب پنجم دیکھنا چاہئے۔

Seymour and Frary; How the World votes

روبرو ایک حلفیہ کیفیت تمام آمد و خرچ کی پیش کرے۔ لہ

آخر امر یہ ہے کہ اس قانون نے حلقوں کی وسعت کے تناسب سے تدریجی معیار میں ان انتہائی رقموں کا تعین کر دیا جو کوئی امیدوار جائز طور پر صرف کر سکتا تھا جن بروں میں دو ہزار سے زائد درج شدہ رائے دہندے نہوں، وہاں کے لئے خرچ ساڑھے تین سو پاؤنڈ مقرر کیا گیا اور تعداد مذکور سے ہر زائد ہزار کے لئے تیس پاؤنڈ۔ دیہی حلقوں میں جہاں اخراجات معمولاً زیادہ ہوں گے وہاں کے لئے جب درج شدہ انتخاب کنندگان کی تعداد دو ہزار سے کم ہو ساڑھے چھ سو پاؤنڈ رکھے گئے اور ہر زائد ہزار کے لئے ساٹھ پاؤنڈ۔ اس کے علاوہ امیدوار کو خالص شخصی نوعیت کے خرچ کے لئے سو پاؤنڈ کی اجازت دیگئی۔ ۲ہ

لہ۔ گماشتوں کے فرائض واثر کے متعلق لوول کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell; Government of England جلد اول صفحات (۴۴۱-۴۰۴ دیکھنا چاہیئے۔

۲ہ۔ ۱۸۸۳ء کے مخرب وخلاف قانون طریقوں کے متعلق مے وہالینڈ کی کتاب "انگلستان کی تاریخ آئینی" May and Holland: Constitutional History of England جلد سوم صفحات (۱-۳۳، اور سیمور کی کتاب "انگلستان و ویلز میں انتخابی اصلاح" Electoral Reform in England and Wales باب ۱۳-۱۴، دیکھنا چاہیئے۔ اس طریق کا واقعی عملدرآمد ایک خاص واقعہ کے بیان سے واضح ہو سکتا ہے ۱۹۰۶ء کے انتخاب میں مسٹر لائڈ جارج کے قلیل آبادی کے حلقہ کارنارون میں قانوناً جس قدر خرچ ممکن تھا وہ چار سو ستر پاؤنڈ تھا۔ اس کے با اختیار گماشتہ نے انتخاب کے بعد حسب ذیل مصارف کی اطلاع دی، گماشتوں کا خرچ ۵۰ پاؤنڈ، محرروں اور پیغام بروں کا خرچ ۲۷ پاؤنڈ، مطبوعات اور ڈاک وغیرہ کا خرچ ۱۸۹ پاؤنڈ۔ عام جلسوں کا خرچ ۳۰ پاؤنڈ۔ ذیلی جلسوں کا خرچ ۲۵ پاؤنڈ متفرقات ۴۰ پاؤنڈ جملہ ۳۶۱ پاؤنڈ امیدوار کے شخصی اخراجات ۹۲ پاؤنڈ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

زمانۂ مابعد میں یہ محسوس ہوا کہ یہ مقدار ضرورت سے زیادہ ہے اور
سنہ ۱۹۱۸ء کے قانون نمایندگی قوم نے ایک جدید و تخفیف شدہ معیار قائم کیا۔
ضلع کے حلقوں میں انتہائی خرچ (دگماشتہ کے معاوضے کی رقم قلیل کے علاوہ)
سات پنس فی رائے دہندہ ہے اور بروں میں پانچ پنس ہے۔ دوسری طرف
اس پر بھی نظر رکھنا چاہیئے کہ سابق میں رائے دہی کے کاغذ رائے دہی کے مقام
طبع، کرایہ محرر، اور خود عہدہ دار شمار کنندہ کا معاوضہ و سفر خرچ کل مصارف
امیدوار کو دینا پڑتے تھے۔ اب (سنہ ۱۹۱۸ء کے قانون سے) یہ اخراجات
سلطنت کے ذمہ ہوگئے۔ امیدواروں کی بے ضرورت کثرت کو روکنے کے لئے

(بقیہ بر صفحہ گزشتہ) ہوں غرض کل خرچ ۴۶۲ پاؤنڈ ہوا جو اس خرچ سے ۸۰ پاؤنڈ کم تھا جیسے قانوناً
خرچ کیا جاسکتا تھا۔ مسٹر لائڈ جارج نے ۲۳۲۱ رائیں حاصل کیں ان پر تقسیم ہو کر یہ خرچ
فی رائے ڈھائی شلنگ ہوتا ہے۔ اس انتخاب میں مسٹر ایسکوتھ کا خرچ ۲۴۷ پاؤنڈ
مسٹر ونسٹن چرچل کا ۷۴۴ پاؤنڈ، مسٹر جان مارلی کا ۴۷۹ پاؤنڈ، مسٹر کیر ہارڈی
کا ۶۲۳ پاؤنڈ یا مسٹر جیمیز برائیس کا ۴۰۸ پاؤنڈ ہوا۔ غیر متنازعہ حلقوں میں اخراجات
کم ہوتے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں مسٹر رڈمنڈ کا ۲۵ پاؤنڈ اور مسٹر ولیم او برائن کا ۲۰ پاؤنڈ
خرچ ہونے کی اطلاع دی گئی۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں ۶۷۰ جگہوں کے لئے ۱۱۰۳ امیدواروں
نے ۳۵،۱۹،۳۴۵ رائیں حاصل کرنے کے لئے ۷،۷۷،۴۲۹ پاؤنڈ خرچ
کئے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں ۱۲۷۳ امیدواروں نے اس ۶۷۰ جگہوں کے لئے ۵۶،۵۴،۱۰۴
رائیں حاصل کرنے کے لئے ۱۱،۶۶،۸۵۸ پاؤنڈ خرچ کئے۔ جنوری
سنہ ۱۹۱۰ء میں ۱۳۱۱ امیدواروں نے ۶۶،۶۷،۳۹۴ رائیں حاصل کرنے
کے لئے ۱۲،۹۶،۳۸۲ پاؤنڈ خرچ کئے! ایک نہایت باخبر مضمون مسٹر ای
پورٹ کا مضمون "انگلستان میں سیاسی تخریب"

E. Porrit : Political Corruption in England

مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء ہے۔

ایک نیا اور دلچسپ قاعدہ اور بھی نکلا ہے کہ ہر شخص جو پارلیمنٹ کے انتخاب کے لئے خود کو پیش کرے اسے ڈیڑھ سو پاؤنڈ جمع کرنا پڑتا ہے، اس کے حلقے میں جتنی رائیں دی گئی ہوں اگر اس کا آٹھواں حصہ اسے حاصل ہو جائے تو یہ رقم اسے واپس مل جاتی ہے ورنہ ضبط ہو جاتی ہے۔ ؎ از روئے قانون جس قدر اخراجات کی اجازت ہے وہ اب بھی کافی وسیع ہے اور انتخاب کے مقدمات کی جو یادداشتیں عدالتوں میں آئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ عملاً اکثر اس حد سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ بہر نوع، اس قانون کا اثر بلا شک وشبہ یہ ہوا ہے کہ امیدوار اور ان کے موئیدوں نے روپیہ برسانا بند کر دیا ہے اور اس کے سوا متوسط آمدنی کے لوگوں کو جو دوسری صورت میں اپنے زیادہ متمول اور زیادہ فضول خرچ حریفوں کے مقابلے میں خسارے میں رہتے، پارلیمنٹ کے انتخاب کے لئے کھڑے ہونے کا موقع مل گیا ہے۔

؎ ۱۹۲۰ء سے کناڈا میں پارلیمنٹ کے امیدواروں کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ انتخاب کنندہ عہدہ دار کے پاس چالیس پاؤنڈ کی رقم جمع کر دیں اور یہ رقم صرف اس صورت میں واپس ہوتی ہے کہ امیدوار کامیاب ہو جائے یا کم از کم یہ کہ منتخب شدہ امیدوار نے جس قدر رائیں حاصل کی ہوں اس کی نصف رائیں اس کو ملی ہوں۔

پارلیمنٹ : دارالامرا

ترکیب۔ موروثی امرا

ہمعصر پارلیمنٹی جماعتوں میں برطانی دارالامرا قدیم ترین ایوان ثانی ہے۔ مزید براں، ایوانہائے بالائی میں یہ سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ خالصتہً موروثی ہے۔ اس کا سلسلہ براہِ راست نارمنی آنشروی دور کی مجلسِ عظمیٰ سے بلکہ بعض علما کی رائے میں اینگلو سیکسن زمانے کی مجلسِ عقلا سے ملایا جا سکتا ہے[1] ابتداً

[1] دارالامرا قدیم مجلسِ عقلا سے نہ صرف پیدا ہوا ہے بلکہ وہ واقعاً وہی مجلس ہے۔ میں ان دونوں کے درمیان کہیں سے کوئی شکست نہیں دیکھتا ہوں" فریمن "انگریزی دستورِ سلطنت کا نشوونما" Growth of the English Constitution صفحہ ۶۲۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فریمن، اینگلو سیکسن ادارات کو بڑھا چڑھا کر اور نارمنی فتح کے تغیرات کو گھٹا کر دکھانے کا عادی تھا۔ اس کے مخالف خیال کے قابلانہ بیان کے متعلق ایڈمز کی کتاب "انگریزی دستورِ سلطنت کا بدو و آغاز" Adams : Origin of the English Constitution ابواب ۱-۴

بڑے چھوٹے ہر قسم کے امیروں اور پادریوں کا تعلق مجلسِ مذکور سے تھا۔ مگر عملاً یہ جماعت زیادہ ہ ذی اثر اہلِ کلیسا اور بادشاہ کے زیادہ طاقتور مستاجرانِ اعلیٰ سے مرکب تھی۔ مرورِ ایام سے چھوٹے درجہ کے پادریوں نے حاضری ترک کر دی اور چھوٹے درجہ کے امرا نے انجام کار یہی اپنے لیے مفید سمجھا کہ اپنی قسمت کا پانسہ بڑے درجے کے بیرنوں اور ارلوں کے ساتھ نہیں بلکہ صوبوں کے خوشحال نائٹوں کے ساتھ ڈال دیں، حالانکہ یہ نائٹ گروہ امرا سے نہیں تھے۔ جو عناصر اس طرح باقی رہ گئے یعنی بلند رتبہ پادری اور اعلیٰ درجہ کے امرا انھیں سے دارالامرا بنا۔ دوسری طرف، چھوٹے درجے کے امرا، صوبوں کے نائٹ اور شہری ملکر دارالعوام بن گئے۔

اس وقت کی ترکیب کے اعتبار سے دارالامرا ایک مخلوط جماعت ہے۔ اس کے ارکان کے ممیز گروہ چھ سے کم نہیں ہیں۔ وہ مختلف حقوق کی بنا پر نشست کرتے ہیں اور ان کے مراتب و فرائض میں کسی قدر فرق ہے۔ پہلے گروہ میں خاندانِ شاہی کے وہ شاہزادے شامل ہیں جو بالغ ہو چکے ہیں انھیں امرا پر تقدم حاصل ہے مگر وہ ایوان میں شاذ و نادر ہی آتے ہیں اور اس لیئے اس کی کارروائیوں میں ان کا کوئی عملی حصہ نہیں ہوتا[1]۔

دوسرا گروہ سب میں زیادہ اہم ہے۔ یہ ان امرا پر مشتمل ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) دیکھنا چاہیئے۔ دارالامرا کے بدو آغاز کے متعلق ایک قابل استنا مضمون بے۔ ایچ۔ راؤنڈ کا "امارت و نسب" ہے J H, Round : Peerage or Pedigree مطبوعہ لندن جلد اول صفحات ۳۲۴ - ۳۶۲۔

[1] ۱۹۱۱ء میں شہزادہ ویلز کے دارالامرا کے رکن ہونے کے متعلق جو نتیجہ اخذ کیا گیا اس کی بحث کے بابت (ہفتہ وار) لندن ٹائمز، مطبوعہ ۲۲ فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۵۹ دیکھنا چاہیئے۔

جنھیں موروثی جگہیں حاصل ہیں۔ یہ بالطبع تین طبقوں میں منقسم ہوتے ہیں (۱) انگلستان کے وہ امرا جن کی امارتیں ۱۷۰۷ء کے اتحاد اسکاٹلینڈ سے قبل قائم ہوچکی تھیں۔ (۲) برطانیہ عظمیٰ کے امرا جن کی امارتیں تاریخ مذکور اور ۱۸۰۱ء میں آئرلینڈ کے ساتھ اتحاد ہونے کے درمیانی زمانہ میں قائم ہوئیں۔ (۳) سلطنت متحدہ کے وہ امرا جن کی امارتیں اس تاریخ کے بعد سے قائم ہوئیں۔[1]

ظاہری طور پر امارت کا منصب بادشاہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے مگر عملاً اس پر کابینہ (اور بالخصوص وزیر اعظم) کا اقتدار قائم ہے اور اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے قانون، علوم و فنون، کار سلطنت، یا تجارت وغیرہ میں امتیاز حاصل کیا ہو ان کا اعزاز کیا جائے، یا یہ کہ ایوانِ اعلیٰ کی سیاسی پیچیدگی میں تبدیلی کی صورت پیدا کی جائے۔[2] امارت کے قائم کرنے کا

۱۔ آئرستان کے اور اسکاٹلینڈ کے امرا بھی ہیں مگر جیسا کہ ابھی بیان ہوگا، یہ گروہ وسٹ منسٹر کے دارالامرا میں صرف نمائندگی کے ذریعہ سے نشست کرتا ہے۔

۲۔ خالص علمی تبحر کے اعتراف میں جو امارتیں عطا ہوئیں ان میں سے سب سے پہلے امارت ۱۸۸۴ء میں ٹینیسن کو عطا ہوئی۔ میکالے اور بلور لٹن کو جو امارتیں عطا ہوئیں ان میں ایک حد تک سیاسی خیالات کا بھی دخل تھا۔ پہلا صاحب فن جسے امارت کا اعزاز عطا ہوا وہ لارڈ لیٹن تھا (۱۸۹۶ء)۔ سائنس کے مشہور و معروف اشخاص میں لارڈ کیلون اور لارڈ لسٹر ہیں جن کی اس طرح عزت افزائی ہوئی۔ لارڈ گوشن کو وائکاؤنٹی کا اعزاز اتفاق عام سے کاروباری کامیابی کے موزوں انعام کے طور پر دیا گیا تھا۔ لارڈ رابرٹس کو منصب ارل اور لارڈ وولزلی اور لارڈ کچنر کو مناصب وائکاؤنٹی فوجی امتیاز کے اعتراف میں دئے گئے۔ دارالامرا جو ان الفاظ سے متصف کیا گیا ہے کہ "یہ زندہ معززین کی خانقاہ وسٹ منسٹر ہے" یہ کس حد تک چسپاں ہے۔

اختیار غیر محدود ہے[1] اور بکثرت آزادانہ طور پر اس سے کام لیا جاتا ہے۔ جن مستثنیات کا آگے ذکر ہوگا ان کے سوا امارتیں موروثی ہوتی ہیں اور ورثا اکیس برس کی عمر پر پہنچ کر اپنی نشست پر فائز ہو جاتے ہیں[2] امرا پانچ درجہ کے ہوتے ہیں۔ ڈیوک، مارکوئس، ارل، وائکاؤنٹ بیرن۔ ان طبقات کے تقدم کے متعلق جو جو پیچیدہ قواعد نافذالعمل ہیں وہ معاشری اعتبار سے بہت دلچسپ ہیں مگر سیاسی اعتبار سے ان کی دلچسپی کم ہے۔

جو امیر دیوالیہ ہو یا کسی جرم شدید میں سزا پا چکا ہو وہ ایوان میں نشست سے ممنوع ہے مگر جو شخص کسی امارت کا وارث ہو وہ اس خطاب و نشست کو ترک نہیں کر سکتا جو اس وراثت کے ساتھ لازم ہیں۔ ایک سے زائد مرتبہ اس قاعدہ کی وجہ سے انفرادی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اس میں وقتاً فوقتاً سیاسی اہمیت بھی پیدا ہوگئی ہے۔ کیونکہ اس قاعدے کے تحت لائق و بلند حوصلہ ارکان عوام کو زیادہ اہم ایوان میں اپنی جگہ چھوڑ کر ایوان اعلیٰ میں ایک بالکل ہی غیر مطبوع جگہ اختیار کرنا پڑی ہے۔ ۱۸۹۵ء میں ولیم ڈبلیو پامر (لارڈ سلبورن) ایک امارت کا وارث ہوا، مگر اس کی خواہش یہ تھی کہ وہ کچھ زمانے تک دارالعوام ہی میں رہے، پس اس نے ایک امیر کی حیثیت سے فرمان طلبی کی درخواست دینے میں

---

[1] بجز اس کے کہ موجودہ قانون کی رو سے تاجدار (۱) اسکاٹلینڈ کا کوئی نیا امیر نہیں بنا سکتا (۲) اور نہ آئرستان کا کوئی امیر بنا سکتا ہے سوائے اس صورت کے جو قانون اتحاد آئرلینڈ کی رو سے جائز ہے۔ (۳) اور نہ اس شرائط کی مطابقت کے سوا جو عطائے جاگیر پر عائد ہوتے ہیں اور کسی طرح پر اس اعزاز کے توارث کی ہدایت کر سکتا ہے۔

[2] وراثت کلانیت کے اصول پر ہے اور باپ کی زندگی میں وارث امیر نہیں سمجھا جاتا۔

تسامح کر کے اس قاعدے کی آزمائش کرنا چاہی لیکن دارالعوام کا فیصلہ یہ ہوا کہ وہ ایوان بالائی کی رکنیت قبول کرنے پر مجبور ہے، اور ایوان زیرین میں وسٹ اڈنبرا کی جس نشست پر وہ قابض رہا ہے، وہ از خود خالی ہوگئی ہے۔ ۱۹۱۹ء میں وائکاؤنٹ ایسٹر نے دارالعوام میں شامل رہنے کے خیال سے، اپنے نئے حاصل شدہ خطاب سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس سے مفر کی کوئی صورت نہ نظر آئی؛ وہ مسودۂ قانون جس سے اس کا امکان پیدا ہوتا، وہ ایوان زیرین میں ۵۶ رایوں کے مقابلے میں ۱۶۹ رایوں سے شکست کھا گیا۔ جنسی نااہلیت کو رفع کرنے کے لئے دارالعوام میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا جس سے خود اپنی ذات سے امارت کا حق رکھنے والی عورتوں کو (جن کی تعداد اس وقت میں پچیس تھی) دارالامرا میں بیٹھنے اور رائے دینے کی اجازت دی جانی قرار پائی مگر ایوان بالائی نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔

ترکیب: نمائندہ امرا، قانونی امرا، اور دینی امرا

ارکان دارالامرا کا ایک تیسرا گروہ اسکاٹلینڈ کے نمائندہ امرا پر مشتمل ہے۔ ۱۷۰۷ء کے قانون اتحاد کے بموجب جب کوئی نئی پارلیمنٹ طلب کی جاتی ہے تو اسکاٹلینڈ کے امرا کی تمام جماعت اپنے میں سے سولہ شخصوں کو اپنے نمائندے کے طور پر وسٹ منسٹر میں نشست کرنے کے لیے منتخب کرتی ہے۔ حسب رواج یہ انتخاب شہر اڈنبرا کے محل ہولی رود میں ہوتا ہے[1]۔ ۱۷۰۷ء کے قانون میں نئے اسکاٹلینڈی امرا کے بنانے کی کوئی شرط نہیں رکھی گئی تھی، نتیجہ اس کا یہ ہے کہ خاندان امرا کے ختم ہوتے جاتے اور اسکاٹلینڈی امرا کو سلطنت متحدہ کی امارت عطا ہوتے رہنے سے

---

[1] انتخاب کی کارروائی کے متعلق انسن کی کتاب "قانون و رواج دستور سلطنت" Law and Custom of the Constitution طبع چہارم جلد اول صفحات ۲۱۹ - ۲۲۹ - دیکھنا چاہیئے۔

اسکاٹلینڈ کی امارتوں کی مجموعی تعداد ۱۶۵ سے گھٹکر ۳۳ رہ گئی ہے[1] ویسٹ منسٹر میں اسکاٹلینڈ کے نائندہ امرا کی میعاد صرف ایک پارلیمنٹ کے میقات تک ہوتی ہے۔

ان ارکان کا چوتھا گروہ آئرلینڈ کے نمائندہ امرا کا گروہ ہے۔ ۱۸۰۰ء کے قانون اتحاد میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ آیرستان کے کل امرا کو دارالامرا میں جگہ نہ ملے گی بلکہ صرف پچیس ارکان کو جگہ ملے گی جن کا انتخاب زندگی بھر کے لیے آئرلینڈ کے امرا کی عام جماعت کرے گی۔ آئرلینڈ کے امرا کی تعداد بمرور ایام آہستہ آہستہ گھٹتی گئی اور اب یہ تعداد ایک سو کی معینہ انتہائی تعداد سے کم ہے[2] اسکاٹلینڈ کے امرا کے برعکس آئرلینڈ کے امرا اگر دارالامرا میں منتخب نہ ہو جائیں تو وہ دارالعوام کے انتخاب کے لیے اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہیں لیکن البتہ وہ ایرستان کے حلقوں کی نمائندگی نہیں کر سکتے[3] اور جب وہ ایوان ادنیٰ کے رکن ہوتے ہیں اس حالت میں وہ ایوان اعلیٰ کے لیے منتخب نہیں ہو سکتے نہ وہ نمائندہ امرا کے انتخاب میں حصہ لے سکتے ہیں۔

پانچواں گروہ ان ارکان کا ہے جو امرائے مرافعۂ معمولی ہیں اور

---

[1] لوول، حکومت انگلستان Government of England جلد اول، صفحہ ۳۹۵۔

[2] تاج کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ تین امارتوں کے فنا ہونے پر وہ صرف ایک امارت قائم کر سکتا ہے۔ کرزن ۱۸۹۹ء میں جب ہندوستان کو روانہ ہوا، اور اسے آئرلینڈ کی امارت عطا کی گئی، اس سے قبل کے تیس برس میں آئرلینڈ کی کوئی نئی امارت قائم ہوئی تھی۔ جن اہل آئرلینڈ کو کسی نہ کسی قسم کا خطاب امارت حاصل تھا ان کی مجموعی تعداد ۱۹۱۰ء میں ایک سو اڑسٹھ تھی۔

[3] مثلاً لارڈ پامرسٹن، ایرستانی امیر تھا گروہ دارالعوام میں نشست کرتا تھا۔

جو دوسرے ارکان سے اس اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں کہ ان کی نشستیں موروثی نہیں ہوتیں۔ دارالامرا کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ مراجعہ کی عدالت عالیہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے پس یہ مناسب ہے کہ اس جماعت میں چند قابل مقنن بھی ضرور شریک ہوں اور یہ کہ عدالتی نوعیت کے کام زیادہ تر ماہرین کی اسی جماعت کے ذریعے سے انجام پائیں ۱۸۷۶ء میں ایک "قانون حد اختیار مراجعہ" منظور ہوا جس نے بیرن کے خطاب کے ساتھ دو "امرائے قانونی" کے تقرر کا اختیار دیا؛ بعد میں ان امرا کی تعداد چار اور پھر چھ تک بڑھادی گئی۔ ۱۸۷۶ء کے قانون کے رو سے ان امرا کی تعداد جو اب تک فرائض عدالتی کی انجام دہی تک مشروط تھی زندگی بھر کے لیے کر دی گئی[1] اس وقت یہ امرا جو لارڈ چانسلر کے زیر صدارت نشست کرتے ہیں حقیقت میں یہی ملک کی اعلیٰ عدالت کا کام دیتے ہیں۔ عدالتی کاموں کی انجام دہی کے لیے تین کا نصاب ہوتا ہے، اور اگرچہ ایوان کے دوسرے ارکان جنھیں قانون سے مناسبت ہوتی ہے اس میں شریک ہو سکتے ہیں اور قانوناً ہر رکن کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے مگر بیشتر یہی اندرونی حلقہ تن تنہا عدالتی فرائض کو انجام دیتا ہے[2]

---

[1] "امرائے قانونی" میں وہ تمام موروثی امرا بھی شامل ہیں جنھیں کوئی اعلیٰ عدالتی عہدہ حاصل رہا ہو۔ امرائے مراجعہ کے علاوہ اس قسم کے امرا علی العموم ایک درجن یا اس سے زاید ہوا کرتے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۸۔ ۱۸۵۶ء میں دارالامرا کے اندر عدالتی عنصر کو تقویت دینے کی خواہش تاج کے مادام الحیات امرا بنانے کے نمایاں اختلاف امرا کے قبل واقع ہوئی تھی۔ اپنے وزرا کی صلاح سے ملکہ وکٹوریہ نے ایک ممتاز جج سر جیمز پارک کو بیرن ونسلیڈیل کی سند تاحیات عطا کی تھی۔ اس کے بعض نظائر موجود تھے۔ مگر ہنری ششم کے عہد سے بعد کی کوئی نظیر نہ تھی؛ دارالامرا نے اس خیال پر قائم ہو کر کہ یہ حق ساقط ہو چکا ہے اور منصب امارت اب بالکلیہ موروثی ہو گیا ہے بیرن ونسلیڈیل

آخر میں کلیسائی ارکان ہیں جو اپنے کو زمرۂ امرا میں شامل نہیں کرتے مگر "امرائے دینی" ہیں۔ پندرھویں صدی میں امرائے دینی تعداد میں امرائے دنیوی سے بہت زیادہ تھے مگر ہنری ہشتم کے عہد میں خانقاہوں کے شکست ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیوخ الصوامع غایب ہو گئے اور دینی جزو کی قلت ہو گئی۔ اس زمانہ میں ازروئے قانون کلیسائی ارکان کی تعداد چھبیس تک محدود ہے۔ اسکاٹلینڈ جس کا مسلمہ کلیسا پرسبٹیرین ہے' اس کا کوئی رکن نہیں ہے۔ ۱۸۰۱ء اور ۱۸۶۹ء کے درمیان آئرستان کے چار دینی ارکان تھے مگر اس سنہ میں اس جزیرے میں کلیسا کی موتوفی کے بعد سے اس کا کوئی رکن نہیں رہا ہے۔ انگلستان میں پانچ اسقفوں کو ازروئے قانون نشست کا حق حاصل ہے' یعنی اساقفۂ اعظم کنٹربری و یارک' اور اساقفۂ لندن' ڈرہم و ونچسٹر' بقیہ اساقفہ میں قانون اکیس اساقفہ کو تقدم کے اعتبار سے نشستیں عطا کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیشہ انگلستان کے کچھ نہ کچھ اساقفہ ایسے ہوتے ہیں' جنھیں اس ایوان میں نشست کا حق نہیں ہوتا۔[1] تمام کلیسائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شامل کرنے سے انکار کر دیا تاآنکہ سند امارت میں ایسی ترمیم کر دی گئی جس سے امارت اس بنیاد پر قائم ہو گئی۔

[1] - اسقف ساڈرو مین کو نشست کا حق حاصل ہے مگر ایوان کی کارروائیوں میں حصہ لینے کا حق نہیں ہے۔ اس کی حیثیت کا مقابلہ ممالک متحدہ امریکہ کے نمایندۂ علاقہ سے کیا گیا ہے۔ (مورین' "حکومت انگریزی" Moran : English Government صفحہ ۱۷۰)۔ ۱۹۱۴ء کے جس قانون نے ویلز اور مونمتھ شایر میں کلیسا کو موتوف کیا اس کے ذریعے سے اس حصہ کے چار اساقفہ دارالامرا سے خارج کر دیے گئے واقعی موتوفی جنگ کے بعد تک ملتوی رہی اور ۱۹۱۹ء میں ضمنی "قانون کلیسائی ویلز" منظور ہوا۔ ان دونوں قوانین کا نفاذ ۳۱ مارچ اور ۱ اپریل کو ہوا۔ سلنٹ ایسیف کا اسقف ویلز کے نئے قائم شدہ کلیسے صوبے کا پہلا اسقفِ اعظم مقرر ہوا۔ اس کے بعد دارالامرا میں ویلز کے چار اساقفہ کی نشست کا حق ختم ہو گیا۔

ارکان اپنی اسقفی کی میعاد تک اپنی جگہوں پر قابض رہتے ہیں مگر وہ اپنے
ورثا کی طرف یہ حق منتقل نہیں کرتے اور نہ پانچ مذکورۂ بالا افراد کے سوا
اپنے عہدے کے جانشینوں کی طرف اسے منتقل کرتے ہیں۔ اساقفہ اور
اساقفۂ اعظم کا انتخاب برائے نام اسقفی کے شمّاس اور اس کی مجلس کی طرف
سے ہوتا ہے مگر جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے تو فرمانروا ایک اجازت نامۂ
انتخاب بھیجتا ہے جس میں اس شخص کا نام ہوتا ہے جسے انتخاب کیا جائے
بس اس طرح واقعی تقرر بادشاہ کی طرف سے حسب صلاح وزیر اعظم ہوتا ہے
اسقفیان پارلیمنٹ کے قانون سے قائم ہوتی ہیں۔[1] اب ایوان بالائی کے
ارکان کی مجموعی تعداد کم و بیش ۶۷۵ رہتی ہے۔[2] سابق میں یہ تعداد اس سے

---

[1] دارالامرا کی ترکیب کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیئے۔ لوئل "حکومت انگلستان"
Lowell : Government of England جلد اوّل باب ۲۷۔ اینسن "قانون
و رواج دستور سلطنت" Anson : Law and Custom of the Constitution
جلد اول باب ۵۔ مے و ہالینڈ "انگلستان کی آئینی تاریخ" May and Holland :
Constitutional History of England جلد اول باب ۵۔ مورین
"انگریزی حکومت" Moran : English Government باب ۱۰۔ لو
"حکمرانی انگلستان" Low : Governance of England باب ۱۲۔ کورٹنی۔
"سلطنت متحدہ کا عملی دستور سلطنت" Working Constitution of the United Kingdom
باب ۱۱۔ میریٹ۔ "انگریزی سیاسی ادارات"
Marriot : English Political Institutions ابواب ۶۔ ۷۔ اس بحث پر
زیادہ تفصیل کے ساتھ پالک نے بحث کی ہے "دارالامرا کی آئینی تاریخ" Pollock :
Constitutional History of the House of Lords علی الخصوص باب ۱۵۔

[2] ۱۹۱۱ء میں تین امرا شاہی خاندان کے تھے۔ ۲۰ اساقفہ اعظم، ۱۹ ڈیوک، ۲۹ مارکوئس،
۱۲۲ ارل، ۸۰ وائکاونٹ، ۲۷۱ بیرن، ۱۶ اسکاٹلینڈ کے نمائندہ امرا، ۲۸ آئرستان
کے نمائندہ امرا جملہ ۶۷۲۔

بہت کم تھی اور درحقیقت اس میں زیادہ نمایاں اضافہ گزشتہ ڈیڑھ سو برس میں ہوا ہے۔ ہنری ہفتم کے زمانے میں کبھی اسّی ارکان سے زیادہ نہیں رہے جن میں زیادہ حصہ اہل کلیسا کا تھا۔ ولیم سوم کے انتقال کے وقت ایوان بالائی کی فہرست میں ۱۹۲ نام تھے۔ ملکہ این کے انتقال کے وقت یہ تعداد ۲۰۹ تھی۔ جارج اول کے انتقال کے وقت ۲۱۶، جارج دوم کے وقت ۲۲۹، جارج سوم کے وقت ۳۳۹۔ جارج چہارم کے وقت ۳۹۶۔ ولیم چہارم کے وقت ۴۵۶ ۔ ۱۸۳۰ء اور ۱۹۰۵ء کے درمیان ۳۶۴ جدید امارتیں عطا کی گئیں، ۲۲۲ لبرل وزارتوں کے دوران میں (جن کا اوسط زمانہ چالیس کا ہوتا ہے) اور ۱۴۲ کنسرویٹو حکومتوں کے دوران میں (جن کا زمانہ ستائیس برس کا ہوتا ہے)۔ اس وقت کی امارتوں میں سے نصف سے زائد حصہ ایسا ہے جو گزشتہ ساٹھ برس کے اندر قائم ہوا ہے اور بقیہ میں سے ایک بہت ہی خفیف جزو ایسا ہے جسے قدیم کہہ سکتے ہیں۔

امرا اور قوم کے درمیان تفرقہ

ایک صدی سے زائد سے دارالامرا کی اصلاح یا اختتام سیاسیات برطانیہ کے مسائل میں سے نہایت اہم مسئلہ بنا رہا ہے۔ سوال زیادہ تر اصلاح کا رہا ہے کیونکہ ادھر حال کے زمانے میں مزدور فریق کے سوا چند ہی اشخاص نے اس ایوان کے کلیتہً بند کر دینے پر زور دیا ہے اور ان کا اثر بہت خفیف ہوا ہے۔ نکتہ چینیوں نے جو الزامات لگائے ہیں ان کی بنا یہ ہے کہ اس ایوان کی رکنیت غالب طور پر موروثی نوعیت کی ہے، اجلاسوں میں بہت کم لوگ شریک ہوتے ہیں اور اکثر ارکان اس سے کچھ دلچسپی نہیں ظاہر کرتے اور معاملات عامہ پر عاجلانہ اور اکثر سرسری نظر ڈالی جاتی ہے؛ مگر اصولی امر یہ ہے کہ اس حملہ کی تہ میں قوم کے بیشتر حصہ کا یہ یقین مضمر ہے کہ یہ ایوان جس طرح کہ اب قائم ہے وہ ایسے مقاصد کے لئے ہے جو عامہ قوم کے مقاصد نہیں ہیں انیسویں صدی کے پارلیمنٹی اصلاحات کے قبل، دارالعوام بھی کچھ اس سے زیادہ قوم کا نمائندہ نہیں

تھا جتنا کہ ایوانِ بالائی تھا۔ دونوں ایوان زمیندار امرا کے ہاتھ میں تھے، اور عام طور پر دونوں کے درمیان معقول حد تک اتفاق تھا لیکن ۱۸۳۲ء کے بعد زمیندارانہ اغراض اگرچہ بدستور قوی تھے مگر دارالعوام میں اتنے حاوی نہیں رہتے تھے، اور اب ایک طرف امرا تھے اور دوسری طرف دارالعوام تھا جو زیادہ قریبی طور پر قوم کا نمائندہ ہوگیا تھا، اور یہ دونوں ملک کے سیاسیات و حکومت میں ایک دوسرے کے مدمقابل جزو بن گئے۔

۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کی اصلاحی کارروائیوں سے (جو پارلیمنٹی انتخابات میں کل بالغوں کو حق رائے دہی عطا کرنے کے قریب قریب پہنچ گئی تھیں) دارالعوام عمومیت کا واقعی قائم مقام ہوگیا۔ اس طرح کابینی نظم کے ارتقا سے، کارکن عاملانہ جماعت بھی بالکلیہ نگرانی عامہ کے حد میں آگئی۔ مگر دارالامرا کی حالت میں اس کے متوازی کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا؛ وہ بدستور لازماً ایک مستحفظ جماعت بنا رہا اور اب بھی ایسا ہی ہے؛ وہ زیادہ تر زمیندارانہ ملکیت کے مفاد کا نمایندہ اور ان تغیرات کا مخالف رہا جن سے ملکیت و قائم شدہ نظم کے لئے خطرہ نظر آتا رہا ہو؛ وہ ان تمام قوتوں کا ہمنوا ہوگیا جن کا میلان اساس سلطنت کی حیثیت سے طبقۂ امرا اور کلیسائے انگلستان کو دائماً قائم رکھنے کی طرف تھا۔ محض اس وجہ سے کہ جب حکومت کی بقیہ تمام شاخیں عمومیت کی قالب میں ڈھلتی جارہی تھیں، دارالامرا ایک حال پر قائم رہا، یہ ایوان عملاً ایک سیاسی جمع ضدین بن گیا۔[1]

۱۹۰۹ء تک کے اصلاحی تجاویز

۱۸۳۲ء کے قبل بھی دارالامرا کی اصلاح کی تجویزیں غیر معروف نہیں تھیں مگر اس وقت کے بعد سے اور خاص کر گزشتہ نصف صدی کے اندر اس مسئلے پر زیادہ زور شور

۱۔ ڈکنسن، "انیسویں صدی میں پارلیمنٹ کا ارتقا" Dickinson; Development of Parliament during the Nineteenth Century باب سوم۔

کے ساتھ بحثیں ہوئیں۔ بعض تجویزیں ایوان کی ترکیب سے تعلق رکھتی ہیں، بعض اس کے اختیارات وفرائض سے اور بعض ان دونوں سے۔ ترکیب کے متعلق جو خیالات زیادہ عام طور پر پیش کیے گئے ہیں، رکنیت کی تعداد گھٹانے، کلیسائی ارکان کے ساقط کر دینے اور جزاً یا کلاً ان ارکان کے بجائے جو اب موروثی حق سے نشست کرتے ہیں نامزد کردہ ارکان کے داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۸۶۹ء میں لارڈ جان رسل کا ایک مسودہ (جس میں مادام الحیات امرا کے تدریجاً داخل کرنے کی تجویز تھی)، اور اسی سال میں لارڈ گرے کی تجویز اور ۱۸۷۴ء میں لارڈ روزبری اور لارڈ ڈنگین کی تجویز سب کا حشر ایک ہی ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں جب دارالامرا نے ان تجویزوں کو مسترد کر دیا جن کی تائید گلیڈاسٹن کی حکومت نے کی تھی تو پھر اس ایوان کو عوام بری نظر سے دیکھنے لگے اور ۱۸۸۸ء میں سالسبری کی دوسری وزارت نے دو اصلاحی مسودات پیش کیے، ایک میں یہ تجویز کی گئی تھی کہ بتدریج پچاس مادام الحیات امرا بنائے جائیں اور یہ امارتیں ان لوگوں کو عطا ہوں جنھوں نے قانون، سفارت یا انتظامی خدمت میں امتیاز حاصل کیا ہو، دوسرے مسودے میں (جو عام طور پر "کالی بھیڑ کے مسودے" کے نام سے مشہور ہے) یہ تحریک ہوئی تھی کہ طبقہ امرا کے ناموزوں ارکان کے نام احکام طلبی نہ جاری کیے جائیں، مگر دوسری خواندگی کے بعد یہ تجویزیں واپس لے لی گئیں اور ۱۸۸۹ء میں ان میں سے دوسری تجویز کو از سر نو پیش کرنے کی کوشش میں ناکامی ہوئی۔

اس کے بعد ۱۹۰۶ء تک یہ مسئلہ معطل پڑا رہا، تاہم انیسویں صدی کے آخری دو عشرے اس کی تاریخ میں نہایت ہی اہم دور ہیں کیونکہ انھیں برسوں میں اس حیثیت میں تغیر واقع ہو گیا جو ایوانِ بالائی کو حاصل تھی اور یہی امر ۱۹۰۶ء اور اس کے بعد کے عشرے کے تمام اختلافات کی بنائے اصلی تھا۔ اس تغیر کا تعلق خصوصیت کے ساتھ اس توازن قوت سے تھا جو اس ایوان کے اندر دونوں بڑے فریقوں کے درمیان قائم تھا۔ ۱۸۸۶ء کے قبل اس

ایوان کی رکنیت بہ لبرل (آزاد خیال) اور کنسرویٹو (متحفظ) دونوں سر آوردہ فریقوں کی نمائندگی زور کے ساتھ ہوتی تھی۔ علی العموم کنسرویٹو تعداد میں زیادہ تھے مگر بہت زیادہ نہیں تھے۔ جب کوئی تحفظی وزارت برسر اقتدار ہوتی تھی تو اسے دارالامرا میں اپنی کارروائیوں کی منظوری حاصل کرنے میں کچھ دقت نہیں ہوتی تھی اور جب آزاد خیال برسر اقتدار ہوتے تھے تو وہ عام طور پر اپنی تجاویز کو اس شکل میں ڈھال سکتے تھے جس سے ان کے اکثر و بیشتر مقاصد پورے ہو جاتے تھے۔

۱۸۸۶ء میں گلیڈاسٹن کے پہلے مسودہ قانون حکومت خود اختیاری سے لبرل فریق ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ جوزف چیمبرلین کی سرگروہی میں اس فریق کے اکثر وہ ارکان جو "حکمراں طبقات" سے تھے، اس سے علٰحدہ ہو گئے۔ اور "آزاد خیال اتحادیین" کے نام سے کچھ دنوں تک آزادانہ دور گذارنے کے بعد وہ کنسرویٹو فریق کی طرف کھنچ گئے، بتدریج اس میں مدغم ہو گئے اور نہ صرف اسے ایک نئی زندگی بخش دی بلکہ اسے ایک نیا نام بھی دیدیا یعنی "یونینسٹ" (اتحادی)۔ اس علیحدگی میں ایوان اعلے کے اکثر لبرل ارکان داخل تھے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ دارالامرا قریب قریب بالکل ہی کنسرویٹو جماعت بن گیا، اور اس وقت سے وہ اسی حال پر قایم ہے۔ ۱۹۰۵ء میں چھ سو سے زاید ارکان میں سے صرف پینتالیس لبرل تھے۔ ۱۹۱۰ء میں چھ سو اٹھارہ کی مجموعی تعداد میں سے چھیتر لبرل تھے، اور یہ بھی اس صورت میں کہ ۱۸۳۰ء اور ۱۹۱۰ء کے درمیان ڈہائی سو لبرل امرا بنائے جا چکے تھے۔ لبرلوں کی حالت اس وجہ سے مضحکہ خیز بن گئی ہے کہ لبرل حکومت کتنی ہی ایسے لوگوں کو جو خود لبرل ہوں درجہ امارت عطا کرتی رہے مگر یہ قریب قریب یقینی ہے کہ یہ لوگ خود یا بہر نوع ان کے لڑکے ایوان بالائی کے سحر کار اثرات سے دب کر کنسرویٹو ہو جائینگے اس طرح لبرلوں کے حصے کے نئے ارکان داخل کرنے کی کارروائی بیکار ہوتی رہی، اور ایوان بالائی متحفظیت کا پشت پناہ بنا رہا۔ ۱۸۳۰ء کے بعد ایوان بالائی کے مسئلے کی جو صورت

پیش آئی اس کی حقیقی نازک نوعیت یہی تھی۔ مشکلات کی بنا یہ نہیں تھی کہ یہ ایوان بہت زیادہ قدیم طرز کا تھا، یا یوں کہو کہ قوم سے اسے زیادہ حس نہیں تھا، یا تغیرات کی مقاومت پر وہ بہت زیادہ مائل تھا، بلکہ بنائے اصلی یہ تھی کہ دونوں بڑے فریقوں میں (جنھیں حکومت ملک میں حصہ ملنا چاہئے تھا) ایک ہی فریق اس پر بالکلیہ اور ہمہ وقت حاوی رہتا تھا۔ جب مستحفظ یا اتحادی برسرِ اقتدار ہوتے تھے (جیسا کہ ۱۸۸۶ء و ۱۹۰۶ء کے درمیانی زمانہ کے اکثر و بیشتر حصہ میں ہوا)، تو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں اور لامحالہ پارلیمنٹ اور وزارت میں ہمنوائی رہتی تھی مگر جب آزاد خیال برسرِ اقتدار ہوتے تھے تو انھیں ایسے دارالامرا سے سابقہ پڑتا تھا جو تقریباً استحکام کے ساتھ ان کا معاند ہوتا تھا، اور وہ اپنے کو خوش قسمت سمجھتے تھے اگر ان کے اہم تجاویز کا معتد بہ حصہ اس اکھاڑے میں بازی لے جاتا۔

۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۵ء تک کے لبرل نظم و نسق کے دوران میں امرا نے گلیڈاسٹن کے دوسرے "مسودہ قانون حکومتِ خود اختیاری" کو مسترد کر دیا اور متعدد دوسری تجاویز کو بھی شکست دی یا اس میں قطع برید کر دی لبرل گروہوں نے اگرچہ اس امر پر زور دیا کہ قوم کی مرضی کو غارت کر دیا گیا ہے مگر ایوان ثانی کے اصلاح کے مطالبے نے زور نہ پکڑا۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں کیمبل بینرمین کی وزارت کے قائم ہونے کے ساتھ لبرل فریق زمانہ دراز کے لئے برسرِ اقتدار ہوگیا اور جب ۱۹۰۶ء میں اتحادی ایوانِ بالائی نے تعلیمی اصلاح اور دوسرے متعدد اہم معاملات سے متعلق لبرلوں کے تجاویز میں سدّ راہ ہونے کا انداز ظاہر کیا[1] تو دونوں کے اختلاف نے ایسی شدید صورت

---

[1] خاصکر اکثری رائے دہی کے منسوخ کرنے اور تجارت منشیات کے انضباط کے قوانین۔ امرا نے ۱۹۰۶ء میں اکثری رائے دی اور غیر ملکیوں کے مسودات قانون کو، ۱۹۰۸ء میں مسودہ قانون مالیات اراضی، ۱۹۰۹ء میں مسودہ قانون اجازت نامہ جات

اختیار کی جو اس سے پہلے کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ بہت کثیر غلبۂ رائے سے دارالعوام نے ایک قرار داد یہ منظور کی کہ قوم کی مرضی کو جس طرح کہ وہ اس کے منتخب شدہ نمایندوں کے ذریعے سے ظاہر ہوئی ہو عمل میں لانے کے لیے ایوان زیریں کی ایسی حیثیت ہونا چاہیے کہ امرا کی مخالفانہ کارروائی کے باوجود، وہ ایک ہی پارلیمینٹ کے دوران میں ہر ایک تجویز کو قانون کا جامہ پہنا سکے[1] ایک مسودہ قانون جس میں ایوان بالائی کی ترکیب جدید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کو مسترد کر دیا۔ انصاف کا اقتضا یہ ہے کہ یہ کہدیا جائے کہ ۱۹۰۶ء کے پہلے میقات میں ۱۲۱ مسودات نے قانون کی شکل اختیار کی اور صرف چار مسودات (بشمول مسودۂ تعلیم) جنھیں دارالعوام نے منظور کر لیا تھا، دارالامرا سے مسترد ہوے اور پندرہ مسودات جنھیں دارالامرا نے منظور کیا تھا، دارالعوام سے مسترد ہوے۔ زمانہ زیر نظر کے اکثر میقاتوں میں یہ تناسب بہت کچھ یہی رہا۔ یہ ضرور ہے کہ امرا نے جن تجاویز کو نامنظور کیا تھا وہ اکثر ایسے ہی تھیں جن پر آزاد خیال حکومت کا مفاد خاص طور پر مرکوز تھا۔

[1] نئے ترتیب یافتہ فریق مزدور نے اس زمانہ میں ایک قرار داد اس مفہوم کی پیش کی کہ "چونکہ ایوان بالائی مجلس تشریعی کا ایک غیر ذمہ دار جزو ہے اور لازماً وہ ان اغراض کا نمایندہ ہے جو بہبود عامہ کے مخالف ہیں، اس لیے وہ قومی ترقی میں سد راہ ہے اور اسے منسوخ ہونا چاہیے" مزدوری کتاب سالانہ" Labor Year Book ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۲۳ ۱۹۱۰ء میں اس تجویز کی تجدید ہوئی۔ ۱۹۰۷ء میں ایک اہم سرکاری کاغذ شایع ہوا جس کا عنوان تھا "سلطنتہائے غیر میں ایوان ثانی یا ایوان اعلےٰ کی ترکیب و فرائض سے متعلق اعلیحضرت کے نمائندگان ممالک غیر کی اطلاعات روداد یں"۔
Reports from His Majesty's Representatives Abroad Respecting the Composition and Functions of the Second or Upper Chamber in Foreign States. (شمارہ ۳۴۲۸)

کا خیال تھا واپس لے لیا گیا مگر امرا نے خود مدافعت کا پہلو اختیار کیا اور ۱۹۱۰ء میں ان کی ایک مجلس وزیلی نے جس کا صدر (آزاد خیال) لارڈ روزبری تھا اصلاح کا ایک خاکہ پیش کیا، جس میں یہ قرار دیا گیا کہ (۱) امارت کا حاصل ہونا بجائے خود امرا کو اس ایوان میں نشست کا استحقاق نہ دے گا۔ (۲) موروثی امرا کی کل جماعت جس میں اسکاٹلینڈ اور آئرستان کے امرا بھی شامل ہونگے، ایوان میں نشست کرنے کے لیے اپنے میں سے دو سو اشخاص کا انتخاب کریگی۔ (۳) وہ موروثی امرا جو حکومت، فوج اور بیڑے میں بعض اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہونگے انھیں بلا انتخاب کے اس ایوان میں بیٹھنے کا حق ہوگا۔ (۴) اساقفہ اپنے آٹھ نمایندے منتخب کریں گے اور اساقفۂ اعظم استحقاقاً نشست کریں گے۔ (۵) تاجدار کو اختیار ہوگا کہ سالانہ چار مادام الحیات امرا کو شامل کرے جب تک کہ یہ تعداد چالیس سے بڑھ نہ جائے۔ یہ تجویز آزاد خیالوں کے مطالبے کے پورا کرنے میں ناکام رہی اور اس پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ مگر بحث کے لیے یہ ایک اہم بنا کے طور پر قائم رہی۔[1]

امرا اور مسودات قوانین رقمی

۱۹۰۹ء کے موسم خزاں میں اس بحث کا دروازہ پھر غیر متوقع طور پر اس طرح کھل گیا کہ امرا نے حکومت کے مسودہ مالی کو قبول کرنے سے اس وقت تک کے لیے صاف انکار کر دیا کہ اس موازنے کی اختلافی صورتیں قوم کے سامنے ایک انتخاب عام میں پیش نہ کی جائیں۔[2] اس موازنے میں وزیر خزانہ

[1] مے و ہالینڈ "انگلستان کی آئینی تاریخ" May and Holland Constitutional History of England. جلد سوم صفحات ۲۴۳ ـ ۲۴۹۔ دارالامرا کی اصلاح کے عام مبحث کے حوالجات کے متعلق صفحات ۱۶۱ ـ ۱۶۲۔ دیکھنا چاہیے۔

[2] حکومت کے مالی تجاویز کی نوعیت کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیے:۔ مے و ہالینڈ "انگلستان کی آئینی تاریخ" May and holland

مسٹر لائڈ جارج کے وہ اہم تجاویز بھی داخل تھے جو قومی محصول کی ترتیب جدید سے تعلق رکھتے تھے) امرا کا یہ فعل اگرچہ صریحاً قانون کے ظاہری حدود کے اندر تھا مگر وہ مدتوں کے اس مسلمہ اصول کے متناقض تھا کہ مالی معاملات میں (مجلس مقننہ کی) شاخ عمومی کو مطلق و مختتم اختیار حاصل ہے بہت سے آزاد خیالوں نے اس فعل کو انقلابی ظاہر کیا۔ سنہ ۱۴۰۷ء ہی میں ہنری چہارم نے اس اصول کو تسلیم کر لیا تھا کہ رقمی عطیات کی ابتدا دارالعوام میں ہو، امرا اس سے اتفاق کریں اور اس کے بعد وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہو۔ یہ طریق عمل ہمیشہ ملحوظ نہیں رہتا تھا مگر سنہ ۱۶۶۰ء کی رجعت شاہی کے بعد جب دونوں ایوانوں نے اپنے معمولی فرائض اختیار کر لیے تو مالی معاملات میں ارکان دارالعوام کا تقدم پر زور و مسلسل مسلم رہا۔ سنہ ۱۶۷۱ء میں دارالعوام نے یہ قرار داد منظور کی کہ "دارالعوام جس قسم کی امداد بھی بادشاہ کو دے اس کی شرح یا محصول میں امرا کو تغیر نہ کرنا چاہیے" اور سنہ ۱۶۷۸ء کی ایک قرارداد نے اس کی دوبارہ تصدیق کی کہ جن مسودات قوانین میں امداد منظور کی جاتی ہے" ان کا آغاز دارالعوام میں ہونا چاہیے"۔ امرا نے کسی وقت میں بھی باضابطہ ان اصول سے اتفاق نہیں کیا تھا، مگر جن مالی معاملات کی ابتدا ایوان اعلیٰ میں ہوتی ان پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) Constitutional History of England.

جلد سوم صفحات ۳۵۰ - ۳۵۵ - جی۔ ایل۔ فاکس "سنہ ۱۹۰۹ء کا برطانی موازنہ"

G. L. Fox: The British Budget of 1909 مطبوعہ "ڈیل ریویو" فروری

سنہ ۱۹۱۰ء۔ ڈی۔ لائڈ جارج "قوم کا بجٹ" D. Llyod George ; The people's Budget مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۹ء

اس میں اس مبحث پر وزیر خزانہ کی تقریروں کے اقتباسات شامل ہیں۔ پی میلٹ "برطانی موازنات از سنہ ۸۸-۱۸۸۷ء تا سنہ ۱۳-۱۹۱۲ء"

P. Mallet: British Budgets 1887-88 to 1912-13. مطبوعہ نیویارک

سنہ ۱۹۱۴ء

غور کرنے اور وہاں کے تجویز کردہ مالی ترمیمات کو قبول کرنے سے انکار کرکے عوام نے کامیابی کے ساتھ ان قرار دادوں کی تعمیل کو عاید کردیا۔

دارالعوام جن قواعد پر مصر تھا، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔ (۱) دارالامرا کو یہ نہیں چاہیئے کہ وہ کسی ایسی تشریعی تجویز کی ابتدا کرے جو کسی مسودۂ قانون عام میں شامل ہو اور جس سے قوم پر محاصل، ابواب یا دوسرے طریق پر بار پڑتا ہو، اور نہ اس رقم کے انتظام و صرف کا انضباط کرے جو اس قسم کے بار سے حاصل ہوتی ہو۔ (۲) امرا کو اس قسم کی تشریعی تجویزیں اس طرح پر ترمیم نہ کرنا چاہیئے کہ وہ رقم کو، یا اس کے محل وصول، مدت، طریق تشخیص، اجرا یا تحصیل کو بدل دیں، یا جو روپیہ اس طرح وصول ہو اس کے انتظام و صرف میں فرق کردیں[1]۔ یہ قواعد اگرچہ کسی قانون یا مستقل حکم کی صورت میں نہیں ہیں مگر صدیوں سے اس قدر پابندی کے ساتھ مرعی ہیں کہ تمام عملی اغراض کے لیے وہ آئینی نظم کا جزو ہو گئے ہیں، یہ صحیح ہے کہ وہ عارضی نوعیت کے ہیں مگر اس سے ان کی پابندی میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوتی۔ ان کے ملحوظ رکھنے سے نتائج ذیل حاصل ہوتے ہیں:۔

(۱) سالانہ موازنات، جس قدر رقم وصول کرنا منظور ہو یا یہ رقوم جن اغراض کے لیے مخصوص کی جائیں، ان امور کے متعلق ایوانِ بالائی سے کبھی مشورہ نہیں ہوا، (۲) اجرائے محصول کے تجاویز اس ایوان کے سامنے بحیثیت صورت میں اور ایسے حالات کے تحت میں آئے جن سے نکتہ چینی کی ہمت نہ ہو۔ (۳) چونکہ جماعت حاکمانہ کی روش کی نگرانی زیادہ تر روپیے کی قوت کے وسیلے سے ہوتی ہے اس لیے عملاً ایوانِ بالائی سے اس قسم کی نگرانی کا ذریعہ زایل ہوگیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۱۸۶۰ء میں امرا نے اتنی جرأت دکھائی کہ کاغذ کے محصولوں کی تنسیخ کے ایک مسودہ قانون کو مسترد کردیا، مگر دارالعوام نے مالی معاملات سے متعلق

---

[1] البرٹ، "پارلیمنٹ" Ilbert: Parliament صفحہ ۲۰۵۔

اپنے تقدم کی تصدیق جدید زور کے ساتھ کی اور دوسرے سال محاصل کا غذات کی تنسیخ سالانہ موازنہ میں شامل کر دی گئی اور بزور منظور کرائی گئی۔ اس کے بعد سے یہ طریقہ ہو گیا کہ سال میں جو دو بڑے مالی مسودات منظور ہوتے ہیں انھیں میں سے کسی ایک نہ ایک میں محصولوں کی تمام تجویزیں داخل کر دی جائیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ امرا کے لیے یہ موقع نہیں رہتا کہ وہ اس قسم کی مکمل تجویز کو مسترد کیے بغیر شکست دیدیں جس کا یہ جزو ہوتا۔

۱۹۰۹ء کا مالی مسودۂ قانون اور ایسکوئتھ کی قراردادیں

۱۹۰۹ء کے مسودۂ مالی کے باطل ہونے اور اس کے بعد ان دوسرے اہم تجاویز کے ٹوٹ جانے سے جنھیں دارالعوام میں برلوں کی کثرت نے پسند کیا تھا، رقمی مسودات کے متعلق ایوان بالائی کے واقعی اختیار کا مسئلہ شدید صورت میں پیش ہو گیا، اور دونوں ایوانوں کے تعلقات بہت جلد نازک صورت حالات میں بدل گئے۔ ایک طرف دارالعوام نے ۱۳۴ کے مقابلہ میں ۳۴۹ کی کثرت سے اس مفہوم کی قرارداد منظور کی کہ "مالیات کے متعلق دارالعوام نے جو انتظام کیا تھا اسے قانونی شکل دینے سے انکار کرنے میں دارالامرا کا فعل دستورِ سلطنت کا شکست کرنا اور دارالعوام کے امتیازات کا غصب کر لینا ہے۔" دوسری طرف ایسکوئتھ کی وزارت نے فوراً ہی یہ فیصلہ کر لیا کہ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ ملک کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے، چنانچہ جنوری ۱۹۱۰ء میں ایک عام انتخاب ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت موجودہ برسر اقتدار رہ گئی، البتہ اس کی کثرت گھٹ گئی۔ فروری میں جدید پارلیمنٹ کے انعقاد کے وقت بادشاہ کی تقریر میں یہ وعدہ کیا گیا کہ بہت جلد ایسے تجاویز پیش ہوں گے جن سے "پارلیمنٹ کے ایوانوں کے تعلقات کا تعین ہو جائے تاکہ مالیات پر دارالعوام کا غیر منقسم اقتدار اور وضع قوانین میں اس کا غلبہ متیقن ہو جائے۔" اس سال کا مسودہ مالی پھر پیش کیا گیا اور کامیابی کے ساتھ کل مراحل طے کر گیا[1] مگر اس مسودے

[1] مالی مسودہ کی تیسری خواندگی دارالعوام میں ۲۷ اپریل کو منظور ہوئی، دارالامرا

کے دوبارہ پیش ہونے کے قبل ہی وزیر اعظم نے دارالعوام کے روبرو متعدد قرار دادیں بہ مفہوم ذیل پیش کر دیں :- (۱) دارالامرا کو از روئے قانون اس امر کے ناقابل کر دینا چاہیے کہ وہ رقمی مسودے کو مسترد کر سکے یا اس میں ترمیم کر سکے۔ (۲) دوسرے مسودات کے امتناع کے متعلق اس ایوان کے اختیار کو قانوناً محدود کر دینا چاہیے (۳) پارلیمنٹ کی مدت کا انتہائی زمانہ پانچ برس کے لیے محدود ہو جانا چاہیے۔ ان قرار دادوں کے مباحثے کے اثناء میں یہ صاف ظاہر کر دیا گیا کہ حکومت دارالامرا کا خاتمہ نہیں کرنا چاہتی، بلکہ اس کی خواہش صرف اتنی ہے کہ اس ایوان کے اختیارات کو از روئے قانون اصلاح، نظر ثانی، اور (مناسب پابندیوں کے ساتھ) تعویق تک محدود کر دیا جائے۔ یہ قرار دادیں معقول کثرت رائے سے منظور ہو گئیں[1] اور حکومت کی طرف سے ایک مسودہ قانون جو انھیں اصولوں کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا تھا فوراً ہی پیش کر دیا گیا۔

اس دوران میں لارڈ روزبری نے دارالامرا میں متعدد قرار دادیں حسب ذیل پیش کیں :- (۱) ایک پرزور و باکار ایوان ثانی نہ صرف برطانی دستور سلطنت کا ایک جزو ہے بلکہ سلطنت کی بہبود اور پارلیمنٹ کے توازن کے لیے لازمی ہے۔ (۲) اس قسم کے ایوان کے حصول کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ دارالامرا کی اصلاح و ترتیب جدید کیجائے۔ (۳) اس قسم کی اصلاح اور ترتیب جدید کے لئے ایک ضروری مقدمہ اس اصول کا قبول کرنا ہے کہ محض حصول امارت سے از خود اس ایوان میں نشست کرنے اور رائے دینے کا حق نہ پیدا ہو۔ ان میں سے پہلی دو قرار دادیں بلا تقسیم آرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں ۲۸ اپریل کو بغیر تقسیم آرا کے منظور ہو گئی اور ۲۹ اپریل کو اسے شاہی منظوری حاصل ہو گئی۔

[1] تینوں قرار دادوں پر رائیں بہ ترتیب ذیل ہوئیں، ۳۴۹ بمقابلہ ۲۴۰، ۳۵۱ بمقابلہ ۲۴۶، ۳۴۳ بمقابلہ ۲۳۶۔

کے متفق علیہ ہوگئیں اور تیسری قرارداد کی اگرچہ پر زور مخالفت کی گئی مگر وہ بھی ۱۱
کے مقابلے میں ۱۱۵ رایوں سے منظور ہوگئی۔

التوائیں ومراجعہ۔ شاہ اڈورڈ ہفتم کے انتقال کے باعث اس بحث پر غور و خوض کا مسئلہ معلق ہوگیا اور ۱۹۱۰ء کے موسم گرما میں تمام امیدیں ایک "دستوری کانفرنس" پر مرکوز رہیں جس میں دونوں ایوانوں اور دونوں بڑے فریقوں کے آٹھ نمایندے شرکت کرتے تھے۔ اس کے جملہ ایس جلسے ہوئے مگر کسی صورت سے باہمی اتفاق نہ ہوسکا اور ۱۵ نومبر کو پارلیمنٹ کے دوبارہ جمع ہونے پر یہ مسئلہ حل کے لئے پھر دونوں ایوانوں اور ملک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ حکومت کا "مسودہ قانون پارلیمنٹ" جب (۱۲ نومبر کو) ایوان ثانی میں پیش ہو چکا، تو فریق مخالف کے سرگروہ لارڈ لینسڈاون، نے از سر نو متعدد قراردادیں اس خیال سے پیش کردیں کہ آئندہ مہینے میں جن انتخابات کا اعلان ہوا ہے ان کے قبل ہی اتحادیوں کا معاملہ صاف ہوجائے۔ ان قراردادوں میں یہ کہا گیا تھا کہ" دارالامرا اپنے اس آئینی حق سے دست کش ہونے کے لئے تیار ہے کہ وہ ان رقمی مسودات کو مسترد یا مرمم نہ کرے جو خالص مالی نوعیت کے ہوں" بشرطیکہ (۱) تھی کر دینے کے خلاف مناسب انتظام کر دیا جائے (۲) کسی مسودۂ قانون یا اس کے کسی دفعہ کے "خالص مالی" ہونے یا نہ ہونے کے سوالات دونوں ایوانوں کی ایک مشترکہ مجلس ذیلی کو سپرد کئے جائیں جو صدر دارالعوام کے زیر صدارت ہو اور صدر کو ایک فیصلہ کن رائے دینے کا حق ہو) (۳)۔ یہ مجلس ذیلی جس مسودہ قانون کے متعلق خالصتہً مالی نہ ہونے کا فیصلہ کردے اس پر دونوں ایوانوں کی مشترکہ نشست میں غور کیا جائے۔
جن تجاویز قانونی کے متعلق یہ انتظام کیا گیا ہو ان کے سوا اور تمام تجاویز کے متعلق ان قراردادوں میں یہ کہا گیا تھا کہ "رقمی مسودے کے سوا اگر کسی اور مسودہ کے متعلق دونوں ایوانوں کے درمیان دو مسلسل میقاتوں میں (جن میں ایک برس سے کم کا وقفہ نہ ہو) اختلاف واقع ہو اور یہ اختلاف کسی اور

طریق سے رفع نہ ہو سکے تو اُس کا تصفیہ مشترکہ اجلاس میں ہو جس میں دونوں ایوانوں کے ارکان شامل ہوں بشرطیکہ یہ اختلاف اگر کسی ایسے معاملہ کے متعلق ہو جو غایت درجہ شدید و اہم ہو اور اسے مناسب طور پر قوم کے فیصلے کے لئے نہ پیش کیا گیا ہو تو پھر یہ معاملہ اجلاس مشترکہ کے سپرد نہ ہو بلکہ بذریعہ مراجعہ انتخاب کنندگان کے فیصلہ کے لئے پیش کیا جائے۔"

یہ قرار دادیں حکومت کے مسودہ قانون کے دفعات سے کم سخت گیر نہ تھیں۔ ان سے یہ خیال ہوتا تھا کہ ایوانِ ثانی کا حق امتناع مطلق بالکلیہ منسوخ ہو جائے۔ اور بہت ممکن تھا کہ امرا کو جو اغراض عزیز تھے انھیں عام قوم کے بے لگام مراجعے کے حوالے کر دینا پڑے[1] باایں ہمہ ان پر بلاتقسیم آرا اتفاق ہو گیا، اور چونکہ دونوں فریق نے معناً موجودہ انتظامات کو ناقابلِ اطمینان ظاہر کر دیا تھا اس لئے انتخابات کنندگان سے یہ چاہا گیا کہ جو دو تجویزیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے جسے چاہیں پسند کریں۔

مسودہ قانون پارلیمنٹ (۱۹۱۱) کی توضیع۔

دسمبر میں ملک کے سامنے جو مرافعہ پیش کیا گیا، اس کے نتائج بھی تقریباً ویسے ہی ہوے جیسے جنوری گزشتہ کے انتخابات کے نتائج تھے۔ حکومت نے ۱۲۶ کی کثرت حاصل کر لی اور نئے دارالعوام میں جس کا اجتماع ۶ فروری کو ہوا مسودہ قانون پارلیمنٹ بغیر کسی ترمیم کے دوبارہ پیش کیا گیا۔ اس بنا پر کہ یہ تجویز ایک صاف مسئلہ کی صورت میں قوم کے سامنے پیش کی گئی تھی اور قوم نے اسے پسند کر لیا تھا، وزارت نے دونوں ایوانوں سے اس کے فوری توضیع کا مطالبہ کیا۔ ۱۵ مئی کو اس مسودہ قانون کی تیسری خواندگی دارالعوام میں ۱۴۲ کے مقابلہ میں ۳۶۲ رایوں سے منظور ہو گئی۔ مراحل مجلسِ ذیلی کے دوران میں ایک ہزار سے

[1] مراجعہ کے خیال کے نشو و نما کے متعلق ایچ۔ ڈبلیو ہارول کی تصنیف "برطانیہ عظمیٰ میں مراجعہ"
H. W. Horwill: Referendum in Great Britain
مطبوعہ "پولٹیکل سائنس کوارٹرلی" ستمبر ۱۹۱۱ء دیکھنا چاہیے۔

زائد ترمیمات تجویز ہوے مگر یہ توضیح جس طرح سے اولاً تیار ہوی تھی حکومت اس پر مستحکم طور سے قائم رہی اور اگرچہ چند خفیف تغیرات کردئے گئے مگر اس تجویز کے اصلی مقاصد اپنی حالت پر باقی رہے۔

اس دوران میں لارڈ لینیڈاؤن نے ایوانِ بالائی میں ایک حاوی مسودہ قانون پیش کیا جو (ایوان اعلیٰ کی) ترتیب جدید پر مشتمل تھا اور صورتِ حالات کو دیکھتے ہوئے اس ایوان کے زیادہ معتدل الخیال عناصر اس سے اتفاق کرنے پر آمادہ تھے۔ لینیڈاؤن کے مسودہ ترتیب جدید میں اول ہی یہ تجویز ہوئی تھی کہ اس ایوان کی رکنیت ۳۵۰ تک گھٹادی جائے۔ شہزادوں اور دونوں اساقفہ اعظم کی رکنیت قائم رہے مگر مستحق شرکت اساقفہ کی تعداد پانچ کردی جائے جنھیں اعلیٰ مقتدایان دین کی کل جماعت تناسبی نمائندگی کے اصول پر منتخب کرے۔ بقیہ رکنیت "امرائے پارلیمنٹ" پر بطریق ذیل مشتمل ہو:۔ سوامرا کا انتخاب تناسبی نمائندگی کے اصول پر بارہ برس کے لیے موروثی امرا کی جانب سے ہو (جس میں اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے امرا بھی شامل ہوں)۔ منتخب ہونے والے امرا کے لیے مخصوص اوصاف و شرائط قرار دئے جائیں، اور ہر تیسرے برس ان میں سے ایک ربع کنارہ کش ہوجائے۔ (۲) ۱۲۰۔ ارکان کا انتخاب ایسے حلقہائے انتخاب کی طرف سے ہو جو ارکان دارالعوام پر مشتمل ہوں اور جن کے گروہ قطعات ملک کے اعتبار سے بنائے گئے ہوں۔ ہر گروہ تین سے بارہ تک ارکان بھیجے جن کے شرائط میعاد وہی ہوں جو طبقہ اول کے لیے ہوں۔ (۳) سو ارکان کا تقرر طبقہ امرا یا باہر کے لوگوں میں سے تاجدار کی طرف سے بہ نامزدگی وزیر اعظم ہو اور وزیر اعظم اس میں دارالعوام کے فریقوں کی قوت کو ملحوظ رکھے۔ ان کے شرائط میعاد بھی حسب شرائط مذکورہ بالا ہوں۔ اس کے سوا یہ بھی قرار دیا گیا تھا کہ جو امرا دارالامرا میں نشست نہ کرتے ہوں وہ دارالعوام کے انتخاب کے اہل ہونگے، نیز وزرائے کابینی یا کسی سابق وزیر کے "ابدی" امیر بنائے جانے کے سوا، تاجدار

کے لیے قانوناً جائز نہ ہوگا کہ ایک سال کے اندر پانچ سے زائد اشخاص کو موروثی امارت کا منصب عطا کرے۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان تجاویز کا تعلق ایوان بالا کی "ترکیب" سے تھا گو لبرل سرگروہ اس مسئلہ پر دوسری طرف سے ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے، وہ ایوان اعلیٰ کے "اختیارات" کے تحدیدات سے دارالعوام کا غلبہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ لارڈ لینس ڈاون نے اپنے مسودۂ قانون کو افسوس کے ساتھ ان الفاظ سے متصف کیا تھا کہ "یہ قانون اس دارالامرا کے لیے گویا پیام موت ہے جس سے ہم مدتوں سے واقف ہیں" یہ مسودہ وقت کے گزر جانے کے بعد پیش ہوا، اور بعض تقسیم آرا اس کی دوخواندگیوں کے ہو جانے کے بعد، حکومت کی تجویز کے مقابلہ میں ایوان اسے ساقط کر دینے پر مجبور ہوا۔ ۲۰ جولائی کو مسودۂ قانون پارلیمنٹ اس حد تک ترمیم ہو کر کہ اس کے حیطۂ عمل میں وہ قوانین نہ داخل ہونگے جن کا اثر دستور سلطنت پر پڑتا ہو نہ دوسرے "شدید اہمیت" کے معاملات اس میں شامل ہونگے، بلا تقسیم آرا کے قبول کر لیا گیا۔ یہ ترمیم لبرلوں کے خلاف مزاج تھی کیونکہ وہ نومبر گزشتہ میں، بادشاہ سے یہ مفاہمت کر چکے تھے کہ حکومت کی تجویز کے جانبدار امرا بنا دیے جائیں گے اور اس لیے انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مقاصد اصلی پر کسی قسم کی رورعایت کا خیال ہی نہ کیا جائے گا[1]۔ جب بے شمار امرا کے بنائے جانے کے اندیشہ کا سامنا ہوا[2] تو فریق مخالف نے عدم موجودگی کی روش اختیار

---

[1] ۔ ۲۴ جولائی کو جب مسٹر ایسکویتھ دارالعوام میں امرا کے ترمیمات کے جواب دینے کے لیے اٹھے تو اس قدر ابتری برپا ہوئی کہ ۱۹۰۸ء کے موقع کے سوا کئی نسلوں سے یہ پہلا موقع تھا کہ ارکان کے ناموزوں اطوار کی وجہ سے صدر کو اجلاس ملتوی کر دینا پڑا۔

[2] ۔ اگر اتحادئین آخر تک اپنی رائے پر قائم رہتے تو مسودۂ قانون کے منظور کرانے

کی اور اگرچہ "سخت جانوں" کی ایک معقول تعداد تادم آخر جمی رہی مگر اتحادیوں کی ایک جماعت جو اس تجویز کو منظور کر دینے کے لئے کافی تھی (۱۰ اگست کو) اس رائے میں حکومت کے موئدین کی شریک ہوگئی کہ امرا کے ترمیمات پر اصرار نہ کیا جائے جس کا عملی مفہوم یہ تھا کہ ایوان ادنی کے مسودہ قانون کو قبول کرلیا جائے۔[1] شاہی منظوری ۱۰ اگست کو حاصل ہوگئی۔

قانون پارلیمنٹ کے دفعات

قانون پارلیمنٹ کی تمہید میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ایک ایوان ثانی "جس کی ترکیب موروثی بنا کے بجائے عمومی بنا پر ہوگی" اس کی ترکیب اور اس کے اختیارات دونوں کی تعریف و تجدید کے لیے مزید قوانین وضع ہونگے مگر خود یہ قانون موجود الہیئت ایوان کے اختیارات کو کا ملاً زیر بحث لایا تھا۔ اس کارروائی کا عام مقصد یہ ہے کہ وضع قوانین کے معمولی طریقوں کے عدم تغیر کے بغیر مالی مسودات اور عام وضع قوانین کے تجاویز ایوان بالائی کے بغیر قانون بن جائیں۔ پہلی نمایاں دفعہ یہ ہے کہ جو مسودہ قانون عامہ دارالعوام سے منظور ہو جائے اور صدر دارالعوام اس قانون کے زیر شرائط یہ تصدیق کر دے کہ یہ ایک "رقمی مسودہ" ہے تو دارالامرا میں پہنچنے کے ایک مہینے کے اندر باوجود اختلاف امرا شاہی منظوری کے اعلان کے ساتھ ہی وہ قانون ہو جائے گا بشرطیکہ دارالعوام اس کے خلاف ہدایت نہ کرے۔ رقمی مسودے کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "وہ ایک مسودہ قانون عامہ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) کے لیے تقریباً چار سو نئے امرا بنانے پڑتے۔

[1] دارالامرا میں آخری رائے ۱۱۴ کے مقابلہ میں ۱۳۱ تھی۔ جن اتحادی امرا نے حکومت کے ساتھ رائے دی ان کی تعداد ۳۷ تھی۔ ایف ڈلناٹ، "قدیم طریق بدل رہا ہے" F. Dilnot: The Old Order Changeth. مطبوعہ لندن، ۱۹۱۱ء، باب ۲۱۔

جس میں صدر دارالعوام کی صوابدید کے بموجب صرف ایسے امور داخل ہوں جو مباحث مذکورۂ ذیل میں سے کل یا کسی ایک مبحث سے تعلق رکھتے ہوں:۔ محصول کا اجرا، اس کی تنسیخ، تخفیف، ترمیم یا تنظیم، سرمایۂ مجتمعہ کی ذمہ داریوں کے ادائے قرض، یا اس کے دوسرے مالی مقاصد کے لیے اجرائے محصول، یا ان ذمہ داریوں کی تغیر و ترمیم۔ امداد۔ رقوم سرکاری کی تخصیص و تعین وصولی، حفاظت، اجرا و تنقیح حسابات؛ کسی قرضہ یا اس کی ادائی کا اجرا یا ضمانت۔ یا مسایل مذکورۂ بالا یا ان میں سے کسی ایک مسئلہ کے متعلقہ ضمنی معاملات "؛ اس مسئلہ پر صدر دارالعوام کی تصدیق تمام اغراض کے لیے مختتم ہے اور کسی عدالت میں اسے زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ ل

دوسری اہم شرط یہ تھی کہ (ایسے مسودہ قانون کے سوا جو کسی ہنگامی تصدیق یا پانچ برس سے زائد پارلیمنٹ کی انتہائی میعاد کے بڑھانے سے تعلق رکھتا ہو) ہر ایک مسودہ قانون عامہ جسے دارالعوام نے تین مسلسل میقاتوں میں منظور کیا ہو، خواہ یہ میقات ایک ہی پارلیمنٹ کے ہوں یا نہ ہوں اور وہ مسودہ قانون ہر مرتبہ میقات کے ختم ہونے سے کم از کم ایکماہ قبل دارالامرا میں بھیجا گیا ہو، اور اس ایوان نے ہر میقات میں اسے نامنظور کر دیا ہو تو ایسا مسودہ قانون باوجود امرا کی عدم رضا کے ثنا ہی منظوری

ل۔ اس قانون کا ایک ضمنی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ صدر دارالعوام کے اختیار اور اس کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ تاہم یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ مدتوں سے یہ دستور رہا ہے کہ کسی مسودہ قانون عامہ کے پیش ہونے پر صدر مذکور دارالعوام میں یہ ظاہر کر دیا کرتا تھا کہ مالیات کے بارے میں دارالعوام جن حقوق و امتیازات کا دعویدار ہے، اس کی رائے میں اس قانون سے ان کی خلاف ورزی ہوی ہے یا نہیں۔ اگر اس کی رائے یہ ہوئی کہ ان کی خلاف ورزی ہو گئی ہے تو یہ کام ایوان کا تھا کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ وہ اپنے حقوق پر مصر رہے گا یا اس سے دست بردار ہو جائیگا۔

کے اعلان کے ساتھ ہی پارلیمنٹ کا قانون ہو جائے گا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ
دارالعوام کے ان میقاتوں میں سے پہلے میقات میں اس قسم کے مسودہ قانون کی
دوسری خواندگی کی تاریخ (یعنی اس پر بحث کے حقیقتاً پہلے ہونے) اور تیسرے
میقات میں مسودہ قانون کی آخری منظوری کے درمیان کم از کم دو برس کا زمانہ
گزر گیا ہو۔ اس قانون کے شرائط کے تحت میں آنے کے لیے یہ تجویز اپنی
ابتدائی اور آخری صورتوں میں "ایک ہی مسودہ قانون" ہو، یعنی اس میں سوائے
ایسے تغیرات کے جو باستداد زمانہ ضروری ہو گئے ہوں کوئی اور تغیر ہونا چاہئے۔
دارالامرا اگر کسی مسودۂ قانون کو منظور نہ کرے، یا اس میں ایسے ترمیمات داخل
کردے جن سے دارالعوام اتفاق نہ کرے یا جن کی طرف دوسری یا تیسری خواندگی
کے وقت خود دارالعوام نے دارالامرا کو توجہ نہ دلائی ہو، تو ان سب
صورتوں میں یہ سمجھ لیا جائے گا امرا نے مسودے کو مسترد کر دیا ہے۔" آخر
میں اس قانون نے پارلیمنٹ کی مدت کو سات برس سے گھٹا کر پانچ برس
کر دینے سے یہ بھی چاہا کہ توجہی انتخاب عامّہ جلد جلد ہوا کریں [1]

اس قانون کے اثرات

اس کارروائی کا عام اثر یہ ہوا کہ اس متوازی و آزادانہ
اقتدار کا خاتمہ ہو گیا جو صدیوں سے برطانی ایوان اعلیٰ
کو واقعاً نہیں تو قانوناً ضرور حاصل تھا۔ یہ صحیح ہے کہ
توضیع قانون کے حدود میں امرا اب بھی بہت بڑے اثر سے کام لے سکتے
ہیں۔ مالیات اور وضع قوانین کی ہر ایک تجویز کا جسے قانون بنانا ہو اس
ایوان کے روبرو پیش ہونا ضروری ہے، اور رواج کے سوا بھی کوئی امر
اس کا مانع نہیں ہے کہ غیر مالی اہم سے اہم تجاویز بھی اولاً اسی ایوان میں

---

[1] اس قانون کی اس خصوصیت کے متعلق جے۔ جی رینڈل کا مضمون "پارلیمنٹوں کی کثرت"
J. G. Randall: Frequency and Duration of Parliaments.
مطبوعہ "امریکن پولیٹکل سائنس ریویو" نومبر ۱۹۱۶ء بالخصوص صفحات ۶۵۴، ۶۷۹۔ دیکھنا
چاہیئے۔

پیش ہوں۔ اگر کسی رقمی مسودہ قانون کا ایک مرتبہ اس ایوان میں بھیجنے سے قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور یہ تیقن ہو جاتا ہے کہ وہ تجویز قانون بن جائے گی، کیونکہ اس قسم کا مسودہ قانون اس وقت تک نہیں بھیجا جاتا جب تک کہ وہ دارالعوام میں منظور نہ ہو جائے اور کابینہ سے نکل کر اس ایوان میں وہ مسودہ اس وقت تک پیش نہیں ہوتا جب تک کہ تاجدار کی منظوری کا یقین نہ ہو جائے۔ ایوانِ بالائی کو ایک مہینے کا وقت دیا گیا ہے جس میں وہ اس تجویز کو منظور یا مسترد کر سکتا ہے مگر جہاں تک کہ مسودہ قانون کے مستقبل کا تعلق ہے ہر حال میں نتیجہ واحد ہے۔ معمولی توضیع قانون کے متعلق دارالامرا کو اب بھی حقِ امتناع حاصل ہے مگر یہ حق اب حقِ مطلق نہیں رہا ہے بلکہ صرف معلق ہو گیا ہے۔ غیر مالیاتی قوانین کے لیے جو شرائط درکار ہیں ان کا سرانجام آسان نہیں ہے مگر ان کا پورا کر لینا غیر ممکن بھی نہیں ہے۔[1] ۱۹۱۴ء میں "قانون موقوفی کلیسائے ویلز" اسی طریق پر منظور ہوا[2] اور قریب تھا کہ متعدد دوسرے تجاویز جن میں مسودۂ قانون رائے دہی تکثیری بھی شامل تھا، اسی طریق سے منظور ہو جائے کہ جنگِ عظیم نے معمولی تشریعی سرگرمیوں کو معلق کر دیا۔ مجوزہ قوانین کے متواتر استرداد سے امرا احساس عامہ پر اثر ڈال سکتے یا صورت حالات میں تغیر پیدا کر سکتے ہیں اور اس طرح دارالعوام کے اصلی مقصد کے شکست کا سامان کر سکتے ہیں، اور اس کا امکان اس وجہ سے زیادہ ہے کہ امرا کے امتناع کے علی الرغم کسی غیر مالیاتی تجویز کے قانون بنا لینے کے لیے دو برس کے زمانہ گزرنے کی ضرورت ہے۔ مگر سیاسی فریق بندی اور تشریعی روش کا تسلسل ایسا ہے کہ (جماعت مقننہ کی) عمومی شاخ کو جو نمایاں فوقیت دی گئی ہے اثراً اس کے معنی قانون سازی کے مطلق العنان اقتدار سے کم نہیں ہیں۔[3]

[1] ملاحظہ ہو صفحہ

[2] ملاحظہ ہو صفحہ

[3] اے جنکس "قانون پارلیمنٹ اور برطانی دستور سلطنت" E. Jenks: The Parliament Act and the British Constitution.

مزید اصلاحات کا سوال، "برائیس کی روداد"۔

جیساکہ بیان ہوچکا ہے، قانون پارلیمنٹ میں مزید وضع قوانین کا وعدہ کیا گیا تھا جس سے ایک ایسے ایوانِ ثانی کی ترکیب اور اس کے اختیارات کی تحدید ہو جائے، جو موروثی بنا کے بجائے عمومی بنا پر قائم کیا گیا ہو۔ جنگ عظیم سے قبل تین برس کا جو زمانہ گزرا اس میں لبرلوں کی حکومت آئرلینڈ کے سوال اور دوسرے اہم مسائل میں ایسی الجھی ہوئی تھی کہ اسے ایوانِ بالائی کی اصلاح کے متعلق اپنی تجویز کے دوبارہ اختیار کرنے کی طرف توجہ منعطف کرنے کا موقع نہ ملا، اور جنگ کا زمانہ ایسا وقت نہ تھا کہ اس میں اس بحث پر زور دیا جا سکتا۔ پس مزید تغیرات نہیں ہوئے۔ تاہم، اس کے متعلق بحث کا سلسلہ برابر آگے بڑھتا رہا اور اس کے متعدد حل پیش کئے گئے جن میں کم و بیش جدت پائی جاتی ہے۔ ۱۹۱۱ء کے قانون کے بعد سے اس بحث کے متعلق سب سے زیادہ نمایاں حصہ حکومت کی ایک ذیلی مجلس کی روداد کا ہے جو سرکاری طور پر "مستشار اصلاح ایوان ثانی" کے نام سے مشہور ہے اور جس کے صدر لارڈ برائیس تھے۔ اس مجلس ذیلی کا تقرر اگست ۱۹۱۷ء میں ہوا، یہ وہ وقت تھا جب کہ دارالعوام کو فوری عمومی بنا دینے کا مسئلہ طے ہوگیا تھا، اور یہ محسوس ہو رہا تھا کہ انگلستان نے خودسری کے خلاف عمومیت کی جنگ میں جو دعاوی کیے ہیں ان سے اپنے سیاسی ادارات کو اگر مطابقت دینا ہے تو اسے ضروری تھا کہ وہ ایوان میں عمومیت پیدا کرنے کی کارروائی بھی عمل میں لائے۔ مجلس ذیلی نے اس بحث پر بہت غور و فکر سے نظر ڈالی اور اپریل ۱۹۱۸ء میں اپنے نتائج کو ایک خط کی صورت میں پیش کیا جو صدر مجلس کی طرف سے وزیر اعظم کے نام تھا۔[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مطبوعہ "کونٹیل لا ریویو" مارچ ۱۹۱۳ء۔

[1] "روداد مستشار اصلاح ایون ثانی" Report of the Conference of the Reform of the Second Chamber شمارہ ۹۰۳۸۔ ۱۹۱۸ء

اس روداد کا آغاز اس مسئلہ کی مشکلات پر زور دینے سے ہوتا ہے خاص کر یہ کہ ایک قدیم ادارے کا نئے خیالات اور نئی ضرورتوں سے مطابق کرنا، ایوان ثانی کے لیے کسی ایسی بنیاد کا تلاش کرنا جو اپنی ترکیب و طرز میں جمعیت عمومی سے مختلف ہو، اور دونوں پارلیمنٹی جماعتوں کے اختیارات و فرائض میں توازن قائم کرنا، یہ سب مشکلات درپیش تھے۔ فرائض کے متعلق یہ مجلس بالکل اس امر پر متفق تھی کہ ایوان ثانی کے اختیارات دارالعوام کے اختیارات کے مساوی نہ ہونا چاہیے اور نہ ایوان ثانی کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ وہ اس جماعت کا رقیب بن جائے، خاص کر اسے وزارتوں کے بنانے اور بگاڑنے کا اختیار نہ ہونا چاہیے اور نہ مالیات کے معاملے میں اسے مساوی حق حاصل ہونا چاہیے۔ ترکیب کے متعلق بھی اس قسم کا اتفاق تھا کہ (۱) اس امر کے متعلق تمام ممکن حفظ ماتقدم اختیار کرنا چاہیے کہ اصلاح شدہ ایوان ثانی میں سیاسی خیالات کے کسی ایک گروہ کو "نمایاں و مستقل غلبے" کا موقع نہ ملے (جیسا کہ اتحادیوں کے اصول کو موجودہ ایوان میں مدتوں سے حاصل رہا ہے)۔ (۲) اس جماعت کی ترکیب ایسی ہونا چاہیے کہ وہ بہ حیثیت مجموعی قوم کے خیال و آرا کے منعکس کرنے کی سعی کرے اور بہ حیثیت مجموعی قوم کے سامنے اپنی ذمہ داری تسلیم کرے۔ (۳) اس میں بعض عناصر کو خصوصیت سے جگہ ملنا چاہیے۔ یعنی کارعامہ کی مختلف ہیئتوں میں جن لوگوں کو تجربہ حاصل ہو، جن لوگوں میں کام کی قابلیت اعلیٰ ہو مگر اتنی قوت جسمانی نہ ہو کہ وہ دارالعوام میں کام کر سکیں اور وہ لوگ جن میں زبردست فریقانہ رنگ نہ ہو۔

ایک ایسا ایوانِ ثانی جو ان شرائط کو پورا کرتا ہو، اس کے بنانے کے متعلق مختلف طریقوں پر غور کیا گیا۔ املاکی وصف کی بنا پر عمومی انتخاب کو ضرورت سے زیادہ شدید اور "حالات موجودہ کے غیر موافق" سمجھ کر مسترد کر دیا گیا۔ اطالوی سینات کے مثل مختلف اغراض و اعمال کی نمایندگی کرنے کے خیال سے بعض یا کل ارکان کا انتخاب اس وجہ سے ناقابلِ عمل قرار دیا گیا کہ مختلف گروہوں کو نمایندگی میں مناسب حصہ دینے میں دشواری

لاحق ہو گی[1] وزرا کے توسط سے، فرمانروا کی نامزدگی کو اس وجہ سے نامناسب سمجھا گیا کہ باغلب وجوہ اس اختیار سے فریقانہ اغراض کا کام لیا جائے گا۔ دونوں ایوانوں کی ایک ذیلی مجلسِ متفقہ و مستقل مجلسِ ذیلی کے ذریعے سے انتخاب کو نظر پسندیدگی سے دیکھا گیا مگر بیشتر ارکان کا خیال یہ ہوا کہ یہ تقرر کے لئے کافی وسیع بنیاد نہیں ہے۔ دارالعوام کے ذریعہ سے انتخاب جسے بالواسطہ انتخاب عمومی کے مثل قرار دیا گیا تھا، اس کی پرزور تائید ہوئی مگر اس میں بھی کچھ نقائص نظر آئے۔

اصلاح کی پسندیدہ ہیئتیں۔

یہ رائے قائم کرنا بجا ہوگا کہ اصلاح ایوانِ ثانی کا مسئلہ پھر جلدتر عملی سیاسیات کے میدان میں آجائیگا۔ چند مستثنیات کے سوا، اتحاد پسندوں تک نے جنھوں نے قانون پارلیمنٹ کی مخالفت کی تھی اپنے کو عام خیال کا پابند بنا لیا ہے۔ اصلی بحث محض طریق کار کی ہوگی۔ تمام فریقوں کے بعض ارکان اس رائے کے ہیں کہ "کسی آزاد ملک میں کوئی مستقل دارالامرا نہ موروثی ہے اور نہ ہو سکتا ہے"۔ یہ جان برائیٹ کے الفاظ ہیں جو کسی وقت میں اس کی زبان سے نکلے تھے۔ بایں ہمہ یہ بھی مسلم ہے کہ اس وقت یہ ایوان جس طرح مرکب ہے اس میں ایک بڑی تعداد، دیانت پسند، ذی رفعت اور قابل اشخاص کی موجود ہے، متعدد مواقع پر اس ایوان نے عمومی شاخ پر سودمند رکاوٹ عاید کی ہے، اس میں کسی قدر نیابتی نوعیت اب بھی موجود ہے، اور بعض اوقات اس نے قوم کی مرضی کی تعبیر خود شاخ عمومی کے بہ نسبت زیادہ صحت کے ساتھ کی ہے۔ اصلاح کی سب سے زیادہ معقول تجویز بظاہر یہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ "عمومی"

[1] یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ ۱۹۱۱ء کے مباحث میں لارڈ ویمس نے یہ تجویز کی تھی کہ اس ایوان کی نیابتی نوعیت پر اس طرح زور دیا جائے کہ ملک کی تقریباً بیس تجارتی، فنی و تعلیمی مجلسوں کی طرف سے تین تین ارکان لئے جائیں، اس قسم کی مجلسیں "شاہی بزم فنون" "مجلسِ مہندسین" "فاقیت جہازرانی" اور "برطانی تعمیر کاروں کی انجمن شاہی" وغیرہ ہیں۔

بنیاد پر ایوان بالائی کی بالکل ترتیب جدید کر دی جائے گی بلکہ بہتر بن صورت یہ ہوگی کہ (۱) روز بری کا یہ اصول اختیار کیا جائے گا کہ امارت کے حصول سے بجائے خود اس ایوان میں نشست کا اختیار نہ ہوگا (۲) رکنیت میں ایک معقول تعداد ان اشخاص کی داخل کی جائے گی جو موروثی امرا کی کل جماعت کے نمائندے ہونگے اور انھیں کی طرف سے منتخب کیے جائینگے (۳) اور ایک معتدبہ حصہ ماوام الحیات یا معین المدت ارکان کا داخل کیا جائے گا، جن کا تقرر یا انتخاب ان کے قانونی تبحر، سیاسی تجربہ، اور دوسری موزونیت کی بنا پر ہوگا۔ جو جماعت اس طرح مرکب ہوگی وہ اب بھی استحفاظ کی جانب مایل ہوگی اور غالباً لبرل وزارت کو اب بھی وہاں تحفظ کثرت کا سامنا ہوگا گر اب تک جیسی مخالفت ہوتی رہی ہے اس کے مقابلہ میں یہ مخالفت سختی و غیر ذمہ داری میں کم ہوگی، اور یہ یقین ہو سکتا ہے کہ قانون پارلیمنٹ کے ذریعہ سے اختیارات میں جو تغیرات ہوئے ہیں یہ تبدل ان کے ساتھ مل کر تمام معقول مطالبات کو پورا کر دے گا۔ اس تجویز کے سلسلے میں اس بنیاد کے تعین میں اشکال پیش آئینگی جس کے بموجب ماوام الحیات یا معین المدت ارکان کا انتخاب ہوگا۔ جو ملک وفاقی بنیاد پر مرتب ہو جیسے کہ ممالک متحدہ امریکہ ہے، وہاں یہ آسان ہے کہ ایک ایسا ایوان ثانی بنا لیا جائے جو ایوان اول کا مثنیٰ نہ ہو۔ چھوٹے بڑے چھوٹے گروہوں میں قوم کی براہ راست نمائندگی ایوان اول میں ہو اور وفاقی ریاستوں کی نمائندگی ایوان بالائی میں ہو۔ گر انگلستان وفاقی سلطنت نہیں ہے اور ایوان بالائی کی نمائندگی کے لیے اس وقت کوئی عمدہ رقبے موجود نہیں ہیں۔ گر جیسا کہ بائیس والے ماہرین کی رائے تھی یہ امر قیاس سے باہر نہیں ہے کہ اگر فی الواقع قدیم، تاریخی صوبے یا ان کے مجموعوں سے کام نہ چلے تو ایسے رقبے اب بنا لیے جائیں۔ ایک ایسے نظم سے عظیم الشان مفاد حاصل ہونگے جس کے تحت ارکان کی ایک متعدبہ تعداد اہم و مخصوص گروہوں اور اغراض کی (جس میں بڑے بڑے پیشے بھی شامل ہوں) نمائندگی کے لیے منتخب کی جاسکے۔ جامعات علمی مجالس، کلیسائے انگلستان سے اتفاق کرنے والوں کی تمام خاص جماعتیں،

سا ہو کار، اہل طبابت، بلکہ اتحاد مزدوران اس سلسلے میں معاً سب کا خیال ذہن میں آجاتا ہے [^1]

دونوں ایوانوں کے متوقع تعلقات آئندہ

مشرحہ بالا طریقوں پر جو جماعت بنائی جائے گی وہ بلاشک وشبہ ایک موثر، قابل اور پرزور جماعت ہوگی اور اس سے ایک نیا سوال پیدا ہوتا ہے جس کی طرف سے اصلاح چاہنے والے بیخبر نہیں رہے ہیں۔ کیا ایسا نہ ہوگا کہ اس قسم کا ایوان حقوق و اختیارات میں بجا طور پر ایوان زیرین کے ساتھ مساوات کا دعویدار ہو۔ کیا وہ اس تحتانی سطح پر رکھا جا سکتا ہے جس سطح پر حال کے قانون سے دارالامرا پست ہو کر آگیا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ اس ایوان پر نیابتی اصول کے اطلاق کا آیا یہ اثر نہ ہوگا کہ دارالعوام کو نقصان پہنچا کر اس جماعت کے اقتدار کی نامرغوبہ تجدید ہو جائے۔ چند برس گزرے کہ بالفور نے اپنے ایک مشہور خطبے میں ایوان زیرین کو متنبہ کر دیا تھا کہ یہ ہونے والی بات ہے اور دونوں بڑے فریقوں کے اندر دوسرے لوگوں نے بھی اس قسم کی آواز بلند کی ہے۔ لیکن یہ اندیشہ بے اصل معلوم ہوتا ہے۔ اولاً یہ کہ ایوانِ ثانی کی ترکیب یا درجہ میں کوئی تغیر پارلیمنٹ کے قانون کے بغیر

---

[^1]: ۔ اس اصول کے دلچسپ مباحث کے لئے کتب ذیل دیکھنا چاہیئے:۔ ایل۔ بوویر "جمعیتہائے سیاسیہ میں اغراض فنی کی نمائندگی"
L. Bouvier. La representation des interets professionnels dans les assemblees politiques
مطبوعہ پیرس ۱۹۱۴ء۔ جی۔ کاریر "حکومت اقوام کے ارتقا میں فنی عناصر کے مقاصد کی نمائندگی اور ان کی اہمیت"
G. Carriere, La representation des interets et 1' importance des elements professionnels dans 1' evolution et le gouvernement des peuples
مطبوعۂ پیرس ۱۹۱۷ء۔

نہیں ہوسکتا' اور یہ خیال میں نہیں آتا کہ دارالعوام کسی وقت بھی کسی ایسی تجویز کو پسند کرے گا جس سے ہر نوع مالیات اور نظم و نسق کے دو اہم صیغوں میں اس کی آخری نگرانی محدود ہوتی ہو۔ دوسرے یہ کہ تجربے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انجام کار میں کوئی ایوانِ بالائی خواہ اس کی بنیاد کچھ ہی کیوں نہ ہو ذمہ دار یعنی کابینی حکومت کے نظم کے تحت اختیار و اثر کے اعتبار سے ایوانِ زیرین کا ہمقدم نہیں رہ سکتا۔ فرانس کے دستورِ سلطنت میں یہ سعی کی گئی ہے کہ کابینہ سینات اور دارالوکلا دونوں کے روبرو ذمہ دار ہو اور سینات غیر معمولی طور پر ایک قابل و مستعد کار جماعت ہے[1] پھر بھی دارالوکلا قومی معاملات کی واقعی نگرانی میں معقول تقدم رکھتا ہے۔ آسٹریلیا کے دستورِ سیاسی کے بنانے والوں نے بالارادہ عمومی منتخب کردہ ایوانِ بالائی کا انتظام کیا تاکہ یہ ایوان' وفاقی ایوان نمائندگان کا ایک موثر جواب ہو جائے گر اس خیال میں ناکامی ہوئی۔ اس وقت اس دولتِ عامہ کی حکومت صرف ایوانِ زیریں کی فوقیت کو تسلیم کرتی ہے اور ایوانِ بالائی مخصوص طور پر صرف ایک انجمن مباحثہ ہے[2] اسی طرح کناڈا میں سینات نمایاں طور پر کمزور رہے[3] انگلستان میں بھی نتیجہ کا اس کے خلاف ہونا دشوار ہے زمانہ حال کے ایک مصنف کے ہمنوا ہوکر یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ کابینی نظم دو ایوانی جماعت مقننہ کے لئے مہلک ہے" کیونکہ فرانس کے معاملہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حکومت کے کابینی نظم کے اندر ایوان بالائی کے لئے

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ !

[2] اے۔ بی کیتھ "برطانیہ کی قلمروؤں میں ذمہ دار حکومت" A. B. Keith, Responsible Government in the Dominions. مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۲ء جلد دوم صفحات ۶۲۳۔ ۶۳۸

[3] ای۔ پورٹ "قلمروئے کناڈا کا ارتقا" E. Porrit Evolution of the Dominion of Canada یانکرز ۱۹۱۸ء باب ۱۱

جائز و مفید جگہ موجود ہے اور ممالک متحدہ امریکہ میں دو والیوانی جماعت مقننہ کے لیے جو دلائل ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر انگلستان پر بھی یکساں طور پر عاید ہو سکتے ہیں۔ مگر جیسا کہ مذکورۂ بالا مصنف نے آگے چلکر کہا ہے، اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ "ایوانِ اعلیٰ کے انتخاب کا طریقہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اور اس کے ارکان کیسے ہی قابل کیوں نہ ہوں مگر جب تک کہ دارالعوام کے روبرو وزارت کی ذمہ واری کا اصول باقی ہے سیاسی زندگی میں دارالامرا محض تحتانی حیثیت میں رہے گا"[۱] جیسا کہ ایک انگریز صاحب استناد نے کہا ہے "دارالعوام جس کی پشت پر انتخاب کنندگان کی کثرت موجود ہو، اسے نہ تو امرا قابو میں لاسکتے ہیں نہ اس کے منہ میں لگام لگا سکتے ہیں۔ انتخاب کنندگان اگر دل سے چاہتے ہوں اور وزارت بھی ان کے ہمخیال ہو تو امرا اصلاح بلکہ انقلاب کو بھی روک نہیں سکتے"[۲]

لیکن تحتانی حیثیت مفید حیثیت ہو سکتی ہے، اور یہ ایک معقول بات ہے کہ اگر ایوان ثانی کا باقی رکھنا منظور رہے تو اس کی ترکیب ایسے طریق پر ہونی چاہیئے جس سے اس کو محنت و عقل کو کام میں لانے کا زیادہ سے زیادہ ممکن موقع مل سکے۔ ایوان ثانی کے منافع یہ ہیں کہ وہ تعویق اور غور و فکر کے لئے مجبور کرے، جماعت مقننہ کے لیے اسے ناممکن بناوے کہ کسی نامعقول عمومی رائے کی ہنگامی موج میں وہ بہ جائے "نظر ثانی کے عضو کے طور پر عمومیت کی روک، کام میں استحفاظیت کے عمل کے آلہ کار اور ان اغراض کی طمانینت کے وسیلہ کے طور پر کام آئے جو اس واحد ایوان میں قابل

---

[۱] سی۔ ڈی۔ الن۔ "پارلیمنٹ کی حیثیت" C. D. Allin. The Position of Parliament) مطبوعہ امریکن پولٹیکل سائنس ریویو، جون ۱۹۱۴ء۔

[۲] لو۔ "حکمرانی انگلستان" Low. Governance of England طبع ثانی صفحہ ۴۲۳۔

حصول نہ ہوں جو ایسے ارکان سے مرکب ہو جو قوم کی طرف سے براہِ راست منتخب ہوئے ہوں[1] لیکن مقصد محض اس قسم کے روڑے اٹکانا نہیں ہے جو سستی، ناقابلیت یا جنبہ داری سے پیدا ہوتی ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ محض سیاسی ضروریات فوری سے کہیں زیادہ بہبود عام کے خیال سے بہ تعمق نظر غور و فکر اور نظرِ ثانی کی جائے۔ اگر مناسب طور پر انجام دیا جائے تو یہ فرض ابتدا کرنے یا فیصلہ آخری سے (جیسے ایوان زیرین انجام دیتا ہے) کم قابل اعزاز اور اہمیت میں اس سے گھٹکر نہیں ہے دارالامرا نے زمانہ گزشتہ میں برطانی قوم کی عمدہ خدمت کی ہے۔ اور اگر دانائی کے ساتھ اس کی ترتیب جدید کی جائے تو آئندہ اس کا نفع گھٹنے کے بجائے بڑھ جائے گا۔[2]

---

[1] ولوبی "حکومت سلطنتہائے جدیدہ" Willoughby. Government of Modern States صفحہ ۳۱۸۔ ایوان ثانی کے منافع کی پرانی طرز کی بحثیں کتب ذیل میں داخل ہیں:۔ جے۔ اس۔ مل "نیابتی حکومت" J. S. Mill, Representative Government مطبوعۂ لندن ۱۸۶۲ء۔ باب ۱۳، بعنوان "ایوان ثانی" جان ایڈمز "ممالک متحدہ امریکہ کی حکومت کے دساتیر سلطنت کی حمایت"

John. Adams, Defence of the Constitutions of Government of the United States of America

مطبوعہ بوسٹن ۱۸۵۱ء یہ آخرالذکر تصنیف سی۔ ایف ایڈمز (مدیر) کی کتاب "تصانیف جان ایڈمز" Works of John Adams مطبوعہ بوسٹن ۱۸۵۱ء کی جلد چہارم، صفحات ۲۷۰۔ ۵۸۸، میں ملیگی۔ یک ایوانی اور دو ایوانی جماعتوں کے فواید گارنر نے اپنی تصنیف میں صاف طور پر بیان کئے ہیں "تقریب سیاسیات"

Garner. Introduction to Political Science

صفحات ۴۲۷۔ ۴۴۰۔

[2] انگلستان کے ایوان ثانی کے اصلاح کی بحث پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، اور ان میں سے صرف زیادہ اہم عنوانات کا بیان ذکر کیا جاتا ہے۔ اس بحث پر

(دیکھو صفحہ آئندہ)

باب سوم

پارلیمنٹی تنظیم

نشستیں افتتاح پارلیمنٹ | قوانین سہ سالہ کی رو سے، جن کا آغاز ۱۶۴۱ء میں ہوا تھا، پارلیمنٹ ہر تین برس میں کم از کم ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کتب ذیل میں مختصراً بحث کی گئی ہے۔ لوول، "حکومت انگلستان"
Lowell; Government of England جلد اول باب ۲۲۔ موریں، "حکومتِ انگلشیہ"
Moran; English Government باب ۱۱۔ لو، "حکمرانی انگلستان"
Low; Governance of England باب ۱۲۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ وی۔ ٹمپرلی، "سینیٹیں اور ایوانہائے اعلیٰ"
Temperley, Senates and Upper Chambers مطبوعۂ لندن، ۱۹۱۰ء باب پنجم۔ اہم کتابوں میں کتب ذیل
شائع ہوئی ہیں۔ ڈبلیو۔ اس۔ میکفرسن، "امارت بیرونی و سینیٹ، یا دارالامرا گزشتہ، موجودہ و آیندہ"
Macpherson; The Baronage and the Senate; or the House of Lords in the Past, the Present and the Future
مطبوعہ لندن، ۱۸۹۳ء۔ ٹی۔ اے۔ اسپالڈنگ، "دارالامرا، نظر بازپسین و نظر پیشین"
Spalding, The House of Lords; a Retrospect and a Forecast
The House of Lords
مطبوعہ لندن ۱۸۹۴ء۔ جے۔ ڈبلیو۔ وی۔ "دارالامرا" (The house of Lords) مطبوعہ لندن
۱۹۰۸ء۔ ڈبلیو۔ اس۔ میک کیچنی، "اصلاح دارالامرا" (McKechnie, The Reform of the House of Lords)
مطبوعہ گلاسگو ۱۹۰۹ء۔ ڈبلیو۔ ایل۔ ولسن، "معاملہ دارالامرا"
W. L. Wilson, The Case of the House of Lords

مرتبہ منعقد ہونی چاہیئے لیکن کثرت کار اور خاص کر اس وجہ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء۔ جے۔ ایچ۔ مارگین "دارالامرا و دستور سلطنت"
J. H. Morgan, The House of Lords and the Constitution
مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء۔ اس مبحث میں جتنی تحریریں ہوئی ہیں ان میں مذکورۂ بالا پہلی کتاب ایوانِ بالائی کی سب سے زیادہ پرزور حمایت میں ہے اور دوسری کتاب اس کی سب سے زیادہ قاطع نکتہ چینی ہے۔ ایک قابل فرانسیسی صاحب قلم اے اسمین کا ایک مختصر تبصرہ "دارالامرا اور جمہوریت" ہے۔ A. Esmein, La Chambre des Lords et la democratie
مطبوعہ پیرس ۱۹۱۰ء رسالوں میں جو مضامین طبع ہوئے ہیں ان میں سے مذکورہ ذیل مضامین کا ذکر ہو سکتا ہے:۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ ہارول "مسئلہ دارالامرا" H. W. Horwill, The Problem of the House of Lords مطبوعہ "پولیٹیکل سائینس کوارٹرلی" مارچ ۱۹۱۰ء۔ ای۔ پورٹ "امرا کے خلاف تحریک کا انہدام" E. Porrit. The Collapse of the Movement against the Lords مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" جون ۱۹۱۰ء۔ ایضاً "انگلستان میں جدید و متوقع دستوری تغیرات" Recent and Pending Constitutional Changes in England مطبوعہ امریکن پولیٹیکل سائینس ریویو مئی ۱۹۱۰ء۔ جے۔ ایل گاروِن "برطانی انتخابات اور ان کے معنی" J. L. Garvin. The British Elections and their Meaning "مطبوعہ فورٹ نائٹلی ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ جے۔ اے۔ آر۔ میریٹ "دستوری بحران" J. A. R. Marriott. The Constitutional Crisis مطبوعہ "نائینٹینتھ سنچری" جنوری ۱۹۱۰ء۔ جے۔ بی۔ فرتھ "ایک حقیقی ایوانِ ثانی" Firth. A Real Second Chamber مطبوعہ "فورٹ نائٹلی ریویو" نومبر ۱۹۱۰ء۔ اے۔ ولیمز "مناسب حال ایوانِ ثانی" Williams. The Requisite Second Chamber مطبوعہ "کانٹیمپوریری ریویو" نومبر ۱۹۱۰ء۔ ایک قابل مطالعہ خاکہ اے۔ ایل۔ پی۔ ڈینس کا مضمون "برطانی فریقانہ سیاسیات کے اثرات ۱۹۰۹ تا ۱۹۱۱ء" A. L. P. Dennis
Impressions of British Party Politics, 1909-1911

(دیکھو صفحہ آئندہ)

کہ فوج کے انضباط اور قوم کی منظوری سال بسال ہوتی ہے، واقعاً پارلیمنٹ کے اجلاس سالانہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر نشست کا آغاز کم فروری کے قریب ہوتا ہے اور ایام تعطیل کے مختصر التوائوں کے سوا، اگست یا ستمبر تک جاری رہتا ہے۔ دونوں ایوانوں کا لازماً ایک ساتھ بلانا ضروری ہے۔ دونوں میں سے کوئی ایک ایوان دوسرے کے بغیر ملتوی ہو سکتا ہے مگر بادشاہ کسی ایک ایوان کو التوا پر مجبور نہیں کر سکتا۔ انقطاع اجلاس جو کسی ایک ہینفات کو بند کر دیتا ہے یا جو نشست پارلیمنٹ کی برخاستگی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے یہ دونوں ایوانوں کے لئے ایک ساتھ ہونا ضروری

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) مطبوعہ "امریکن پولٹیکل سائنس ریویو" نومبر ۱۹۱۰ء ہے۔ قانون پارلیمنٹ اور اس کی تاریخ کے بہترین بیانات مضامین وکتب ذیل میں ہیں۔ ڈنس ۱۹۱۱ء کا قانون پارلیمنٹ" Dennis. The Parliament Act of 1911 مطبوعہ رسالہ مذکورۂ بالا، مئی و اگست ۱۹۱۲ء۔ مے و ہالینڈ "انگلستان کی دستوری تاریخ" May & Holland, Constitutional History of England جلد سوم صفحات ۳۴۳۔ ۳۰۴۔ لویل، "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England طبع نظر ثانی شدہ، مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۲ء۔ جلد اول باب ۱۲ (الف) "وقائع سالانہ" Annual Register) بابت ۱۹۱۰ء و ۱۹۱۱ء۔ ایم۔ سلبرٹ: "رائے شماری دربارہ قانون پارلیمنٹ" Silbert Le vote du Parliament مطبوعہ جریدۂ قانون عامہ، جنوری مارچ ۱۹۱۲ء اور "اصلاح دار الامرا" La reforme de la Chambre des Lords مطبوعہ ایضاً جولائی۔ ستمبر ۱۹۱۲ء۔ گو نہ قابل قدر کتاب سی۔ ٹی کنگ کی تصنیف "ایسکویتھ کی پارلیمنٹ ۱۹۰۶ء تا ۱۹۰۹ء: اس کے افراد اور اس کی کارروائیوں کا ایک عمومی خاکہ" C. T. King, The Asquith Parliament, 1996-1909; a Popular Sketch of its Men and its Measures مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء۔

لہ۔ اس سلسلہ میں جے۔ جی۔ اینڈل کا مضمون "پارلیمنٹوں کی کثرت وعرت اور مدت" (The Frequency and Duration of Parliments) مطبوعہ "امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو" نومبر ۱۹۱۶ء دیکھنا چاہیئے۔

ہے۔ یہ دونوں کارروائیاں ظاہراً بادشاہ کے حکم سے مگر واقعاً کابینہ کے فیصلے سے ہوتی ہیں۔ برخاستگی کسی غیر معین تاریخ تک کے لئے ہوتی ہے جس کا تصفیہ بعد کو نئی نشست کے اعلان سے ہوتا ہے اور التوا کے برخلاف انفساخ کے مانند بر خاستگی کی وجہ سے تمام زیر بحث مسایل کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

میقات کے شروع ہونے کے وقت دونوں ایوانوں کے ارکان اولاً اپنے اپنے ایوانوں میں جمع ہوتے ہیں، اس کے بعد ارکانِ دارالعوام، امرا کے ایوان میں بلائے جاتے ہیں جہاں نشست کا اختیار عطا کرنے والے شاہی خطوط پڑھے جاتے ہیں اور لارڈ چانسلر تاجدار کی اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ ارکان دارالعوام اپنا ایک صدر منتخب کرنے کی کارروائی کریں۔ ارکانِ دارالعوام اس کارروائی کے لئے اپنے ایوان میں چلے جاتے ہیں اور دوسرے روز جدید صدر مع ارکان کے دارالامرا کے سامنے آتا، اپنے انتخاب کا اعلان کرتا اور لارڈ چانسلر کے ذریعہ سے شاہی پسندیدگی حاصل کرتا ہے۔ "دارالعوام کے قدیم و غیر مشکوک حقوق و امتیازات" کا مطالبہ کرنے اور انھیں حاصل کرنے کے بعد صدر دارالعوام اور ارکان اپنے مقامات کو چلے جاتے ہیں اور ان سے ضروری حلف لیے جاتے ہیں۔ اگر بادشاہ بذات خاص پارلیمنٹ سے ملاقی ہوتا ہے (اور یہ کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے) تو وہ انتخاب کے دوسرے دن شاہانہ جلوس کے ساتھ دارالامرا کو جاتا اور تخت شاہی پر نشست کرتا ہے، اور شاہی میر تشریفاتی کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ سیاہ عصا بردار نقیب کو "حکم دے" کہ ارکانِ دارالعوام ایک مرتبہ پھر حاضر ہوں اگر بادشاہ خود نہیں جاتا تو امرائے مامورین اس نقیب سے "یہ خواہش کرتے ہیں" کہ ارکان دارالعوام موجود ہوں۔ ہر دو صورت میں ارکان دارالعوام موجود ہوتے ہیں، اور بادشاہ (یا اس کی عدم موجودگی میں لارڈ چانسلر) شاہی تقریر کو پڑھتا ہے۔ اس تقریر کا مصنف اصلی کابینہ ہوتا ہے اور اس میں

میقات کے بابت اپنے تجاویز زیر نظر کو بیان کیا جاتا ہے۔ بادشاہ کے چلے جانے پر ارکان دارالعوام واپس ہو جاتے ہیں۔ تقریر شاہی دوبارہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے جواب میں ہر ایک ایوان میں ایک مختصر پیرا پائی جاتی ہے اور "حکومت" یعنی کابینہ اپنے مالی و تشریعی تجاویز پیش کرنا شروع کر دیتی ہے۔ جب کسی پارلیمنٹ کا کوئی میقات اس کا پہلا میقات نہ ہو تو صدر دارالعوام کا انتخاب اور لامحالہ حلف لیا جانا حذف کر دیا جاتا ہے[1]

ماحول مادی پارلیمنٹی تاریخ کے آغاز سے ایوانوں کا جائے اجلاس باقاعدہ طور پر وسٹ منسٹر رہا ہے جو دریائے ٹیمز کے

---

[1] پارلیمنٹ کے افتتاح التوا برخاستگی و انفساخ سے متعلق جو رسوم عمل میں آتے ہیں ان کی بابت کتب ذیل دیکھنا چاہئے:۔ اینسن "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson. Law and Custom of the Constitution جلد اول، صفحات ۶۱۔ ۷۷۔ ردلج "طریق کارروائی دارالعوام، اس کی تاریخ اور شکل موجودہ کا مطالعہ" Redlich Procedure of the House of Commons; a Study of its History and Present Form مترجمہ۔ اے۔ ای سٹائن ٹال، مطبوعہ لندن، ۱۹۰۸ء۔ جلد دوم صفحات ۵۱ تا ۷۶۔ ٹی۔ ای مے۔ "پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رسم و رواج" T. E. May Treatise on the Law, Privileges, Proceedings, and Usage of Parliament طبع یازدہم، مطبوعہ لندن، ۱۹۰۶ء۔ باب ہفتم۔ اے۔ رایٹ و پی اسمتھ "پارلیمنٹ گزشتہ و موجودہ" A. Wright and P. Smith Parliament. Past and Present لندن، ۱۹۰۲ء۔ جلد دوم باب ۲۵۔ میک ڈونائی "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh. Book of Parliament صفحات ۹۶ تا ۱۱۴، ۱۳۲ تا ۱۴۷، ۱۸۴ تا ۲۰۳۔ جی۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham. Mother of Parliaments مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۱ء۔ صفحات ۱۲۵ تا ۱۵۷۔

بائیں کنارے پر واقع ہے۔ آخری پارلیمنٹ جس نے کسی دوسری جگہ نشست کی ہو، وہ چارلس دوم کی ۱۶۸۱ء والی آکسفورڈ کی پارلیمنٹ تھی۔ محل وسٹ منسٹر (جو ازمنۂ وسطیٰ میں سلطنت کے خاص شہر لندن کے باہر اس کے قریب ہی واقع تھا)، شاہی اقامت گاہوں میں سب سے زیادہ اہم محل تھا اور یہ ایک طبعی امر تھا کہ اس کے عظیم الشان ایوان اور کمرے معہ قرب کی خانقاہ ویسٹ منسٹر کے پارلیمنٹی اجلاسوں کے لئے کام میں لائے جائیں وہ وسیع عمارت جو اب وسٹ منسٹر کے نام سے مشہور ہے، اس میں قدیم وسٹ منسٹر کے ایوان کو (جو اصطلاحاً اب بھی شاہی محل کہلاتا ہے اگرچہ شاہی اقامت گاہ نہیں ہے) چھوڑ کر اور تمام حصص دراصل ۱۸۳۴ء کی آتشزدگی کے بعد بنے ہیں۔ امرا نے اپنے موجودہ ایوان میں پہلی مرتبہ ۱۸۴۷ء میں نشست کی اور عوام نے اپنے ایوان میں ۱۸۵۰ء میں۔[1]

ایک وسطی ہشت پہل طاق کے دونوں جانب سے رواق ان کمروں کی طرف گئے ہیں جن میں یہ دونوں جماعتیں اپنے اجلاس کرتی ہیں، یہ ہال اس طرح ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں کہ بادشاہ کا تخت جو دارالامرا کی جنوبی حد پر ہے صدر دارالعوام کی کرسی سے دکھائی دیتا ہے جو دارالعوام کی شمالی حد پر ہے۔ ارکانِ دارالعوام جس کمرے میں نشست

---

[1] میک ڈونا "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh. Book of Parliament صفحات ۹۵ تا ۹۷۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham; Mother of Parliaments صفحات ۶۰ تا ۸۰۔ رائیٹ و اسمتھ "پارلیمنٹ، گزشتہ و موجودہ" Wright & Smith; Parliament, Past and Present جلد اول ابواب ۱ تا ۱۳
قدیم محل وسٹ منسٹر کی مستند قدیمی تاریخ ای۔ ڈبلیو برلی اور جے برٹن کی کتاب "وسٹ منسٹر کے قدیم محل اور سابق ایوانہائے پارلیمنٹ کی تاریخ" ہے۔ Brayley & Britton; History of the Ancient Palace and Late Houses of Parliament at Westminster مطبوعہ لندن، ۱۸۳۶ء۔

کرتے ہیں وہ کچھ زیادہ بڑا نہیں ہے، طول میں صرف پچھتر فٹ اور عرض میں پینتالیس فٹ ہے۔ ایک چوڑے راستے سے اس کے دو حصے ہو گئے ہیں جس کے اوپر کے سرے پر ایک بڑی میز محرر اور اس کے مددگاروں کے لئے ہے اور اس کے آگے صدر کی بلند چھتری دار کرسی ہے۔ اس راستے سے دونوں جانب آمنے سامنے بنچیں ہیں جن کے تکیے اونچے اونچے ہیں، جن پر گہرے رنگ کا سبز چمڑا منڈھا ہوا ہے۔ یہ بنچیں زینہ بہ زینہ کمرے کی دیواروں تک بلند ہوتی گئی ہیں اور ان کے درمیان سے درمیانی راستہ سے زاویہ قائمہ بنا ہوا ایک دوسرا راستہ ہے جو ایوان کے اِدھر سے اُدھر تک چلا گیا ہے۔ کمرے کے گرداگرد ایک غلام گردش بھی ہے، اس کا جو حصہ صدر کے بالمقابل ہے وہ باہر والوں کے لئے ہے اور اس کے مقابل کی اگلی نشستیں نامہ نگاروں کے لئے ہیں اور اس کے عقب میں ایک اور بھی اونچی گیلری کے سامنے ایک بھاری پردہ لگا ہوا ہے جیسا کہ ترکی مسجدوں میں عورتوں کے لئے ہوتا ہے اور یہاں بھی یہ پردہ اسی مقصد سے ہے"[1]

---

[1] لوول "حکومت انگلستان" (Government of England) جلد اوّل صفحہ ۲۴۹ - باہر والے جو اصطلاحاً "اجنبی" کہلاتے ہیں، وہ صرف بربنائے اجازت وہاں ہوتے ہیں اور جس وقت چاہے انھیں خارج کیا جا سکتا ہے زنانہ گیلری کو ایوان کے اندر نہیں سمجھا جاتا اس لئے تخلیہ کا حکم وہاں کے بیٹھنے والوں کو نہیں دیا جاتا لیکن ۱۹۰۸ء کے موسم خزاں میں عورتوں اور "اجانب" کی گیلریوں میں بیٹھنے والے دونوں کی بدعنوانی کی وجہ سے صدر نے بقیہ نشست کے لئے گیلریوں کو بند کر دیا۔ ۱۷۳۸ء میں ایوان نے اپنی کارروائیوں کی اشاعت کے متعلق یہ اعلان کیا کہ یہ "نہایت درجہ کی اہانت اور صریح نقض امتیاز وارالعوام ہے" اور سرکاری طور پر اس قسم کی اشاعت مدتوں تک خلاف قانون رہی مگر ۱۸۳۵ء میں نامہ نگاروں کی گیلری مرتب کی گئی اور اس وقت سے برابر میں لابدی

غلام گردش کی جانب کی قطاریں ارکان کے لئے محفوظ ہیں مگر وہ بیٹھنے کے لئے کچھ اچھی جگہ نہیں ہے اور خاص دلچسپی کے مواقع کے سوا شاذ و نادر ہی ارکان نشست کرتے ہیں۔ اصل ایوان میں ۷۰۰ ارکان کے لئے ۳۵۰ سے بھی کم نشستیں ہیں۔ عام طور پر یہ سب نشستیں بھری نہیں ہوتیں کیونکہ وہاں میزیں نہیں ہیں اور جو ارکان لکھنا پڑھنا یا کچھ اور کام کرنا چاہتے ہیں وہ کتب خانے یا دوسرے متصل کمروں میں جا بیٹھتے ہیں۔ درمیانی راستے کے بالائی حد پر صدر کے داہنے جانب کی قطار خزانہ کی بنچ کے نام سے مشہور اور ارکانِ وزارت کے لئے محفوظ ہے۔ اس کے بالمقابل صدر کے بائیں جانب کی بنچ فریق مخالف کے سرگروہوں کے لئے محفوظ ہے نشستوں کے قطعی تعین کے نہ ہونے کی صورت میں تاحد امکان مسلمہ فریقانہ ارکان اپنے اپنے سرگروہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) طور پر کارروائی کی روداد مرتب ہوتی اور چھپتی رہی ہے۔ ایوان کے اندر عوام اور مطابع کی حیثیت کے متعلق البرٹ کی کتاب "پارلیمنٹ" Ilbert. Parliament باب ۸، نیز اس کا مضمون "دارالعوام کے خفیہ اجلاس" The Secret Sittings of the House of Commons مطبوعہ پولیٹکل سائنس کوارٹرلی "مارچ سنہ ۱۹۱۵ء" دیکھنا چاہئے۔ رڈلج دارالعوام کا طریق کار Redlich. Procedure of the House of Commons جلد دوم صفحات ۲۸-۳۸۔ میک ڈونو "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh. Book of Parliament صفحات ۳۱۰ تا ۳۲۹، ۳۵ تا ۳۶۵۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham; Mother of Parliaments صفحات ۲۵۹ تا ۲۸۷۔

سلہ۔ چالیس ارکان کا نصاب ہوتا ہے۔ خاص دلچسپی کے مواقع کے سوا، واقعی جو ارکان بنچوں پر بیٹھے ہوتے ہیں ان کی تعداد اغلباً دو سو سے کم ہوتی ہے، اگرچہ بقیہ ارکان میں سے اکثر عمارت ہی کے اندر یا بہر نوع اس سے زیادہ دور نہیں ہوتے۔

کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ اتفاق کہ دارالعوام کے لیے جو کمرہ مخصوص ہے وہ تنگ ہے اور اِس تنگ کمرے کی بنچیں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتی ہیں یعنی برّاعظم کی اکثر مجالس مقننہ کے مانند نیم دائرے کی شکل میں نہیں ہوتیں جن میں نشستوں کی ترتیب ناٹک کی طرح ہو اِس اتفاق سے انگلستان میں دو فریقی نظم پیدا ہو گیا ہے اور اِس قسم کی گروہ بندی ناممکن ہو گئی ہے جو ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتے ہیں"[1]

جس ایوان میں امرا نشست کرتے ہیں وہ دارالعوام کے ایوان سے چھوٹا اور اِس سے زیادہ نفاست کے ساتھ آراستہ ہے۔ جن انتظامات کا اُوپر ذکر ہوا ہے زیادہ تر یہی انتظامات اس میں بھی ہیں۔ معاشرتی اور رسمی اغراض کے لیے ارکان میں تقدم کی ایک معینہ ترتیب ہے[2] لیکن ایوان کے اندر نشست میں اس ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا جاتا بجز اس کے کہ اساقفہ ایک گروہ کے طور پر "اسقفی حصے" میں بیٹھتے ہیں جو تمام تر چار بنچوں پر مشتمل اور صدر کے عین داہنے جانب ہے[3] حکومتی امرا صدر کے داہنے جانب کی بنچوں پر ہوتے ہیں اور فریق مخالف

---

[1] البرٹ "پارلیمنٹ" Albert Parliament صفحہ ۱۲۴۔ ایوان کا مکمل حال رابیٹ اور اسمتھ کی کتاب پارلیمنٹ گزشتہ وموجودہ Parliament past and present باب ۱۹ میں درج ہے۔

[2] یہ ترتیب جدید حسب ذیل ہے:۔ شہزادہ ویلز، شاہی نسل کے دوسرے شہزادے، اسقف اعظم کنٹربری، لارڈ چانسلر، اسقف اعظم یارک، صدر اعلےٰ مجلسِ شاہی۔ شاہی مہر بردار، ڈیوک۔ مارکویس، ارل، وائکاؤنٹ، اساقفہ، بیرن"

[3] الزبیتھ کے زمانہ میں عہدہ دار صدر ایک نمدے پر بیٹھتا تھا جس میں واقعی اُون بھری ہوتی تھی (اور اِس وجہ سے اس کی نشست ہی کو "اونی نمدا" کہنے لگے) مگر اب وہ سرخ جھالر دار گدّے پر بیٹھتا ہے لیکن وہ پرانی رسم تسمیہ چلی جاتی ہے۔

کے امرا بائیں جانب اور جو ارکان زیادہ غیر جانبدار حیثیت رکھنا چاہتے ہیں وہ میز اور کٹہرے کے درمیان آڑی بینچوں پر نشست کرتے ہیں۔[1]

عہدہ داران دارالعوام۔ صدر

دارالعوام کے خاص عہدہ دار حسب ذیل ہیں:۔ صدر، محرر اور اس کے دو مددگار، داروغہ اور اس کے مددگار امام عبادت، صدر و نائب صدر مجلس آمد و خرچ۔

محرر اور داروغہ مع مددگاران وزیر اعظم کی نامزدگی پر تاحیات بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں مگر صدر دارالعوام، اور صدر و نائب صدر مجلس آمد و خرچ ایوان کی طرف سے ایک پارلیمنٹ کی مدت کے لیے منتخب ہوتے ہیں۔[2] صدر مجلس آمد و خرچ اور اس کے نائب کے سوا باقی تمام عہدہ دار قطعاً غیر سیاسی ہوتے ہیں۔ محرر ایوان کے تمام احکام پر دستخط کرتا ہے، جو مسودات قانون دارالامرا کو بھیجے جاتے یا واپس کئے جاتے ہیں ان پر تصدیق ثبت کرتا ہے، اجلاس کے دوران میں جو کچھ پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے اسے پڑھ کر سناتا ہے، ایوان کی کارروائیوں کی یادداشت لکھتا ہے، اور صدر دارالعوام کے اتفاق رائے کے ساتھ سرکاری روزنامچے کی تیاری کی نگرانی کرتا ہے۔ داروغہ صدر دارالعوام کے پاس حاضر رہتا ہے، ایوان کے احکام کو عمل میں لاتا ہے اور جن اشخاص کے لئے حکم ہوتا ہے یا جو اس کے سزاوار ہوتے ہیں انھیں ایوان کے روبرو پیش کرتا ہے۔ صدر مجلس آمد و خرچ (اور اس کے غیاب میں نائب صدر) ایوان کے مباحث کی اس وقت صدارت

---

[1] مفصل بیان کے لئے رائٹ و اسمتھ کی کتاب "پارلیمنٹ گزشتہ و موجودہ" "Parliament past and present." باب ۱۰ دیکھنا چاہیے۔

[2] امر واقعہ یہ ہے کہ جب وہ وزارت عہدے سے علیحدہ ہوتی ہے جس نے صدر مجلس آمد و خرچ اور اس کے نائب کا تقرر کیا تھا، تو یہ دونوں عہدہ دار بھی کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

کرتا ہے جب کہ کل ایوان بہ حیثیتِ مجلس ذیلی کے نشست کرتا ہے[1] اور نیز خانگی قانون سازی کی بھی نگرانی کرتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک سیاسی عہدہ دار ہوتا ہے مگر دونوں حیثیتوں میں اس کا انداز قطعاً غیر فریقانہ ہوتا ہے۔

ایوان دارالعوام کی حیثیت جب محض ایک درخواست دینے والے کی سی تھی اس وقت اسے اپنے لئے ایک مسلمہ نائب کی ضرورت تھی، یہی باعث ہوا صدارت دارالعوام کے وجود میں آنے کا اور اگرچہ جہاں تک معلوم ہے صدر دارالعوام کے تسلسل کا آغاز سرٹامس ہنگر فورڈ کے وقت سے ہوا جو اڈورڈ سوم کی آخری پارلیمنٹ (۱۳۷۷ء) میں اس عہدے پر فائز تھا مگر اس خیال کے وجوہ موجود ہیں کہ اس سے قبل زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے جو معقول حد تک اس فرض کو انجام دیتے تھے۔ صدر کا انتخاب آغاز پارلیمنٹ کے وقت خود ایوان کی جانب سے اور اس کے ارکان میں سے ہوتا ہے اور اس کی میعاد اگر استعفا یا موت سے منقطع نہ ہوجائے تو اسی پارلیمنٹ کی مدت تک رہتی ہے۔ ایوان کا انتخاب تاجدار کی پسندیدگی کے تابع ہے، اگرچہ سابق زمانے میں اس معاملے میں بادشاہ کی مرضی بہت اثر رکھتی تھی مگر وہ آخری موقع جب کہ فرمانروا نے کسی منتخب ہونے والے صدر کو رد کیا ہے، ۱۶۷۹ء میں تھا اگرچہ رسماً صدر کا انتخاب ہوتا ہے مگر حقیقت میں کابینہ اسے پسند کرتا ہے، اور معقول حد تک یہ یقینی ہے کہ وہ صاحب اقتدار فریق میں سے ہوگا۔ لیکن انیسویں صدی میں یہ قاعدہ ہوگیا کہ صدر جب تک کام کرنے پر رضامند ہو بلا لحاظ فریقانہ وابستگی کے اس کا انتخاب مکرر ہوتا رہتا ہے۔

صدر کے فرائض کسی حد تک رواج سے منضبط ہوتے ہیں، کسی قدر ایوان کے قواعد سے، اور کسی قدر عام وضع قوانین سے۔ یہ فرائض بہت کثیر التعداد اور علی العموم نہایت ہی اہم ہیں۔ سب سے اول

---

[1] اس وجہ سے وہ عام طور پر صدر مجالس ذیلی کے نام سے مشہور ہے۔

یہ ہے کہ وہ ایوان کا صدارت کرنے والا عہدہ دار ہے۔ اس حیثیت میں وہ قطعاً ایک غیر فریقانہ معدّل ہے جس کا کام یہ ہے کہ وہ مباحث میں شانِ اخلاق کو قائم رکھے، امورِ ضابطہ کا فیصلہ کرے، سوالات کرے، اور رایوں کے نتیجے کا اعلان کرے۔ انگلستان کے عہدہ صدارت دارالعوام کی غیر فریقانہ حیثیت اسے امریکہ کے ہم مثل عہدے کے سخت متضاد بنا دیتی ہے۔ برایس کہتا ہے کہ "انگریزی پارلیمنٹ کے اندر کسی فریق کے لیے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ کرسی صدارت کا زینت دینے والا خود اُس کے فریق سے ہے یا اس کی مخالف جماعتوں میں سے ہے۔ ایک رواج جو اپنی شدتِ عمل میں قانون کی حد تک پہنچا ہوا ہے اس کے لیے یہ ممنوع قرار دیتا ہے کہ اپنے جانب والوں کو خانگی صلاح و مشورے سے بھی مدد دے۔ پارلیمنٹی قانون کے متعلق جو کچھ اطلاع دینے کا وہ اپنے کو مجاز سمجھے وہ ہر ایک رکن کے لئے یکساں ہونا چاہئے"[1] ایوان کے دوسرے رکن کے برخلاف، صدر جب کسی انتخاب عام کے وقت اپنے حلقہ سے اپنا انتخاب ثانی چاہتا ہے تو وہ کوئی سیاسی تقریر نہیں کرتا۔ وہ کبھی علانیہ سیاسیات پر بحث نہیں کرتا تا ٓنکہ وہ کسی سیاسی بزم گاہ میں بھی نہیں داخل ہوتا۔ ایوان جب کہ مجلس ذیلی کی حیثیت میں نشست کرتا ہو اور صدر اپنی کرسی صدارت پر نہ ہو اُس وقت بھی وہ رائے نہیں دیتا، بجز اس صورت کے کہ رائیں دونوں طرف برابر برابر ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ صدر اپنے ایوان کا نائب یا نمائندہ ہے خواہ امتیازات کا مطالبہ ہو، خواہ قرار دادوں کی اطلاع دیتا ہو یا احکام جاری کرتا ہو۔ ایک وقت ایسا تھا کہ جس حد تک وہ دارالعوام کا نمائندہ تھا اس سے کم بادشاہ کا نمائندہ نہیں تھا مگر ایوانِ عمومی کی خود مختاری کے نشو و نما نے مدتوں قبل اسے اُس قابل بنا دیا کہ وہ اپنی اس دوہری اور نہایت

---

[1] "امریکی دولت عامہ" Bryce; American Commonwealth

مشکل خدمت سے سبکدوش ہو جائے۔ مزید برآں، صدر اگرچہ کسی صورت میں ایوان کا قانون نہیں بناتا مگر وہ ایوان کے قانون کا اعلان کرتا اور اس کی تعبیر کرتا ہے۔ البرٹ کہتا ہے کہ جہاں ایوان کے نظائر، ضوابط اور احکام رہبری میں قاصر یا غیر معین ہوتے ہیں، وہاں صدر کو یہ غور کرنا ہوتا ہے کہ کون سا طریق ایوان کے رواج، روایات اور اعزاز اور اس کے ارکان کے حقوق و اغراض کے اعتبار سے سب سے زیادہ موزون ہوگا اور ان مسائل پر عام طور پر اس کی صلاح کا اتباع کیا جاتا اور اس کے فیصلوں پر شاذ و نادر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کئی نسلوں سے کرسی صدارت کے زینت دینے والے کا ادب و احترام رسماً جیسا کچھ مرعی رکھا جاتا ہے وہ غیر ملکی مبصروں کے لیے مداحانہ اظہار رائے کا موجب ہے[1]۔ آخر میں اس واقعے کا ذکر کرنا چاہیئے کہ ۱۹۱۱ء کا قانون پارلیمنٹ بحالت شک صدر کو یہ اختیار مطلق دیتا ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ آیا کسی خاص تجویز کو رقمی مسودہ قانون سمجھنا چاہیئے یا نہیں۔ کسی اہم تجویز کے متعلق اسی کے فیصلے پر حکومت کی حکمتِ عملی بلکہ خود اس تجویز کی قسمت متعلق ہوگی۔

صدر کا نشانِ اقتدار اس کا عصا ہے، جو داخلہ اور خروج کے وقت اس کے آگے آگے رہتا ہے اور جب وہ کرسی پر متمکن ہوتا ہے تو میز پر رکھا رہتا ہے۔ اس کے لئے ایک سرکاری اقامت گاہ ہوتی ہے اور پانچ ہزار پاؤنڈ سالانہ اسے تنخواہ ملتی ہے۔ عہدے سے کنارہ ہونے کے وقت عملاً یہ یقین ہے کہ اسے وظیفہ مل جائے اور امارت کا درجہ عطا ہو۔ درحقیقت سو برس سے یہ رواج ہے کہ صدارت کی خدمت ختم کرنے کے بعد صدر پھر ایوان کے عام ارکان میں نہ شامل ہو[2]۔ مسٹر وٹلی (Whitly)

---

[1] "پارلیمنٹ" صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۱

[2] دارالعوام کے عہدہ داروں کے متعلق لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان"

نے "امیر" بننے اور دارالامرا میں نشست کرنے سے انکار کر دیا۔

دارالعوام کی مجالسِ ذیلی

تمام اہم اور کثیر التعداد جماعتہائے تشریعی کے مانند دارالعوام بھی مجالسِ ذیلی سے کام چلانے میں مدد لیتا ہے۔ ابھی حال میں ۱۹۱۹ء تک مجالسِ ذیلی کی تعداد بڑھائی جا چکی ہے اور تشریعی و مالیاتی تجاویز پر غور و خوض کرنے میں یہ مجالسِ ذیلی جو خدمت انجام دیتی ہیں وہ بہت بڑھا دی گئی ہے۔ ادھر حال کے زمانے میں جن مجالسِ ذیلی سے باقاعدہ کام لیا جاتا رہا ہے وہ پانچ اہم اقسام کی ہیں۔ (۱) کل ارکان کی مجلس ذیلی۔ (۲) مسودات قوانین عامہ کے متعلق منتخب مجالسِ ذیلی (۳) مسودات قوانین عامہ کے متعلق میقاتی مجالسِ ذیلی۔ (۴) مسودات قوانین عامہ کے متعلق مستقل مجالسِ ذیلی (۵) خانگی قوانین کے متعلق مجالسِ ذیلی۔ ۱۹۰۷ء تک یہ ہوتا تھا کہ مسودات قوانین عامہ دوسری خواندگی کے بعد برائے نام کل ارکان کی مجلسِ ذیلی کے سپرد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Lowell : Government of England جلد اوّل باب ۱۲ دیکھنا چاہیئے اور صدر کے متعلق کتب ذیل: ڈلیچ کی کتاب "دارالعوام کا طریق کار" Redlich : Procedure of the House of Commons جلد دوم صفحات ۱۲۱-۱۷۱۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham ; Mother of Parliaments. صفحات ۱۱۹-۱۳۴۔ میک ڈونو "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh ; Book of Parliaments ۱۱۵-۱۳۲۔ پوریٹ "غیر اصلاح شدہ دارالعوام" Porrit ; Unreformed House of Commons جلد اول ابواب ۲۱-۲۲۔ اے ایل۔ ڈیسنٹ "قدیم ترین ایام سے زمانہ حال تک کے صدر دارالعوام" Dasent ; The speakers of the House of Commons from the Earliest Times to the Present day مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۱ء۔ میر۔ "صدر دارالعوام انگلستان و ممالک متحدہ امریکہ میں مناصب صدارت" G. Mer, Les speaker ; etude do la fonction presidentielle en Angleterre et aux Etats-Unis پیرس ۱۹۱۰ء۔

ہو جاتے تھے، مسند مذکور کے بعد سے یہ ہوتا ہے کہ صرف اس صورت میں وہ مسودات وہاں بھیجے جاتے ہیں کہ ایوان ایسا فیصلہ کرے۔ جملہ ارکان کی مجلسِ ذیلی محض دارالعوام ہی ہے جس کی صدارت صدر دارالعوام کے بجائے صدر مجلسِ آمد و خرچ کرتا ہے، اور اس وقت کی کارروائی کے قواعد ایسے ہیں جن سے تقریباً غیر محدود بحث مباحثہ کی اجازت ہوتی ہے اور اس کے علاوہ بھی تجویز کے جزئیات پر غور و بحث کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ جب امر زیر بحث کا تعلق مالیات سے ہوتا ہے تو یہ جماعت اصطلاحاً مجلس آمد و خرچ کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ جب تخفیص مصارف سے اس کا تعلق ہوتا ہے تو وہ امداد کے متعلق کل ارکان کی مجلس رسد کہلاتی ہے۔

منتخب مجالس ذیلی علی العموم پندرہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہیں اور وہ خاص مباحث و تجاویز کی تحقیق کرنے اور ان پر رائے دینے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ انھیں مجالس کے ذریعہ سے ایوان ثبوت جمع کرتا، گواہوں کی جانچ کرتا، اور دوسرے اطلاعات حاصل کرتا ہے جو دانشمندانہ وضع قوانین کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ جب کوئی منتخب مجلسِ ذیلی اس فوری مقصد کو پورا کر دیتی ہے جس کے لیے وہ وضع ہوئی تھی تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی ہر ایک مجلسِ ذیلی اپنا صدر خود منتخب کرتی ہے، اور ہر ایک اپنی کارروائیوں کی تفصیلی یادداشت رکھتی ہے جو اس کی باضابطہ روداد کے ساتھ اس نشست کے مشتہر شدہ پارلیمنٹی کاغذات میں شامل کر دی جاتی ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی مجلس کے ارکان دارالعوام کی طرف سے منتخب کیے جائیں مگر عملاً ان میں سے بعض یا کل کا تقرر مجلسِ انتخاب کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جاتا ہے جو خود گیارہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جسے ہر میقات کے شروع میں ایوان منتخب کرتا ہے۔ یہ مجلسِ انتخاب جو نہ صرف منتخب مجلسوں کے بلکہ مستقل مجالس اور خانگی و مقامی مسودات قوانین کے مجالس کے ارکان کا بھی تقرر کرتی ہے، وہ حکومت اور

فریق مخالف کے سرگروہوں کے مشورۂ باہمی کے بعد مقرر ہوتی ہے اور جو تقررات وہ کرتی ہے اس میں اصولاً و عملاً فریقانہ روش کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ منتخب مجالس کی تعداد لامحالہ مختلف ہوتی ہے مگر کم نہیں ہوتی۔ ایسی چند مجلسیں پورے سال کے لیے بنائی جاتی ہیں اور وہ میقاتی مجالس کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کی ایک مثال خود مجلس انتخاب ہے۔ دوسری مثال مجلس حسابات عامہ اور مجلس عرائض عامہ ہیں۔

۱۸۸۲ء سے آغاز ہو کر بعض بڑی مستقل مجلسیں قائم کی گئی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ ایوان کا وقت میں زیادہ کفایت ہو جائے ۱۹۰۷ء میں اس قسم کی مجلسوں کی تعداد دو سے بڑھا کر چار کر دی گئی جن میں سے ہر ایک میں ساٹھ سے اسی تک ارکان شامل تھے اور رقمی مسودات، خانگی مسودات[۱] اور ہنگامی احکام[۲] کے تصدیق کے مسودات کے سوا، یعنی فی الجملہ تمام سرکاری غیر مالی تجاویز کے لیے اس وقت سے یہ ضروری ہو گیا کہ ان میں سے کسی ایک مجلس کے حوالہ کئے جائیں جس کا تعین صدر کرتا ہے بشرط آنکہ ایوان دوسرے طور پر ہدایت نہ کر دے۔ کام میں اور زیادہ عجلت پیدا کرنے کے خیال سے ۱۹۱۹ء میں مستقل مجلسوں کی تعداد بڑھا کر چھ کر دی گئی، اور اگرچہ اس تاریخ سے قبل مستقل مجلس اس زمانہ میں نشست نہیں کر سکتی تھی جب کہ دارالعوام کے اجلاس ہو رہے

---

[۱] خانگی مسودہ قانون وہ ہے جس میں سلطنت کے عام مفاد کے بجائے کسی مقام، شخص یا جماعت یا اشخاص کا خاص فائدہ مدنظر ہو۔

[۲] ہنگامی حکم وہ ہے جو کسی عاملانہ عہدہ دار یا حکومت کے کسی محکمہ کی طرف سے جاری ہوا ہو اور جس میں کسی ایسی کارروائی کے عمل میں لانے کا اختیار دیا گیا ہو جس کے لئے درخواست دی جا چکی ہو یہ ہنگامی اس وجہ سے ہے کہ جب تک پارلیمنٹ اسے منظور نہ کرے وہ جائز نہیں ہوتا۔

ہوں بجز اُس کے کہ جس رکن کو مسودہ قانون تفویض ہو وہ مجلس کے سامنے اس قسم کی تحریک کرے، مگر اب قواعد بلا کسی قید کے اس کی اجازت دیتے ہیں۔[1] توقع یہ کی جاتی ہے کہ جو تجاویز مستقل مجلس کو سپرد کیے جائیں ان کی تنقیح و تحقیق اس کامل طور پر ہوگی کہ پھر بہ حیثیت مجموعی ان کے متعلق ایوان کا مزید وقت صرف نہ ہوگا۔ ۱۹۱۹ء میں جب مستقل مجلسوں کی تعداد بڑھائی گئی تو ان کی رکنیت کی تعداد گھٹا کر ساٹھ سے چالیس تک کر دی گئی اور یہ شرط رکھی گئی کہ جس مجلس کو کوئی مسودہ قانون تفویض ہوا ہو، مجلسِ انتخاب اس میں ارکان کا اضافہ کر سکتی ہے جن کی تعداد دس سے کم اور پندرہ سے زیادہ نہ ہو اور وہ مجلس اس مسودہ قانون کے غور و خوض کے دوران تک کے لئے برسرکار رہے۔[2] یہ طے شدہ سمجھنا چاہیے کہ یہ مزید و عارضی ارکان معاملہ زیر بحث کے ماہرین ہونگے۔ ہر مجلس کا صدر (خود اس مجلس کے ارکان میں سے) "گروہ صدور" میں سے منتخب ہونا چاہیے جو آٹھ سے دس تک ہوتے ہیں اور جنھیں مجلسِ انتخاب نامزد کر دیتی ہے۔[3]

---

[1] لیکن اگر ایوان میں تقسیم رائے کا مطالبہ ہوتا ہے تو مجلس مستقل کے صدر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتنی دیر کے لئے مجلس کی کارروائی ملتوی کر دے جس سے اس کے خیال میں ارکان کو تقسیم آرا میں رائے دینے کا وقت مل جائے۔

[2] یہ حکم اسکاٹلینڈ کے معاملات کی مجلس ذیلی پر عاید نہیں ہوتا۔

[3] خانگی مسودات قانون سے متعلق مجالس ذیلی کے بابت صفحات ماقبل ملاحظہ ہوں۔ ۱۹۱۹ء کے تغیرات کے قبل دارالعوام کی مجالس ذیلی جس حیثیت سے تھیں ان کا ذکر کتب ذیل میں ہوا ہے۔ لوئل "حکومت انگلستان" Lowell ; Government of England باب ۱۳۔ میریٹ "انگلستان کے سیاسی ادارات" Marriot : English Political Institutes باب ۹۔ البرٹ "پارلیمنٹ"

دارالامرا کی تنظیم یہ ضروری ہے کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان لامحالہ ایک ساتھ منعقد کئے جائینگے اور ایک کی برخاستگی دوسرے کے بغیر نہیں ہو سکتی لیکن واقعاً دارالامرا کے اجلاس دارالعوام کے اجلاس سے بہت زیادہ مختصرالمدت اور زیادہ فراغت واطمینان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ علی العموم ایوان بالائی ہفتہ میں چار مرتبہ منعقد ہوتا ہے اور کام کی کمی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ جن کارروائیوں کا انجام کار میں قانون بن جانا تیقن ہے ان میں وقت صرف کرنے کو دل نہیں چاہتا، یہ اجلاس اکثر ایک گھنٹہ کے اندر ہی اندر ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسے بھی اوقات ہیں جب یہ ایوان بہت سنجیدگی کے ساتھ اور زیادہ وقت تک غور و فکر کرتا ہے۔ کام کے لئے نصاب تین کا ہے۔ لیکن بیان کر دینا مناسب ہے کہ اگر کسی مسودہ قانون پر تقسیم آرا کے وقت یہ معلوم ہو کہ تیس ارکان موجود نہیں ہیں تو اس مسئلے کو غیر منفصلہ سمجھا جاتا ہے۔ رسمی مواقع اور ایسے موقعوں کے سوا جب کوئی ایسی تجویز زیر غور ہوتی ہے جس کی قسمت سے ارکان کو خاص دلچسپی ہوتی ہے، دارالامرا کی حاضری ہمیشہ بہت ہی کم ہوتی ہے۔ ایسے ارکان بھی ہیں جو حصول نشست کے لازمہ ضوابط پورا کر دینے کے بعد شاذ و نادر ہی اپنے رفقا میں آکر شامل ہوتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں مطلقاً کبھی آتے ہی نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس امر واقعہ کے کہ دارالامرا دنیا کی قانون ساز جمعیتوں میں عظیم ترین جمعیتوں میں سے ایک ہے، اس ایوان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Ilbert : Parliament باب ۶۔ رڈلیچ طریق کار دارالعوام Redlich ; Procedure of the House of Commons جلد دوم صفحات ۱۸۰۔۲۱۴۔ مے "پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رسم و رواج سے متعلق رسالہ" May ; Treatise on the Law, Priviliges Proceedings and Usage of Parliament ابواب ۱۳۔۱۴۔

کے رسمی عظمت کی وجہ سے بہت کم نقصان پہنچتا ہے حالانکہ وسیع مباحثی جماعتوں کی یہ ایک خصوصیت خاص ہے، بلکہ اس کے برعکس ایوان کی خوبی کار کو قلت حاضری سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

دارالامرا کے عہدہ دار تقریباً سب کے سب مقرر شدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت کے سوا جب کہ کسی امیر کا مقدمہ پیش ہو صدر عہدہ دار لارڈ چانسلر ہوتا ہے، اور ہم یہ دیکھ چکے ہیں اس کی نامزدگی وزیر اعظم کی صلاح پر بادشاہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ایوانِ بالائی کی صدارت کا فرض منجملہ ان فرائض کے ہے جو اس عجیب و غریب عہدہ دار کے کاموں میں داخل ہیں۔ اگر اپنے تقرر کے وقت یہ عہدہ دار طبقۂ امرا میں سے نہیں ہوتا تو معقول حد تک یہ یقینی ہے کہ اسے مرتبۂ امارت عطا ہو جائیگا اگرچہ کوئی قانونی ضرورت اس کی نہیں ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ وہ گدے دار کرسی جو صدر عہدہ دار کی نشست کا کام دیتی ہے خاص ایوان کی حد کے اندر نہیں ہے، اور اس لئے اس عہدہ دار کو محض صدارت کی حیثیت سے اس جماعت کا رکن ہونا ضروری نہیں ہے۔ اسے جو اختیارات ہیں وہ عام طور پر اتنے بھی نہیں ہیں جتنے ایک معدل کے ہوتے ہیں۔ اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ دو یا زائد ارکان ایوان کو مخاطب کرنے کے امتیاز کی درخواست کریں تو ایوان خود اس کا فیصلہ کرتا ہے کہ ان میں سے کون سامنے آئے (یعنی تقریر کرے)۔ مباحثہ کے دوران میں انضباط کا نفاذ چانسلر نہیں کرتا بلکہ ارکان کرتے ہیں اور جب یہ ارکان تقریر کرتے ہیں تو وہ صدر کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں "مائی لارڈز" (معزز امرا)۔ چانسلر اگر طبقۂ امرا میں ہو تو وہ دوسرے ارکان کی طرح تقریر کر سکتا اور رائے دے سکتا ہے مگر بہ حیثیت صدر کے وہ فیصلہ کن رائے نہیں دے سکتا۔ مختصر یہ کہ ایوان کے اندر چانسلر کی حیثیت خالصتہً رسمی ہے۔

"نائبان صدر" کے علاوہ (جن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ چانسلر کی عدم موجودگی میں صدارت کریں)، دارالامرا کے بقیہ عہدہ دار جو

اپنے عہدوں کے لئے حکومتی تقرر کے منت کش ہوتے ہیں، حسب ذیل ہیں:۔ محرر پارلیمنٹ جو یادداشتوں کو مرتب رکھتا ہے۔ داروغہ جو صدر عہدہ دار کے ساتھ رہتا اور اس کے عصا کے محافظ کا کام دیتا ہے۔ صاحب عصائے سیاہ: اس باشان وشکوہ عہدہ دار کا کام یہ ہے کہ جب ارکانِ دارالعوام کی حاضری کی ضرورت ہو تو وہ انھیں طلب کرے اور دوسرے رسمی مواقع پر بھی کم وبیش مفید خدمت انجام دے۔ ایک اہم عہدہ دار جس کا انتخاب خود ایوان کرتا ہے وہ مجالسِ ذیلی کا صدر ہے جس کا فرض یہ ہے کہ جملہ ارکان کی مجلسِ ذیلی کے وقت صدارت کرے۔

ارکان کے امتیازات

کچھ رواج کی بنیاد پر اور کچھ قانونِ تحریری کی رو سے، قائم شدہ امتیازات کا ایک مجموعہ ایسا موجود ہے جن میں سے بعض کا تعلق دارالعوام اور نیز دارالامرا سے بہ حیثیت مجموعی ہے اور بعض کا تعلق ان دونوں ایوانوں کے انفرادی ارکان سے ہے۔ نئی منتخب شدہ پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت صدر دارالعوام اپنے زیر صدارت ایوان کے لئے جن امتیازات کی "درخواست کرتا ہے" اور جو لازماً انھیں مل بھی جاتے ہیں ان میں خاص خاص امتیازات یہ ہیں:۔ گرفتاری سے آزادی، تقریر کی آزادی فرمانروا تک رسائی، اور ایوان کی کارروائیوں کی "ہمدردانہ تاویل"۔ ارکان کو گرفتاری سے آزادی کا حق دورانِ میقات میں اور اس سے چالیس دن قبل اور چالیس دن بعد تک حاصل رہتا ہے مگر دیوانی مقدمات میں گرفتاری کے سوا اور کسی طرح پر قابلِ الزام جرم کے نتائج سے ارکان اس ذریعے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آزادی تقریر جس کی ضمانت مختتم طور پر "فرد حقوق" میں کی گئی تھی، اس کا منشا صرف اتنا ہے کہ کوئی رکن اپنے ایوان کی مباحثوں میں یا کارروائیوں کے دوران میں جو کچھ کہے اس کے لئے پارلیمنٹ سے باہر اس کے خلاف کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی نہ کی جائے

فرمانروا تک رسائی کا حق دارالعوام کو اپنے صدر کے توسط سے مجموعۃً حاصل ہے مگر امرا کو انفراداً حاصل ہے۔ پارلیمنٹی حکومت کے نشو و نما کے ساتھ ساتھ یہ حق اور "ہمدردانہ تاویل" کا امتیاز دونوں عملی اہمیت کے پایہ سے ساقط ہو گئے ہیں۔ دوسرا امتیاز جو اب تک باقی ہے وہ جوری کی خدمات سے استثنا کا امتیاز ہے، البتہ اب گواہ کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کرنے کا حق باقی نہیں رہا ہے۔ ہر دو ایوان کو یہ امتیاز حاصل ہے اور اب یہ امتیاز تمام عملی اغراض کے لئے بمنزلۂ حق کے ہو گیا ہے کہ وہ اپنی کارروائیوں کے لئے خود ضوابط وضع کریں، اہانت کے لئے لوگوں کو سزا دیں اور اپنے ارکان کے اوصاف کا تصفیہ کریں۔ لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ۱۸۶۸ء میں متنازعہ انتخابات کا فیصلہ دارالعوام نے عدالتوں کے حوالہ کر دیا ہے۔ ایک امتیاز جسے دارالامرا نے سختی کے ساتھ قائم رکھا ہے یہ ہے کہ بغاوت یا جرم شدید کے تمام مقدمات خود ایوانِ بالائی تاجدار کے مقرر کردہ لارڈ ہائی اسٹیوارڈ کے زیر صدارت فیصل کرے۔ امرا دیوانی مقدمات میں گرفتاری سے نہ صرف میقاتوں کے عین قبل و بعد بلکہ ہمہ وقت مستثنیٰ ہیں اور ان کے مختلف مناصب کے اعتبار سے جو حقوق، امتیازات اور اعزاز قانوناً یا رواجاً ان کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں، وہ ان سے نفع اندوز ہوتے ہیں[1]

---

[1] دارالعوام کے امتیازات کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئے:۔ انسن، "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson ; Law and Custom of the Constution.
جلد اول صفحات ۱۵۲۔۱۸۹۔ لوئل حکومت انگلستان. Lowell ; Government of England.
جلد اول باب ۱۱۔ والپول "مرتبہ انتخاب کنندگان و مجلس وضع قوانین" Walpole ; Elecrorate and Legislature
باب ۵۔ رڈلچ "دارالعوام کا طریق کار" Redlich ; Procedure of he House of Commons.
جلد سوم صفحہ ۲۳-۵۰

ارکان دارالعوام کو معاوضہ

دارالعوام کو عمومی بنانے میں ایک اہم اقدام ۱۹۱۱ء کے اس فیصلے سے ہوا جس کی رو سے ارکان کو قومی خزانہ سے تنخواہ دینے کا آغاز ہوا۔ ازمنہ وسطی میں اضلاع اور برو کے ارکان اپنے انتخاب کنندگان سے کچھ معاوضہ پاتے تھے مگر اس خرچ کو ایک بار سمجھا جاتا تھا اور متعدد حلقہہائے انتخاب نے یہ درخواست کی کہ وہ اتنے گران خرچ امتیاز کے عمل میں لانے سے معاف رکھے جائیں۔ ٹیوڈرون کے زمانے میں ارکان کا معاوضہ متروک ہوگیا[1] انتخاب کی کارروائی کرنے اور پارلیمنٹی رکن کی حیثیت قائم رکھنے کا خرچ ہمیشہ ایک گراں خرچ رہا ہے اور صدیوں سے یہ ہوتا آیا ہے کہ قلیل البضاعت اشخاص پارلیمنٹی امیدواری سے عملاً مجبور رہے ہیں۔ سنہ ۱۹ء کے بعد حزب العمال نے اپنے ضرورت مند نمائندوں کو مدد دینے کا آغاز کیا۔ مگر ارکان کے صرف ایک مختصر گروہ کو اس قسم کی مدد ملتی شخصی اور وہ بالکلیہ ذاتی اور ماورائے قانون نوعیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک مستند کتاب جس میں اس بحث پر وسعت کے ساتھ بحث کی گئی ہے وہ مے کی کتاب ہے "پارلیمنٹ کے قانون امتیازات طریقہائے کار سے متعلقہ رسالہ"

May Treatise on the Law, Privileges, Proceedings and Usage of Parliament خاص کر ابواب ۳ و ۶

[1] آخری شخص جس کے نسبت یہ معلوم ہے کہ اسے بہ حیثیت رکن کے باقاعدہ تنخواہ ملتی رہی وہ شاعر اینڈرو مارویل ہے جو چارلس دوم کے اوایل عہد میں اٹھارہ برس متواتر ہل کا نمائندہ رہا۔ سابق زمانوں میں، کفایت شعار حلقہہائے انتخاب نے جو تدبیریں اختیار کیں ان میں سے ایک یہ رواج بیان ہونا چاہیے جو روچسٹر میں جاری تھا کہ کوئی اجنبی جو شہر کی فصیل کے اندر اقامت اختیار کرتا اسے خود اپنے خرچ پر پارلیمنٹ میں کام کرنا پڑتا۔

کی تھی۔ اس غرض کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ غریب مگر قابل اشخاص دارالعوام سے خارج نہ رہیں ارکان کے لئے سرکاری و باقاعدہ معاوضہ کا مطالبہ تین ربع صدی قبل منشوریوں نے کیا تھا، اور ۱۸۶۷ء کے بعد سے وقتاً فوقتاً اس کے لیے شورش ہوتی رہی۔ ۱۸۹۳ء میں اور پھر ۱۸۹۵ء میں ارکان کو معاوضہ دینے کی قرار داد دارالعوام میں قبول کی گئی اور ۱۹۰۶ء میں ایک قرار داد اس مقصد کی منظور ہوئی کہ ہر رکن کو تین سو پاؤنڈ سالانہ تنخواہ ملنا چاہیئے مگر ۱۹۱۱ء تک یہ نہ ہو سکا کہ اس مقصد کی کارروائی ایوان بالا ئی میں منظور ہو جاتی۔

"فیصلہ اوزبرن" سے ایک نیا جوش تحریک پیدا ہو گیا۔ اس مقدمہ میں عدالتہائے تخیانی کے مراجعہ پر دارالامرا نے دسمبر ۱۹۰۹ء میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ مزدوری انجمنیں جو رقوم جمع کرتی ہیں ان میں سے پارلیمنٹی ارکان کو معاوضہ دینا خلاف قانون ہے[۱] اس فیصلے کے اعلان کے ساتھ ہی

---

[۱] مقدمہ اوزبرن بنام "انجمن متحدہ ملازمانِ ریلوے"۔ ڈبلیو۔ ڈی اوزبرن "گریٹ وسٹرن ریلوے" کے اسٹیشن کلیپٹن کے قلیوں کا چودھری اور انجمنِ متحدہ کی شاخ والتھسٹو کا معتمد تھا۔ اس نے اپنی انجمن کے قاعدے کے خلاف اعتراض کیا کہ پارلیمنٹ میں مزدوری نمائندوں کو معاش مہیا کرنے کے لئے تمام ارکان پر چندہ لگایا جائے۔ بہت سے ارکان اتحاد مزدوراں اس رائے میں ہم خیال تھے اور ایک امتحانی مقدمہ اس غرض سے دائر کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ قاعدہ تجاوز الحد اور اس لئے کالعدم تھا۔ عدالتِ شاہی نے مدعی کے خلاف فیصلہ کر دیا مگر عدالت مراجعہ نے اس فیصلہ کو بدل دیا اور مقدمہ دارالامرا میں آیا جس نے اس درمیانی عدالت کے فیصلہ کو قائم رکھا۔ ملاحظہ ہو کتب ذیل:۔ اوگ "جدید یورپ کا اقتصادی ارتقا"
Ogg : Economic Development of Modern Europe.
صفحات ۲۳۴-۲۴۰۔ سڈنی و بیٹرس وب "تاریخ اتحاد مزدوراں" S.andB. Webb : History of Trade Unionism طبع جدید مطبوعۂ لندن ۱۹۱۱ء صفحہ ۴۲۴-۴۰۸

مزدوری عناصر نے مسلسل مطالبہ کیا کہ فیصلہ کے بدل دینے کے لئے قانون وضع کیا جائے۔ ۱۶ مئی ۱۹۱۱ء کو وزیر مال نے دارالعوام کے سامنے جو موازنہ پیش کیا اس میں یہ قضیہ اس طرح نہیں لایا گیا جس سے امرا کے فیصلہ پر موافق یا مخالف اثر پڑتا ہو بلکہ یہ چاہا گیا کہ دارالعوام کے کل غیر سرکاری ارکان کو چارسو پاؤنڈ سالانہ تنخواہ ملا کرے۔ اور ۱۰ اگست کو دارالعوام میں ایک قرارداد منظور ہو گئی جس کے بموجب طے پایا کہ "اس ایوان کے ہر رکن کو چارسو پاؤنڈ سالانہ کے حساب سے تنخواہ ملا کرے۔" اس سے وہ ارکان خارج تھے جو بروقت ایوان کے عہدہ دار یا وزیر یا شاہی محل کے عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے کوئی تنخواہ پا رہے ہوں۔" اکثر اتحادئین اس جدت کے خلاف تھے اور آزاد خیالوں کی ایک تعداد بھی اسے پسند نہیں کرتی تھی مگر حکومت اس پر جمی ہوئی تھی کہ جس طرح ہو اسے منظور کرانا چاہئے کیونکہ اپنے حلیف حزب العمال کے ساتھ وہ جن مشکلات میں پھنس گئی تھی اس سے مفر کا صرف یہی ایک عملی ذریعہ نظر آتا تھا۔ آخر یہ تجویز قانون بن گئی جلیل القدر انتخابی جماعتہائے مقننہ کے ارکان کو تنخواہیں دینا

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ڈبلیو۔ وی۔ اوزبرن "میرا مقدمہ فیصلہ اوزبرن کے اسباب و نتائج"

W. V. Osborne: My Case; The cause and Effect of the Osborne Judgment　مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء۔ ایچ۔ ڈبلیو ہارویل مضمون "پارلیمنٹ میں مزدوری نمائندوں کو ادائی معاوضہ"

H. W. Horwill; The payment of Labour Representatives in Parliament　مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کواٹرلی" جون ۱۹۱۰ء۔

[1] ۔ فیصلہ اوزبرن کا اثر یہ ہوا کہ اتحادات مزدوران صرف سیاسی اغراض ہی میں بلکہ اور مختلف مقاصد میں جن سے ان اتحادات اور ان کے ارکان کو دلچسپی تھی، اپنے سرمایہ کے صرف کرنے سے روک دیئے گئے۔ اسکاٹلینڈ کی ایک عدالت تو اس حد تک بڑھ گئی کہ اس قسم کی کسی انجمن کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے سالانہ کانگریس

نقائص سے مبرا نہیں ہے، مگر اصولاً یہ درست ہے اور یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ متعدد یوروپی اقوام ہیں جنھوں نے حال میں یہ روش اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ جرمانیہ میں ۱۹۰۶ء میں اور اطالیہ میں ۱۹۱۲ء میں یہ قاعدہ رائج ہوا۔ ۱۹۱۱ء کے برطانی قانون کے بموجب جو تنخواہ قرار دی گئی ہے زیادہ نہیں ہے، (اگرچہ براعظمی ممالک کی تنخواہوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے) مگر اس سے بہت سے ایسے لوگوں کے لئے امید واری کا امکان پیدا ہو گیا جو سابق میں کسی طریقے سے بھی زندگی عامہ میں داخل ہونے کا خیال دل میں نہیں لا سکتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے مندوبوں کے اخراجات ادا کرے۔ ان شدید رکاوٹوں کے خلاف مزدوروں کے تعرضات کا نتیجہ ۱۹۱۳ء میں قانون اتحاد مزدوران کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس قانون نے نہ صرف "اتحاد مزدوران" کی اصطلاح کی زیادہ واضح تعریف کر دی بلکہ شرائط کو متعین کر دیا جن کے تحت میں کوئی انجمن اتحاد مزدوران اپنا سرمایہ صرف کر سکتی ہے۔ اس قانون کا منشا یہ ہے کہ (۱) اتحاد مزدوران اپنا سرمایہ بلا کسی حصہ و قید کے (سوائے سیاسی اغراض کے) ہر ایک ایسے جائز مقصد و غرض کے لئے استعمال کر سکتا ہے جس کا اسے ہر وقت اپنے دستور اساسی (قواعد) کے بموجب اختیار ہو (۲) اتحاد مزدوران اپنا سرمایہ سیاسی اغراض پر لگا سکتی ہے بشرطیکہ دو شرطیں پوری ہو جائیں یعنی سیاسی مقاصد زیر نظر کی موافقت میں ارکان اتحاد نے خفیہ رائے دہی کے ذریعہ سے کوئی قرار داد منظور کی ہو، یا یہ کہ اس قسم کا چندہ دینے کے لئے ارکان پر کسی قسم کا جبر نہ کیا جائے۔ عدالتِ مرافعہ اور دارالامرا، دونوں عدالتوں میں ججوں پر اس امر واقعہ کا اثر پڑا تھا کہ حزب العمال کے "اقراری قاعدے" کی وجہ سے اس کے پارلیمنٹی نمائندے کے لئے اپنی رائے سے کام لینے کا کوئی محل باقی نہیں رہتا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں یہ قاعدہ ترمیم کر دیا گیا، اگرچہ اب بھی مزدوری ارکان فریقاً نہ وفاشعاری کی معمولی ذمہ واریوں سے کچھ زاید کے پابند ہیں۔ اس تغیر نے ۱۹۱۳ء کے وضع قانون کا راستہ صاف کرنے میں مدد دی۔

باب یازدہم

پارلیمنٹ، فرائض، طریق کار، و نظم کابینہ

ظاہری و نظری حیثیتیں۔

جدید انگلستان کا تمام سیاسی ارتقا دو جلیل القدر واقعات کے گرد مرکوز ہے، ایک پارلیمنٹ کے رفتار کی ترقی اور دوسرے اُس کے ایوانِ غالب یعنی دار العوام میں عمومی اقتدار کا قائم ہو جانا۔ دونوں ایوانوں نے اختیارات میں جیسی وسعت حاصل کی ہے اس کی نسبت پہلے کسی قدر مذکور ہو چکا ہے۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ اب سے مدتوں پہلے پارلیمنٹ نے قومی دستورِ سلطنت میں اپنی مرضی سے تغیر و اضافہ کرنے کا اختیار حاصل کر لیا ہے اور ادھر حال کے زمانہ کے دستوری تغیرات میں سے اکثر نہیں تو متعدد تغیرات اسی طریق سے عمل میں آئے ہیں۔ دستوری ترمیم کے اختیار کے قدموں کے پیچھے ہی پیچھے عام وضعِ قوانین کا اختیار بھی لگا چلا آیا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پارلیمنٹ انگلستان کے تمام قوانین کی واضع ہے۔

رواجی قانون کا بہت بڑا حصہ ایسے ذرائع سے وجود پذیر ہوا ہے جو تشریعی قانون ساز ایوانوں کے حدود سے بالکل باہر ہیں، مگر اس زمانہ میں جس حد تک قومی "قوانین" وضع کیے جاتے ہیں، انھیں بالواسطہ یا بلاواسطہ پارلیمنٹ ہی وضع کرتی ہے۔ کوئی مبحث ایسا نہیں ہے جس کے متعلق پارلیمنٹ قانون نہ وضع کر سکے، قانون کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جسے وہ کتب قوانین تحریری پر ثبت نہ کر سکے، کوئی (تحریری یا غیر تحریری) موجود قانون ایسا نہیں ہے جس کی وہ ترمیم یا تنسیخ نہ کر سکے۔ اس کہنے کی کوئی حاجت نہیں کہ پارلیمنٹ نے جو قوانین وضع کیے ہیں ان کی مقدار بہت زیادہ ہے۔

دارالعوام ہر حال میں ہمیشہ نہایت ضروری کارروائیوں میں مستغرق رہتا ہے اور اگرچہ مجالس ذیلی کے زیادہ وسیع استعمال سے اور دوسرے تدابیر سے (جن کا ذکر آگے چل کر ہوگا) طریق کار میں عجلت و سرعت پیدا کی گئی ہے پھر بھی نہایت اہم مسائل برسوں اس انتظار میں پڑے رہتے ہیں کہ ان پر غور کرنے کا مناسب موقع ہاتھ آئے۔ علی ہذا، اسی طرح وہ آمدنی جو خزانہ میں آتی ہے اور جسے پارلیمنٹ سے بے نیاز ہو کر استعمال کیا جا سکتا ہے وہ ایک دن کے لیے بھی حکومت کا کام چلانے کے لیے کافی نہ ہوگی اور پارلیمنٹ (بلکہ در اصل دارالعوام) اپنے تعین اخراجات کے قوانین سے نہ صرف عملاً تمام سرکاری رقوم کے قانونی خرچ کو ممکن بنا دیتی ہے بلکہ وہی اجرائے قوانین کی کارروائیوں سے ایسے سرمائے مہیا کرتی ہے جن سے تقریباً تمام معینہ اخراجات پورے ہوتے ہیں۔

مزید برآں پارلیمنٹ (اور پھر خاصکر دارالعوام) کو نظم و نسق کے کاموں کی تحقیق، تنقید و ہدایت کا پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ انگریزی نظم کی ایک واقعی خصوصیت یہ ہے کہ وزراء لامحالہ پارلیمنٹ کے ارکان ہوتے ہیں اور وہ اسی وقت تک عہدے پر قائم رہتے ہیں جب تک انھیں دارالعوام کی کثرت کی تائید حاصل ہوتی ہے اور یہ کہ کابینہ (یعنی وہ اندرونی حلقہ جو اعلےٰ وزراء سے مرتب ہوتا ہے) عام طور پر اس انتظامی ادارے کے

چلانے کے لئے جسے پارلیمنٹ قائم کرتی اور برقرار رکھتی ہے عملاً پارلیمنٹ کی مجلس عاملہ کا کام دیتا ہے۔ دارالامرا کے ایک سربرآوردہ رکن نے ایک مرتبہ بالاعلان یہ کہا تھا کہ "پارلیمنٹ ہمارے وزرا کو بناتی اور بگاڑتی اور ان کے کاموں پر نظر ثانی کرتی ہے۔ وزارتیں صلح و جنگ کر سکتی ہیں مگر وہ اس خطرے کے ساتھ ایسا کرتی ہیں کہ پارلیمنٹ انھیں فوراً عہدے سے برطرف کر سکتی ہے' اندرونی نظم و نسق کے معاملہ میں بھی پارلیمنٹ کا اختیار ایسا ہی بلا واسطہ ہے۔ کوئی وزارت اگر ضرورت سے زیادہ فضول خرچ یا ضرورت سے زیادہ کفایت شعار ہو تو پارلیمنٹ اسے برطرف کر سکتی ہے' کسی وزارت کی حکومت اگر ضرورت سے زیادہ سخت یا ضرورت سے زیادہ نرم ہو تو بھی پارلیمنٹ اسے برطرف کر سکتی ہے' واقعاً و عملاً وہ ہر اعتبار سے انگلستان' اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ پر براہ راست حکومت کرتی ہے"[۱]

کابینہ اور انتخاب کنندگاں کے حق میں کمی اختیار

یہ تمام جلیل القدر اختیارات جو پارلیمنٹ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں' وہ بلا چون و چرا اس سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان سرسری بیانات کا جس قدر مفہوم عام طور پر سمجھا جائے گا اس قدر یہ اختیارات بہ اطلاق اور قوت کے ساتھ دونوں ایوانوں کی جانب سے عمل میں نہیں آتے اور صحیح حالت کے معلوم کرنے کے لئے کسی قدر سطح کے نیچے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کی تنقیح سے یہ امر واقعہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ جہاں تک ان اختیارات کے واقعی عملدرآمد سے تعلق ہے پارلیمنٹ کے یہ اختیارات ایک جانب کابینہ اور دوسری جانب انتخاب کنندگان کے حق میں کم ہوتے جاتے ہیں۔ بروقت اس انکشاف سے کسی قدر صدمہ سا ہوتا ہے ہم یہ خیال کرنے کے عادی ہیں کہ پارلیمنٹ عمومی حکومت کا ایک

[۱] ڈیوک ڈیونشائر، منقول لو "حکمرانی انگلستان" Low, Governance of England طبع جدید صفحات ۵۷ ، ۵۸

عظیم الشان عضو ہے، اور وہ جن اختیارات کو کام میں لاتی ہے ان کی کمی
سے عمومیت کے قدم پیچھے ہٹنے کا خیال پیدا ہوتا ہے، لیکن جب ہم یہ
خیال کرتے ہیں کہ کابینہ کے حق میں اختیار کا زائل ہونا لازماً عمومی حکومت
کے منافی نہیں ہے کیونکہ کابینہ زیادہ تر پارلیمنٹ کے منتخب شدہ
ارکان سے مرکب ہوتا اور دارالعوام کے روبرو ذمہ دار ہوتا ہے تو ہمیں
ہمیں اطمینان ہو جاتا ہے اس لئے کہ ہم محسوس کرنے لگتے ہیں کہ انتخاب کنندگان
کے حق میں زوال اختیار کے تو لامحالہ یہ معنی ہیں کہ اختیارات خود قوم
کے قبضے میں بلا واسطہ واپس کئے جا رہے ہیں۔

اس آخر الذکر ارتقا میں تین امور خصوصیت سے ممد و معاون ہوئے
ہیں۔ پہلا امر یہ ہے کہ معاملات عامہ کے متعلق معلومات بہت زیادہ بڑھ
گئے ہیں اور رائے عامہ میں تعین کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، اور اس کا
امکان مطابع، برقیات، اور دوسرے ذرائع سے خبروں اور خیالوں
کی عاجلانہ و کم خرچ اشاعت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ لول کہتا
ہے کہ کوئی مباحثہ، کوئی رائے یا کوئی منظر جو پارلیمنٹ میں بہت
رات گئے پیش آیا ہو، وہ دوسری صبح کو ناشتہ کے وقت تمام ملک
میں شایع ہو جاتا ہے اور مقتدر رائے دہندے دائرے اور مجلسیں وغیرہ
پارلیمنٹ کی آئندہ نشست کے قبل اپنے رکن پر اس کی رائے کے لیے
تحسین یا نفرین کریں اس کی ہمت افزائی کریں یا اس پر ملامت کرتی
ہیں[1]۔ ہر وقت اپنے انتخاب کنندگان کے زیر نظر رہنے کی وجہ سے
اس وقت کے ارکان اپنے حسب خواہش عمل، تقریر، اور رائے میں اس
سے کم آزاد ہیں جتنا سو برس قبل ان کے پیشرو تھے۔ اس صورت حال
میں ایک دوسرا جزو مراجعہ یا حکم عمومی کے خیال کی ترقی ہے۔
قانونی طور پر پارلیمنٹ اب بھی آزاد ہے کہ جس طرح چاہے دستوری

---

[1] لوئل "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England جلد اول صفحہ ۴۴۴۔

تغیرات عمل میں لائے اور معمولی قوانین وضع کرے لیکن گزشتہ ربع صدی اور
بالخصوص ۱۱-۱۹۰۹ء کی سخت سیاسی کشاکشوں کے وقت سے یہ خیال وسعت
کے ساتھ جڑ پکڑ گیا ہے کہ زیادہ اہم معاملات پر اختتامی کارروائی
کرنے کے قبل ایوانوں کو اپنے سرگروہوں کے توسط سے (معمولی
حالتوں میں برطرفی پارلیمنٹ کے ذریعہ سے جس کے بعد قومی انتخاب ہو)
قوم سے مشورہ کرنا چاہیئے تاکہ قطعی وضع قانون قوم تازہ و غیر مشکوک حکم
پر مبنی ہو۔ ایک تیسرا اور زیادہ اہم جزو کابینہ کے اختیار کی نمایاں ترقی
ہے اور نیز یہ کہ کابینہ دارالعوام کے روبرو ذمہ دار ہونے کے
بجائے واقعاً انتخاب کنندگان کے روبرو براہ راست ذمہ دار ہوتا
جاتا ہے۔ کابینہ کے اس زیادتی اختیار کا جس طرح پارلیمنٹ پر اثر پڑتا ہے
اس کے لیے کسی قدر تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔

توضیع قوانین کے معاملہ میں کابینہ اور پارلیمنٹ

سو برس پہلے بلکہ اس سے بھی کم زمانہ تک کابینہ کے
ارکان کو قانون بنانے میں نسبتاً کم دخل تھا۔ اس
وقت تک اتفاقی مستثنیات کے سوا، یہ ارکان پارلیمنٹ
کے رکن ضرور ہونے لگے تھے مگر ان کے فرائض
زیادہ تر عاملانہ تھے اور جو قوانین وضع کیے جاتے
تھے ان کے متعلق ان کی عام ذمہ داری کم ہوتی تھی۔ لیکن ارباب نظم و نسق
ہونے کی حیثیت سے عامہ قوم کا ان سے انسدادی قوانین کا مطالبہ کرنا،
قانون سازی اور نظم و نسق کے تعلقات باہمی کی پیچیدگی کا بڑھتا جانا
اور اندرونی وزارتی گروہ میں ارتباط و انضباط میں ترقی کا ہونا مختصر
یہ کہ کابینی نظم کی پختگی سے انیسویں صدی میں صورت حال بالکل ہی بدل گئی۔
اس وقت کابینہ قانون سازی میں نہ صرف سرگرمی کے ساتھ شرکت کرتا ہے
بلکہ وہی یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کونسے اہم تجاویز ایوان کے سامنے آنا چاہیئے
وہی ان تجاویز کی صورت قرار دیتا، انھیں پیش کرتا، ان کی تشریح کرتا،
ان کی حمایت کرتا، ان کے منظور ہونے پر زور دیتا، ان کے منظور ہو جانے

پر ان کی پوری ذمہ داری اپنے سر لیتا اور اگر ایوانِ عمومی ان تجاویز یا ان میں سے کسی ایک تجویز کو قطعاً مسترد کر دے تو کابینہ حکمرانی کی سعی سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ کابینہ کا ہر ایک رکن ایک نہ ایک ایوان میں نشست رکھتا ہے اور جس ایوان کا وہ رکن نہیں ہوتا، اس ایوان میں علی العموم وہ (یا یوں کہیے کہ جس محکمہ عاملہ یا دفتر کا وہ صدر ہوتا ہے وہ محکمہ یا دفتر) پارلیمنٹی نائب معتمد کی شکل میں اپنا ایک نمائندہ رکھتا ہے۔ جو تجاویز کابینہ پیش کرتا ہے وہ "حکومتی مسودات قانون" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا منظور ہو جانا تقریباً یقینی ہے۔ ان مسودات میں سے اگر کسی کو شکست ہو جائے اس حالت میں کیا واقعہ ہوگا، اس کا انحصار اس وقت کی صورتِ حالات پر ہے مگر اس کے بعد کابینہ کا زوال اغلب ہوتا ہے۔ دونوں ایوان کے وہ ارکان جن کا تعلق حکومت سے نہیں ہوتا وہ بھی مسوداتِ قوانین پیش کر سکتے ہیں مگر ارکان کے "خانگی مسودات" پر غور کرنے کا وقت بہت کم دیا جاتا ہے اور ان میں سے بہت ہی کم مسودات منظور ہوتے ہیں اور جو مسودات زیادہ وسیع الاثر اور تنازعی نوعیت کے ہوتے ہیں ان میں سے تو ایک بھی منظور نہیں ہوتا[1]

حقیقت یہ ہے کہ معمولی ارکان صاف طور پر عاطلانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ خانگی رکن قوانین کی تائید میں سرکاری رہبروں کی تقریریں اور فریق مخالف کے رہبروں کے جوابات سنتا ہے اور اگر وہ ہوشیار ہو تو وہ ان مباحث میں خود بھی کسی قدر حصہ لے سکتا ہے آخر میں وہ اپنی رائے کسی ایک

---

[1] ۔ جنگ عظیم کے قبل جو ترتیب کار مدتوں سے قائم تھی اس کے بموجب سہ شنبہ اور چہار شنبہ کو سوا آٹھ بجے شب کے بعد اور جمعہ کی نشست کے سوا اور ہر ایک نشست میں حکومت کے کام کو تقدم حاصل ہوتا تھا اور التوا کی تحریک کے تحت میں ان اوقات میں بھی عام اہمیت کے ضروری معاملات ارکان کے خانگی تحریکات کو ہٹا دیتے تھے۔ زمانہ جنگ میں حکومت نے ارکان کے ذاتی مسودات قوانین کو بالکلیہ خارج کر کے کل وقت کام کے لئے لے لیا۔

جانب دیتا ہے۔ وہ کس طرف رائے دے گا یہ عام طور پر پہلے ہی سے بتایا جا سکتا ہے کیونکہ اُس کی رائے سے نہ صرف مسودہ زیر غور کی قسمت کے بلکہ وزارت اور اس لئے خود اس کے فریق کی قسمت کے فیصلہ میں مدد ملتی ہے۔ آزاد خیال ارکان کے لئے ضروری ہے کہ آزاد خیال وزارت نے جو مسودات قوانین پیش کئے ہوں ان کی موافقت میں رائے دیں ورنہ وہ اس وزارت کو تباہ کر دیں اور خود اپنے فریق کو اقتدار سے ہٹا دیں۔ حکومت کے مسودات کے خلاف متواتر و بالاستحکام رائے دینے ہی سے فریق مخالف کو ایسے مظاہرے پیش کرنے کی امید ہو سکتی ہے جن سے وہ قوت اور انجام کار وہ کثرت پیدا ہو جائے جو کابینہ کو پلٹ دینے کے لئے ضروری ہے۔ (اوقات جنگ کے حالات کو مستثنیٰ کر کے) کہیں بھی فریقانہ حدود اس سختی سے متعین نہیں ہیں جیسے دارالعوام کے اندر ہیں بہت کم تشریعی جماعتیں ایسی ہوں گی جن میں معمولی ارکان شخصی ہدایت کو اس سے کم کام میں لاتے ہوں۔ وہ امریکی مصنف جس نے اس معاملہ کا سب سے زیادہ غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے، یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ "یہ کہنے میں کچھ بھی مبالغہ نہیں ہوگا کہ سر دست کابینہ پارلیمنٹ کی صلاح و منظوری سے قوانین وضع کرتا ہے اور قانون سازی محض ایک متحرک بالذات اکثریت کا کام ہو جانے سے صرف اس وجہ سے بچا ہوا ہے کہ خانگی ارکان کو خود اپنے چند تحریکات و مسودات پیش کرنے اور حکومت کے مسودات قوانین پر آزادی کے ساتھ تنقید کرنے یا ان میں ترمیمات تجویز کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ کابینہ کا کام خود رایانہ ہے کابینہ ہمیشہ اپنی انگلی دارالعوام اور خاص کر اپنی اکثریت کی نبض پر رکھے رہتا اور بیرونی احساس کے اظہارات پر برابر نظر لگائے رہتا ہے۔ اس کا کام زیادہ تر یہ ہے کہ وہ اپنے مؤیدین کی خواہشوں کو جمع و مرتب کرے مگر اکثریت کو کابینہ کے نتائج حاصلہ قبول کرنا ضروری ہیں اور ان کے پورا کرنے میں وہ تقریباً متحرک بالذات بن جاتی ہے"[1]

---

[1] لوول "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England جلد اول صفحہ ۳۲۶۔

نظم و نسق کے معاملہ میں کابینہ و پارلیمنٹ

عاملانہ و انتظامی کاموں کے حدود میں بھی ایسی ہی حالت قائم ہے۔ کابینہ کے اکثر ارکان بڑے بڑے عاملانہ دفتروں یا محکموں کے سرگروہ ہوتے ہیں۔ بہ حیثیت وزرا کے ان کا اولین کام یہ ہے کہ ان محکموں کے اندر یا ان کے ذریعہ سے جو کام انجام پاتے ہیں ان کی نگرانی کریں اور جب سے نظم کابینی وجود میں آیا ہے اس وقت سے اپنے تمام عاملانہ افعال کے لیئے پارلیمنٹ کے روبرو وزرا کی راست وکامل ذمہ داری ایک اصول مسلمہ کے طور پر قبول کر لی گئی ہے۔ نظریہ یہ ہے کہ وزرا جو کچھ کرتے ہیں اس کے لیئے وہ چھوٹے چھوٹے منفرد معاملات میں تنہا اور اہم معاملات میں مجموعۃً منتخب شدہ ایوان کے روبرو جواب دہ ہیں۔ ان کے افعال کی جانچ، تنقید، نظر ثانی اور تنسیخ ہو سکتی ہے اور جو وسیع اختیارات وہ عمل میں لاتے ہیں دارالعوام جب چاہے اپنی تائید کو روک کر ان اختیارات سے انھیں محروم کر سکتا ہے۔ دارالعوام کا ہر ایک رکن اطلاع حاصل کرنے کی غرض سے تاجدار کے جس وزیر سے چاہے سوال کر سکتا ہے (بشرطیکہ صدر دارالعوام کی رائے میں یہ سوال موزوں ہو) خاص صورتوں کے سوا اس قسم کے سوالات کے لیئے کم از کم ایک دن قبل اطلاع دینا چاہیئے اور ہر ہفتہ کی چار نشستوں میں نصف گھنٹہ یا کچھ اوپر اس قسم کے سوالوں کے پوچھنے اور جواب دینے کے لیئے رکھا گیا ہے۔ وزیر چاہے جواب دے اور چاہے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ قانون سازی کے متعلق کابینہ کی منفردانہ خودسری کے بابت جنکس، Jenks: Government of the Britis Empire کی کتاب "حکومت شہنشاہی برطانیہ" صفحات ۱۱۲-۱۱۳۔ اور بالخصوص ای۔ کلارک کا مضمون "پارلیمنٹ میں عورتوں کی حق رائے دہی، کابینی مطلق العنانی کا امتحان" مطبوعہ "امریکن پولٹیکل سائنس ریویو" مئی سنہ ۱۹۱۱ء۔

جواب دینے سے انکار کر دے لیکن جب تک یہ نہ ظاہر ہو کہ اس انکار کی وجہ بہبود عامہ کے جائز خیالات کی بنا پر ہے، اس انکار کا سیاسی اثر بہت مضر پڑے گا۔ معمولی طور پر (ان سوالات کے متعلق) مباحثہ نہیں ہوتا، لیکن اگر سوال اہم ہو اور ایوان وزیر کے جواب سے مطمئن نہ ہو تو سائل "التوائے ایوان کی تحریک کرنے کی" اجازت طلب کر سکتا ہے۔ اور اگر چالیس ارکان اس درخواست کی تائید کریں تو مباحثہ ہوتا ہے جو رسماً تو اس تحریک کے متعلق مگر حقیقتاً اُس سوال کے نفس مطلب پر ہوتا ہے۔ حکومت جو باضابطہ اس تحریک کی مخالفت کرتی ہے، اگر اسے شکست ہو جائے تو اسے یا کم از کم وزیر متعلقہ کو مستعفی ہو جانا چاہیے؛[1] سوالوں کے پوچھنے کے طریقے میں یہ امکان ہے کہ اس سے خراب کام لیا جائے مگر جیسا کہ البرٹ نے ظاہر کیا ہے "بد انتظامی کے خلاف اس سے بہتر کوئی تحفظ نہیں ہے، حکومت عاملہ اور اس کے ماتحتوں کی کارگزاری و سہل انگاری پر تنقید کی روشنی ڈالنے کا اس سے زیادہ موثر کوئی طریقہ نہیں ہے۔ وزیر ہمیشہ اپنے دل سے صرف یہی سوال نہیں کرتا کہ آیا خود اس کی اور جن لوگوں کا وہ ذمہ دار ہے ان کی کارروائیاں حسب قانون اور اصولاً قابل مدافعت ہیں یا نہیں بلکہ وہ یہ بھی سوچتا رہتا ہے کہ اگر دار العوام میں ان کے متعلق سوال ہوا تو وہ کیا جواب دے گا اور وہ جواب کس طرح سنا جائے گا"[2] ہر رکن پارلیمنٹ کل حکومت پر یا اس کے کسی رکن یا محکمہ پر ملامت کی تحریک پیش کر سکتا ہے اور اس قسم کی تحریک جب فریق مخالف کے سرگروہ کی جانب سے ہوتی ہے تو وہ تحریک اعتماد کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کے نتیجہ پر وزارت کی قسمت متعلق ہوتی ہے۔ کسی وزیر یا محکمہ کے کام کی تحقیقات کے

---

[1] جنکس "حکومت شہنشاہی برطانیہ" Jenks: Government of the British Empire صفحہ ۱۵۷۔ اس سے فرانس کے طریق استیضاح کا مقابلہ کیجیے جس کا بیان باب ۱۲ میں ہوا ہے۔

[2] "پارلیمنٹ" Ilbert: Parliament صفحات ۱۱۳۔۱۱۴۔

لئے خاص مجالس ذیلی بھی بنائی جا سکتی اور ان کی روداد پارلیمنٹی ملامت کی بنیاد قرار دی جا سکتی ہے''۔[علہ]

پس قانونی طور پر وزرا اپنی عاملانہ حیثیت میں پارلیمنٹ کی مکمل و مسلسل نگرانی کے تابع ہوتے ہیں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ پارلیمنٹ واقعاً وزرا کے کاموں میں شرکت کرتی یا عادتاً ان کے کاموں میں دخل دیتی ہے بلکہ اس کے برخلاف (انگلستان کی) جماعتِ عاملہ ممالک متحدہ امریکہ کے رئیس جمہوریہ اور فرانس کی وزارت دونوں کے بہ نسبت جماعت تشریعی سے زیادہ آزاد ہے۔ کرامویل کے عہد کی طویل العہد پارلیمنٹ کے سوا جس نے عاملانہ اختیار خود اپنے قبضے میں لے لیا اور اسے اپنی مقرر کردہ مجالسِ ذیلی کو عطا کیا تھا، کبھی کسی پارلیمنٹ نے یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ وہ اختیار عاملانہ کے نفاذ میں براہِ راست حصہ لینا چاہتی ہے۔ اور (دور مذکورہ بالا کے بعد سے) پارلیمنٹ نے کبھی نظم و نسق کا فرض اپنے ہاتھ میں نہیں لیا ہے۔ وہ سالانہ موازنہ جو وزیر خزانہ چانسلر آف دی اسچکر کے ذریعہ سے پیش ہوتا ہے اور معقول حد تک اس کی تنقید ہوتی ہے، یہ موازنہ جماعتِ عاملانہ تیار کرتی ہے اور جب تک کہ وہ جماعت راضی نہ ہو پارلیمنٹ اس موازنہ کو کسی خصوص میں بدلنا نہیں چاہتی۔ جس طریق سے تاجدار کی طرف سے خواہش کی جاتی ہے اس کے سوا پارلیمنٹ اور کسی طور پر کوئی رقم منظور نہیں کرتی۔ پارلیمنٹ یہ حکم لگانے کی کوشش نہیں کرتی کہ مختلف محکموں کا

علہ۔ پارلیمنٹی مجلس ذیلی کسی ایک ایوان کے حکم سے بن سکتی ہے اور اس سے اس کو یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ گواہوں کی حاضری اور کاغذات کی پیشی کا حکم دے۔ شاہی ماموریہ وزارت کی صلاح پر بادشاہ کی جانب سے مرتب ہوتا ہے اور اسے اس وقت تک اختیارات مذکورۂ بالا نہیں ہوتے تاآنکہ پارلیمنٹ خاص قانون کے رو سے اسے یہ اختیارات نہ دیدے۔ شعبہ واری مجلسِ ذیلی اسی قسم کے ساتھ اس شعبہ کے وزیر کی جانب سے مرتب ہوتی ہے۔

انضباط کس طرح ہونا چاہیے ان کا عمل کس قدر ہونا چاہیے تنخواہیں کیا ہونا چاہیئے پارو داویں کس طرح مرتب ہونا چاہیئں مختصر یہ کہ پارلیمنٹ کے قانونی اقتدار مطلق کے باوجود حکومت فی الواقع بہت معقول حد تک تفریق اختیارات کے تحت میں چلتی ہے۔ عاملانہ اور انتظامی شاخیں ایسی ہی منفرد ہیں جیسی تشریعی شاخ منفرد ہے۔ بیان مذکورہ میں اس امر سے کوئی نقص نہیں آتا کہ وہی اشخاص اعلیٰ عاملانہ حکام بھی ہیں اور وہی پارلیمنٹ کے سرگروہ بھی ہیں۔ عاملانہ اور تشریعی فرائض اپنی اپنی جگہ پر بالکل ممیز رکھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک امریکی صاحب قلم نے لکھا ہے انتظاماً اختیارات میں تفریق اور تخصاً ان میں توحد ہے[۱] اس کے بالمقابل ممالک متحدہ امریکہ کی حکومت تخصاً کامل تفریق پر مبنی ہے مگر انتظاماً ایک بڑی حد تک اختیارات میں اتحاد ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کے پارلیمنٹی ادارات کا مطمح نظر یہ ہے کہ ایک زبردست عاملانہ حکومت ہو اور مسلسل باخبر و بیباکانہ تنقید سے اس میں صلاحیت پیدا کی جائے اور اس پر نگرانی رکھی جائے[۲] لیکن یہ سب کچھ کہنے کے بعد بھی یہ امر واقعہ بحال خود باقی رہ جاتا ہے کہ گزشتہ بچاس برس کے اندر شاید ہی کسی وزارت کو پارلیمنٹ نے اس کے عاملانہ افعال کی وجہ سے خارج کیا ہو۔ پارلیمنٹی نگرانی و تنقید کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وزارت میں باخبری کی سودمند حالت قائم رہتی ہے۔ لیکن عملاً وزارت کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ جب تک ان کے مسودات قانون کو ایوان کی تائید حاصل ہے اس وقت تک وہ اپنے عہدوں پر قائم رہیں گے[۳]

---

[۱] - دلوبی "حکومت سلطنتہائے Willoughby: Government of Modern States، صفحہ ۲۴۰

[۲] - البرٹ "پارلیمنٹ" Ilbert: Parliament صفحہ ۱۱۹

[۳] - پارلیمنٹ (خاص کر دارالعوام) اور کابینہ کے باہمد گر اور متغیر تعلقات پر کتب ذیل میں بحث ہوی ہے:- لوول "حکومت انگلستان" Lowell Government of England جلد اول ابواب ۱۷ - ۱۸ - لو "حکمرانی انگلستان" Low: Governance of England باب۲

طریق کار عام حیثیات

پارلیمنٹ کے تشریعی و مالیاتی اختیارات پر کافی زور دیا جاچکا ہے۔ کوئی سا موضوع جو خیال میں آسکتا ہو اس پر کسی قسم کی کوئی تجویز ہو پیش کی جاسکتی ہے اور ارکان کی کافی تعداد اگر ہمخیال ہو تو وہ تجویز قانون بن سکتی ہے، کوئی تجویز اس وقت تک قانون نہیں بن سکتی جب تک کہ وہ دونوں ایوانوں کے سامنے پیش نہ کی گئی ہو مگر ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے شرائط کے تحت میں رقمی مسودات کے لئے یہ بات آسان ہو گئی ہے اور دوسرے قسم کے مسودات کے لئے بھی ناممکن نہیں رہی ہے کہ وہ دارالامراکی رضامندی کے بغیر قانون بن جائیں۔ معمولی صورت حالات میں تجویز کسی ایک ایوان میں پیش ہوتی ہے، اس کی تین خواندگیاں ہوتی ہیں اس کے بعد وہ دوسرے ایوان میں بھیجی جاتی ہے، وہاں بھی اسی طریق پر عمل ہوتا ہے، بعدازاں وہ شاہی منظوری کے انتظار میں دارالامرا میں رکھ دیجاتی ہے[۱] اور اس منظوری کے لابدی طور پر حاصل ہو جانے کے بعد قانون کی حیثیت سے اس کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ حسب قاعدہ، دونوں ایوانوں میں مسودات قوانین حکومت کی طرف سے اور ذاتی طور پر ارکان کی طرف سے پیش ہوسکتے ہیں لیکن یہ ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ابتداءً بعض اقسام کے تجاویز دونوں میں سے صرف ایک ہی ایوان میں ابتداءً پیش ہو سکتے ہیں مثلاً رقمی مسودات دارالعوام میں اور مسودات مخصوص قانون تعزیری اور دوسرے عدالتی مسودات دارالامرا میں، اور ثانیاً یہ کہ قانون سازی حکومت کی سرگروہی کی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ ذاتی طور پر خانگی ارکین کے مسودات کی تعداد نہیں تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) البرٹ "پارلیمنٹ" Ilbert: Parliament صفحات ۱۱۱ - ۱۱۹۔
ٹاڈ "پارلیمنٹی حکومت" Tod: Parliamentary Government جلد دوم صفحات ۱۴۴-۱۵۵
سی۔ ڈی۔ ایلن مضمون "پارلیمنٹ کی حیثیت" C. D. Allin: The Position of Parliament مطبوعہ پولیٹکل سائنس کوارٹرلی، جون ۱۹۱۴ء۔

علہ۔ بجز اس کے کہ رقمی مسودات دارالعوام کی صیانت میں رہتے ہیں۔

اہمیت برابر گھٹتی رہی ہے اور اسی طرح ان کے قانون بننے کے مواقع بھی کم ہوتے رہے ہیں۔ مسودات قوانین کے متعلق دونوں ایوانوں کے طریق کار زیادہ تر ایک ہی ہیں۔ البتہ جیسا کہ واقعہ سے ظاہر ہو چکا ہے دارالامرا میں مسودات کے متعلق ترمیمات کسی مرحلہ میں بھی پیش ہو سکتی ہیں مگر دارالعوام میں صرف مقررہ مراحل ہی میں پیش ہو سکتے ہیں۔ ایوان بالائی میں کام کے چلانے کے طریقوں میں ایوان زیریں سے زیادہ بست و کشاد کی گنجائش ہے۔

مسودات قوانین عامہ ابتدائی مراحل

کوئی مسودۂ قانون' خواہ حکومت کی طرف سے پیش ہوا ہو یا کسی رکن نے ذاتی حیثیت سے پیش کیا ہو لے پارلیمنٹ کے قانون میں تبدیل کرنے کا طریق کار نہایت طولانی و پیچیدہ ہے۔ اس میں جو کثیر التعداد مراحل طے کرنا پڑتے ہیں ان کا مقصود یہ ہے کہ زود کارانہ و غیر مصلحانہ قوانین کو روکا جائے۔ ان میں بعض مراحل تو محض ضابطہ پیمائی کے مترادف ہیں جن میں نہ بحث کی ضرورت ہوتی نہ رائے کی' اور طریق کار (خاصکر ۱۹۱۹ء کے بعض تغیرات کے بعد سے) اس سے زیادہ عاجلانہ ہو گیا ہے جتنا اس سے قبل کبھی رہا ہو۔ لیکن پھر بھی فی الجملہ قانون سازی کا کام آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسا کہ ظاہر کیا جائے گا اس میں عجلت پیدا کرنے کے طریقوں کی طرف یا کم از کم یہ کہ پارلیمنٹ کاموں کے کثیر بار کے نیچے جس طرح پسی جا رہی ہے اس سے نجات دلانے کے لئے اب بھی بہت کچھ میلان نظر آتا ہے۔

پہلا مرحلہ لامحالہ خود اس تحریک کا مسودہ تیار کرنا ہے' کیونکہ قانون عامہ کی ہر تجویز پارلیمنٹ کے روبرو ایک معینہ صورت میں پیش ہوتی ہے جس میں یہ بیان ہوتا ہے کہ یہ قانون "بادشاہ' امرا اور عوام" کی جانب سے بنایا گیا ہے اور جن ضروریات کی خواہش ہوتی ہے وہ باقاعدہ ترتیب کے ساتھ شمار شدہ دفعات میں مرتب کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ مسودہ قانون حکومتی تجویز ہو تو اس کا مسودہ دو عہدہ داروں میں سے کوئی ایک عہدہ دار تیار کرتا ہے جنھیں "خزانہ کے پارلیمنٹی مشیر" کا لقب

حاصل ہوتا ہے اور جو اہل قانون میں سے ہوتے ہیں اور تاجدار کی طرف سے ان کا تقرر خاص اسی غرض سے ہوتا ہے یا کوئی اور آزاد ماہر یہ مسودہ تیار کرتا ہے جو خاص اسی غرض کے لئے مقرر کیا گیا ہو ۔ اگر یہ کسی ذاتی رکن کا مسودہ قانون ہوتا ہے تو اُس کا مسودہ وہ رکن خود تیار کرتا ہے یا جس کسی کو وہ اس غرض کے لئے مقرر کرے وہ تیار کرلیتا ہے۔ بہر صورت اس کی پشت پر کم از کم ایک رکن کا نام ہوتا ہے جو حسب ضابطہ اس کا پیش کنندہ خیال کیا جاتا ہے[1] دونوں ایوانوں میں قانون بنانے کے مزید مراحل علی العموم پانچ ہیں: پہلی خواندگی، دوسری خواندگی، مجلسِ ذیلی میں غور و بحث، مجلسِ ذیلی کی روئیداد اور تیسری خواندگی[2] پہلے کسی تجویز کے پیش کرنے کے لئے علی العموم یہ ضروری تھا کہ ایک تقریر کی جائے جس میں بشرح و بسط اس تجویز کی نوعیت بیان کی جائے اس کے بعد اس پر مباحثہ ہو اور رائے لی جائے۔ اس میں فی الجملہ کئی نشستیں صرف ہو جاتی تھیں۔ اب صرف نہایت ہی اہم حکومتی مسودات قوانین اس طریق پر پیش کئے جاتے ہیں۔ دوسرے تمام مسودات کی صورت میں پہلی خواندگی محض ایک ضابطہ کی بات رہ گئی ہے۔ جو رکن کسی تجویز کے پیش کرنے کی خواہش رکھتا ہے وہ اُس کی اطلاع دیتا ہے اور اس کے بعد وہ اسے "میز پر رکھ دیتا ہے" یعنی اسے مطبوعہ شکل میں ایوان کے ارکان میں گشت کرا دیتا ہے

---

[1] جنکس "حکومت شہنشاہی برطانیہ" Jenks; Government of the British Empire صفحہ ۱۴۳ ۔ مسودات قوانین عامہ کے مسودہ تیار کرنے کا کام سی۔ البرٹ کی کتاب "تشریعی طریقے اور صورتیں" Ilbert: Legislative Methods and Forms مطبوعہ آکسفورڈ سنہ ۱۹۰۱ء صفحات ۷۷ تا ۹۰ میں بہت خوبی سے بیان ہوا ہے۔ اسی مصنف کی کتاب "پارلیمنٹ" Parliament اس کا نسبتاً مختصر بیان بھی موجود ہے۔ البرٹ کئی برس تک "پارلیمنٹی مشیروں" میں سے ایک مشیر رہا تھا۔

[2] یہاں طریق کار اسی طرح پر بیان ہو گا جیسا دار العوام میں ہے۔

نہایت ہی اہم حکومتی تجویزوں کے سوا اور تمام تجاویز کے متعلق بحث کا پہلا
موقع دوسری خواندگی کے وقت ملتا ہے، اگرچہ اس مرحلہ میں اس کے
جزئیات کے بجائے بحث زیادہ تر اس کے عام اصول سے متعلق ہونا چاہیئے۔
لیکن اس تحریک کے قبول کر لینے سے کہ کسی مسودہ قانون کی دوسری خواندگی
کی تاریخ اس میقات کے متوقع حدود سے باہر پڑ جائے اس تجویز کا پہلی
ہی خواندگی میں خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

مسودہ جات قوانین عامہ۔ موخر مراحل

جس مسودہ قانون کی دوسری خواندگی ہو چکی ہے وہ
"سپرد شدہ" سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۱۹ء کے قبل ایسا مسودہ قانون
بالعموم کل ایوان کی مجلسِ ذیلی میں جاتا تھا۔ اب کوئی
مسودہ قانون اس مجلس میں اسی صورت میں جاتا ہے کہ
وہ کوئی رقمی مسودہ یا کسی ہنگامی حکم کی تصدیق کرنے والا مسودہ ہو، یا یہ کہ دوسری
بناء اسباب پر ایوان ایسی ہدایت کر دے، ورنہ وہ چار (۱۹۱۹ء کے بعد
سے چھ) مستقل مجالسِ ذیلی میں سے کسی ایک مجلس میں جاتا ہے جس کا تعین صدر
دارالعوام کرتا ہے[1] یہی وہ مرحلہ ہے جس میں اس تجویز کے دفعات پر تفصیلاً
غور کیا جاتا ہے اور ترمیمات پیش ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دوسری
خواندگی کے بعد مسودہ قانون کسی منتخب مجلس ذیلی کے سپرد کر دیا جائے
اور اگر ایسا ہو تو اس سے طریق کار میں ایک مرحلہ کا اضافہ ہو جاتا ہے
کیونکہ منتخب مجلس سے واپس ہونے کے بعد یہ تجویز کل ایوان کی مجلسِ ذیلی
یا مستقل مجالس میں سے کسی ایک مجلس میں جاتی ہے۔ انجام کار میں ایوان کو پھر
اس مسودہ قانون کی روداد بھیجی جاتی ہے۔ اگر کوئی مستقل مجلس روداد پیش
کرتی ہے یا کل ایوان کی مجلس اسے مرمّمہ صورت میں بھیجتی ہے تو ایوان اس پر

---

[1] ۱۹۱۹ء میں قواعد میں اس طرح ترمیم کی گئی جس سے رقمی مسودات کی بابت بھی مستقل
مجالسِ ذیلی میں غور و بحث کرنا جائز ہو گیا اگرچہ یہ تغیر صرف ایک ہی نشست کے لیے
ہوا تھا۔ یہ ہنوز غیر متیقن ہے کہ آیا یہ نیا قاعدہ مستقل ہو جائے گا۔

از سر نو اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ غور کرنا ہے، ورنہ بصورت دگر "مرحلہ روئداد" حذف کر دیا جاتا ہے۔ آخر میں تیسری خواندگی ہوتی ہے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ایوان اس تجویز کو بہ حیثیت مجموعی منظور کرتا ہے یا نہیں۔ اس مرحلہ میں اگر لفظی تغیرات کے سوا اور کوئی ترمیم ہوئی تو پھر سے کارروائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی تجویز کے ان متواتر مراحل سے گزرنے میں لامحالہ کئی دن صرف ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات کئی کئی ہفتے صرف ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ناممکن نہیں ہے کہ کل مراحل ایک ہی نشست میں طے ہو جائیں۔ ابتدائی ایوان میں منظور ہو کر مسودہ کسی محرر کے ذریعہ سے دوسرے ایوان میں بھیجا جاتا ہے اور وہاں بھی اس کے متعلق زیادہ تر وہی کارروائی عمل میں آتی ہے۔ اگر ترمیمات پیش ہوتے ہیں تو وہ مسودہ ایوانِ اول میں اس غرض سے واپس کر دیا جاتا ہے کہ مجوزہ تغیرات پر غور کر لیا جائے۔ اگر ان تغیرات سے اتفاق ہو جاتا ہے تو تجویز شاہی منظوری کے لئے بھیجدی جاتی ہے[ع۱]

ع۱۔ شاہی منظوری جس طریق پر دیجاتی ہے، اسے البرٹ نے یوں بیان کیا ہے:۔ "موقت طریق پر یہ منظوری مسودات کے مجموعوں پر منظور ہونے پر دیجاتی ہے۔ سب سے بڑا مجموعہ علی العموم میقات کے ختم پر ہوتا ہے۔ جو مراسم اس وقت ملحوظ رکھے جاتے ہیں وہ پلانٹجنٹ خاندان کے زمانہ سے چلے آ رہے ہیں، اور دارالامراء میں ادا ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی نمائندگی امرائے مامورین کرتے ہیں، جو سرخ قبائیں پہنے اور چھوٹی نکّے دار ٹوپیاں لگائے ہوئے تخت کے سامنے تکیہ دار کرسیوں کی ایک قطار پر بیٹھتے ہیں۔ ایوان کے کٹگھرے کے سامنے صدر دارالعوام کھڑا ہوتا ہے جو اس ایوان سے طلب کیا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے دارالعوام کے اتنے ارکان ہوتے ہیں جو برآمدوں سے ہو کر اس کے ساتھ ساتھ آ جاتے ہیں۔ دارالامرا کا ایک محرر بھاری آواز میں وہ حکم پڑھتا ہے جس کے بموجب منظوری دینے کا اختیار عطا ہوتا ہے۔ میز کے ایک جانب سے تاج کا محرر ہر ایک مسودہ قانون کا نام پڑھتا ہے دوسری جانب سے پارلیمنٹ کا محرر غایت اظہار عبودیت کرتا ہوا

اگر ان سے انکار کر دیا جاتا ہے اور دونوں ایوانوں میں کسی امر پر اتفاق نہیں ہو سکتا تو وہ تجویز ناکام ہو جاتی ہے[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وہ نارمن فرانسیسی الفاظ معینہ ادا کرتا ہے جن سے بادشاہ کی منظوری کا اظہار ہوتا ہے۔ (مثلاً) ایک طرف محرر انگریزی میں کہتا ہے "بڈلنگٹن خورد میں برقی قوت مہیا کرنے کا قانون"۔ دوسری طرف سے محرر قدیم فرانسیسی میں کہتا ہے "شاہ کی مرضی ہے" ان دونوں آوازوں میں چھ صدیوں کا فصل حائل ہے۔ پارلیمنٹ Ilbert: Parliament صفحات ۵، ۶-۷۔ پارلیمنٹ کے محرر کے عہدے کی نسبت گریہم کی کتاب "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham; Mother of Parliaments صفحات ۲۴۶۔ دیکھنا چاہیے۔

[1] تشریعی طریق کار کا خلاصہ لوول نے اس طرح پر بیان کیا ہے: "پہلی خواندگی کو نظر انداز کر کے جس میں شاذو نادر ہی واقعی مباحثہ ہوتا ہے، دارالعوام کے اندر مسودہ قانون عامہ کی معمولی رفتار میں اس کے عام اوصاف پر دو وقت بحث کا موقع ملتا ہے، اور ان کے درمیان میں دوم مرتبہ جزئیات پر بحث ہوتی ہے۔ جزئیات پر ایک مباحثہ ہوتا ہے، بشرطیکہ اس مباحثہ سے تغیرات نہ پیدا ہوں یا وہ مسودہ قانون کسی مستقل مجلس ذیلی کے حوالہ کیا گیا ہو۔ ایوان جب ثبوت جمع کرنا چاہتا ہے تو وہ عام اصول کے پسند کر لینے کے بعد اور جزئیات میں پڑنے کے قبل ایسا کرتا ہے۔ اس طریق پر بیان کرنے سے کل معاملہ صاف و قرین عقل نظر آتا ہے۔ درحقیقت انگریزی سیاسی نظم میں تطبیق حال کی متعدد و نمایاں مثالوں میں سے یہ بھی ایک مثال ہے۔ ان قواعد کا مجموعہ جو بار خاطر اور دقیانوسی معلوم ہوتے ہیں اور اپنے تمام اصطلاحات کے معانی بیان کئے جانے پر بھی ناقابل فہم ہوتا ہے، اس میں اس حد تک قطع برید کر دی گئی ہے کہ اس سے تقریباً سادہ، سیدھا اور موزون طریق کار نکل آیا ہے۔ حکومت انگلستان Lowell; Government of England جلد اول ۲۷۰-۲۷۳- نیز ما بقی مسودات عامہ کے متعلق دارالعوام کا طریق ۵ کتب ۲ میں بیان ہوا ہے۔ لوول، ایضاً جلد اول ابواب ۱۳-۱۷-۱۹۔ آینسن "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson: Law and Custom of the Constitution

مسودات رقمی تخمینہ جات	رقمی مسودات پر کارروائی دوسرے ہی طریق پر ہوتی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جلد اول، صفحات ۲۴۰-۲۶۷ - لو" حکمرانی انگلستان"
Low: Governance of England باب ۴ - مورن حکومت انگلشیہ Moran:
English Government باب ۱۴ - میریٹ، انگلستان کے سیاسی ادارات"
Marriott: English Political Institutions باب ۱۱ - ٹاڈ "پارلیمنٹی حکومت"
Tod: Parliamentary Government جلد دوم صفحات ۱۳۸-۱۶۳ - البرٹ پارلیمنٹ"
Ilbert: Parliament باب ۲ دارالعوام پر بحث پر کتب ذیل میں زیادہ گہری نظر ڈالی
گئی ہے - ریڈلیچ "دارالعوام کا طریق کار"
Redlich: Procedure of the House of commons جلد سوم ۸۵-۱۱۲ - مے - پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار
اور رواج سے متعلق کتاب May: Treatise on the Law, Privileges, Proceedings
and Usage of Parliament باب ۱۸ - جی - والپول دارالعوام کا طریق کار مع
تعلیقات طریق امریکی" G. Walpole: House of Commons Procdure, with
Notes on American Practice مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ سی - البرٹ "تشریعی طرق وصور"
Ilbert: Legislative Methods and Forms ایضاً "قانون سازی کے کل پرزے"
The Mechanics of Law Making مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۴ء - حکومت خود اختیاری
رکھنے والے مستعمرات کے تشریعی طریق کار کا مقابلہ انگلستان کے طریق کار کے ساتھ
کتاب ذیل کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے: "قلمرو کناڈا کا ارتقا"
Porritt: Evolution of the Dominion of Canada یانکرز ۱۹۱۸ء - باب ۱۴ - علیٰ ہذا ممالک متحدہ
امریکہ کے طریق کار کا مقابلہ ڈی - ایس، الگزنڈر کی "تاریخ و طریق کار ایوان
نمائندگان" D. S. Alexander: History and Procedure of the House of
Representatives. مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۶ء سے ہو سکتا ہے - انگریزی قانون سازی کا
ایک موضح و فلسفیانہ تبصرہ اے - وی - ڈائسی کی کتاب ذیل میں ہے "انیسویں صدی
میں انگلستان کے اندر قانون ورائے عامہ کے فیمابین تعلق کے بابت خطبات" A. V. Dicey:
Lectures on the Relation between Law and Public Opinion in England
during the Nineteenth Century مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء -

اور سلطنت کے مالی کاروبار پر نظر کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ اس موقع پر کسی قدر وسعت کے ساتھ یہ بحث کی جائے کہ کس طریق سے مالیاتی مسودات کی ابتدا ہوتی ہے، وہ کیا شکل اختیار کرتے ہیں، کس طور پر وہ قانون بنتے ہیں اور پارلیمنٹ کس حد تک ان میں ترمیم کرتی اور ان پر اقتدار رکھتی ہے۔ انگریزی قوم کی آزادیاں ایک بڑی حد تک ان اختلافات آرا اور ان روایتوں سے پیدا ہوئی ہیں جن کا اثر خزانہ عامہ پر پڑتا تھا، اور برطانی دستور سلطنت کی بنا رقموں کے پارلیمنٹی عطیہ اور اخراجات کی پارلیمنٹی نگرانی کے اصول پر قائم ہے۔ ۱۹۱۱ سنہ سے مدتوں قبل سے مالی حدود کے اندر پارلیمنٹ کا اقتدار زیادہ تر دارالعوام کے ذریعہ سے عمل میں آتا تھا اور اس سنہ کے بعد سے بالکلیہ دارالعوام ہی کے ذریعہ عمل میں آتا ہے۔ اس کے نفاذ کے طریقے خصوصیت کے ساتھ چار ہیں :- (۱) جن ذرائع سے اور جن حالات کے تحت میں قومی مداخل مہیا کئے جائیں ان کا تعین۔ (۲) حکومت کے چلانے کے لئے جس قدر رقوم کا وزرا نے تخمینہ کیا ہو اسے عطا کرنا اور اس کے ساتھ ان عطیات کا خاص خاص مقاصد کے لئے مخصوص کر دینا۔ (۳) سرمایہ جس طریق پر خرچ ہوتا ہے مباحثہ کے اندر اس کی تنقید کرنا (۴) ایک پارلیمنٹی عہدہ دار یعنی صدر مستوفی کے ذریعہ سے حسابات کی تنقیح اور پھر ایک پارلیمنٹی مجلس ذیلی یعنی مجلس حسابات عامہ کے توسط سے ان کی مزید جانچ کرنا۔ دارالعوام کی صریحی منظوری کے بغیر کوئی محصول نہیں عاید کیا جا سکتا، اور کوئی خرچ بھی اس قسم کے اختیار کے بغیر نہیں ہو سکتا، یہ اختیار خواہ سالانہ یا دیگر باضابطہ قوانین تعین اخراجات کے ذریعہ سے عطا ہوا ہو خواہ مستقل قوانین کے ذریعہ سے۔ علاوہ بریں، سرکاری روپیہ کے مصرف کے متعلق وزرا ہمیشہ پارلیمنٹ کے اندر استفسارات کے جواب دہ رہتے ہیں اور خرچ کرنے والے محکموں اور عہدہ داروں کے حسابات کی بہت سختی کے ساتھ جانچ کی جاتی ہے تاکہ یہ تیقن ہو جائے کہ پارلیمنٹ نے جس خاص کام کے لئے روپیہ منظور کیا تھا وہ روپیہ اسی کام میں صرف ہوا ہے، دوسرے کام

میں صرف نہیں ہوا ہے۔

اس زمانہ میں مالیاتی نظم جس طرح مرتب ہے اس کے عام اصول و قواعد وہ ہیں جو اوپر بیان ہوئے، لیکن یہ نظم واقعاً کس طرح عمل کرتا ہے اس کا کچھ خفیف سا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ مالیاتی مسوداتِ قوانین جس طریق پر تیار کئے جاتے، زیرِ تنقید آتے اور صورت قانونی اختیار کرتے ہیں اس پر نظر کی جائے۔ کسی معینہ مالیاتی سال کے اندر حکومت کے مالیاتی عملیات کی ترتیب میں پہلا اہم مرحلہ یا سلسلہ مراحل "تخمینہ جات" کا تیار کرنا ہے[۵]

"تخمینہ جات" کی اصطلاح جس طرح سرکاری حیثیت میں استعمال ہوتی ہے، اس کا مفہوم صرف اخراجات کا تخمینہ ہے اگرچہ (جیسا کہ ظاہر ہوگا) متوقع آمدنیوں کے اندازے بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ اخراجات سے متعلق تین ناقابلِ تبدل قواعد مستحکم طور پر قائم ہو گئے ہیں، پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے سرکاری آمدنی پر بار پڑتا ہو اس کیلئے ایسی کوئی درخواست نہ قبول کی جائے گی نہ کوئی ایسی تحریک روا رکھی جائے گی تا وقتیکہ تاجدار کی طرف سے اس مصرف کی درخواست نہ کی گئی ہو یا اس کی تائید نہ ہوی ہو۔ یہ قاعدہ اولاً ۱۷۰۶ء میں ارکان کی ان ذاتی درخواستوں کے سیلاب کو روکنے کے لئے بنا تھا، جو انھوں نے عہدہ داروں کے بقایا کے دعاوی یا دوسرے مطالبات کے متعلق پیش کر رکھی تھیں، بعد ازاں یہ قاعدہ ۱۷۱۳ء میں ایک مستقل قاعدہ ہو گیا اور ۱۸۵۲ء اور ۱۸۶۶ء میں معین کر لیا گیا۔ اس قاعدے کے بموجب ارکان ذاتی اس سے بالکلیہ ممنوع ہو گئے ہیں کہ وہ تعینِ اخراجات کے مسودات یا قرار دادیں پیش کریں مگر اس کا یہ منشا نہیں لیا جاتا کہ کسی خاص قسم کے خرچ کی موافقت یا مخالفت میں غیر وزارتی تحریکات کے پیش کرنے کی ممانعت ہے۔ اس سے بہت سے وہ نقائص رفع ہو جاتے ہیں جو ممالک متحدہ امریکہ میں کانگریسی Pork Band کے

---

[۵] مالیاتی سال یکم اپریل سے شروع اور ۳۱ مارچ کو ختم ہوتا ہے۔

لفظ سے ذہن میں آتے ہیں۔ دوسرا اصولی قاعدہ یہ ہے کہ روپیہ کی ہر ایک درخواست دارالعوام میں ایک "تخمینہ" کی شکل میں پیش ہونا چاہیے یعنی ایک تحریر ایسی ہونا چاہیے جس میں بغور و فکر اس رقم کا اندازہ کیا گیا ہو جو مقصد زیر نظر کے لئے درکار ہو اور اس کے ساتھ پارلیمنٹ پر یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ یہ معینہ رقم تاجدار کو مشرح بالا مقصد کے لئے دی جائے۔[1] تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ تمام درخواستوں یعنی "تخمینوں" کی جانچ اور اجازت خزانہ کی طرف سے ہونا چاہیے، اور فوج اور بیڑے کے مصارف کے سوا اور تمام مصارف کی درخواستیں بھی واقعی خزانہ ہی کو پیش کرنا چاہیے۔ اس لئے پارلیمنٹ میں پیش ہونے کے قبل تخمینہ جات ایک ایسے عہدہ دار کی منظوری سے گزرتے ہیں جو اس محکمہ سے باہر ہوتا ہے جس کے لئے روپیہ طلب کیا جاتا ہے اور چونکہ خزانہ اس باب خاص میں وزارت کے گماشتہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے اس لئے تخمینہ جات پارلیمنٹ کے روبرو بظاہر "مطالبات" کی شکل میں (مگر دراصل) کل جماعت عاملانہ کی سفارشوں کی صورت میں آتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ پارلیمنٹ ہر سال تمام اخراجات کا اختیار از سر نو نہیں دیا کرتی ہے۔ اخراجات کا وہ جزو جس کے لئے ہر سال تجدید اختیارات کی ضرورت ہے وہ "اخراجات ضروریات رواں" کے اخراجات کے نام سے مشہور ہے جس حصہ کے لئے ہر سال تجدید اختیارات کی ضرورت نہیں ہے وہ "اخراجات مجتمعہ سرمایہ" کے نام سے موسوم ہے زمانۂ امن میں مجتمعہ سرمایہ کے اخراجات کل مصارف کے ایک ثلث کے قریب ہوتے ہیں، اس میں قرضہ قومی، صرف خاص، عادلوں کی تنخواہیں اور بعض دوسری ادائیاں شامل ہیں۔

---

[1] ولوبی و لنڈزے Willoughby and Lindsay: برطانیہ عظمیٰ کے مالیاتی نظم و نسق کا نظم The System of Financial Administration of Great Britain. صفحہ ۲۶۔

ضروریات رواں جس کے لئے رقم سال بسال منظور ہوتی ہے اس میں کل خرچ کا تخمیناً دو ثلث صرف ہو جاتا ہے اور ۱۹۱۹ء میں اس مد میں فوجی، بحری، ہوائی اور ملکی خدمات داخل نہیں ہیں علہ یہاں ہم جن تخمینوں کا ذکر کر رہے ہیں وہ صرف وہی ہیں جو سال بسال تیار کئے جاتے ہیں۔

تخمینہ جات کی وزارتی اور پارلیمنٹی تنقیح۔

تخمینوں کی تیاری کے خاص مراحل کا مختصر تذکرہ ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ عام حکمت عملی کے وہ معاملات جن سے اخراجات میں وسیع رد و بدل لاحق ہوتا ہو۔ مزدوروں کا قانون بیمہ یا فوج کا اضافہ، ان معاملات کی چھان بین خزانہ کے عہدہ داروں اور محکمجات متعلقہ کے نمائندوں کی کانفرنسوں میں اور نیز کابینہ کے مباحث میں ہوتی ہے۔ اس طرح محکموں کو معقول حد تک قطعی تصور اس امر کا حاصل ہو جاتا ہے کہ خزانہ ان کے مقاصد کی تائید میں کس حد تک بڑھنے کے لئے آمادہ ہے اور کابینہ کے امتناع کے خطرے کے بغیر کس قدر مصارف کی تجویز ہو سکتی ہے۔ جس مالیاتی سال کے لئے تخمینے مرتب کرنا ہوتے ہیں، اس سے قبل کے یکم اکتوبر کو خزانہ ایک گشتی خط ان تمام عہدہ داروں کے پاس بھیجتا ہے جو تخمینوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ان سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ سال آئندہ کے لئے اپنے محکموں کے تخمینے تیار کر کے پیش کریں۔ سب سے یہ خواہش کی جاتی ہے کہ وہ کفایت کی انتہائی سعی کریں اور اس سے متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ سال گزشتہ کے تخمینوں کو سال آئندہ کے لئے آسان نقطہ کار نہ بنالیں۔ اس خط کے موصول ہونے پر محکمہ کے ذمہ دار عہدہ دار اپنے عملوں کو تخمینوں کے تیار کرنے پر لگا دیتے ہیں اور ان نقشوں کو کام میں لاتے ہیں جو خزانہ سے بھیجے جاتے ہیں اور

علہ لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ منظور ہو جانے کے بعد "ضروریات رواں" کے مصارف "سرمایہ مجتمعہ" سے اسی طرح ادا ہوتے ہیں جس طرح اس سرمایہ سے مستقل مدات ادا ہوتے ہیں۔

جن پر مقابلتی اعداد پہلے ہی سے درج ہوتے ہیں۔ کام کے تمام دوران میں خزانہ کے ساتھ بہت ہی گہرا تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔ قواعد کا اقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو موجودہ انتظامات کے اضافے حذف اور دوسرے تغیرات کو محکمے کے تجاویز میں باقاعدہ پیش کرنے کے قبل خزانہ کی طرف رجوع کیا جائے اگر خزانہ اس میں مشکلات حایل کرے تو محکمہ کابینہ میں مرافعہ ہوسکتا ہے۔ لیکن جب تک کہ معاملہ غیر معمولی اہمیت کا نہ ہو اس قسم کا مرافعہ ہوتا نہیں ہے، اور اغلب گمان ہمیشہ یہ رہتا ہے کہ کابینہ خزانہ کی رائے کو برقرار رکھے گا۔ پس بقول ایک مصنف کے نتیجہ یہ ہے کہ تخمینے جب محکموں کی طرف سے مختتم طور پر پیش ہوتے ہیں تو ان سے "اس سے زیادہ کچھ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ تجاویز ہیں جن پر اس سے پہلے ہی محکمہ جات پیش کنندہ اور خزانہ کے مابین اتفاق ہوچکا ہے"۔[ا] جب تمام محکموں کے تخمینے ایک صورت میں مرتب ہوجاتے ہیں تو خزانہ کا محرر تخمینہ جات کی آخری تنقیح کرتا اور پارلیمنٹ کے غور کے لئے انھیں تیار رکھتا ہے۔ ملکی خدمات کے تخمینے دارالعوام میں خزانہ کا مالیاتی معتمد پیش کرتا ہے۔ فوج اور بیڑے کے تخمینے وزیر جنگ اور اعلٰے امیر خزانہ علی الترتیب پیش کرتے ہیں، معمولاً اخراجات کے تمام تخمینے ۱۵ جنوری تک خزانہ میں آجاتے ہیں۔

پارلیمنٹ فروری میں کسی وقت منعقد ہوتی ہے اور اخراجات کے تخمینے بالعموم اس میقات کے پہلے دو ہفتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ افتتاح میقات کے وقت جو تاریخ معین ہوجاتی ہے اس تاریخ کو ایوان خود کو "مجلس امداد" کی صورت میں بدل دیتا ہے، یہ کل ایوان کی مجلس ہوتی ہے اور صدر مجالس ذیلی کے تحت میں منعقد ہوتی ہے۔ سترھویں صدی کے وسط سے ۱۹۱۲ء تک اخراجات کے تخمینوں پر صرف "مجلس امداد" میں غور ہوسکتا تھا اور جیسا کہ بعد کو ظاہر ہوگا)

سلہ۔ ولوبی، "برطانیہ عظمی مالیاتی نظم و نسق" Willoughby: Financial Administration of Great Britain صفحہ ۶۱۔

اگرچہ سال مذکور میں یہ قرار پایا تھا کہ بعض تخمینے منتخب مجلس کو حوالہ کئے جایا کریں
مگر یہ انتظام کچھ زیادہ کامیاب نہ ہوا اور کل ایوان کی مجلس میں غور کرنے کا
طریقہ عملاً حسب سابق چلتا رہا۔ ابتداً "شکایات" پر مباحثہ ہوتا ہے۔
یہ مباحثہ اگرچہ کسی وقت میں بہت اہم تھا مگر اب کہ "شکایات" کا رفع داد
خود پارلیمنٹ کے قبضے میں ہے یہ مباحثہ بے معنی ہوگیا ہے۔ اس مباحثہ
کے بعد مجلس امداد متواتر "رائے دہیوں" یعنی "تقسیم آرا" کے ذریعہ سے
(جو کم و بیش ڈیڑھ سو مرتبہ ہوتی ہیں) تخمینوں پر غور کرنے کی کارروائی
کرتی ہے۔ ان تقسیم آرا میں (جہاں تک ممکن ہوتا ہے میز خدمات کے مرادف)
تخمینوں کے مجموعے بنادئے جاتے ہیں تاکہ ان پر بحث ہوسکے اور علیحدہ علیحدہ
رائے دی جاسکے۔ "رائے دہی" ایک قرارداد کی بنا ہوجاتی ہے اور
ایوان میں اس کی اطلاع ہونے کے بعد وہ ایک مسودہ قانون کی شکل
میں قبول کی جاتی ہے اور انجام کار میں یہ تمام مسودات ایک عظیم الشان
قانون تعین اخراجات میں جمع کرلئے جاتے ہیں۔ اس کارروائی کے کسی
مرحلہ میں کوئی غیر وزارتی رکن کسی "رائے دہی" میں کسی اضافہ کی تحریک
نہیں کرسکتا کیونکہ ایسا کرنا اس قاعدے کی خلاف ورزی ہوگی جس کا
مقصود یہ ہے کہ اخراجات کے تمام تجاویز کی ابتدا تاجدار کی طرف سے
ہونا چاہیے"، لیکن وہ تخفیف کی تحریک کرسکتا ہے۔ مجلس امداد مطلوبہ عطیہ
کو منظور کرسکتی، اسے کم کرسکتی اور اس سے انکار کرسکتی ہے مگر وہ یہ نہیں
کرسکتی کہ اسے بڑھادے، اس میں کوئی شرط لگادے یا اس کے مقصد کو
بدل دے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ حکومت کو اس پر مائل کرے کہ وہ نظر ثانی
کرکے دوسرا تخمینہ پیش کرے۔ ایوان کے قواعد کی رو سے مجلس امداد کو صرف
بیس روز تک مباحثوں کی اجازت ہوتی ہے۔ اور لامحالہ یہ واقعہ ہوتا ہے کہ
وقت کا زیادہ حصہ چند "رائے دہیوں" میں صرف ہوجاتا ہے جو ضروری نہیں کہ
اہم ترین ہوں اور بہت سی دفعات نہایت سرسری توجہ اور بغیر کسی قسم کی بحث کے منظور ہوجاتی ہیں[1]

---

[1] ینگ "نظم مالیات قومی" Young; System of National Finance صفحہ ۷۲۔

آمدنی کے تخمینے
موازنہ

اس اثنا میں تخمینوں کا دوسرا مجموعہ یعنی آمدنی کے تخمینے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ ان تخمینوں کے لئے بھی اولاً واقعتاً خزانہ ذمہ دار ہے۔ موجودہ محصولوں مجوزہ اضافوں اور نئے محصولوں سے جس قدر آمدنی کی توقع ہو سکتی ہے اس کے تخمینے خزانہ کے لئے محکمہ جات مال[1] اور خاص کر محکمۂ کروڑگیری و محصول چنگی کے "دفتر اعداد و شمار" کی طرف سے تیار کئے جاتے ہیں، اور مالی نظم کی ترمیم کے تجاویز خواہ ان سے خالصتہً آمدنی مقصود ہو یا معاشری و اقتصادی انضباط بھی کسی حد تک مد نظر ہوں، ہر صورت میں انھیں وزیر مال (چانسلر آف دی اکسچکر) تیار کرتا ہے۔ نئے مالی سال کے آغاز کے بعد ہی جس قدر جلد ممکن ہوتا ہے یہ وزیر ایوان کے سامنے (جو اب مجلس مداخل و مخارج کی حیثیت میں کام کرتا ہے) بعض حسابات پیش کرتا ہے جن کا مقصود بہ حیثیت مجموعی صرف انھیں رقوم کو ظاہر کرنا نہیں ہوتا جن کا مطالبہ کیا گیا ہو اور منظور ہو گئی ہوں بلکہ متوقع آمدنی اور اس آمدنی کو قومی ضروریات کے حسب حال بنانے کے لئے جو کارروائی کی جائے گی انھیں بھی ظاہر کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ چانسلر موازنہ پیش کرتا ہے۔ روزمرہ کے استعمال میں لفظ "موازنہ" کے مختلف معنی لئے جاتے ہیں" مگر غیر موازنی نظم" کے مقابلہ میں "موازنی نظم" کا اصول (بقول ایک صاحب استناد کے) یہ ہے "کہ جو لوگ مالی تجویزوں کے ابتدا کرنے کے ذمہ دار ہیں وہ موخرالذکر میں وقت واحد میں قومی حساب کے دونوں جوانب پر یا کم از کم ان کے تعلقات باہمی پر غور کرتے اور انہیں جماعت مقننہ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کے برخلاف اول الذکر میں اس قسم کی سعی نہیں کی جاتی ہے[2] اس موازنی اصول پر برطانیہ عظمی

---

[1] یعنی کروڑگیری وچنگی، آمدنی داخلی اور ڈاک خانہ۔

[2] ولوبی "برطانیہ عظمی کا مالیاتی نظم و نسق" Willoughby; Financial Administration of Great Britain صفحات ۲۵۵-۲۵۶۔

سے زیادہ کہیں بھی عمل نہیں ہوتا۔ اصطلاحاً، موازنہ اس خاص تقریر کا نام ہے
جس میں وزیر مال ختم شدہ سال کے مالیاتی نتائج پر تبصرہ کرتا، آئندہ سال کے
مداخل ومخارج کے تخمینوں کا خلاصہ بیان کرتا اور محصولوں کے اضافہ تخفیف،
یا دوسرے تغیر و تبدل کے متعلق حکومت کے تجاویز پیش کرتا ہے۔ عملاً یہ وہ
"مالیاتی حساب" ہوتا ہے جس پر یہ تقریر مبنی ہوتی ہے۔ یہ تحریر علی العموم مطبوعہ
کاغذ کے صرف چند صفحوں پر ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ اور تحریروں کے ضمیمے
لگے رہتے ہیں جن میں بہت تفصیل کے ساتھ سال زیرعمل کے متعلق تخمینہ شدہ
آمدنی وخرچ درج ہوتے ہیں[1] فرانس اور دوسرے براعظمی ملکوں کے برخلاف
برطانیہ عظمیٰ میں موازنہ کی عمومی و پارلیمنٹی دلچسپی کا مرکز اخراجات کے تخمینوں کے
بہ نسبت زیادہ تر محصولوں کے تجاویز ہوتے ہیں۔

دارالعوام مداخل کے تخمینوں پر بھی انھیں عام شرائط کے تحت غور کرتا ہے
جن شرائط کے تحت ایں مخارج کے تخمینوں پر غور کرتا ہے۔ حکومت کے تجاویز
پر کل ایوان کی مجلس میں مباحثہ ہوتا ہے اور قراردادوں کی شکل میں قبول کئے
جانے کے بعد یہ تجویزیں ایوان کی طرف سے مسودات وزارتی کی صورت میں
مجتمع کی جاتی ہیں۔ خانگی ارکان نئے محصولوں کی تحریک نہیں کرسکتے مگر حکومت
نے جن محصولوں میں تغیر کی تجویز نہ کی ہو ان کے متعلق وہ تنسیخ یا تخفیف کی تحریک
کرسکتے ہیں۔ اس تمام غور و بحث کے نتیجے دو خاص تجویزوں کی شکل میں سالانہ
جمع کئے جاتے ہیں، ایک قانونِ مالیاتی جس میں جا، کا محصول اور محصول آمدنی
دوبارہ عائد کئے جاتے ہیں، اور دوسرا قانون آمدنی جس میں ان قراردادوں
کو قانونی قوت عطا کی جاتی ہے جو قوانین آمدنی کی ترمیم کے متعلق مجلس میں
منظور ہوئے ہوں۔ تعینات اخراجات کے مانند محصولوں کے لئے یہ ضروری

[1] ۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ تحریریں ایک مسلسل بیان (نقشہ) کے اندر نہیں آتیں۔ ملاحظہ ہو۔
ولوبی "برطانیہ عظمیٰ کا مالیاتی نظم و نسق" Willoughby; Financial Administration of Great Britain صفحات ۲۶۷۔ ۲۶۸

نہیں ہے کہ ہر سال از سر نو ان کا اختیار عطا کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اخراجات کے لئے اس قسم کے اختیار کی ضرورت ہے، لیکن اس کے برخلاف اکثر محصولوں کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ مستقل قوانین پر مبنی ہیں جن کی ہمہ وقت تنسیخ و ترمیم ہو سکتی ہے مگر سال بہ سال ان کی تجدید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ محصول وراثت، محصول کاغذات سرکاری، کروڑگیری، محصول چنگی یہ سب مستقل قوانین کے ذریعۂ عاید ہوتے ہیں۔ صرف چائے کا محصول اور محصول آمدنی باقاعدہ طور پر سالانہ تجدید اختیار کے لئے محفوظ ہیں لیکن یہاں یہ اضافہ کرنا ضروری ہے کہ مالی نظم میں ان محاصل کی اہمیت ایسی ہے کہ ان کا فیصلہ جس طریق پر ہوتا ہے اس سے بہت کچھ سال کے مالیاتی انتظامات کا تعین ہوتا ہے۔

پارلیمنٹی نگرانی کی کمی مجوزہ اصلاحات

جس مالیاتی نظم کا یہ خاکہ کھینچا گیا ہے وہ کاغذ پر حکومت کی اس نظم سے بالکلیہ موافقت رکھتا ہے جس پر برطانیہ عظمیٰ کو فخر ہے۔ مگر اس میں بعض ناقابلِ اطمینان صورتیں بھی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم نگرانی کی وہ عملی تحدید ہے جسے پارلیمنٹ محصول و خرچ کے متعلق عائد کر سکتی ہے اور ان میں بھی خاصکر خرچ کے متعلق۔ سرسری طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ حقیقت میں پارلیمنٹی نگرانی عملی ہونے کے بجائے زیادہ تر نظری ہے اور اس مضمون کے متعلق پارلیمنٹ کے اندر اور باہر طولانی بحثوں کے بعد بھی یہ امر صاف نہیں ہوا ہے کہ اس کے سوا دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے۔ چار اہم مشکلات پیش آتے ہیں۔ پہلی مشکل اس طریق کار کے قواعد کی دقیانوسی خصوصیت ہے جو مالیاتی معاملات کے انصرام میں عمل میں آتی ہے۔ ان قواعد کی ابتدا زیادہ تر سترھویں میں اور اٹھارھویں صدی کے اوایل میں ہوئی جبکہ تمام غیر عہدہ دار ارکان کا فرض ہنوز یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ روپیہ کے متعلق شاہی مطالبات میں تعویق، تاخیر اور وقت حائل کریں اور قواعد اسی امر کو مد نظر رکھ کر بنائے گئے تھے۔ ان قواعد میں بہت ہی کم تغیرات ہوئے ہیں اور جہاں سیدھے طریقے بہتر ہوتے وہاں پیچ در پیچ طریقے سے

کام لیا جاتا ہے۔ مفروضاتِ قانونی کی پیروی (مثلاً "شکایات" پر مباحثہ) کا نتیجہ لاحاصل اور بعض وقت باعث تعویق ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جیسا کہ ایک نکتہ چین نے کہا ہے بیشتر مراسم اب بارود کی اس تلاش سے زیادہ کارآمد نہیں ہے جو ہر سال پارلیمنٹ کے تہ خانے میں ہوا کرتی ہے۔

ایک دوسرا زیادہ قطعی نقص یہ ہے کہ کل ایوان کا بہ حیثیت مجلس ذیلی نشست کرنا تخمینوں پر کماحقہا غور کرنے کے لئے موزون نہیں ہے۔ جس کام کے کرنے کی ضرورت ہے اس کے لئے یہ کل جماعت ضرورت سے زیادہ بڑی ہے۔ وہ گواہوں کی شہادت نہیں لے سکتی، اس کا وقت محدود ہے، اس کے غور و بحث کے لئے یہ لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ سست رفتار کے ساتھ اور عام مباحثہ کی شکل میں ہو۔ ایک تیسرا نقص قابلِ فہم مالیاتی اطلاع کی کمی ہے۔ پارلیمنٹ کے روبرو جو تخمینے اور حسابات پیش ہوتے ہیں (اور جن کی فنی نوعیت اور وسعت اتنی ہے کہ یہاں ان کی تشریح دشوار ہے) وہ اپنی گوناگوں نوعیتوں کے اعتبار سے ایسے ہیں کہ معمولی ارکان کو جو اطلاعات حاصل ہوتے ہیں ان کی کمیت و کیفیت ایسی نہیں ہوتی جس سے یہ ارکان حکومت کے مالی تجاویز کے تمام مالہ وما علیہ پر حاوی ہوسکیں خواہ وہ کتنا ہی وقت صرف کردیں اور کتنا ہی صبر سے کام لیں۔ آخر میں یہ بھی بیان کردینا چاہیئے کہ اگر کسی رائے دہی پر مبارزت طلبی ہوی یا تخفیف کی تحریک کی گئی تو اس قسم کی تحریک کو قرار داد اعتماد تصور کیا جاتا ہے جس سے حکومت معرضِ خطر میں آجاتی ہے پس اس طرح مالیاتی تنقید محض سیاسی یا فریقانہ تنقید بن جاتی ہے۔ ذی اقتدار فریق کے ارکان اس وجہ سے تنقید نہیں کرتے کہ وہ ظواہر کو قائم رکھیں اور وزارت کو خطرے میں ڈالنے کا باعث نہوں، دوسری طرف فریق مخالف امداد کے مباحثوں سے اس طرح کام لیتا ہے کہ انھیں ان کی خاص خصوصیت سے بدل کر سیاسی روش کی بحث بنا دیتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ پارلیمنٹی نگرانی شاذ و نادر مواقع کے سوا محض ایک ظاہرداری ہوگئی ہے۔ دارالامرا کو اب مسودات رقمی کے قبول کرنے میں

دقتیں پیدا کرنے کا اختیار باقی نہیں رہا ہے۔ دارالعوام نے خود منانیانہ احکام سے اپنے کو اس حق سے معرا کر دیا ہے کہ وہ اخراجات کے تجاویز کی ابتدا کرے یا جو تجاویز تاجدار کی طرف سے پیش ہوئے ہوں ان میں اضافہ کرے اور اس طرح اس نے معمولاً یہ فرض کر لیا ہے کہ حکومت کو اپنی ضروریات کا بہترین علم ہو سکتا ہے اور اس لئے دارالعوام ان تجاویز کو قبول کرے جو اس کے سامنے پیش کی جائیں، اور اگرچہ دارالعوام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مطلوبہ رقوم میں کمی کر دے مگر وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس اختیار کو دانائی و بے لوثی سے عمل میں لا سکے۔ درحقیقت ایوان اکثر رقموں کے بڑھا دینے سے خوش ہوگا مگر رقموں کے کم کرنے سے اسے کچھ ایسی دلچسپی نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ فضول خرچی کے خلاف اصلی نگران "شاخ عاملہ ہے شاخ تشریعی نہیں ہے۔ لہذا اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ گزشتہ پچیس برس کے اندر ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ دارالعوام نے خود اپنے بلاواسطہ فعل سے مالی اسباب کی بنا پر کسی پیش شدہ تخمینہ میں کمی کر دی ہو مجلس امداد کے اندر حکمت عملی اور نظم ونسق کی بحث کے لئے مباحثے لابدی ہیں مگر جہاں تک کہ تجاویز اخراجات کی براہ راست موثر نگرانی کا تعلق ہے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ تخمینے کبھی پیش نہ ہوتے اور مجلس امداد کبھی منعقد نہ ہوتی تو اس میں کچھ قابل لحاظ فرق نہ ہوتا" (یہ الفاظ اس مجلس کے ہیں جس نے سنہ ۱۸-۱۹۱۷ء میں اس موضوع کی تحقیقات کی تھی) ایوان کی جانب سے تخمینوں (اور بہر نوع اخراجات کے تخمینوں) پر اس طرح غور کرنے سے جو کچھ اثباتی منافع ہیں وہ صرف اتنے ہیں کہ تبصرے، تنقید اور بحث کے ذریعہ سے مالیاتی انتظام کے متعلق جماعت عاملہ پر کسی قدر ذمہ داری عاید ہو جاتی ہے۔

عام طور پر اس نظم نے اچھا کام دیا ہے اور اکثر لوگ اس سے مطمئن ہیں لیکن بعض اطراف وجوانب میں یہ احساس رہا ہے کہ دارالعوام کی نگرانی زیادہ حقیقی و موثر ہونا چاہیے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں قومی اخراجات کے متعلق ایک

"مجلس منتخبہ" کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ آیا کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جس سے ایوان کو یہ موقع مل سکے کہ حکمتِ عملی کے تنقیدات میں پڑے بغیر وہ قومی اخراجات کے جزئیات کو زیادہ موثر طور پر جانچ سکے۔[1]

اس مجلس نے دوسرے تغیرات کے ساتھ یہ بھی سفارش کی کہ تخمینوں سے متعلق ایک "مجلس منتخبہ" بنائی جائے اور اس مجلس کا کام یہ ہو کہ بغیر کسی قسم کی ہدایت یا نگرانی کے وہ ہر سال کسی ایک خدمت یا خدمات کے کسی ایک مجموعہ کے متعلق تخمینہ جات تنظیم، طریقہائے عمل اور انجام دہی کار کی تفصیلی تحقیقات کرے اور اپنے نتائج حاصلہ کی اطلاع پارلیمنٹ کو دے اور اس خدمت یا مجموعہ خدمات کا تعین مجلس حسابات عامہ کرے لیکن ۱۹۱۲ء تک اس پر کوئی عملی کارروائی نہیں ہوئی۔ سال مذکور میں پارلیمنٹ نے "تخمینوں سے متعلق ایک مجلس منتخب" مقرر کی اور اسے یہ کام سپرد کیا کہ ایوان کے سامنے جو تخمینے پیش ہوتے ہیں، ان میں سے ہر میقات میں جس تخمینے کو یہ مجلس مناسب سمجھے لے کر اس کی جانچ کرے اور جو ممکن کفایت اسے نظر آئے اس کی اطلاع پارلیمنٹ کو دے۔ اس نئی مجلس نے محنت و ہوشیاری سے کام لیا۔ ۱۹۱۲ء میں اس نے خدمات ملکی کی بعض منظوریوں پر غور کیا، ۱۹۱۳ء میں بحری منظوریوں پر اور ۱۹۱۴ء میں فوجی منظوریوں پر غور کرنے کا آغاز کیا۔ لیکن اس کے کام بہت سست رفتار رہے اور ایوان نے جو قیود اس پر عاید کر دئے تھے ان سے وہ اس قدر دب گئی تھی کہ اس سے کچھ زیادہ نفع نہیں ہو سکتا تھا۔ جنگِ عظیم کے دوران میں یہ مجلس ایک طرح کی معطل زندگی بسر کرتی رہی۔

جنگ نے اخراجات عامہ کو بے اندازہ بڑھا دیا۔ اس کے ساتھ پارلیمنٹی نگرانی کا نظریہ بھی شکستہ ہو گیا۔ لہٰذا یہ مدتوں کا مسئلہ زیر بحث ایک نازک حالت میں پڑ گیا اور جولائی ۱۹۱۷ء میں "اخراجات قومی سے متعلق ایک

[1] ۔ ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۳ء میں اس قسم کی مسلسل تحقیقاتیں پانچ مختلف مجالس منتخبہ نے کیں مگر کچھ اہم نتائج نہ نکلے۔

"نئی مجلس منتخب" اس کام کے لئے قایم کی گئی کہ وہ اس مسئلہ کا از سر نو مطالعہ کرے۔ ۱۹۱۸ء میں اس مجلس نے رودادوں کا ایک دلچسپ سلسلہ پیش کیا اور ان میں خصوصیت کے ساتھ امور ذیل کی سفارش کی (۱) خزانہ محکموں کے اوپر اور زیادہ سرگرم نگرانی رکھے۔ (۲) پارلیمنٹ کے ہر میقات کے شروع ہونے پر پندرہ پندرہ ارکان کی دو مستقل جماعتیں تخمینوں سے متعلق قائم کی جایا کریں جو تخمینوں کی اس نظر سے جانچ کریں کہ کفایت کا پتہ چلے اور خود بھی کفایت شعاری کی صورتیں بتائیں۔ (۳) یہ اصول قائم ہوجائے کہ مجالس تخمینہ جات کی سفارش پر جو تحریک "مجلسِ امداد" میں منظور ہو اس کے یہ معنی نہ لئے جائیں کہ اب حکومت کو ایوان کا اعتماد نہیں حاصل رہا ہے۔ اس ماموریہ کی روداد پر بہت توجہ رہی ہے اور اس کے کچھ ثمرات بھی حاصل ہوئے ہیں چنانچہ ۱۹۱۹ء میں ایوان نے صرف ایک میقاتی نشست کے لئے ایک قاعدہ اختیار کیا جس سے یہ روا ہوگیا کہ تنہا کل ایوان کی مجلس کے بجائے ایک مستقل مجلس تخمینوں پر غور کرے۔ اس کے متعلق اس بنا پر سخت اعتراض کیا گیا کہ تخمینوں کی بحث کے ذریعہ سے حکام عاملہ کی تنقید ونگرانی کے حق سے خفیف ترین طور پر بھی ایوان کو محروم کرنا اس کے نہایت ہی قابل قدر و حقیقی فرض کو اس سے غصب کرلیتا ہے۔ دوسری طرف یہ زور دیا گیا کہ محصول دینے والوں کے روپیہ کے مزید تحفظ سے قطع نظر کرکے بھی صرف وضع قوانین کے وقت ہی کا بچا رہنا مفاد عامہ کے لئے ضروری ہے معلوم نہیں کہ یہ نیا طریقہ قطعی طور پر قائم ہوجائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو اس باب کے ابتدائی حصہ میں جس طریق کار کا بیان ہوا ہے اس میں بھی حسب ضرورت تغیر ہوجائے گا۔[1]

---

[1] مسودات رقمی کا طریق کار کتب ذیل میں بیان ہوا ہے۔ لوول "حکومتِ انگلشیہ" Lowell: Government of England جلد اول باب ۱۴۔ اینسن "قانون ورواج دستور سلطنت" Anson: Law and Custom of the Constitution. جلد اول صفحات ۲۶۸

خانگی مسودات قوانین	جہاں تک کہ طریق کار کا تعلق ہے حکومتی مسودۂ قانون اور ارکان کے خانگی مسودۂ قانون کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے مگر خانگی مسودۂ قانون کے متعلق کارروائی اُس

طرح سے ہوتی ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ عام مسودہ قانون وہ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ۲۸۱ - البرٹ، پارلیمنٹ" Ilbert: Parliament باب ۴ الیضاً "تشریعی طرق وصور" Legislative Methods and Forms صفحات ۲۸۱ ۔ ۲۹۶ ۔ ریڈلچ "دارالعوام کا طریق کار" Redlich: Procedure of the House of Commons جلد سوم صفحہ ۱۱۳ ۔ ۱۴۷ ۔ مے ۔ "پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رواج کے متعلق رسالہ" May: Treatise on the Law, Privileges, Proceedings and Usage باب ۲۱ ۔ زیادہ وسیع بحث کے لئے کتب ذیل دیکھنا چاہیئے ۔ ڈبلیو ۔ ڈبلیو ۔ ولوبی ڈبلیو ۔ ایف ولوبی اور ایس ایم ۔ لنڈسے "برطانیہ عظمی کا مالیاتی نظم ونسق" W. F. Willoughby Financial Administration of Great Britain مطبوعۂ نیو یارک ۱۹۱۷ء ۔ آر ۔ اسٹورم ۔ موازنہ R. Stourm: The Budget مرتبۂ ڈبلیو ایف میک کیلیپ مطبوعۂ نیو یارک ۱۹۱۷ء ۔ ایچ ۔ ہگس "سلطنت متحدہ کا مالیاتی نظم" H. Higgs; Financial System of the United Kingdom مطبوعۂ لندن ۱۹۱۴ء ۔ ای ینگ "نظم مالیات قومی" Young System of National Finance مطبوعۂ لندن ۱۹۱۵ء ۔ اے ۔ جے ۔ وی ڈیورل "پارلیمنٹی عطیات پر نگرانی کے نظم کا اصول و عمل" A. J. Durell; Principles and Practice of the System of Control over Parliamentary Grants مطبوعۂ لندن ۱۹۱۷ء ۔ ۱۹۱۷ء ۔ ۱۸ء کے ماموریہ کے کام خلاصہ پر ایک مفید بحث ۔ ای ۔ ایچ ڈیونپورٹ کی کتاب "پارلیمنٹ و محصول دہندہ" E. H. Davenport: Parliament and the Taxpayer مطبوعۂ لندن ۱۹۱۹ء میں ہے ۔ اور اس کا ایک مختصر بیان جے ۔ اے ۔ آر ۔ میریٹ کے مضمون "پارلیمنٹ و مالیات" J. R. Marriott: Parliament and Finance. مطبوعۂ ایڈنبرا ریویو، جنوری ۱۹۲۰ء میں ہے ۔

ہے جس سے سلطنت کے عام مفاد پر اثر پڑتا ہے اور جس کا مقصود بہبود عامہ کو ترقی دینا ہوتا ہے۔ خانگی سودہ قانون وہ ہے جس کا مقصود کسی خاص مقام شخص یا جماعت اشخاص کا نفع ہوتا ہے۔ خانگی سودات قوانین کا عام ترین مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی ذمہ داری کے ساتھ اور خاص اپنے نفع کے لئے مفاد عامہ کے کاموں کے اختیار کرنے کے لئے متحد ہوسکیں۔ مثلاً ریلوے یا ٹریموے کا بنانا، بندرگاہوں اور گودیوں کی تعمیر، دلدلوں کا خشک کرنا، پانی، گیس اور قوت برقی کا مہیا کرنا، اور اسی قسم کے دوسرے کام جن کا انضباط ممالک متحدہ امریکہ میں ریاستی قانون سازی اور بلدی مجالس کی طرف سے ہوتا ہے۔ تمام خانگی سودات قوانین کی ابتدا درخواستوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے جو اس اجلاس کے افتتاح کے قبل پیش ہونا چاہئیں جس میں ان پر غور کرنا مقصود ہو۔ ان درخواستوں کا پیش ہونا اور ان کی ترقی کے مختلف مدارج تفصیلی و شدید ضوابط کے تحت ہیں اور موئدین اور مخالفین دونوں سے رسوم طلب کئے جاتے ہیں جس سے ذرا زیادہ اہم خانگی سودے کا قانون بننا فریقین متعلقہ کے لئے ایک گراں بار کارروائی ہو جاتی ہے اور نیز اس سے سرکاری آمدنی میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

وہ پارلیمنٹی عہدہ دار جو ممتحنین درخواستہائے سودات قوانین ذاتی" کہلاتے ہیں، جب وہ ان درخواستوں کی تنقیح کرکے انھیں منظور کر دیتے ہیں تو پھر خانگی سودہ قانون دونوں ایوانوں میں سے کسی ایک ایوان میں پیش ہوسکتا ہے۔ اس کی دوسری خواندگی کے وقت اس تجویز کے اصول پر مباحثہ ہوسکتا ہے اور بعد ازاں اگر اس سودے کی مخالفت ہوتی ہے تو اسے ذیلی جماعت سودہ خانگی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جس میں چار ارکان اور ایک بغرض ثالث شامل ہوتے ہیں۔ اگر اس سودہ کی مخالفت نہیں ہوتی یعنی مالکان جائداد مشخصات یا دوسرے اغراض و مفاد کی طرف سے مخالف درخواست نہیں گزرتی تو ۱۹۰۲ء کے ایک مستقل حکم کے بموجب مجلس حوالگی، مجلس مداخل و مخارج کے صدر و نائب صدر اور ایوان کے دوسرے دو ارکان (جنھیں مجلس انتخاب مقرر کرتی ہے) اور صدر دار العوام کے مشیر قانونی پر مشتمل

ہوتی ہے۔ متنازعہ مسودہ کا مرحلۂ مجلس ذیلی فی الواقع عدالتی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ مؤیدین و مخالفین کی نمائندگی وکلا کرتے ہیں، گواہوں کے بیانات ہوتے ہیں، اور ماہرانہ شہادت لی جاتی ہے۔ مجلس کی طرف سے اطلاع حاصل ہونے پر یہ تجویز انھیں قواعد کے تحت آگے بڑھتی ہے جو مسودات عامہ کی ترقی کے لئے متعین ہیں۔

لیکن دو باتیں اور ملحوظ رہنا چاہئیں۔ اول یہ کہ اگرچہ نظریہ کی رو سے مسودات عامہ اور مسودات خانگی کا فرق صاف ہے مگر واقعہ میں ان دونوں کے درمیان خط فصل کھینچنا ذرا مشکل ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ ایک قسم "مخلوط مسودات" کی تسلیم کر لی گئی ہے جو اپنے مطالب میں کسیقدر عام اور کسی قدر خاص ہوتے ہیں، اور کبھی ان پر ایک نہج سے کارروائی ہوتی ہے اور کبھی دوسری نہج سے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں نوعین مخلوط ہو جاتی ہیں۔ دوسرا امر یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ کچھ تو خرچ کے کم کرنے کے لئے اور کچھ محکمہ عالہٴ متعلقہ کی نکوخواہی حاصل کرنے کے لئے، یہ ایک عام بات ہو گئی ہے کہ اس قسم کے امور عامہ کے جو ترقی دینے والے پارلیمنٹی منظوری حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ایک تدبیر سے کام لیتے ہیں جو "ہنگامی حکم" کے نام سے مشہور ہے۔ ہنگامی حکم وہ ہے جو بعد تحقیقات کسی سرکاری محکمہ کی طرف سے جاری ہو اور جس کی رو سے ہنگامی طور پر کسی ایسی تجویز کے عمل میں لانے کی اجازت دیجائے جس کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ انجام کار میں اس کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری کی ضرورت ہوتی ہے مگر مختلف محکمہ جات اس قسم کے احکام کا مجموعہ بناکر دونوں ایوانوں میں پیش کرتے ہیں اور عملاً ان کی توثیق پہلے ہی سے متیقن ہو جاتی ہے۔ لوئل نے یہ دکھایا ہے کہ ۱۸۹۴ء اور ۱۹۰۱ء کے درمیان جو ہنگامی احکام پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہوے ان میں سے دسویں حصہ کی بھی مخالفت نہیں ہوئی اور صرف ایک حکم منظوری سے رہ گیا۔[1]

[1] حکومتِ انگلستان (Government of England) جلد اول صفحہ ۳۸۵۔

(دیکھو صفحہ آئندہ)

دارالعوام کے قواعد

آیرستان کے ایک رکن نے ایک مرتبہ مسٹر پارنل سے سوال کیا تھا کہ میں دارالعوام کے قواعد کیونکر سیکھ سکتا ہوں" اس کا فلسفیانہ جواب یہ ملا کہ "ان قواعد کی خلاف ورزی کرنے سے" چونکہ دارالعوام میں کارروائی جس ضابطہ کے بموجب انجام پاتی ہے ان میں ایک بہت بڑا مجموعہ موضوعہ ضوابط کا ہے اور ان کے ساتھ غیر تحریری رواج خلط ملط ہیں اس لئے یہ ضابطہ فی الحقیقت پیچیدہ ہے۔ لارڈ پامرسٹن نے کہا تھا کہ میں کبھی پوری طرح اس ضابطہ پر حاوی نہیں ہوا اور گلیڈسٹن نے بارہا "قواعد ایوان" کو بیخبری سے شکست کیا ہے۔ جیسا کہ انسن نے کہا ہے "یہ ضوابط انیسویں صدی کے قبل وہ مقاصد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خانگی مسودہ قانون کی توضیح کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئے۔ لوئل جلد اول باب ۲۔ ریڈلچ وہرسٹ "انگلستان میں حکومت مقامی" Redlich and Hirst Local Government in England جلد دوم صفحات ۳۳۸۔۳۵۱۔ انسن "قانون ورواج دستور سلطنت" Anson:Law and custom of the constitution جلد اول صفحات ۲۹۱۔۳۰۰۔ مے "پارلیمنٹ کے قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رواج" May" Treatise on the Law, Privileges, Proceedings and Usage of Parliament. ابواب ۲۴ تا ۲۹۔ کورٹنی "سلطنت متحدہ کا عملی دستور سلطنت" Courtney;Working Constitution of the United Kingdom باب ۱۸۔ میک ڈوناکتاب پارلیمنٹ" Mac Donaugh ;Book of Parliament صفحات ۳۹۸۔۴۲۰۔ اس بحث پر مستند کتاب ایف۔ کلیفرڈ کی "خانگی مسودے کی توضیح کی تاریخ" Clifford; History of Private Bill Legislation — ۲ جلد مطبوعہ لندن ۱۸۸۵۔۸۷ء بعد کی ایک قابل قدر کتاب ایف۔ ایچ اسپنسر کی "آغاز بلدیات" حکومت مقامی سے متعلق انگلستان کے خانگی مسودہ قانون کی توضیح کا بیان ۱۷۴۰ء تا ۱۸۳۵ء مع ایک باب متعلق کارروائی مسودہ قانون ذاتی (Municipal Origins; an account of private) Bill Legislation relating to Local Government, 1740-1835, with a Chapter on Private Bill Procedure مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء

کو پیش نظر رکھ کر بنائے گئے تھے، ایک یہ کہ بادشاہ کے وزرا جس طرح کی عاجلانہ اور ناقص کارروائی کرنا چاہتے تھے ان سے ایوان کو محفوظ رکھا جائے اور دوسرے یہ کہ ایوان کے اندر جو فریق ہوں سب کے ساتھ انصاف ہو اور سب کی سنی جائے۔ ۱۸۸۱ء تک حکومت کے کام کو چند معینہ دنوں میں مسلمہ تقدم نہیں دیا گیا۔ مگر اس سنہ کے بعد دارالعوام کی تاریخ امور ذیل کے وقایع پر مشتمل ہے:۔
(۱) جو مباحث و تجاویز حکومت کے تشریعی لائحۂ عمل سے خارج ہوں ان کے بحث و مباحثہ میں خانگی ارکان کے وقت میں بہت کمی ہوگئی۔ (۲) حکومت کے کاموں کے مختلف مراحل میں عام سوالات اٹھانے کے مواقع برابر گھٹتے گئے۔ (۳) حکومت ایوانوں سے جن تجاویز کی منظوری کی خواہاں ہو ان کے بحث و مباحثہ میں جس قدر وقت کی اجازت ہو اس میں کمی ہوتی گئی ہے[۱]

مباحثہ و آداب کے متعلق قواعد نہ صرف نازک و پیچیدہ ہیں بلکہ بعض صورتوں میں نہایت ہی قدیم بھی ہیں۔ یہ قواعد جہاں تک ضبط تحریر میں آگئے ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مباحث ذیل پر مشتمل ہیں:۔ (۱) "مستقل قواعد" جو دوامی نوعیت رکھتے ہیں۔ (۲) "میقاتی احکام" جو صرف ایک ہی میقات تک قابل العمل ہوتے ہیں۔ (۳) "عام احکام" جو زمانہ نفاذ کے اعتبار سے غیر متیقن ہوتے ہیں۔ مباحثہ کے دوران میں تمام تقاریر کا مخاطب صدر ہوتا ہے۔ اور جس صورت میں ایک سے زائد ارکان تقریر کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو یہ امر صدر کے فیصلہ پر منحصر ہوتا ہے کہ کون شخص تقریر کرے۔ جب "تقسیم آرا" ہورہی ہو اور دروازے بند ہوں اس وقت ارکان بیٹھے ہوے اور ٹوپیاں پہنے ہوے تقریر کرتے ہیں مگر اور تمام اوقات میں کھڑے ہوکر اور ٹوپی اتار کر تقریر کرتے ہیں۔ کوئی تقریر مسودے سے پڑھی نہیں جاسکتی اور صدر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غیر متعلق امور اور تکرار

---

[۱] اینسن "قانون و رواج دستور سلطنت" (Law and Custom of the Constitution) جلد اوّل صفحہ ۲۵۳۔

سے رکن کو تنبیہ کر دے بلکہ وہ اسے مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اپنی تقریر کو ختم کر دے۔ جس رکن کے اطوار قابلِ ملامت ہوں اسے ایوان سے چلے جانے کا حکم دیا جا سکتا ہے اور ایوان کی رائے پر وہ خدمت سے معطل بھی ہو سکتا ہے۔ مجلسِ ذیلی کے سوا اور کسی وقت میں کوئی رکن ایک ہی مسئلہ پر دو مرتبہ تقریر نہیں کر سکتا، البتہ یہ جائز ہے کہ اس کی تقریر کا کوئی حصہ اگر غلط سمجھا گیا ہو تو اسے تشریح کی اجازت دی جائے۔ نامناسب طور پر سدِّراہ ہونا روا نہیں رکھا جا سکتا اور صدر جس تحریک کو تعویق انداز خیال کرے اس کے پیش کرنے سے وہ انکار کر سکتا ہے۔

قطع بحث مزید براں قطع بحث کے طریق کے استعمال سے بھی مباحثے مناسب حدود کے اندر رکھے جا سکتے ہیں۔ اس کی تین مسلمہ صورتیں ہیں قطع بحث محض، "گلوٹین" اور "کانگرو"۔ معمولی قطع بحث کی ابتدا ۱۸۸۱ء سے ہوئی۔ یہ طریقہ ایوان کے مستقل احکام میں ۱۸۸۲ء میں داخل ہوا اور ۱۸۸۸ء میں اس نے اپنی موجودہ صورت اختیار کی۔ اس کی بناء آغاز یہ ہوئی کہ ایک نسل قبل آئرستان کے قوم پرستوں نے ناقابلِ برداشت سدِّراہ کے جو طریقے اختیار کئے تھے ایوان نے اس کے ذریعہ سے ان کو دبا دینے کی کوشش کی مگر کارہائے پیش شدہ کی کثرت سے اور بڑی بڑی مجالس مباحثہ کے دیدہ و دانستہ وقت ضایع کرنے کے عام میلان کی وجہ سے یہ قاعدہ اس قدر مفید معلوم ہوا کہ اس کا ترک کرنا ممکن نہ ہوا۔ "مستقل حکم شمار ۲۶" کی عبارت یہ ہے کہ "جب کسی مسئلے کی تحریک پیش ہو چکے تو کوئی رکن اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ "یہ مسئلہ اب پیش ہو" اور اگر صدر کا یہ خیال نہ ہو کہ یہ تحریک ایوان کے قواعد کی خلاف ورزی یا جماعتِ قلیل کے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی کے مترادف

لہ۔ پارلیمنٹی خطابت کے متعلق گرہیم کی کتاب "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham: Mother of Parliaments صفحات ۲۰۳-۲۲۴ دیکھنا چاہئے۔

ہے تو یہ مسئلہ فوراً پیش ہو جائیگا۔ کہ "سوال اب پیش کر دیا گیا" اور بغیر ترمیم یا مباحثہ کے اس کا تصفیہ ہو جائیگا، اس طرح بحث فوراً ہی منقطع ہو جائیگی اور رائے لی جائے گی۔ لیکن قطع بحث کا قاعدہ اس وقت تک قابل النفاذ نہیں ہوتا جب تک کہ ان ارکان کی تعداد جو اس کے قبول کرنے کی کثرت کی جا نب رائے دیں سنو کی اور مستقل مجلس ذیلی کی صورت میں بیس کی نہ ہو۔

ایک زیادہ موثر تدبیر "قطع بحث بالحصص" یا "گلوٹین" ہے جب یہ تدبیر کام میں لائی جاتی ہے تو مسودۂ قانون پر غور کرنے کے قبل ایوان اس تجویز کے مختلف حصوں یا مختلف مرحلوں کے لئے وقت کے تعین پر اتفاق کر لیتا ہے اور ہر دور کے پورے ہو جانے پر مباحثہ خواہ ختم ہو یا نہ ہو بند کر دیا جاتا ہے، رائے لی جاتی ہے اور مسودے کے جس حصے پر یہ آلۂ گردن زنی گرتا ہے کثرت اسے قبول کر لیتی ہے۔ ادھر حال کے زمانہ میں یہ تدبیر ایسے موقعوں پر باقاعدہ استعمال ہوتی رہی ہے جب حکومت کا کوئی اہم مسودہ کل ایوان کی مجلس ذیلی کے غور کے لئے محفوظ کیا گیا ہو۔ اس کا نفع وقت کا بچانا ہے اور اس سے یہ بھی تیقن ہو جاتا ہے کہ ایک معینہ تاریخ پر تجویز کی اختتامی کارروائی عمل میں آجائے گی۔ قطع بحث کا وہ طریقہ جسے "کانگرو" کے نام سے بدنام کیا گیا ہے، اس طرح پر پیدا ہوا کہ وقتاً فوقتاً ایوان نے اپنے صدر کو یہ اختیار دیا کہ کسی خاص مسودۂ قانون کے کسی دفعہ کے متعلق جو خاص ترمیمیں پیش ہوی ہوں ان میں سے جن ترمیموں کو وہ سب سے زیادہ اہم سمجھے انھیں منتخب کرے اور انھیں خاص ترمیموں پر مباحثہ ہو اور تصفیہ پر نہ ہو۔ اس طرح یہ سمجھا گیا کہ صدر کانگرو کی طرح ایک ترمیم سے دوسری ترمیم تک اُچھلتا پھرتا ہے۔ ۱۹۱۹ء میں یہ کانگرو کے طرز کی قطع بحث ایک مستقل قاعدہ (شمارہ ۲۷۔الف) کے ذریعہ سے باضابطہ بنا دیا گیا اور بحث کے لئے ترمیموں کا اختیار کرنا صدر کا مخصوص اختیار نہیں رہا بلکہ صدارت کا دائمی منصب بنا دیا گیا۔ اس سے وقت بہت بچ جاتا ہے، البتہ صدر پر جو پہلے ہی کاموں کے بار سے

دبا ہوا تھا اور زائد بار پڑ گیا۔[1]

رائے دہی اور تقسیم آرا۔

جب کسی تجویز پر بتمامہ یا اس کے کسی جزو پر مباحثہ ختم ہو جاتا ہے تو رائے لی جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اصطلاحاً اس میں "تقسیم آرا" ہو یا نہ ہو۔ جس مسئلہ پر رائے لینا ہوتی ہے صدر دارالعوام یا صدر مجلس ذیلی اس کو بیان کرتا "اور ہاں" "اور نہیں" کہنے کی خواہش کرتا ہے۔ ظاہراً جو نتیجہ اسے معلوم ہوتا ہے اس کا اعلان کر دیتا ہے اور اگر اس کے اس فیصلہ پر معارضہ نہیں ہوتا تو رائے ثبت کر لی جاتی ہے، لیکن اگر کوئی رکن تعرض کرتا ہے تو بیرونی لوگوں سے (ان جگہوں کے سوا جو ان کے لئے مخصوص ہیں اور جگہوں سے) نکل جانے کے لئے کہا جاتا ہے، تمام ایوان میں برقی گھنٹیاں بج جاتی ہیں اور دو منٹ والی ریت گھڑی الٹ دی جاتی ہے اور اس دو منٹ کے گزرنے پر دروازوں میں قفل پڑ جاتے ہیں۔ اس کے بعد مسئلہ مکرر بیان ہوتا ہے اور پھر زبانی رائے لی جاتی ہے۔ اگر کوئی رکن اس پر بھی اعلان شدہ نتیجہ کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے تو صدر تقسیم کا حکم دیتا ہے۔ ہاں کہنے والے اس برآمدے میں گزرتے ہیں جو صدر کے داہنے ہاتھ پر ہے اور نہیں کہنے والے اس برآمدے میں گزرتے ہیں جو بائیں جانب ہے اور جب ارکان ایوان کے اندر اپنی جگہوں پر واپس آتے ہیں تو ان سب لوگوں کا شمار چار شمار کنندے کرتے ہیں جن کا تعین صدر کرتا ہے اور جو ہر جانب سے دو شخص ہوتے ہیں تقسیم کے اس طریقے میں ۱۸۳۶ء کے بعد سے بہت کم تغیر ہوا ہے ۱۸۸۸ء کے ایک

---

[1] ریڈلچ "دارالعوام کا طریق کار" Redlich: Procedure of the House of Commons جلد اول، صفحات ۱۳۳۔۲۱۲۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham: Mother of Parliaments صفحات ۱۵۸۔۱۷۲۔ گلوٹین کے استعمال کی ایک نہایت ہی نمایاں مثال ۱۹۱۱ء "مسودہ قانون بیمہ قومی" کی منظوری کی تاریخ سے ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو "وقائع سالانہ" Annual Register صفحات ۲۳۲۔۲۳۶۔

منتقل حکم کے بموجب (جسے ۱۹۱۹ء میں ترمیم کر کے ایک طرح کی قوت دیدی گئی ہے) صدر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس صورت میں وہ سمجھے کہ تقسیم کا مطالبہ تعویق انداز یا غیر ذمہ وار ہے تو وہ ہاں اور نہیں کہنے والوں سے یہ خواہش کرے وہ اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو جائیں اور ان کا شمار کر لیا جائے مگر مسلمہ طریق کو چھوڑ کر اس انحراف کی ضرورت بہت ہی کم پڑتی ہے۔ "غیاب مساویانہ" کے طریقہ پر بھی کبھی کبھی عمل ہوتا ہے اور جب کوئی معاملہ سیاسی اہمیت کا ہو تو سیاسی گروہوں کے ہدایات کی سرگرمی بڑھ جاتی ہے[1]۔

دارالامرا میں طریق کار — دارالامرا کے طریق کار کے قواعد اصولاً آسان اور عملاً اور

---

[1] دارالعوام میں کام کے چلنے کے طریقے کے متعلق کتب ذیل ملاحظہ ہوں:۔ لوول، "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England جلد اول باب ۱۵-۱۶
البرٹ، "پارلیمنٹ" (Ilbert) Parliament باب ۵ جلد دوم صفحات ۲۱۵-۲۶۴-
رڈلچ "دارالعوام کا طریق کار" Redlich: Procedure of the House of Commons
مے، "پارلیمنٹ، قانون، امتیازات، طریقہائے کار اور رواج" May; Treatise on the Law, Privileges, Proceedings, and Usage oF Parliament باب ۸ تا ۱۲-
مڈلے "درسی کتابچہ تاریخ دستور انگلستان" Medley: Manual of English Constitutional History صفحات ۲۳۱-۲۸۴- گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham Mother of Parliaments صفحات ۲۲۵-۲۵۸- میک ڈونا "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh; Book of Parliament صفحات ۲۱۷-۲۴۷- فرقی ہدایات کے کام کے متعلق بالتفصیل گریہم کی کتاب مذکورہ بالا ۲۵۴-۲۵۸- دیکھنا چاہیئے اور کارروائیوں کی اشاعت کے متعلق البرٹ کا مضمون "دارالعوام کے خفیہ اجلاس" Ilbert; Secret Sittings in the House of Commons مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کواٹرلی ریویو" ۱۹۱۴ء دیکھنا چاہیئے۔

بھی زیادہ آسان ہیں۔ رسماً ایسا ہوتا ہے کہ تمام اہم تجاویز کے دو مرتبہ پڑھے جانے کے بعد کل ایوان کی مجلسِ ذیلی میں غور ہوتا ہے اور لفظی نظرثانی کے لیے وہ ایک مستقل مجلس ذیلی کے حوالہ کر دیے جاتے ہیں، یہ مجلس کیفیت پیش کرتی ہے اور آخر میں وہ تجاویز یا قبول کر لیے جاتے ہیں یا مسترد کر دیے جاتے ہیں۔ عمل میں اغلب یہی ہے کہ اس طریقہ میں اختصار سے کام لیا جائے۔ مثلاً بہت ہی کم مسودات ایسے ہوتے ہیں جو واقعاً نظرثانی کرنے والی مجلس کو حوالہ کیے جاتے ہیں۔ ایسی تجویزیں جن کے لیے جانچ کی ضرورت ہوتی ہے ان کے واسطے ہر نشست کے لیے مجلسیں بنائی جاتی ہیں اور حسب ضرورت دوسری مجلسیں وقتاً فوقتاً بنتی رہتی ہیں مگر اس ایوان کی فرصت مزید کی وجہ سے اسے یہ موقع ہے کہ جس تجویز پر ارکان واقعی بحث کرنا چاہیں اس پر کل ایوان کی مجلسِ ذیلی میں بحث ہو سکے۔

دقت اندازی یہاں تقریباً نامعلوم ہے اور اس لیے یہاں کسی قسم کے قطع بحث کے اختیار کرنے کی کبھی ضرورت نہیں لاحق ہوئی۔ علی العموم اہم مسائل کا تصفیہ تقسیم آراء سے ہوتا ہے۔ جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا ہے تو جو ارکان اثباتی رائے درج کرانا چاہتے ہیں وہ صدر کی داہنی جانب کے برآمدے میں چلے جاتے ہیں اور جو تجویز کے مخالف ہوتے ہیں وہ بائیں جانب کے بالمقابل برآمدے میں جا بیٹھتے ہیں اور دونوں جماعتوں کا شمار وہ شمارکنندے کر لیتے ہیں جنھیں صدرنشین مقرر کرتا ہے۔ جو رکن رائے دینے سے بچنا چاہے وہ یہ کر سکتا ہے کہ تخت کے پایوں کے پاس کھڑا ہو جائے کیونکہ تخت اصطلاحاً ایوان سے باہر سمجھا جاتا ہے۔ ۱۸۶۸ء کے قبل تک غیر حاضر ارکان کے لیے یہ جائز تھا کہ نیابت کے ذریعہ سے رائے دیں مگر یہ ناقابلِ حمایت امتیاز سال مذکور میں ایک مستقل قاعدے کے ذریعہ سے منسوخ کر دیا گیا اور اغلب یہی ہے کہ اب کبھی دوبارہ اس کی تجدید نہ ہوگی۔[1]

---

[1] دارالامراء میں کام کے چلنے کے طریقے کے متعلق انسن کی کتاب "قانون رواج دستور سلطنت"

وقائع پارلیمنٹ پارلیمنٹی کارروائیوں کے اولین موجودہ وقایع "فردات پارلیمنٹ" ہیں جو چھ ضخیم جلدوں میں مدوّن ہیں۔ رفع شکایات کے لئے جو درخواستیں دی گئی تھیں، ان درخواستوں کے جوابات پر جو تعلیقات یا یادداشتیں درج ہیں، پارلیمنٹ کی عدالتِ عالیہ کے سامنے جو عذرات پیش ہوئے تھے، اور دوسرے اس قسم کے مدات سب ان جلدوں کے اندر ہیں، یہ تمام جلدیں ۱۲۷۸ - ۱۵۰۳ کے دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ دارالامرا کی رو داد کا آغاز ۱۵۰۹ء سے ہوا اور دارالعوام کی روداد کا آغاز ۱۵۴۷ء سے ہوا مگر الیزبیتھ کے عہد کے ابتدائی بیس سال کے وقایع ضایع ہو گئے ہیں۔ سابق زمانہ کے وقایع نمایاں ہمعصر واقعات اور اہم تقریروں کے تعلیقات سے گرانبار ہو گئے ہیں مگر انہیں سے اکثر میں زندہ دلی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ سترھویں صدی میں محرروں کو مباحثوں کی روداد درج کرنے سے روک دیا گیا اور اب ان رودادوں میں "رایوں اور کارروایوں" کے باضابطہ واقعات درج ہوتے ہیں۔ یعنی جو باتیں عمل میں آتی ہیں وہ مندرج ہوتی ہیں نہ کہ جو باتیں کہی جاتی ہیں۔ جو رودادیں اور جو کاغذات ایوانوں میں پیش ہوتے ہیں وہ ابتداء ہی سے شامل کئے جاتے ہیں مگر اب یہ سب علٰحدہ شایع کئے جاتے ہیں اور پارلیمنٹی کاغذات کا (جو عام طور پر "کتب نیلگون" کے نام سے مشہور ہیں) ایک وسیع مجموعہ بن جاتا ہے (جن کا شمار تقریباً ساڑھے سات ہزار تک ہوتا ہے)۔

۱۶۲۸ء میں دارالعوام نے اپنے محرروں کو تقریروں کی یادداشتیں لکھنے سے منع کر دیا، اس وقت سے ۱۹۰۹ء تک پارلیمنٹی مباحثوں کے وقایع محفوظ نہیں رکھے جاتے تھے اگر کچھ ہیں تو وہی جن کی بنا ان یادداشتوں پر تھی جو کم وبیش خفیہ طور پر لکھ لی جاتی تھیں اور پارلیمنٹی احکام کے علی الرغم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Anson: Law and Custom of the Constitution جلد اوّل صفحات ۲۸۱ - ۲۹۱ دیکھنا چاہئے۔

یا ان سے پہلو بچا کر شایع کر دی جاتی تھیں۔ ۱۷۷۱ء میں اس مبحث پر ایک یادگار معرکہ آرائی کے بعد مباحثوں کی یادداشتیں باقاعدہ مرتب ہونے لگیں۔ مگر نامہ نگاروں کی نشست کا انتظام ۱۸۳۴ء کے بعد ہوا اور اس کے بعد بھی کچھ زمانہ تک وقایع منفرق الاجزا اور ناقص ہوا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں مختلف تصنیفوں کی وجہ سے باقاعدہ روداد کی کمی پوری ہو گئی سب سے پہلی تصنیف ”پارلیمنٹی تاریخ“ Parliamentary History تھی جو ۱۷۵۱ء میں شایع ہوئی، اور اس نے وقایع کو ۱۶۶۰ء کی رجعت شاہی تک پہنچایا۔ اس کے بعد اس کی جگہ ولیم کابٹ کی ”پارلیمنٹی تاریخ“ نے لے لی اور حالات کو ۱۸۰۳ء تک پہنچا دیا۔ یہ تاریخ بھی کابٹ کے ”پارلیمنٹی مباحث“ Parliamentary Debates سے دب گئی، جو ”ویکلی پولیٹیکل رجسٹر“ کے مسلسل ضمیمے کے طور پر شایع ہوتے رہے۔ ۱۸۱۲ء میں یہ ”رجسٹر“ اور ”مباحث“ دونوں ٹی سی ہنسرڈ کے مشہور شرکت طباعت کے ہاتھ میں آ گئے۔ یہ مباحث مختلف سلسلوں میں اور انتظام کی مختلف صورتوں کے تحت اور اس کے برسوں بعد تک کہ ہنسرڈ کے خاندان کو اس سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا ۱۹۰۸ء تک جاری رہے۔ انگریزی پارلیمنٹی تاریخ کے تمام طالب علم ان شاندار جلدوں کے طویل سلسلوں سے واقف ہیں۔ ۱۸۷۷ء تک یہ ایک خالص ذاتی سعی تھی مگر اب حکومت اس خیال سے اسے مدد دینے لگی کہ اس کی تکمیل و صحت اور زیادہ ہو جائے۔ تاہم یہ اشاعت غیر سرکاری ہی رہی اور صرف ۱۹۰۹ء میں آکر یہ فیصلہ ہوا کہ اس کے بجائے سرکاری اشاعت ہونا چاہئے جسے دونوں ایوانوں میں ایسے نامہ نگاروں کا ایک عملہ مرتب کرے جن کا تعلق کسی اخبار یا تجارتی ناشر سے نہ ہو۔ اب یہ نامہ نگار ہر روز کے مباحثے کے وقایع تیار کرتے ہیں اور وہ بغیر نظر ثانی کئے ہوئے دوسرے روز ناشتہ کے وقت تک دارالعوام کے تمام ارکان میں تقسیم ہو جاتے ہیں، البتہ فرصت پسند دارالامرا یہ اجازت نہیں دیتا کہ اس کی روداد میں اس وقت تک

شایع ہوں جب تک کہ ارکان اپنی اپنی تقریروں کے مطبوعہ صفحات پر نظرثانی نہ کریں لہ

پارلیمنٹ کے کثرت کار میں تسہیل و تحویل

جنگِ عظیم سے مدتوں قبل صاحب فکر انگریز اس خیال میں تھے کہ ایوانِ زیریں میں قطع بحث کے بکثرت استعمال اور خانگی ارکان کے سوداۃ کے غور و بحث کے لئے وقت کے محدود ہونے کے باوجود پارلیمنٹ کے لئے اپنے کاموں کو بخوبی اور مناسب غور و فکر کے ساتھ انجام دینا روز بروز مشکل ہوتا جاتا ہے۔ ایک واحد مجلس مقننہ سے یہ چاہا جاتا ہے کہ وہ قوانین بنائے، مالیات پر نگرانی رکھے، نظم و نسق کی تنقید کرے اور علاوہ نہ ذمہ داری کو نافذ کرے اور یہ نہ صرف سلطنت متحدہ میں بہ حیثیت مجموعی بلکہ اس کے چاروں اجزائے ترکیبی انگلستان، ویلز، اسکاٹلینڈ، اور آیرستان کے لئے گو نہ جدا جدا ایسا کرے۔ جن حالات و مسائل سے اس مجلس کو کام پڑتا ہے ان کی روز افزوں پیچیدگی کی وجہ سے کام ہر سال بڑھتا جا رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نشست کے افتتاح کے وقت تاجدار کی تقریر میں جن مسائل کو مقدم جگہ دی جاتی تھی ان پر بھی اکثر اس نشست میں توجہ نہیں ہوتی تھی بلکہ چند غیر معمولی متنازعہ فیہ مسائل کی وجہ سے کل وقت صرف ہو جاتا تھا۔ اور بہت سی تجاویز کتاب قانون پر ارکان کے توجہ کئے بغیر ثبت ہو جاتی تھیں بلکہ اکثر ان پر بحث مباحثہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں ایک مصنف نے یہ معلوم کیا کہ ۱۹۰۵ء کے عشرے میں دارالعوام نے ۲۸۸ حکومتی سوداۃ منظور کئے، ان میں

لہ۔ البرٹ "پارلیمنٹ" Ilbert; Parliament باب ۸۔ گریہم "پارلیمنٹوں کی ماں" Graham; Mother of Parliaments باب ۱۶۔ قوانین ملک کے شایع شدہ مجموعات کے متعلق البرٹ کی کتاب "تشریعی طرق و صور" Ilbert, Legislative Methods and Forms باب ۲ دیکھنا چاہیئے۔

۶۰ مالیاتی مسودات تھے، بقیہ ۳۲۸ مسودات میں ۴۸۴ دن صرف ہوئے جن میں سے دس خاص تجاویز نے ۲۰۷ دن لے لئے اور اس طرح بقیہ ۳۱۸ مسودات ۲۷۶ دنوں میں منظور ہوے۔ بار بار یہ ہوتا رہا ہے کہ پارلیمنٹی اور شاہی ماموریوں نے وسیع تحقیقاتیں کیں اور بہت محنت سے کیفیتیں پیش کیں اور انھوں نے دیکھا صرف یہ کہ کسی قانون کی بنا کے لئے ان کا کام اس وجہ سے بیکار ہو گیا کہ پارلیمنٹ کو اس مبحث تک پہنچنے کا اس وقت تک موقع نہ ملا۔ ان ماموریوں کے شمار و اعداد اور اصول متروک ہو گئے۔

اس کے لئے جو تدارک تجویز کئے گئے ہیں وہ دو خاص اقسام کے ہیں۔ پہلی قسم ان قواعد کی نظر ثانی ہے جن کے تحت میں دارالعوام کام کرتا ہے (کیونکہ یہ دشواری دارالعوام ہی میں پیش ہے، ایوان بالائی میں نہیں ہے)۔ ۱۸۳۲ء کے بعد سے تقریباً پندرہ مجالس ذیلی (ان مجلسوں کے علاوہ جو خانگی مسودات قانون کی توضیع سے سروکار رکھتی ہیں) اس غرض سے قائم کی گئی ہیں کہ دارالعوام کی کارروائیوں میں سہولت و مہلت پیدا ہو[1]۔ ۱۹۱۸ء کی التوائے جنگ کے بعد جو پہلی پارلیمنٹ منتخب ہوئی اس نے اس مسئلہ پر از سر نو توجہ کی اور جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے اس نے مستقل مجلسوں سے کام لینے کو وسعت دی "کانگرو" کے طرز کی قطع بحث کو منضبط کیا اور دوسرے طریقوں پر تشریعی کارروائی میں اختصار پیدا کیا۔ لیکن یہ عقدہ اس طرح پر تمامہ حل نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ عاجلانہ ادائے کار میں جو دشواریاں لاحق ہیں وہ کچھ کم ہو جائیں یا رفع ہو جائیں مگر کام کی جو مقدار پہلے تھی وہ بدستور باقی رہے۔

لہذا ایک دوسرا مجوزہ تدارک یہ ہے کہ بعض اہم کام جن کی یہ پارلیمنٹ

---

[1] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو "دارالعوام کے طریق کار پر مجلس منتخبہ کی روداد"

Report of the Select Committee on House of Commons Proeedure

شمارہ ۳۷۸، ۱۹۱۴ء۔

اس وقت حاصل ہے وہ اس سے نکال لئے جائیں، بالفاظ مختصر یہ کہ "تحویل" کا طریقہ جاری کیا جائے۔ یہ تحویل دو صورتیں اختیار کر سکتی ہے، ایک یہ کہ تحویل فرائض کے اصول سے کام لیا جائے دوسرے یہ کہ تحویل رقبات کے اصول کو اختیار کیا جائے۔ فرائضی تحویل اس طرح بروئے کار آ سکتی ہے کہ ایک یا زائد جداگانہ قومی جماعتیں ایسی قائم کی جائیں جنھیں بعض مخصوص مسائل یا اقسام مسائل کی ابتدائی یا قطعی نگرانی سپرد کر دیجائے۔ ۱۹۱۹ء کی قومی حرفی کانگریس سے ایک عمدہ مثال اس امر کی مل گئی ہے کہ ایک مستقل حرفی مجلس قائم کیجائے جس میں دو سو نمایندے کام لینے والوں کے اور اتنے ہی نمایندے کام کرنے والوں کے شامل ہوں اور اس مجلس کو یہ اختیار ہو کہ وہ حرفی نوعیت کے تمام مسائل پر غور کرے اور اپنی سفارشیں پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرے اور پارلیمنٹ سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ ان سفارشوں کو ایک تشکیل میں لاکر انھیں قانون کی حیثیت عطا کر دے گی[1] لیکن اس قسم کا کوئی انتظام نہیں ہوا اور نہ ہونے کی توقع ہے۔ یا کم از کم یہ کہو کہ باضابطہ قانون کی بنیاد پر ایسا کوئی انتظام نہ ہوگا۔

لیکن رقباتی یا مملکتی تحویل عملی اور زیر بحث مسئلہ ہے بظاہر لامرکزیت یعنی لنڈن کی حکومت کے فرائض کا ضلع اور برو کے مقامی ارباب اقتدار کی طرف منتقل کر دینا، تحویل اختیار کے ہم معنی ہوگا۔ لیکن اس مفہوم میں ممکن لامرکزیت پر عمل ہو چکا ہے، اور اب اس زمانہ کا میلان مرکزی نگرانی کی زیادتی کی جانب ہے۔ تحویل کی اصطلاح جس معنی میں عام طور پر استعمال کی جاتی ہے اس سے زیادہ تر یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ سلطنت متحدہ جن بڑے تاریخی رقبات سے بنی ہے حکومتی اختیارات انھیں رقبات کی بنا پر محدود کر دئے جائیں۔ چنانچہ آیرستانی خود حکومتی جو اس چھوٹے

---

[1] آر۔ رابرٹس "انگلستان بحالت انقلاب" R.Roberts., England in Revolution مطبوعہ "نیویارک نیشن" ۱۷ مئی ۱۹۱۹ء۔

جزیرے کے لئے ایک جداگانہ پارلیمنٹ کی مترادف ہوگی، اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ خالص آیرستانی مسائل پر وضع قوانین کی ایک بڑی مقدار ادھر محول ہو جائے اور جیسا کہ بعد کو ظاہر ہوگا شہنشاہی پارلیمنٹ کو اس طرح جس سہولت سے وقت ملنے کی توقع دلائی جاتی ہے وہ حامیانِ خود حکومتی کی پرانی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ لیکن یہ بھی تجویز پیش کی جاتی ہے کہ اسکاٹلینڈ میں ایک جداگانہ پارلیمنٹ قائم کی جائے، شاید ایک دوسری ویلز میں بلکہ ایک تیسری انگلستان میں بھی ہو۔ یہ سب پارلیمنٹیں شہنشاہی پارلیمنٹ کے تابع ہوں مگر اس سے جدا ہوں۔ بالفاظ دیگر یہ کہ "ہر جانب خود حکومتی ہو"۔ آیرستان کی حکومت خود اختیاری کی تحریک کے بانی آسحاق بٹ کی تجویز درحقیقت یہی تھی، اور ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۹ء کے مسودات حکومت خود اختیاری اسی حیثیت سے پیش ہوئے اور اسی بنا پر ان کی حمایت کی گئی کہ یہ رقباتی تحویل کی عام تجویز کے جزو ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ گزشتہ بیس برس کے اندر پارلیمنٹ کے عام سرکاری قوانین میں سے ۸ر۴۹ فیصدی سلطنتِ متحدہ کے انھیں جداگانہ ممالک میں سے کسی ایک نہ ایک ملک سے تعلق رکھتے تھے اور صرف ۲ر۵۰ فیصدی کل سلطنت متحدہ سے متعلق تھے۔ اس دعوے میں بہت کچھ زور ہے کہ اس سلطنت مرکب کے مختلف ممالک کے لئے جداگانہ پارلیمنٹوں کی وجہ سے ایک خاص ملک کے وضع قوانین میں اس وقت کے بہ نسبت زیادہ غور و فکر کا موقع ملے گا، اور جن آبادیوں پر ان قوانین کا اثر پڑتا ہے ان کے حسیات سے یہ قوانین نسبتاً زیادہ قریب ہو جائینگے۔ اور اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہے کہ وسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ پر اس وقت مقامی و رقباتی قانون سازی کا جو بار پڑا ہوا ہے اس سے بہت کچھ چھٹکارا حاصل ہو جائیگا۔ انتظامی تحویل اس وقت بھی بہت معقول حد تک عمل میں آچکی ہے۔ آیرستان کا معتمدِ اعلیٰ اور اسکاٹلینڈ کا معتمد دونوں ایسے وسیع رقباتی انتظامی نظموں کے سرگروہ ہیں جو کسی حد تک منفرد ہیں [۱۹۲۲ء میں علاوہ السٹر کے صوبوں

کے تمام آئرلینڈ کو مکمل خود حکومتی یا قلمروی حیثیت حاصل ہو گئی)۔
لاریب کہ تشریعی تحویل کے معنی یہ ہیں کہ تاریخ کے صفحات الٹ دیئے جائیں، یعنی اس تشریعی اتحاد کو ترک کر دیا جائے جو بڑی مشکلوں سے حاصل ہوا ہے۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے کہ اس کا انجام خالص وفاقیت پر ہو۔ اس بنا پر اور نیز دوسرے اسباب سے وسیع و باا‌ثر عناصر اور خاصکر انگلستان کے عناصر اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن پارلیمنٹ پر جو بار اس وقت پڑ رہا ہے اور اس کے ساتھ یہ مختلف ممالک اپنے مفاد کے لحاظ سے جو مطالبہ کر رہے ہیں یہ دونوں ملکر بوجوہ اغلب کسی نہ کسی شکل میں اس خیال کو کامیاب بنا دیں گے۔ ۱۹۱۹ء کے موسم گرما میں ایک غیر فریقانہ قرار داد میں حکومت سے یہ چاہا گیا تھا کہ وہ ایک پارلیمنٹی جماعت تحقیقات مقرر کرے؛ اس سے ایوان میں ایک عام مباحثہ کی صورت پیدا ہو گئی اور ہر طرح کے سیاسی عقائد کے باا‌ثر اشخاص نے اس امر پر اتفاق کیا کہ تشریعی تحویل کے لئے صرف وقت درکار ہے۔ یہ قرار داد معقول کثرت رائے سے منظور ہو گئی اور صدر کی جانب سے تینتیس ارکان کی ایک مجلس اس کام کے لئے مقرر ہو گئی اور اسے ایک مسودہ قانون کے تیار کرنے کا اختیار دیا گیا (یہ کانفرنس اسی قسم کی تھی جیسی انتخابی اصلاح کے متعلق ۱۹۱۶ء کی کانفرنس تھی)
اس کانفرنس نے اپنی نشست ۱۹۲۰ء میں ختم کر دی اور پارلیمنٹ کے غور کے لئے دو مختلف تجویزیں پیش کیں، ایک تجویز صدر دارالعوام لوتھر نے تیار کی تھی اور دوسری تجویز ایک آزاد خیال رکن مسٹر میکلڈ اکلنڈ کی تیار کی ہوئی تھی۔ صدر کی تجویز میں یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ کے تین رقباتی فردیات یعنی انگلستان، ویلز اور اسکاٹلینڈ کے لئے انتہائی ماتحت مجالس وضع قوانین بنائے جائیں، جو مجالس عظمیٰ" کے نام سے موسوم ہوں، ان میں ہر ایک "مجلس عوام" اور "مجلس امرا" پر مشتمل ہو۔ "مجلس عوام" اپنے حصہ ملک کے ان ارکان پر مشتمل ہو جو اس رقبہ کی جانب سے شہنشاہی دارالعوام میں ہوں

اور "مجلس امرا" ان امرا پر مشتمل ہو جنھیں دارالامرا کی "مجلس انتخاب" نامزد کرے۔ "مجالس عظمیٰ" اپنے اجلاس موسم خزاں میں کیا کریں تاکہ شہنشاہی پارلیمنٹ کے اجلاسوں سے ان کا تصادم نہ ہو۔ یہ مجالس خواہ وسٹ منسٹر میں منعقد ہوں یا اور جس جگہ کہ وہ پسند کریں وہاں ہوں۔ اس کے بالمقابل مسٹر میکڈانلڈ کی تجویز اس خصوص میں اس سے مختلف تھی کہ اس میں جداگانہ منتخب شدہ پارلیمنٹوں کے مستقل قیام کی رائے دی گئی تھی۔ ہر جغرافیٔی حصہ ملک کی پارلیمنٹ میں ارکان کی تعداد اتنی ہی ہو جتنے ارکان شہنشاہی پارلیمنٹ میں اس حصہ ملک کی نمائندگی کرتے ہوں اور حسب تعین حکومت اس کی تجویز یک ایوانی یا دو ایوانی بنیاد پر ہو۔ دونوں تجویزوں میں یہی کی گئی تھی کہ شہنشاہی پارلیمنٹ اور ماتحت مجالس مقننہ کے مابین اختیارات کی تقسیم اس نظر سے ہو کہ موخرالذکر سے وہ تمام معاملات منسوب کر دئے جائیں جو خالصتہً انگریزی، ویلزی یا اسکاٹلینڈی نوعیت کے ہوں۔ آئرلینڈ کو ان تجاویز سے یہ فرض کر کے خارج کر دیا گیا تھا کہ زیر غور قانون خود حکومتی سے اس کے معاملات کا کافی انصرام ہو جائے گا۔ اس (تحریر) کی تاریخ (جون ۱۹۲۰ء) تک اس بحث پر پارلیمنٹ میں مزید غور و خوض نہیں ہوا اگر توقع ہے کہ آیندہ ماہ و سال میں بہت کچھ توجہ منعطف ہوگی۔[1]

---

[1] فرانس کی رقباتی تحریک سے (جس کا بیان باب ۲۶ میں دیا ہوا ہے) اس کا مقابلہ کیجئے۔ یہاں تک تجویز ہوئی ہے کہ انگلستان کو خود تین صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کے مجالس مقننہ کے اجلاس لندن، ونچسٹر اور یارک میں ہوا کریں۔ اس بحث کی مختلف ہیئتوں کے متعلق مضامین وکتب ذیل دیکھنا چاہئے، اے۔ وی۔ ڈایسی "خیالات دربارۂ پارلیمنٹ اسکاٹلینڈ" A. V. Dicey Thoughts on the Parliament of Scotland مطبوعہ "کوارٹرلی ریویو" اپریل ۱۹۱۶ء۔ جے۔ اے۔ آر میکڈانلڈ "تحویل یا تخریب" J. A. R. MacDonald Devolution or Destruction مطبوعہ "کانٹیمپوریری ریویو" اگست ۱۹۱۸ء۔ ڈبلیو۔ آر۔ ڈی۔ ایڈکنس "انگلستان کے لئے حکومت خود اختیاری" W. R. D. Adkins Home Rule for England ایضاً، مارچ ۱۹۲۰ء نامعلوم "سلطنت متحدہ کی بہتر حکومت"

باب دوازدہم

قانون و انصاف

قانون کے ماخذ اور انکی نوعیت

حال کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ برطانی شہنشاہی کی استقامت و وقعت کو جتنی مدد اُس کی انصاف نوازی سے ملی ہے اور کسی چیز سے حاصل نہیں ملی اسی شئے نے گزشتہ دوسو برس سے اس کی اعلیٰ و ادنیٰ عدالتوں کو ممتاز بنا رکھا ہے"[1] درحقیقت انگریزی سیاسی نظم کے اساسی اصول کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اصول قانون کی حکومت ہے جس کے معنی عملاً دو امور کے ہیں: ۔ اول یہ کہ کوئی شخص اپنی زندگی، آزادی، ملک یا اور کسی اساسی حق سے اس کے سوا اور کسی طرح پر محروم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی قانون کو توڑے اور یہ امر عدالت میں ثابت ہوجائے؛ دوسرے یہ کہ کوئی شخص قانون سے بالاتر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Anon The Better Government of the United Kingdom مطبوعہ "راونڈ ٹیبل" ستمبر ۱۹۱۶ء۔ بی۔ ولیمز B. Williams "مسائل حکومت خود اختیاری" Home Rule Problems مطبوعہ لنڈن ۱۹۱۱ء، باب ۱۔

[1] جنکس "حکومت شہنشاہی برطانیہ" Goverument of the British Empire صفحہ ۲۴۶۔

نہیں ہے اور قانون کی ہر ایک خلاف ورزی کی سزا دی جا سکتی ہے اور تاوان دلایا جا سکتا ہے، مجرم کا رتبہ یا حیثیت کچھ بھی ہو اس سے بحث نہیں[1] انھیں عظیم الشان ضمانتوں پر انصاف کے ایک نظم کی تعمیر ہوئی ہے جو برطانی قوم کے خاص امتیازات میں سے ایک نمایاں امتیاز ہے۔

اصولِ قانون کے مطالعہ کرنے والے کے لئے انگریزی قانون کی اہمیت تین خاص وجوہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اول یہ کہ رومانی قانون کے پہلو بہ پہلو یہ ان دو جلیل القدر مجموعہائے قوانین میں سے ایک مجموعہ ہے جنھوں نے تاریخی زمانے کے اندر مغربی اقوام میں ترقی حاصل کی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ قانون کرۂ ارض کے ایک بہت بڑے رقبے پر پھیل گیا ہے اور انگریزی بولنے والے ممالک سے باہر بھی اس نے قانونی تصورات وطرق پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے[2] آخری امر یہ ہے کہ اصول قانون کا انگریزی نظم اور قانون کی نسبت انگریزی تخیلات اصلاً وہی ہیں جو ممالکِ متحدہ امریکہ میں رائج ہیں اور اس لئے وہ امریکی طلبا کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہیں۔

انگریز ہمیشہ اس جانب مائل رہے ہیں کہ قانون کا بہت ہی عملی تصور اختیار کریں۔ کم از کم سترھویں صدی سے تو وہ برابر یہی خیال کرتے رہے ہیں کہ ماخذ یا نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو قانون وہ قواعد ہیں جنھیں عدالتیں تسلیم اور نافذ کریں[3]۔ جن اصول یا عملدرآمد کو عدالتیں نافذ نہ کریں ہو سکتا

---

[1] اس عام قضیہ کا استثنا صرف بادشاہ ہے، جس پر معمولی عدالتوں میں دعوے یا مقدمہ نہیں ہو سکتا مگر جو واقعی صورت حال اب ہے اس کے اعتبار سے اس کا یہ استثنا کوئی عملی اہمیت نہیں رکھتا۔

[2] برائس "رومانی اور انگریزی قانون توسیع" Expantion of the English Law در مطالعۂ تاریخ و اصول قانون" Studies in History and Jurisprudence صفحہ ۷۲۔ ۱۶۱

[3] لوئل، "حکومتِ انگلستان" Government of England جلد دوم باب ۶۱

ہے کہ رواج کے اعتبار سے وہ بہت ہی بااثر ہوں مگر وہ قانون نہیں ہیں۔
انگریزی قانون کے دوسرے اہم خصوصیات، اس کا اتحاد، اس کی قدامت اور اس کا تسلسل ہیں۔ ابتداً یہ سیکسن اور نارمن و فرانسیسی دو چشموں کے اجتماع سے بنا جو "فتح" کے بعد ایک ساتھ بہنے لگے تھے اور پھر اس کے بعد سے ہمارے زمانے تک یہ قانون بغیر کسی وقفے کے ترقی کرتا گیا۔ اگر کوئی چاہے تو ضخیم کتابوں اور شرحوں میں اس قانون کو گویا پیچھے کی طرف بڑھتا چلا جائے اسے یہی محسوس ہوگا کہ وہ برابر ایک ہی جلیل القدر مجموعۂ قانون کی نسبت بڑھ رہا ہے اگرچہ وہ قانون برابر بڑھتا اور وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ اٹھارھویں صدی میں بلیکسٹن، سترھویں صدی میں ہیل اور کک، سولھویں صدی میں فرہربرٹ، پندرھویں میں لٹلٹن، تیرھویں میں بریکٹن، اور بارھویں میں گلین ول کی کتابیں اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔
قانون نے جس طرح صورت اختیار کی ہے اس میں دو بڑے عناصر شامل ہیں، ایک قانونِ موضوعہ اور دوسرا قانونِ غیر موضوعہ قانون تحریری "وضع کردہ" قانون ہے۔ سابق زمانوں میں یہ زیادہ تر بادشاہ کے وضع کردہ قوانین پر مشتمل ہوتا تھا اور مؤخر صدیوں میں یہ زیادہ تر پارلیمنٹ کے قوانین پر مشتمل رہا ہے اور اس میں ان نیم قوانین، قواعد اور ضوابط کا گویا ضمیمہ لگتا گیا ہے جو پارلیمنٹ کی منظوری سے سرکاری عہدہ داروں اور جماعتوں نے بنائے ہیں۔ چونکہ اس قانون میں برابر ترمیم و اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لیے اس کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن انگریزی قانون کا زیادہ وسیع اور زیادہ اساسی حصہ ہمیشہ قانونِ غیر موضوعہ رہا ہے۔ قانون غیر موضوعہ توضیع کے بجائے زیادہ تر رواج کی پیداوار ہے۔ اس کا وجود زیادہ تر اس عمل کے باعث ہے جسے اہل قانون "حکم عدالت" کہتے ہیں یعنی یہ اصول کہ عدالت کے فیصلے سے ایک تخمینی بنیاد اس امر کی قائم ہو جائے گی کہ بعد کے تمام ہم مثل مقدمات میں ویسا ہی کیا جائے، خاص کر جب کہ ایک ہی فیصلہ متواتر ہوتا رہا ہو اور مدت دراز تک اس کی تصدیق ہوتی رہی ہو۔

اس کے آغاز کے متعلق کوئی قطعی تاریخ نہیں معین کی جاسکتی مگر اس کا عظیم الشان تکوینی دور بارھویں صدی سے چودھویں صدی تک اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ ہنری دوم (۱۱۵۴-۱۱۸۹) اور اسکے عین بعد کے جانشینوں کا زمانہ تھا۔ یہ وہ عہد تھے جن میں مقامی معاملات کی بہت وسیع نگرانی بادشاہ کے ہاتھ میں مجتمع ہوگئی تھی۔ عدالتی اعتبار سے اس کے معنی یہ تھے کہ جاگیری اور دوسری مقامی عدالتوں کے بجائے بادشاہ کی عدالتیں قائم ہو جائیں۔ جو جج ان شاہی عدالتوں کی صدارت کرتے تھے وہ مرکزی حکومت کی طرف سے بھیجے جاتے تھے۔ ان کی ایک مربوط جماعت تھی اور ان میں ایک دوسرے کے فیصلوں کو قبول کرنے اور مشترک اصول و طریق کار کی پیروی کرنے کا قوی میلان موجود تھا۔ انھیں ججوں کے ان فیصلوں سے جن کا بار بار اعادہ ہوتا رہا ہے اور جنھیں ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے قانون غیر موضوعہ پیدا ہوا۔ اس کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ جہاں کہیں بادشاہ کی عدالتیں ہوتیں تھیں وہاں ہمہ گیر طور پر اس کا اطلاق ہوتا تھا اور انجام کار ملک کے ہر حصے میں اس کا اطلاق ہونے لگا[1] فرانس کی حالت اس سے قطعاً مختلف تھی، وہاں ازمنۂ وسطیٰ کے تمام زمانے میں بلکہ درحقیقت انقلاب کے زمانے تک قانون قطعاتی رہا قومی نہیں ہوا اور اس لئے اس میں اتحاد وارتباط کی وہ ہئیتیں نہیں نظر آتیں جو نسبتاً زیادہ ابتدائی صدیوں میں انگریزی قانون میں نظر آتی ہیں۔ انگلستان کا قانون غیر موضوعہ اس قدر زور دار ہو گیا تھا کہ جن صدیوں میں برّاعظم میں رومانی قانون کی نمایاں تجدید ہو رہی تھی ان صدیوں میں اس نے اس جلیل القدر نظم کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا[2]

---

[1] ایف۔ پولک، "قانون عرفی کی توسیع" Expansion of Common Law مطبوعۂ لندن ۱۹۰۴ء۔ صفحات ۴۶ — ۵۰۔

[2] انگلستان میں رومانی قانون کے اثر کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیئے: الف پولک اور ایف ڈبلیو میٹلینڈ، "اڈورڈ اول کے وقت تک انگریزی قانون کی تاریخ"

اور یہ امر انگلستان کے دستوری ارتقا میں ایک مقدم اہم واقعہ ہے کیونکہ رومانی قانون کی بنا حکمران کے اقتدار مطلق کے عقیدے پر تھی مگر یہ قانون غیر موضوعہ اس قسم کا کوئی عقیدہ تسلیم نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے بجائے وہ سولھویں اور سترھویں صدی کے پارلیمنٹی مناظرین کے لئے گویا ایک بڑی مدد بن گیا[1]

زمانۂ جدید کی بڑھتی ہوئی تشریعی سرگرمی کے باوجود اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ قانون غیر موضوعہ کے قواعد اساسی ہیں اور پارلیمنٹ کے قوانین صرف ہنگامی ہیں۔ قوانین مکتوبہ صرف یہ کرتے ہیں کہ قانون غیر موضوعہ کے اصول کو اختیار کرلیں اور ایک مصنف کے قول کے مطابق وہ زیادہ تر اسی قانون کے گویا "ضمیمے اور غلط نامے" ہیں وہ اس قانونی ہکم کی معیت کے بغیر جن سے ان کی تائید ہوتی ہے نامکمل اور بے معنی رہ جاتے ہیں[2] چنانچہ پارلیمنٹ کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) F. Pollock and F. W. Maitland History of English Law to the time of Edward I. مطبوعہ کیمبرج ۱۸۹۸ء۔ جلد اول باب ۵۔ برائس Bryce, Studies in History and Jurisprudence. "مطالعات تاریخ واصول قانون" صفحات ۸۶۰-۸۶۰ ۸۸۶ سی۔ایف۔شرمین "انگریزی قانون کی رومانیت" C. P. Sherman, "The Romanization of English Law مطبوعہ "ییل لا جرنل" فروری ۱۹۱۴ء۔

[1] ڈننگ "سیاسی نظریات از لوتھر تا مانٹسکو" Dunning Political Theory from Luther to Montesquieu, صفحات ۱۹۷-۲۰۰، ۲۱۹ تا ۲۲۳۔ گوچ "سترھویں صدی میں انگریزی عمومی تصورات کی تاریخ" Gooch, History of English Democratic Idaes in the XVII Century ابواب ۲ و ۳۔

[2] ڈبلیو۔ ایم۔ گلڈارٹ "مبادی قانون انگلشیہ" W. M. Geldart, Elements of English Law مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء صفحہ ۹۔ اس مصنف نے یہ بھی خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ اگر ملک کے تمام قوانین تحریری منسوخ ہو جائیں تو بھی ہمارے پاس قانون کا ایک نظم باقی رہے گا اگرچہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ نظم کام چلانے کے قابل نہ ہو۔ اگر ہم یہ تصور ذہن میں قائم کرسکیں کہ قانون غیر موضوعہ ضایع ہوگیا اور قانون موضوعہ باقی رہ گیا ہے تو

کوئی قانون الفاظ میں یہ حکم نہیں دیتا کہ انسان کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے، اپنے معاہدوں کو پورا کرنا چاہیئے، اور مداخلتِ بیجا اور اہانت کے لئے اسے تاوان دینا چاہیئے۔ قوانین تحریری ان طریقوں کو بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ان ذمہ داریوں کا انصرام ہونا چاہیئے مگر یہ ذمہ داریاں خود قانونِ غیر موضوعہ سے ماخوذ ہیں۔ لیکن یہ ایک قاعدۂ مقررہ ہے کہ جہاں قانون غیر موضوعہ کے ساتھ قوانین موضوعہ کا تصادم ہو جاتا ہے وہاں قوانین موضوعہ ہی غالب رہتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے نامحدود اختیارات میں یہ حق بھی شامل ہے کہ وہ قانون غیر موضوعہ کے کسی اصول یا عمل کو نظر انداز اور منسوخ کر دے یا اس میں ترمیم کر دے۔ اس کے برخلاف قانونِ غیر موضوعہ میں کتنا ہی ارتقا کیوں نہ پیدا ہو جائے وہ کسی پارلیمنٹی قانونِ تحریری کو باطل نہیں کر سکتا۔

یہ لابدی ہے کہ پارلیمنٹی قانون تحریری شکل میں ہو۔ پارلیمنٹ کے قوانین ضخیم مطبوعہ مجموعوں میں پائے جاتے ہیں۔ جس میں ہر سال ایک معقول حجم کی جلد کا اضافہ ہوتا رہتا ہے[1] لیکن قانون غیر موضوعہ کی کوئی واحد یا مستند کتاب نہیں ہے۔ غیر موضوعہ قانون نے غیر تحریری قانون کے طور پر ترقی کی اور اس نے اپنی اس خصوصیت کو زیادہ تر برقرار رکھا ہے لیکن اس سے اس امر میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جن ماخذوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہمارے پاس ایسے بے ربط قواعدرہ جائیں گے جو اصل سے علٰحدہ کر لئے گئے ہوں اور زندگی کے متعدد و نہایت ہی اہم تعلقات کے کوئی قاعدہ نہ باقی رہے گا" قانون غیر موضوعہ اور قانون موضوعہ کے متعلق البرٹ کی کتاب "تشریعی وطرق واشکال" Ilbert, Legislative Methods and Forms. باب اول بھی دیکھنا چاہیئے۔ قدیمی مستند بیان کے "بلیکسٹن کے شروح" Blackstone. Commentaries جلد اول صفحات ۶۱۔۹۲ دیکھنا چاہیئے۔

[1] البرٹ "تشریعی طرق و اشکال" Ilbert, Legislative Methods and Forms, صفحات ۲۰۔۳۴

اس کا علم حاصل ہوتا ہے وہ زیادہ تر تحریری یا مطبوعہ ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ اہم حسب ذیل ہیں:۔ (۱) انگریزی عدالتوں کے ججوں کے فیصلے۔ (جو اڈورڈ اول کے وقت سے ہنری ہشتم کے وقت تک کتب سالانہ میں گمنام درج ہوتے رہے اور اس کے بعد سے اہل قانون انھیں اپنے ناموں کے ساتھ شایع کرتے رہے ہیں) ان فیصلوں نے سولھویں صدی ہی میں نظائر کا وزن حاصل کر لیا تھا، اور اب ہم مثل مقدمات میں عملاً ناطق ہیں۔ (۲) دوسرے جن ممالک میں انگریزی قانون سے اخذ کردہ قانون کا اطلاق ہوتا ہے وہاں کے عدالتوں کے فیصلے اگرچہ واجب العمل نہیں ہیں مگر نہایت بااثر ہیں (۳) ازمنۂ سابق کے فاضل مقننین کی لکھی ہوئی چند "مستند کتابیں" جیسے لٹلٹن کے "قبضۂ اراضی"، برکلک کی شرح" یا قانون تاج کے متعلق فاسٹر کا اٹھارھویں صدی کا رسالہ۔ یہ ضرور ہے کہ قانون عرفی کی بعض چھوٹی شاخیں قانون تحریری کی شکل میں منضبط کی گئی ہیں جس میں قانون شرکت قانون بیع و شری اور ہنڈیوں کا قانون۔ داخل ہیں

نصفت کے قواعد

انگریزی قانون کے ایک مجموعے یعنی قواعد نصفت کے بیان کی بھی ضرورت ہے۔ ان قواعد کا بدو و آغاز ازمنۂ وسطے میں بادشاہ کے چانسلر یعنی اس کے "ایمان وضمیر کے محافظ" کے ایک غیر معمولی نوع انصاف پر عمل پذیر ہونے سے ہوا یہ طریق اس شدید ضرورت سے پیدا ہوا کہ باقاعدہ عدالتوں میں جو اسقام و اغلاط رہ جائیں ان کے شکایات کا تدارک کیا جائے[۱]۔ چانسلر کی مداخلت

---

[۱] جی۔ بی۔ ایڈمز، "انگریزی حق رسی کا بدو و آغاز" G. B. Adams, "The Origin of English Equity," مطبوعۂ کونبیل ریویو" فروری ۱۹۱۶ء۔ ایضاً "انگریزی حق رسی کا تسلسل" Holdsworth "The Continuity of English Equity." مطبوعۂ ییل لا جرنل مئی ۱۹۱۷ء۔ ڈبلیو۔ اس ہولڈسورتھ، "حق رسی کی قدیمی تاریخ" W. S. Holdsworth, "The Early History of Equity," مطبوعۂ میچی گن لا ریویو" فروری ۱۹۱۵ء۔

جس کی ابتدا غیر معمولی مقدمات میں خاص مراعات سے ہوئی آہستہ آہستہ ایک مسلم طریق بن گئی اور ابتدائی مقصد کے برخلاف یہ روا رکھا گیا کہ نصفت کے قواعد کا ایک قطعی و جداگانہ مجموعہ (جس کی بنا زیادہ تر رومانی قانونی اصول پر ہو) ترقی کرتا رہے اور اسی طرح ایک عدالتِ نصفت بھی قائم ہو جائے جس میں یہ قواعد ہر وقت نافذالعمل ہوں۔ نصفت کے مقدمات کی روداویں مسلسل مرتب ہونے لگیں اور اہلِ قانون نصفت کے طریقِ کار میں خصوصی مہارت پیدا کرنے لگے۔ نصفت کے جو قواعد اس طرح قائم ہو گئے وہ زیادہ تر قانون غیر موضوعہ کی نوعیت میں شامل ہو گئے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قواعد عملاً اسی قانون کے نتیجے یا ضمیمے ہیں۔ ان کی غایت یہ ہے کہ اخلاقی رو سے جو حقوق قائم ہیں اور جنھیں عدالتیں غیر موضوعہ یا موضوعہ قانون کے زیر عمل محفوظ نہیں رکھ سکتیں یا محفوظ نہ رکھیں گی ان حقوق کی حفاظت کی جائے۔ ۱۸۷۳ء تک ان قواعد کا عمل ان عدالتوں کے ذریعے سے ہوتا تھا جو معمولی عدالتوں سے جدا ہیں مگر اب ان کا عمل علیحدہ نہیں ہوتا تاہم ان کی جداگانہ نوعیت بدستور قائم و برقرار ہے۔[1]

۱۔ دو جید تصانیف جو انگریزی قانونی ارتقا کی قدیم ترمیموں سے بحث کرتی ہیں حسب ذیل ہیں۔ ایف پولک و ایف ڈبلیو میٹلینڈ۔ "اڈورڈ اول کے وقت تک انگریزی قانون کی تاریخ" F. Pollock and F. W. Maitland History of English Law to the times of Edwnrd I ۲ جلد مطبوعہ کیمبرج ۱۸۹۵ء۔ ڈبلیو۔ اس۔ ہولڈسورتھ "انگریزی قانون کی تاریخ" W. S. Holdsworth, History of English Law ۳ جلد مطبوعہ ۱۹۰۳ء۔ ہولڈسورتھ کی پہلی جلد میں نارمنوں کے زمانہ سے اس وقت تک انگریزی عدالتوں کی تاریخ شامل ہے۔ دوسری جلد میں خالصۃً خود قانون کے نشو و نما سے بحث کرتی ہیں۔ دوسری اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:۔ ایچ۔ برونر "تاریخ قانون انگلستان" H, Brunner, Source of the Laiv of England مترجمہ ڈبلیو ہیسٹی مطبوعہ اڈنبرا ۱۸۸۸ء
آر کے ولسن "جدید انگریزی قانون کی تاریخ" R. K. Wilson History of Modern English Law

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مطبوعہ لندن ۱۸۸۱ء، او، ڈبلیو، ہومز "قانون غیر موضوعہ"
O. W. Holmes, Common Law مطبوعہ بوسٹن ۱۸۸۱ء۔ اے۔ وی۔ ڈائسی "انیسویں
صدی میں انگلستان کے اندر قانون ورائے عامہ" A. V. Dicey, Law and Public
Opinion in England in the XIX Century مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء۔ ایک جلد
میں قانون کی ایک عمدہ تاریخ ای جنکس "کی مختصر تاریخ قانون انگلشیہ" E. Jenks
A. Short History of the English Law, مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۲ء ہے۔ تاریخ و
نوعیت قانون دونوں سے متعلق موزوں تقریبات حسب ذیل ہیں:۔ ڈبلیو ایم۔
گلڈارٹ "مبادی قانون انگلشیہ" W. M. Geldart, Elements of English Law
مطبوعہ لندن و نیو یارک ۱۹۱۲ء۔ ایف۔ ڈبلیو میٹلینڈ، و ایف سی مانٹیگو "انگریزی
قانونی تاریخ کا خاکہ" F. W. Maitland and F. C. Montague, Sketch of
English Legal History مرتبہ۔ ایف کالبی، مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۵ء۔ ان
کے سوا دوسرے ابتدائی رسالے حسب ذیل ہیں:۔ میٹلینڈ، "خطبات دوبارہ حق رسی"
Maitland, Lectures on Equity سی۔ اس کینی، "قانون فوجداری کا خاکہ"
C. S Kenny, Outlines of Criminal Law, مطبوعہ نیو یارک ۱۹۰۷ء "انسائکلو
پیڈیا برٹینیکا" (طبع یازدہم جلد نہم صفحات ۶۰۰-۶۰۷) میں انگریزی قانون کے متعلق
میٹلینڈ کا مضمون اپنے اختصار و صفائی بیان کے وجہ سے قابل قدر ہے۔ قانون
کے متعلق انگریزوں کے تصور اور اس کے اثرات کی بابت لوئل کی کتاب
"حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم ابواب
۶۱-۶۲۔ دیکھنا چاہیئے اور ای جنکس کا مضمون "انگریزی قانون دیوانی" مطبوعہ
"ہارورڈ لا ریویو" نومبر و دسمبر ۱۹۱۶ء اس باب میں ایک موقع مضمون ہے۔ تحریری
قانون کی نوعیت اور تشکیل البرٹ کی کتاب "تشریعی طرق و صور" A Ilbert Legislative
Metods and Forms صفحات ۱-۶۷ میں مستند طریق پر بیان ہوئی ہیں۔ عدالتی
وضع قوانین کے موضوع پر ڈائسی نے اپنی کتاب "انگلستان میں قانون رائے عامہ"

کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ایک نظم کل سلطنت متحدہ پر حاوی نہیں ہے۔ سنہ ۱۷۰۷ء کے قانون اتحاد کی رو سے قرار پایا کہ اسکاٹلینڈ کے لئے ایک جداگانہ نظم قانون و نظم عدالت قائم کیا جائیگا۔ سنہ ۱۸۰۰ء کے قانون اتحاد کی رو سے آیرستان کو بھی اسی قسم کے مراعات حاصل ہوئیں۔ آئرستان کا اصول قانون بہت کچھ انگلستان کے اندر مدغم ہو گیا ہے (انگلستان کا) قانون غیر موضوعہ اس ملک پر بھی حاوی ہے اور اہم فرقوں کے باوجود عدالتیں اسی طرز پر ڈھالی گئی ہیں جیسی وسٹ منسٹر کی عدالتیں ہیں۔ اسی طرح، اسکاٹلینڈ کا قانون بھی خود اس ملک کی پیداوار نہیں ہے بلکہ وہ فرانس کے طرز پر ڈھلا ہوا ہے اور اسلیئے اسکی ماخذ اول دیوانی یا رومانی قانون کے اصول ہیں۔ سنہ ۱۷۰۷ء کے بعد سے فوجداری کا قانون بتدریج انگریزی نظم کیساتھ مدغم ہوگیا ہے اور اب ان دونوں میں بہت ہی کم فرق ہے لیکن اسکاٹلینڈ کا دیوانی قانون اب بھی انگریزی قانون سے بہت متغایر ہے اور وہاں قانون اور نصفت میں عملاً کوئی فرق نہیں ہے عدالتی تنظیم انگریزی روش پر نہیں ہے۔ مثلاً اسکاٹلینڈ کی مقامی عدالتیں یعنی ناظم امن کی عدالتوں کو فوجداری اور دیوانی دونوں اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے برخلاف انگلستان میں ان دونوں اقسام کے مقدمات جدا جدا عدالتوں میں طے ہوتے ہیں۔

ایک دوسرا امر یہ ہے کہ معمولی اور انتظامی قانون کے درمیان براعظم میں جو فرق ملحوظ ہے وہ سلطنت متحدہ کے کسی حصے میں مسلم نہیں ہے اور فرانس، اطالیہ، اور جرمانیہ کی طرح معمولی عدالتوں کے نظم کے متوازی انتظامی عدالتوں کا کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ انتظامی قانون نے براعظمی ممالک میں جس طرح ترقی کی ہے وہ ان قواعد کا مجموعہ ہے جن کے تحت ان تنازعات کا فیصلہ ہوتا ہے جو عام باشندوں اور ان انتظامی عہدہ داروں کے درمیان ان حالات میں پیدا ہوتے ہیں جب عہدہ دار سرکاری حیثیت سے کام کر رہے ہوں۔ براعظم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Dicey, Law and Public Opinion in England کے اندر بہت ہی سلیس بحث کی ہے۔

یں خیال یہ ہے کہ اس نوع کے مسائل معمولی دیوانی و فوجداری مقدمات سے اس درجہ مختلف ہیں کہ انھیں خاص عدالتوں میں طے ہونا چاہیئے۔ اوران کی کارروائی کا طریق بھی ایسا ہونا چاہیئے جس میں معمولی عدالتوں کے مروج طریق کے بہ نسبت لوچ اور قطعیت دونوں زیادہ ہو۔ فرانس میں جہاں یہ خیال سب سے زیادہ انتہائی درجے تک پہنچا دیا گیا ہے، وہاں قانون کا ایک عام اصول ہے کہ معمولی عدالت کسی انتظامی کام کے جواز و عدم جواز کے متعلق کوئی حکم نہ دے خواہ یہ مسئلہ کسی عہدہ دار کے خلاف مقدمہ میں پیدا ہوا ہو یا کسی اور طرح پر[1] ایک جرمانی عالم نے یہ ظاہر کیا ہے کہ شاہانِ ٹیوڈر کی دور کی عدالت ستارہ منزل[2] نے انگلستان میں اس نظم کے ترقی دینے میں کسی حد تک عمل کیا تھا۔[3] مگر سترھویں صدی کے وسط میں طویل العہد پارلیمنٹ نے اس غیر معمولی عدالت کو منسوخ کر دیا، اور اس کے بعد سے انتظامی مقدمات کی سماعت اوران کا فیصلہ لامحالہ معمولی عدالتوں میں اور معمولی اصول قانون کے مطابق ہونے لگا۔ خانگی ملک خلافِ قانون لی گئی ہو، اس کی بحالی یا معاوضے کے لئے مملکت (رسماً بادشاہ) کے خلاف، اس کی رضا مندی سے مقدمہ دائر ہو سکتا ہے علاوہ ازیں بادشاہ کے سوا اور ہر ایک عہدہ دار پر فعل بیجا کے لئے اس بنا پر مقدمہ قائم ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے افعال سے مدعی کو نقصان پہنچایا ہو۔ اگر وہ عہدہ دار یہ ظاہر کر سکے کہ افعال زیر بحث خاص طور پر ازروئے قانون جائز قرار دئے گئے ہیں بلکہ یہاں تک کہ اگر وہ اس کے اس اختیار تمیزی کے اندر آتے ہوں جو قانوناً اس کے لئے روا

---

[1] لوئل "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم صفحہ ۴۹۷۔

[2] ملاحظہ ہو میٹلینڈ و مانٹیگو "انگریزی قانونی تاریخ کا خاکہ" Maitland and Montague Sketch of English Legal Institutions صفحات ۱۱۲ ۔ ۱۵۰۔ کارٹر "انگریزی قانونی ادارات کی تاریخ" Carter, History of English Legal Institutions باب ۱۴۔

رکھا گیا ہے تو پھر وہ عہدہ دار یا مملکت دونوں میں سے کوئی بھی قانوناً ذمہ دار نہ ہوگا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر یہ نہ ظاہر ہو کہ اس کے لئے مناسب اختیار حاصل تھا تو اگر عدالت ایسا فیصلہ کرے تو مدعی عوض پانے کا مستحق اور عہدہ دار اس کے ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہے کہ قانون سے جو اختیار عطا کیا ہے فعل زیر بحث اس کے تحت آتا ہے یا نہیں[1]

ایک تیسرا امر یہ ہے کہ انگریزی عدالتی نظم اگرچہ اب بھی نہایت پیچیدہ ہے مگر پھر بھی ممالک متحدہ امریکہ کے نظم کی بہ نسبت اس میں توحد زیادہ ہے اور درحقیقت اس کا ارتباط اتنا ہی بڑھا ہوا ہے جتنا فرانس یا اطالیہ کے نظم کا ہے۔ لیکن یہ امر صرف نسبتاً حال کے زمانے کے متعلق صحیح ہے۔ نصف صدی قبل کثیر النوع اغراض کے لئے بہت ہی مختلف اقسام کی عدالتیں تھیں اور ان میں باہم عضوی تعلق بہت ہی کم تھا یا کچھ بھی نہ تھا۔ دیوانی اور فوجداری عدالتیں، نصفت کی عدالتیں، قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں، وصیت کی عدالتیں، طلاق کی عدالتیں، کلیسائی عدالتیں سب ہی کچھ تھیں۔ کس چیز کی عدالت نہ تھی۔ عدالتوں کی اس گوناگون کثرت سے عدالتی انتظام کے کام میں نہایت پیچیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ بہت سے مقدمات ایسے پیدا ہوتے تھے جن میں یہ متعین کرنا دشوار تھا کہ کس عدالت کو اس کی سماعت کا اختیار ہے۔ عدالتوں کے ہر نوع کے خاص طریق کار تھے اور ایک ماہر قانون کے لئے بھی اس بھول بھلیوں میں راستہ

---

[1] بونارڈ نے اپنی تصنیف ذیل میں اس موضوع کا مقابلتی حیثیت سے تبصرہ کیا ہے۔ "انگلستان ممالک متحدہ اور جرمنی میں عہدہ داروں اور ان کے عملوں کے دیوانی کی ذمہ داری"
R. Bonnard, De la responsibilite civile des personnes publiques et de leurs agents en Angleterre, aux Etats-Unis et en Allemague. پیرس ۱۹۱۴ء۔

نکالنا دشوار تھا۔[1] جب حالت تقریباً ناقابلِ برداشت ہو گئی تو آخر الامر (زیادہ تر ۱۸۷۳ء–۱۸۷۵ء میں) قوانین کا ایک طویل سلسلہ کتابِ قوانین پر ثبت کیا گیا، جس سے عدالتی نظم زیادہ سادہ اور زیادہ قرینِ عقل روشوں پر از سرِ نو مرتب ہو گیا خفیف معاملات کی عدالتوں کو چھوڑ کر تقریباً اور تمام عدالتیں ایک واحد، یکساں اور مرکزی نظم کے تحت لائی گئیں۔ جو عدالتیں جداگانہ تھیں اور گاہ بگاہ ایک دوسرے کے معارض واقع ہو جاتی تھیں، وہ سب ایک عدالت عالیہ کی شاخ یا تحتانیہ عدالتیں بن گئیں۔ قانون اور نصفت کے اختیارات ایک ہی عدالت میں متحد کر دیے گئے۔ دارالامراء میں خاص "قانونی امراء" کے اضافے سے اس کے عدالتی فرائض کے درجات کو ترقی دی گئی۔ انصاف کے کام کو اس کی تمام ہیئتوں اور شاخوں میں جدید قوت و اتحاد عطا کیا گیا۔

آخری امر یہ ہے کہ تمام جج اور عدالتی عہدہ داروں کا تقرر رسماً بادشاہ کی طرف سے مگر واقعاً لارڈ ہائی چانسلر (اعلیٰ امیر نصفت) کی طرف سے ہوتا ہے (مثلاً ناظمانِ امن اور ضلع کی عدالتوں کے ججوں کا تقرر وہی کرتا ہے) یا یہ تقررات اس کی سفارش پر ہوتے ہیں (جیسے عدالتِ عالیہ کے دوسرے درجے کے ججوں کا تقرر)۔ ججوں کا عمومی انتخاب جو دورِ انقلاب میں تھوڑے زمانے تک فرانس میں رائج رہا اور امریکی ریاستوں میں اب بھی عام ہے، اسے انگریزوں کی طبیعت نے کبھی قبول نہیں کیا۔ میعاد نیک چلنی تک ہوتی ہے۔ اور اگرچہ بادشاہ کے نام سے لارڈ ہائی چانسلر (اعلیٰ امیر نصفت) ججوں کو برطرف کر سکتا ہے مگر یہ اختیار محض نام کو ہے ورنہ عملاً برطرفی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان متفقہ درخواست نہ کریں۔ یہ رواج کہ "بادشاہ کے ججوں" کو صرف مجلس مقننہ کے محضر کی بنا پر قابلِ برطرفی قرار دیا جائے اس سے دستورِ مملکت

---

[1] ولوبی، حکومت سلطنتہائے حالیہ Willoughby, Government of Modern States صفحہ ۳۷۱

کے توازن میں مدد ملتی ہے اور اسی وجہ سے حکام عدالتی اپنی بے لوثی اور آزادی کے لئے مشہور ہیں۔

فوجداری انصاف اور اس کے کارکن[1]

انگریزی عدالتی نظم اب جن متعدد عہدوں اور عدالتوں سے مرکب ہے ان کا ایک ایک کرکے بیان کرنا زحمت طلب ہے، مگر اصلی واقعات ایک دوسرے طریق پر بہتر انداز سے ظاہر کیے جا سکتے ہیں یعنی ان بڑے بڑے طریق کار کا خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے جن کے بموجب فوجداری اور دیوانی انصاف واقعاً عمل میں آتا ہے۔ انگریزی عدالتوں کے سامنے جس قدر مقدمات آتے ہیں وہ سب عملی ضروریات کے لئے دو شقوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں، ایک فوجداری دوسرے دیوانی، اور عدالتوں کی ترتیب اور ان کا طریق کار زیادہ تر اسی امتیاز پر مبنی ہے۔ فوجداری مقدمات سے وہ مقدمات مراد ہیں جن میں بادشاہ (یعنی اس زمانے کی "حکومت") الزام لگانے والے اور فیصلہ کرنے والے کی دوہری حیثیت میں کسی ایسے شخص پر مقدمہ چلاتا ہے جس پر کسی جرم مثلاً قتل، چوری، جعلسازی کے ارتکاب کا الزام ہو تاکہ مجرم کو سزا ملے۔ بادشاہ اگر بذاتِ خاص کام کرتا اس وقت اُس کی اِس دُہری حیثیت سے بالطبع جو دشواری لاحق ہوتی وہ اس طرح رفع کر دی گئی ہے کہ بادشاہ نے مدتوں سے بذاتِ خود کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک حیثیت میں اس کا فرض اب بالکل ممیز عہدہ دار انجام دیتے ہیں۔ ایک طرف بادشاہ کے

---

[1] یہ ٹکڑا اور اس کے بعد کا ٹکڑا ای جنکس کے اس نفیس بیان پر مبنی ہے جو اس نے اپنی کتاب "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" E Jenks : Government of British Empire. باب یازدہم میں دیا ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ جس نظم کا یہ بیان ہے وہ صرف انگلستان کا ہے اگرچہ آئرلستان کو بھی اس سے بہت قریبی مشابہت ہے۔

قانونی عہدہ دار یا دوسرے مقدمہ چلانے والے ہوتے ہیں اور دوسری طرف "اعلیحضرت کے جج" ہوتے ہیں۔

جب کسی شخص پر کسی جرم کے ارتکاب کا الزام لگایا جاتا ہے وہ باضابطہ طلب کیا جاتا ہے یا گرفتار کر کے لایا جاتا ہے، پہلے اسے "عمال" یعنی ایک یا زاید ناظمانِ امن کے سامنے آنا ہوتا ہے۔ ناظمِ امن کا عہدہ تیرھویں صدی سے قائم ہے اور انتظامی و عدالتی کارروائی کی ترقی میں اسے بہت بڑی جگہ حاصل ہے۔ اِن ناظمانِ امن کے حدِ اختیار کا معمولی رقبہ صوبہ ہوتا ہے اگرچہ بر و یا ذی اختیار قصبے کے ناظمان بھی ہوتے ہیں، اور ان لوگوں کے علاوہ جو اپنے منصب کی حیثیت سے یہ عہدہ حاصل کرتے ہیں، یہ ناظمانِ امن ہر ایک خاص صوبے میں "تاجدار کی مرضی سے" لارڈ ہائی چانسلر (اعلیٰ امیر نصفت) کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور یہ تقرر بالعموم اس ضلع کے نائب السلطنت کی سفارش پر ہوتا ہے، اور یہ نائب السلطنت خود سب سے اعلیٰ ناظمِ امن اور دفاتر ضلع کا محافظ ہوتا ہے[۱] اکثر صوبوں میں ناظمانِ امن کی فہرست میں تین سو سے لیکر چار سو تک نام ہوتے ہیں مگر ان مقرر شدہ اشخاص میں سے بعض وہ حلف نہیں لیتے جو حاکمانہ خدمت کے لئے ضروری ہے اور ہر صوبے میں واقعی کام نسبتاً ایک چھوٹی تعداد افراد انجام دیتی ہے۔ یہ ناظمانِ امن بلا تنخواہ کام کرتے ہیں مگر اس عہدے کے ساتھ بہت بڑا نظامی امتیاز شامل ہوتا ہے اور اس کے حصول کے لوگ بہت زیادہ خواہاں ہوتے ہیں۔ ان مقرر شدہ اشخاص کا ایک بڑا حصہ شرفائے دیہات کی صنف میں آسکتا ہے[۲] جب ملزم ناظمِ امن کے روبرو لایا

---

[۱] سنہ ۱۹۰۶ء تک چند اصناف کو چھوڑ کر تمام ایسے مقرر شدہ اشخاص کے لئے جنکی حیثیت انکی موزونیت کی کافی ضمانت سمجھی جاتی تھی، ملک کی شرط لگی ہوئی تھی (یعنی سو پاؤنڈ سالانہ مالیت کی زمین کی ملکیت یا مکان کا قبضہ)۔

[۲] میڈلے "انگلستان کی تاریخ دستوری کا کتابچہ" Medley, Manual of English Constitutional History

جاتا ہے تو ناظم کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف یہ دیکھے کہ بادی النظر میں ملزم کے خلاف الزام ثابت ہے یا نہیں۔ اس مقصد کے لئے حاکم مقدمہ چلانے والے اور اس کے گواہوں کی شہادت (علی العموم حلفیہ شہادت) سنتا ہے‘ اس موقع پر کوئی جوری نہیں ہوتی اور ملزم اگر خود نہ چاہے تو اسے کوئی بیان دینے یا جوابدہی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شہادت کے سننے کے بعد اگر حاکم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادی النظر میں کوئی امر ثابت نہیں ہوا ہے یعنی اگر مقدمہ چلانے والے کی شہادت کا رد نہ بھی کیا جائے تو بھی کوئی جوری اس جرم کی سزا نہ دے گی تو وہ الزام خارج کر دیتا ہے اور ملزم آزاد ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ بادی النظر میں مقدمہ ثابت ہو گیا ہے تو وہ ملزم کو مقدمہ چلانے کے لئے "بھیج دیتا ہے" اور یہ فیصلہ کرتا ہے کہ آیا اسے ضمانت پر رہا کرنا چاہئے یا مزید کارروائی کے لئے اسے حراست میں رکھنا چاہئے۔ اگر ضمانت کے حق سے انکار کیا جاتا ہے تو ملزم قانون احضار ملزم کے ذریعے سے عدالت عالیہ کے جج کے سامنے درخواست دے سکتا ہے کہ وہ ضمانت کی منظوری کا حکم دے۔

جس عدالت میں مقدمے کی سماعت ہوگی اس کا تعین زیادہ تر مقدمہ کی اہمیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ جرموں کی ایک بہت بڑی تعداد (جس میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے) اور جو سرسری طور پر قابل سزا ہے‘ اس میں معمولی مارپیٹ‘ چھوٹی موٹی چوری‘ امن عامہ کی خفیف سی خلاف ورزی اور دوسری ادنےٰ قسم کی بداطواریاں داخل ہیں اور ملزم اگر خود چاہے یا یہ اس کا پہلا جرم ہو یا وہ نابالغ ہو تو ان صورتوں میں شدید جرائم بھی اسی طریق پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) صفحات ۳۵۲۔ ۴۰۰۔ ایک نفیس مخصوص المبحث مضمون سی۔ اے بیرڈ کا مضمون "انگلستان میں ناظمان امن کا عہدہ" C. A. Beard, The Office of Justice of the Peace in England. ہے مطبوعہ کولمبیا یونیورسٹی اسٹڈیز ان ہسٹری اکانومی اینڈ پبلک لا" جلد ۲۰ شمارہ ۱ (طبع نیویارک ۱۹۰۴ء)

فیصل ہو جاتے ہیں۔ عدالت سرسری کم از کم دو ناظمانِ امن سے مرکب ہوتی ہے (جو بالعموم موقع جرم کے قریب ہی کے رہنے والے ہوتے ہیں) اور یہ عدالت "اجلاس خفیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ سماعتِ مقدمہ علانیہ اور بغیر جوری کے ہوتی ہے اور ملزم کو جوابدہی کرنے اور وکیل کے لانے کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ عدالت اگر اسے مجرم سمجھتی ہے تو اس پر جرمانہ کر دیتی ہے یا تھوڑے دنوں کی قید کا حکم دیتی ہے لیکن ملزم تمام صوبے کے ناظمانِ امن کے "سہ ماہی اجلاس" میں مرافعہ کر سکتا ہے جو اس کے مقدمے کو اول سے آخر تک پھر سنتے ہیں۔ زیادہ شدید مقدمات میں ملزم کے خلاف باضابطہ "فرد قرار جرم" لگائی جاتی ہے یعنی تحریری بیان کے ذریعے سے اس پر ایک قطعی جرم کا جو ایک خاص طریق پر کیا گیا ہو الزام لگایا جاتا ہے۔ اس قسم کے مقدمات کی سماعت یا تو اجلاس سہ ماہی میں یا عدالت عالیہ کے کسی جج کے "دورے" کے وقت کھلی عدالت میں ہوتی ہے اور بالعموم اس ضلع کے اندر یہ سماعت ہوتی ہے جس میں ارتکاب جرم کا الزام ہو اور اسمیں جوری کا موجود ہونا لابدی ہے۔ "سہ ماہی اجلاس" کا نام اس وجہ سے پڑا کہ وہ سال میں چار مرتبہ منعقد ہوتے ہیں۔ ضلع میں یہ اجلاس ان تمام ناظمانِ امن پر مشتمل ہوتے ہیں جو اس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں اور جتنے ناظمان امن اس میں نشست کرتے ہیں سب کو رائے دینے کا حق ہوتا ہے۔ دورے کی عدالتیں تمام صوبوں میں سال میں تین مرتبہ اور بعض شہروں میں سال میں چار مرتبہ منعقد ہوتی ہیں اور جیسا کہ کہا جا چکا ہے علی العموم ان کا صدر عدالت عالیہ کا کوئی جج ہوتا ہے جو اس غرض کے لئے "دورہ" کرتا ہے۔ مقدمہ کی سماعت جہاں کہیں بھی ہو، ملزم کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی قسمت کا فیصلا اس کے اہلِ ملک کے بارہ شخصوں کی جوری کرے جنھیں شیرف (ناظم صوبہ) مکانداروں کی اس فہرست میں سے (جسے مقامی حکام نے تیار کیا ہو) بلا کسی لحاظ کے چن لے اور ملزم کو اس امر کا غیر محدود حق حاصل ہے کہ منتخب شدہ جوری کی بابت تعرض کرے۔ یہ کام جج (یا ججوں) کا ہے کہ دوران سماعت

ہیں یہ دیکھیں کہ طریقِ کار اور شہادت کے قواعد کی متابعت کی گئی ہے اور جب دونوں جانب کے وکلا گواہوں پر جرح اور جوری کو مخاطب کر چکیں تو صدر نشین جج مقدمہ کا خلاصہ بیان کرے اور قانون کے متعلق جوری کو ایسے ہدایات دے جس سے وہ واقعات کی بنا پر فیصلے تک پہنچ سکیں۔ اگر جوری ملزم کو مجرم نہیں سمجھتی تو وہ فوراً رہا کر دیا جاتا ہے اور پھر اس الزام پر کبھی دوبارہ اُس پر مقدمہ نہیں چل سکتا، اگر جوری اسے مجرم قرار دیتی ہے تو جج اس سزا کا اعلان کرتا ہے جو قانون میں مقرر ہے، اگرچہ مقدمات قتل کے سوا دیگر مقدمات میں مُعین حدود کے اندر اسے معقول اختیار تمیزی حاصل ہوتا ہے۔ اگر جوری باہم اتفاق نہ کر سکے تو جوری کے دوسرے گروہ کے ساتھ نئے سرے سماعتِ مقدمہ ہوتی ہے۔

سابق میں فوجداری مقدمات میں جوری کے ذریعے سے جو فیصلہ ہوتا تھا اس کا مرافعہ نہیں ہوتا تھا، البتہ قانون کی بناؤں پر دارالامرا میں مرافعہ ہو سکتا تھا۔ لیکن ۱۹۰۷ء کے ایک قانون نے ایک "عدالت مرافعہ فوجداری" قائم کی جس میں بادشاہ (یا ملکہ) کے تین ججوں سے کم نہ شامل ہوں اور اب جس شخص کو سزا ہو وہ اپنے حق کے طور پر، قانون کے کسی مسئلے کے متعلق اُس عدالت میں مرافعہ کر سکتا ہے اور (مقدمے کی سماعت کرنے والے جج یا خود اس "عدالت مرافعہ فوجداری" کی اجازت سے) واقعے کے کسی مسئلے پر بھی مرافعہ کر سکتا ہے مثلاً یہ کہ کسی جوری کا فیصلہ شہادت سے بجا نہیں ثابت ہوتا۔ اگر عدالت مرافعہ یہ سمجھے کہ انصاف میں شدید خلاف ورزی ہوئی ہے تو وہ سزا میں ترمیم کر سکتی بلکہ سزا کو باطل بھی کر سکتی ہے۔ 'عدالت مرافعۂ فوجداری' سے آگے پھر مرافعہ نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ ایسے مسئلۂ قانونی پر دارالامرا میں مرافعہ کیا جائے جس کے متعلق "تاجدار کا کوئی عہدہ دار قانون" یعنی مختار عام یہ تصدیق کر دے کہ یہ مسئلہ عام اہمیت کا ہے۔ سرکاری مقدمہ چلانے والا کسی حالت میں بھی مرافعہ نہیں کر سکتا۔[1]

[1] فوجداری طریق کار کے متعلق جے۔ ڈی لاکس اور ای۔ آر۔ کیڈی کا مضمون

دیوانی کی کارروائی

دیوانی کا مقدمہ وہ کارروائی ہے جو کسی خانگی شخص نے یا کسی عہدہ دار نے اپنی ذاتی حیثیت میں کسی دوسرے سرکاری یا ذاتی شخص سے کسی ایسے نقصان کی تلافی حاصل کرنے کے لئے دائر کیا ہو، جس کی نسبت یہ دعویٰ ہو کہ یہ نقصان مقدمہ دائر کرنے والے یعنی "مدعی" کے خلاف اُس شخص سے جس کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا ہے یعنی "مدعا علیہ" سے وقوع میں آیا ہے۔ اس نقصان میں اہانت، مداخلتِ بیجا، نقضِ معاہدہ، خلاف ورزی اجارۂ صنعت اور اس کے مثل اور امور شامل ہیں۔ اس قسم کے معاملات میں سرکاری حکام کا کام صرف فیصلہ کرنا یعنی امور متنازعہ کی حقیقتوں کا تعین کرنا ہے۔ فریقین جب چاہیں صلح پر اتفاق کرلیں اور عدالت سے امر متنازعہ کو خارج کرادیں حالانکہ فوجداری کی کارروائی میں ایسا نہیں ہوسکتا۔

کس عدالت میں دیوانی کا کوئی مقدمہ دائر ہوگا اس کا انحصار اوّلاً مقدار دعویٰ پر ہوتا ہے۔ اگر یہ دعویٰ سو پاؤنڈ سے کم کا ہے یا بعض صورتوں میں اگر ملک متنازعہ فیہ کی مالیت پانچ سو پاؤنڈ سے کم ہے تو مقدمہ غالباً صوبے کی عدالت میں دائر ہوگا۔ اس زمانے کی عدالتہائے صوبجات جو ۱۸۴۶ء کے قانون سے قائم ہوئی ہیں، انھوں نے تعلقے اور صوبے کی قدیم عدالتوں کی جگہ لے لی ہے مگر تاریخی طور پر یہ جدید عدالتیں ان عدالتوں سے نکلی نہیں ہیں یہ عدالتیں عدالتہائے صوبہ کے نام سے مشہور رہیں مگر حقیقت میں ان کا حیطۂ اقتدار ضلع ہے جو نہ صرف صوبے سے چھوٹا ہوتا ہے بلکہ اُس سے کوئی تعلق بھی نہیں رکھتا۔ انگلستان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "انگلستان میں فوجداری طریق کار" J.D. Lawson and E.R. Keedy, "Criminal Procedure in England "امریکن جرنل آف کریمنل لا اینڈ کریمینالوجی"، نومبر ۱۹۱۱ء اور جنوری ۱۹۱۱ء دیکھنا چاہیئے۔ نیز جی۔ جی۔ الگزنڈر کی کتاب "فوجداری معاملات میں انصاف کا نفاذ"، Alexander, The Administration of Justice in Criminal Matters, مطبوعہ کیمبرج ۱۹۱۵ء بھی ملاحظہ کرنا چاہیئے۔

میں اس وقت تقریباً پانچسو ایسے ضلعے ہیں اور ہر ایک میں اس کی خاص "عدالتگاہ" ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ انصاف کے ذرائع کار اہل قوم سے قریب ہو جائیں اور مقدمے میں جس قدر خرچ و تاخیر ہوتی ہے وہ کم ہو جائے۔ ضلع میں جتنا کام کرنا پڑتا ہے وہ بالعموم اس سے کم ہوتا ہے کہ ایک جج کے ایام کار کا زیادہ حصہ اس میں صرف ہو جائے اور اس لئے ضلعوں کے تقریباً پچاس "حلقے" بنا دیئے گئے ہیں جن میں سے ہر حلقے میں لازماً چانسلر ایک جج متعین کر دیتا ہے جو اپنے حلقے کے ہر ضلع میں تقریباً ایک ماہ اجلاس کرتا ہے۔ ججوں کو (پندرہ سو پاؤنڈ سالانہ) قومی خزانے سے تنخواہ ملتی ہے اور وہ نیک چلنی تک اپنے عہدے پر برقرار رہتے ہیں۔ عدالتِ صوبہ میں کارروائی کا طریق سادہ ہے، اور اکثر فریقین بذاتِ خاص مقدمے کی پیروی کرتے ہیں۔ جب مقدارِ متنازعہ پانچ پاؤنڈ سے زیادہ ہو تو جو فریق چاہے جوری کا مطالبہ کر سکتا ہے (جو اس مقصد کے لئے آٹھ اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے) لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے۔ جہاں جوری ہوتی ہے وہ ثابت شدہ واقعات پر جج کی ہدایت پر حکم لگاتی ہے۔ جہاں جوری نہیں ہوتی وہاں جج واقعات و قانون کی بنا پر فیصلہ کرتا ہے، اور دونوں صورتوں میں جج مدعی یا مدعا علیہ کے حق میں حکم صادر کرتا ہے، اور جو فریق اس حکم کی تعمیل سے گریز کرے اس کی جائداد ضبط ہو جاتی ہے بلکہ وہ خود قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دیوانی کی کارروائی کا مقصود معاوضہ دلانا ہے سزا دینا نہیں ہے۔ عدالت کے فیصلے سے واقعے کی بنا پر مرافعہ نہیں ہو سکتا مگر قانون کی بنا پر "عدالتِ عالیہ کی ایک شاخ" کے اجلاس میں مرافعہ ہو سکتا ہے جس میں دو جج موجود ہوتے ہیں۔ کام کرنے والوں کے معاوضے اور بعض دوسرے مسائل سے جو مقدمات پیدا ہوتے ہیں ان کا مرافعہ قانون کی بنا پر عدالتِ مرافعہ اور انجام کار دارالامرا میں جا سکتا ہے۔[1]

---

[1] روز نیا ؤم "انگریزی دیوانی طریق کار کے مطالعات" "عدالتہائے ضلع"

جہاں مدعی کا دعویٰ عدالت ضلع کے حدود اختیار سے متجاوز ہوتا ہے اور جہاں متجاوز نہ بھی ہو اور مدعی ایسا چاہے تو عدالتِ عالیہ میں مقدمہ دائر کرسکتا ہے۔ یہ عدالتِ عالیہ اس عدالت صدر کا ایوان ادنیٰ ہے جس کی بنا ۱۸۷۳ء کے قانون سے پڑی اور جو ۱۸۷۵ء میں قائم کی گئی۔[۱] اس کی تنظیم تین حصوں میں ہے، عدالتِ نصفت، عدالت شاہی، اور عدالت وصیت، طلاق و امور بحری۔ نظریے کی رو سے ہر قسم کا ایوانی مقدمہ ان تینوں میں سے کسی حصے میں شروع کیا جاسکتا ہے اور یہاں جو مقدمات ہوسکتے ہیں ان کی اہمیت کے متعلق کوئی حد نہیں ہے لیکن عملاً ہر حصے میں وہی کام ہوتا ہے جو اسے ان عدالتوں سے ورثے میں ملا ہے جن سے انکی تکوین ہوئی ہے۔ ججوں کی تعداد میں تغیر ہوتا رہتا ہے اور ان کا تقرر لارڈ چانسلر کی سفارش پر بادشاہ کی جانب سے ہوتا ہے اور زمانۂ نیک چلنی تک وہ اپنے عہدے پر برقرار رہتے ہیں۔ مختلف حالات کے تحت جو اس قدر پیچیدہ ہیں کہ یہاں ان کا بیان نہیں ہوسکتا یہ جج دارالصدر اور دورے میں تنہا اور مجتمعاً اجلاس کرتے ہیں (مگر کبھی ایک متحدہ جماعت کی حیثیت سے اجلاس نہیں کرتے)۔ واقعے کی بنا پر جج کے (اور جوری ہو تو اس کے) فیصلے کا مرافعہ نہیں ہوتا، اگرچہ مختلف وجوہ سے، مثلاً یہ کہ فیصلہ شہادت کی بنا پر نہیں ہوا، جدید سماعت کے لئے عدالتِ مرافعہ میں درخواست دیجا سکتی ہے جو مذکورۂ بالا عدالتِ صدر کا گویا ایوان اعلیٰ ہے۔ نکاتِ قانون کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) S. Rosenbaum, Studies in English Civil Procedure: مطبوعہ۔ لا ریویو فروری مارچ۔ اپریل ۱۹۱۶ء "عدالتہائے ضلع کے متعلق لارڈ چانسلر کی ساختہ مجلس ذیل کی روئداد" ۱۹۱۹ء۔

[۱] ٹیلیسویڈ و مائیلو "انگریزی قانونی تاریخ کا خاکہ" (Sketch of English History) صفحات ۱۶۴ - ۱۷۰۔ کارٹر "انگریزی قانونی ادارات کی تاریخ" (History of English Institutions) باب ۱۸۔ ہولڈ سورتھ "تاریخ قانون انگلشیہ" (History of English Law) جلد اول باب ۸

بنا پر مرافعہ بھی اسی عدالت میں جاتا ہے۔ عدالتِ مرافعہ لارڈ چانسلر تین دوسرے عدالتی عہدہ دار (جو اپنے حقِ استحقاقِ عہدہ کی بنا پر نشست کرتے ہیں) اور ان چھ امرائے مرافعہ پر مشتمل ہوتی ہے جو لارڈ چانسلر کی سفارش پر خاص طور سے بادشاہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ قانوناً یہ ایک ہی عدالت ہے مگر یہ دو حصوں میں نشست کرتی ہے جس میں سے یہ حصہ واقعاً خاص تین طور پر مقرر کردہ ججوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اجلاس لندن میں ہوتے ہیں گواہوں کی شہادت نہیں ہوتی اور نہ جوری ہوتی ہے اور کارروائی جو زیادہ تر عدالتِ عالیہ کے دیوانی مقدمات کے مرافعے سننے پر مشتمل ہوتی ہے، خالصتہً عدالتی ہوتی ہے۔ فیصلے عدالتِ تحتانی کے فیصلوں کی تصدیق، تنسیخ یا تبدیلی کی صورت میں صادر ہوتے ہیں۔

دارالامراء اور مجلس عدالتی جس فریق مقدمہ کو اس سے بھی اطمینان نہ ہو اسے ابھی ایک اور مرافعہ کا موقع حاصل ہے بشرطیکہ وہ تعویق و خرچ کو برداشت کر سکے، یعنی وہ دارالامراء میں مرافعہ کر سکتا ہے۔

مرافعے کے ذریعے سے انگلستان کی عدالتہائے قانون غیر موضوعہ پر اقتدار پیدا کر کے بمرور ایام اس جماعت نے کلیسائی نوعیت کی عدالتوں کے سوا اور تمام برطانی و آئرستانی عدالتوں پر دیوانی و فوجداری دونوں قسم کے مقدمات کے متعلق اس قسم کی فوقیت حاصل کر لی (اور فوجداری میں نہیں مگر دیوانی مقدمات میں اسکاٹلینڈ کی عدالتوں پر بھی اس قسم کی فوقیت پیدا کر لی ہے) ۱۸۷۳ء میں یہ تجویز ہوئی کہ اس نگرانی کو منسوخ کر دیا جائے اور ایک قانون اس مقصد کے لئے منظور ہوا مگر اس مفاہمت پر کہ ایوان جب عدالت مرافعات کی حیثیت میں نشست کرے گا تو اس کی ترکیب میں تغیر کر دیا جائے گا یہ تجویز عمل میں آنے سے قبل ہی منسوخ ہو گئی۔ اس کے بموجب ۱۸۷۶ء کے قانونِ حدود اختیارات مرافعہ، میں، دو (بعد کو تین، چار اور اب چھ) تنخواہدار مادام الحیات امراء کے تقرر کا انتظام کیا گیا جن کا انتخاب اعلیٰ قابلیت کے قانون داں اشخاص میں سے ہوتا ہے اور جو "امرائے مرافعہ معمولی" کے نام سے مشہور ہیں۔ مرافعے پر کوئی فیصلہ

اس وقت تک صادر نہیں ہو سکتا جب تک کم از کم "تین قانونی امرا" (یعنی یہ مادام الحیات ارکان) اور ان کے ساتھ وہ تمام موروثی امرا جو اعلیٰ عدالتی عہدے پر فایز ہوں یا فایز رہ چکے ہوں بحثوں کے سننے کے وقت موجود نہ رہے ہوں اور انھوں نے فیصلے میں حصہ نہ لیا ہو۔ رسماً عدالتی کارروائی بہ حیثیت مجموعی کل ایوان کی طرف سے ہوتی ہے اور ہر رکن کو نہ صرف موجود رہنے بلکہ فیصلوں میں شرکت کرنے کا حق حاصل ہے مگر واقعاً یہ کارروائی لارڈ چانسلر کے زیر صدارت امرائے قانونی کے مختصر گروہ کے ہاتھوں انجام پاتی ہے" اور یہ غیر تحریری قاعدہ کہ عدالتی اجلاسوں کے وقت قانونی امرا کے سوا کوئی دوسرا موجود نہ ہو، اسی پر اسی سختی کے ساتھ لحاظ کیا جاتا ہے جس سختی کے ساتھ دستور سلطنت کے بیسیوں دوسرے اہم رواجوں پر لحاظ کیا جاتا ہے۔ قانونی امرا جس وقت چاہیں اپنا اجلاس کریں اور کل ایوان کے نام سے فیصلے صادر کریں، انھیں اس سے بحث نہیں کہ پارلیمنٹ کے اجلاس کا زمانہ ہے یا نہیں[۵۱]۔ اس عدالت کی نشست اصطلاحاً دارالامرا کی نشست ہے اور اس کی تمام کارروائیاں وقائع میں اس ایوان کی کارروائیوں کے ایک جزو کے طور پر داخل کی جاتی ہیں[۵۲]۔

۵۱۔ جب پارلیمنٹ کے اجلاس کا زمانہ ہوتا ہے تو علی العموم قانونی امرا کی نشست باقاعدہ اجلاس کے شروع ہونے یعنی ساڑھے چار بجے سے قبل ہوتی ہے۔

۵۲۔ پارلیمنٹ کے عدالتی فرائض پر انسن نے کسی قدر وسعت سے بحث کی ہے۔ "قانون ورواج دستور سلطنت" Anson, Law and Custom of the Constitution, جلد اول باب ۹۔ اس موضوع پر خاص کتاب سی۔ ایچ۔ میک الوین کی تصنیف "پارلیمنٹ کی عدالت عالیہ اور اس کی فوقیت" McILwain, The High Court of Parliament and its Supremacy مطبوعہ نیو ہیون سنہ ۱۹۱۰ ہے۔ بہ حیثیت عدالت کے دارالامرا کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئے۔ میک ڈوناہ، "کتاب پارلیمنٹ" MacDonaugh, Book of Parliament, صفحات ۳۰۰۔ ۳۰۹۔ اے۔ ٹی۔ کارٹر "انگریزی قانونی ادارات

ایک وسیع ترقی پذیر اہمیت کی عدالت پریوی کونسل کی مجلس عدالتی ہے، البتہ عملی حیثیت سے گفتگو کی جائے تو کہنا پڑے گا کہ یہ مجلس برطانی (برٹیانی) عدالتوں کے مرافعات نہیں سنتی۔ یہ مجلس ۱۸۳۲ء میں اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ جو اختیاری عدالتی کسی قدر غیر معین پر سابقاً کل مجلس کی جانب سے عمل میں آتے تھے، انھیں (اور خالصتہً نہیں مگر بیشتر دیوانی اختیار کو) اپنے ہاتھ میں لیلے۔ اس کے ارکان میں افراد ذیل شامل ہیں:- پریوی کونسل کا صدر اعلیٰ، لارڈ چانسلر (اعلیٰ امیر نصفت) ہشتش امرائے مرافعہ معمولی، کونسل کے وہ مزید ارکان جو اعلیٰ عدالتی عہدوں پر فائز ہوں یا فائز رہے ہوں اور اعلیٰ مستعمراتی عدالتوں کے جج (جن کی تعداد سات سے زیادہ نہ ہو) اور دو جج اعلیٰ ہندوستانی عدالتوں کے بشرطیکہ یہ جج پریوی کونسل کے ارکان ہوں۔ ان میں سب سے زیادہ مستعد کار ارکان وہی چھ قانونی امرا ہیں، چنانچہ اپنے کارکن افراد کے اعتبار سے یہ عدالتی مجلس دارالامرا سے جب کہ وہ بہ حیثیت عدالت کے نشست کر رہا ہو، نمایاں طور پر مختلف نہیں ہے۔ اس مجلس کا فرض یہ ہے کہ وہ کلیسائی عدالتوں، غنایم بحری کی عدالتوں، جزائر رودبار اور جزیرہ مین کی عدالتوں، نوآبادیات و توابع کی عدالتوں، اور غیر ممالک میں معاہدے سے قایم شدہ انگریزی عدالتوں کے مرافعات کی سماعت کرے۔ قانونی اعتبار سے یہ جماعت عدالتوں میں شامل نہیں ہے بلکہ صرف مجلس شورائے شاہی کی ایک ذیلی مجلس ہے جس کا کام درخواستوں کا لینا اور ان کی سماعت کرنا ہے، اور اس کے تصفیے عدالتی فیصلوں کی صورت میں نہیں ہوتے بلکہ وہ درخواستوں یا مرافعوں کے منظور یا خارج کرنے کے لئے تاجدار کے حضور میں سفارشوں کی صورت میں ہوتے ہیں، لیکن عملاً یہ سفارشیں عدالتی فیصلوں کا اثر رکھتی ہیں۔ دارالامرا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی تاریخ A.T. Carter. History of English Legal Institutions مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء صفحات ۹۶-۹۰۔ ڈبلیو۔ ایس ہولڈسورتھ "تاریخ قانون انگلستیہ Holdswoith, History of English Law جلد اول صفحات ۱۷۰-۱۹۳۔

کے فیصلوں کے برخلاف ان فیصلوں کے لیے ضروری ہے کہ جن ججوں نے مقدمے کی سماعت کی ہو (جن کی تعداد تین سے کم نہ ہو) یہ ان کی متفقہ رائے ہو۔ اس مجلس کے سامنے مرافعے دنیا کے ہر چہار طرف سے آتے ہیں اور ان پر مناسب غور و خوض کے لیے نہایت ہی مختلف النوع نظمہائے قانون سے واقفیت کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ طریق حکومت خود اختیاری رکھنے والے مستعمرات یا قلمروؤں میں مقبول عام نہیں ہے۔ اسے روکنے کے لیے کناڈا میں دو تین ناکام کوششیں ہو چکی ہیں۔ آسٹریلیا کے دستور سیاسی کا مسودہ جس طرح اول مرتبہ تیار ہوا تھا اس میں یہ رکھا گیا تھا کہ دستور سیاسی کے مسائل پر اس قسم کے مرافعات اس کے سوا اور طرح پر نہ ہو سکیں کہ دولت عامہ کی عدالت عالیہ اس کی منظوری دے اور دوسرے اقسام کے مرافعات منظوری قوانین کے ذریعے سے قطع کیے جا سکتے ہیں۔ لندن کے حکام نے اس پر اعتراض کیا اور مرافعے کا حق اس وسیع جنوبی قلمرو میں باقی رہ گیا (گو پھر بھی کسی قدر اہم تحدیدات کے ساتھ)۔ تاہم حکومت خود اختیاری رکھنے والے مستعمرات کے مرافعے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔[1]

---

[1] عام کیفیات کے اعتبار سے پریوی کونسل کا بیان سابقاً ہو چکا ہے انگریزی عدالتی نظم کے عام بیانات کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیے:۔ لوول "حکومت انگلستان" Lowell; Government of England جلد دوم ابواب ۵۹-۶۰۔ جنکس "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" Jenks, Government of the British Empire باب ۱۱۔ انسن "قانون و رواج دستور سلطنت" Anson, Law and custom of the constitution جلد دوم حصہ اول صفحات ۱۳۶-۱۴۰-۱۴۷-۱۵۰۔ میسی "دستور سلطنت انگلشیہ" Macy, English Constitution باب ۷۔ جیسا کہ کسی دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے صفحہ ۲۱۰ ہولڈسورتھ کی تاریخ قانون انگلشیہ Holdsworth History of English Law میں انگریزی عدالتوں کی ایک عمدہ تاریخ شامل ہے۔ شاید کہ عدالتی نظم کے تاریخی ارتقا کا بہترین مختصر بیان اے۔ ٹی کارٹر کی "انگریزی قانونی

حکومتِ مقامی

مدارجِ ارتقا ہر ایک نظمِ حکومت کا ایک اہم بلکہ بعض اعتبارات سے سب سے اہم جزو وہ ذرائع کار و طریقہائے عمل ہیں جن کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ادارات کی تاریخ" T. Carter, History of English Legal Institutions طبع چہارم مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء میں ہے۔ کتب ذیل کا ذکر بھی ہونا چاہئے۔ میٹلینڈ "انگلستان کی دستوری تاریخ" Maitland, Constitutional History of England صفحات ۲۶۲-۴۸۴۔ مڈلے "انگریزی دستوری تاریخ کا کتابچہ" Medley, Manual of English Constitutional History صفحات ۳۱۸-۳۸۲۔ براعظم کے مصنفین کے دو قابل قدر تصانیف حسب ذیل ہیں:۔ سی۔ ڈی۔ فرینکویل "برطانیہ عظمیٰ کا عدالتی نظم" R. Franqueville, Le systeme Judiciaire de la Graude Brelagne. مطبوعہ پیرس ۱۸۹۸ء۔ ایچ۔ بی۔ گرلانڈ "تنظیم قانون انگلستان کی کیفیت" H,B. Gerland, Die englische Gerichtsverfasung, eine systematische Darstellung, عدالتی نظم کے واقعی عملدرآمد کے متعلق قطعی معلومات کی بہت وسیع مقدار ای۔ اے۔ پیری کی "قانون و غربا" A. Parry, The Law and the poor, مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۴ء سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کا مصنف بیس برس تک انگلستان کے عدالتِ صوبہ کا جج رہا تھا

ذریعے سے سلطنت کے اقتدار کو عوام سے قرب حاصل ہو جاتا ہے اور جن کے ذریعے سے خود عوام اپنی مختلف جماعتوں کے ذریعے سے اپنے مقاصد و معاملات کی نگرانی کرتی ہے، وہ اہم جزو مقامی حکومت اور مقامی نظم و نسق کے کل پرزے ہیں۔ انگلستان کے مقامی ادارات کی تاریخ نہایت وسیع زمانے پر نیز عام تنظیم و مستعد کاری کی عظیم وسعت پر پھیلی ہوئی ہے اور اس کی جو ہیئتیں نسبتاً حال کے زمانے میں رونما ہوئی ہیں وہ بھی کسی نہج سے کم اثر انداز نہیں ہیں۔ سرسری طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے پانچ نہایت ہی غیر مساوی دور ہیں۔ پہلا دور جو سیکسنوں کی آباد کاری سے نارمنی فتح تک ہے اس کی خاص صفت انگلستان میں مقامی سیاسی تنظیمات کی ممیز فردیات (یعنی، صوبہ، پرگنہ، قصبہ اور پیرش) کا قائم کرنا اور عمومی مقامی اقتدار کے اصول کا تعین کرنا ہے۔ دوسرا دور جو فتح سے چودھویں صدی تک وسیع ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں مرکزی نگرانی بڑھتی گئی اور اسی تناسب سے مقامی تفرد گھٹتا گیا۔ تیسرا دور جو چودھویں صدی سے ۱۸۳۵ء کے قانون شخصیات بلدیہ کے منظور ہونے تک وسیع ہے، وہ اولاً و اقداماً مقامی معاملات کے اعیانی انتظام کا دور ہے یعنی یہاں بھی زمیندارانہ طبقے کی وہی حکومت تھی جو اگر ۱۸۶۷ء کے قبل تک نہیں تو ۱۸۳۲ء کے قبل تک تو ضرور ہی پارلیمنٹ پر حاوی رہا کرتی تھی۔ چوتھا دور جو قانون شخصیات بلدیہ اور ۱۸۸۸ء کے قانونِ حکومتِ مقامی کے درمیانی برسوں پر محتوی ہے، وہ بروئیں عمومی حکومت خود اختیاری کا دور ہے مگر اس دور میں قصباتی رقبات میں بدستور اعیانی غلبہ قائم رہا۔ آخری دور جو ۱۸۸۸ء سے اس زمانے تک پر حاوی ہے، وہ قصباتی حکومت مقامی کی عمومیت، انتظامی نظم کی مزید سادگی اور نیز مرکزی اقتدار کے میلانِ ترقی کا دور ہے۔

جو نظم اس وقت زیر عمل ہے وہ نہ اس درجہ باقاعدہ ہے اور نہ اس کا بیان اس درجہ آسان ہے جیسا فرانس، اطالیہ اور دوسرے براعظمی سلطنتوں کا حال ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے اکثر حصص کے نظم کی بہ نسبت یہ بہت زیادہ پیچیدہ

ہے۔ مگر آخری دو دوروں کے وسیع اصلاحات کے نتیجے کے طور پر اس میں ایسی
ہمواری و سادگی پیدا ہو گئی ہے جس کا پچاس برس قبل کہیں نام و نشان بھی نہیں
تھا۔ نظم و نسق کے رقبات کے تنوعات کم کر دیئے گئے، عہدہ داروں کی تعداد
گھٹا دی گئی ہے اور ان کے تعلقات باہمی زیادہ واضح کر دیئے گئے ہیں،
اور مقامی معاملات میں مرکزی حکام کی رہبری زیادہ قوی ہو گئی ہے۔
علاوہ ازیں، اسکاٹلینڈ اور آئرستان کے مقامی ادارات جو سابق میں انگلستان
کے ادارات سے بہت مغائر تھے ان میں بھی انگریزی تنظیم و رواج کے ساتھ
عمومی یکسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

۱۸۳۲ء کے قبل کی حکومت مقامی

حکومت مقامی کی قدیم، اعیانی اور پیچیدہ صورت حال
میں جو تبدیلی عمل میں آئی۔ وہ انیسویں صدی کے آخری
تین ربع کی پارلیمنٹی عمومیت کے متوازی چلتی رہی اور
اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتی رہی ہے۔ تغیر کے دو
دور خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں، ایک وہ دور جو ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے
عین مابعد آیا اور جس کا انجام ۱۸۳۵ء کے قانون تشخصیات بلدیہ کے منظور ہونے
پر ہوا، اور اسی طرح دوسرا دور ۱۸۸۴ء کے قانون نمائندگی قوم کے بعد آیا
اور جس کا ثمر ۱۸۸۸ء کے قانون حکومت مقامی اور ۱۸۹۴ء کے قانون مجالس
پرگنہ و پیرش کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اس صدی کے آغاز میں وہی انتظام صوبہ اور "امداد غربا" والی پیرش
میں جاری تھا اور شہری انتظام تشخصیۂ قصبات اور بلدی بروں میں رائج تھا۔
صوبے تعداد میں باون تھے۔ ان میں سے اکثروں کی ابتدا سیکسن زمانے
کی تھی اگرچہ بعض صوبے بعد کی صدیوں کے انتظامی تنظیم ہائے جدید سے
بھی پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح پر جو آخری صوبے بنائے گئے وہ ویلز کے
تھے۔ سیکسنوں کے زمانے سے چودھویں صدی تک صوبے کے انتظام میں
سب سے حاوی شکل شیرف (ناظم صوبہ) کی تھی۔ مگر اڈورڈ سوم کے عہد میں
ناظمان امن مقرر ہوئے اور آئندہ پانچ سو برس تک ضلعے کے تمام انتظامی عدالتی

معاملات بھنکر انھیں کے ہاتھ میں جمع ہو گئے۔ یہ ناظمانِ امن تاجدار کی طرف سے مقرر ہوتے تھے اور زیادہ تر چھوٹے درجے کے زمینداروں اور دیہاتی پادریوں کے طبقات سے لیے جاتے تھے۔ صوبہ کے لوگوں کو ان پر کوئی موثر اقتدار نہیں حاصل تھا۔ اور چونکہ یہ لوگ کم وبیش اعیانی مزاج کے ہوتے تھے اس لئے ان عہدہ داروں کی ایک چھوٹی سی عدیدیت بن گئی تھی اور وہ مقامی معاملات کا انتظام زیادہ تر اس نظر سے کرتے تھے کہ خود اپنے طبقے کے مقاصد کو ترقی دیں۔

صوبے کا خاص حصہ دیوانی پیرشس تھا جو ہمیشہ نہیں مگر علی العموم کلیسائی "پیرش" کے مرادف ہوتا تھا اور اس کی بنائے اولین وہ قدیم گاؤں یا چھوٹے چھوٹے کسانوں کی ایسی زرعی آبادی تھی، جو خود کفیل متحد الامر اور اپنے کھلے ہوئے کھیتیوں کو لئے ہوئے بالکل منفرد ہوتی تھی۔ "پیرش" کی حکمراں جماعتیں دو ہوتی تھیں، ایک ویسٹری تھی جس کے ارکان بعض جگہ تو تمام محصول دینے والے ہوتے تھے اور بعض جگہ اس میں صرف منتخب شدہ لوگ نشست کرتے تھے۔ اسے نظم ونسق کے عام اختیارات حاصل تھے۔ دوسری مجلس ناظرانِ غربا تھی جن میں الزبتھ کے سنہ ۱۶۰۱ء کے قانون کے بموجب یہ اختیارات حاصل تھے کہ وہ صحیح الجسم غریبوں کے لئے کام مہیا کریں، امداد کی جن دوسری صورتوں کی ضرورت ہو ان کا انتظام کریں اور اس کام کے مصارف پورا کرنے کے لئے مقامی محصول لگائیں۔ لیکن سنہ ۱۷۸۲ء کے بعد سے قانونِ امدادِ غربا کے مقاصد کے لیے کئی کئی پیرشوں کو یکجا کر دیا گیا اور ان وسیع تر رقبات کے لئے ناظمانِ امن کی جانب سے جو مجالس متولین مقرر ہوتی ہیں وہ امدادِ غربا کے انتظام میں نیز اور بہت سے معاملات میں واقعی صاحبِ اقتدار ہو گئی ہیں۔[1]

---

[1] یہ بہت ہی خوب کہا گیا ہے کہ انگلستان میں جدید مقامی حکومت کی تاریخی بنیاد حقیقت میں امدادِ غربا ہے۔ جنکس "شہنشاہی برطانیہ کی حکومت" Jenks, Government of the British Empire. صفحہ ۳۰۸۔

واقعہ یہ ہے کہ قانون امداد غربا کے انتظام میں جیسی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں وہ اکثر نہایت ہی خوفناک ہوتی تھیں۔

انگلستان اور ویلز کے اندر متشخص قصبات کی تعداد سنہ ۱۸۳۲ء میں ۲۴۶ تھی۔ وہ آبادی کے ان مرکزوں پر مشتمل تھے جو تاجدار کے عطا کردہ منشورات کی بنا پر مقامی حکومت کے لیے ممیز رقبات بن گئے تھے۔ تاہم یہ رقبات صوبے اور پیرش کے ادارات سے بالکلیہ آزاد نہیں رہے، جس حد تک کہ وہ اپنے منشوروں کے دفعات کے بموجب مخصوص طور پر مستثنیٰ کر دیئے گئے تھے اس کے سوا اور طرح پر وہ ان ناظمانِ امن اور پیرش کے ان کارکنوں کے زیرِ اقتدار تھے جن کے حدود کے اندر وہ واقع تھے۔ ان کی حکومت کی شکل زیادہ تر ان کے منشوروں کے دفعات کے بموجب متعین ہوتی تھی اور چونکہ یہ دستاویزیں کسی معین اصول کے بموجب تحریر نہیں ہوتی تھیں اس لئے تنظیم کی یکسانی بالکلیہ مفقود تھی تاہم عام طور پر برو عدیدی شخصیہ ہوتا تھا اور اہالی برو یا "آزاد اشخاص" جنھیں خاص تجارتی یا مالیاتی حقوق حاصل ہوتے تھے اور اس کے ساتھ اختیارات کا بھی اجارہ مطلق انھیں کے ہاتھوں میں ہوتا تھا وہ باشندوں کی عام جماعت کے صرف ایک بہت ہی چھوٹے جزو ہوتے تھے۔ برو کی حکمراں قوت ایک مجلس ہوتی تھی جس کے ارکان یا آزاد اشخاص کی طرف سے منتخب ہوتے تھے یا خود وہ جماعت ہی ان کا انتخاب کرلیتی تھی۔ حکومت تقریباً ہمیشہ عدیدی اور غیر ذمہ دار اور عموماً ناکارہ اور اکثر رشوت خوار ہوتی تھی۔

قانون شخصیات بلدی (سنہ ۱۸۳۵ء)

انقلابی اور نپولینی دور نے وہ تغیرات پیدا کئے جن کی وجہ سے فرانس، پروشیا اور دوسرے براعظمی ممالک میں مقامی حکومت اور خاص کر بلدی حکومت کو آزادی مل گئی تھی اور اسے تقویت پہنچی تھی، مگر انگلستان میں قدیم نظم ہمیشہ کی طرح مضبوطی کے ساتھ اپنی جگہ پر جما رہا۔ اصلاح کے لئے معقول مطالبہ موجود تھا اور جو قصبات حرفی انقلاب سے بہت زیادہ متاثر ہوئے

تھے ان میں سے یہ اکثروں میں "شخصیات" نظم ونسق کے نیئے مسایل سے عہدہ برا ہونے میں بالکلیہ ناقابل ثابت ہوئے تا آنکہ پارلیمنٹ کو مجبور ہوکر آبرسانی صفائی روشنی اور دوسرے ضروری خدمات کے لیے خاص ماموریات اور مجالس قایم کرنا پڑیں یا ان کے لیے خاص اختیار دینا پڑے[1] لیکن ہر ایک دوسری اصلاح کے مانند عمومی طرز پر حکومت مقامی کی ترتیب جدید کا کام اس رجعت کی وجہ سے رکا رہا جو براعظمی کی رست وخیز کی وجہ سے انگلستان میں پیدا ہوگئی تھی اور جب آخرالامر لوگوں کی دہشت کافی حد تک رفع ہوگئی اور وہ پھر سیاسی تنظیم جدید کی طرف متوجہ ہوئے تو حکومت مقامی کے اصلاح کا کام اس وقت تک رکا رہا جب تک پارلیمنٹی اصلاح جیسی اہم اور ہیجان آفریں تحریک پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ گئی۔

۱۸۳۲ء کے قانونِ اصلاح نے مقامی حکومت کے احیائے جدید کیلیئے راستہ صاف کردیا اور اس جانب میں پرزور تحریک پیدا کردی۔ پہلی اصلاح شدہ پارلیمنٹ نے اس طرف توجہ کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں کی۔ ۱۸۳۳ء میں اس نے اسکاٹلینڈ میں برو کی تنظیم جدید کے لیئے ایک قانون منظور کیا اس سال کے اواخر میں اس نے ایک شاہی ماموریہ اس غرض سے مقرر کردیا کہ وہ انگلستان و ویلز میں برو کی حکومت کا بغور مطالعہ کرے۔ ۱۸۳۴ء میں اس نے ایک قانون ترمیم امداد غربا منظور کیا جس کے بموجب صحیح الجسم اشخاص کے لیئے بیرونی امداد بند کردی گئی، پیرشوں کے اتحادات امداد غربا میں ازسرنو جماعت بندی کی گئی۔ ان اتحادات کے اندر امداد کا نظم ونسق مجالس متولین کے ہاتھوں میں دیدیا گیا جو ناظمانِ امن اور محصول دہندگان کے منتخب شدہ ارکان سے مرکب ہوتی تھیں اور عام نگرانی کے اغراض کے لیئے ایک قومی ماموریۂ قانونِ امداد غربا قائم کیا۔ کامل تحقیقات کے بعد

---

[1] ڈبلیو۔ بی۔ منرو۔ "یورپی شہروں کی حکومت" W. B. Munro Government of European Cities مطبوعۂ نیویارک سنہ ۱۹۰۹ء صفحہ ۲۱۳۔

۱۸۳۳ء کے شاہی ماموریہ نے اپنی رپورٹ (یادداشت) پیش کی۔[1] اس تحقیقات سے بلدی معاملات کے انتظام میں نہایت ہی حیرت افزا ناکامیاں اور بےضابطگیاں روشنی میں آئیں۔ یہ ظاہر تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیے اور لارڈ جان رسل نے دارالعوام میں جو مسودۂ قانون پیش کیا اس کی مخالفت بہت ہی سست سی ہوئی! دارالامرائے تغیر کی رفتار کو روکنا چاہا مگر اسے صرف اتنی ہی کامیابی ہوئی کہ قانون میں بعض ترمیمیں کردی گئیں اور ۱۸۳۵ء کے موسم خزاں میں یہ تجویز قانونِ شخصیاتِ بلدی کے نام سے کتاب قانون پر ثبت ہوگئی۔

یہ جدید قانون انگلستان اور ویلز کے ایک سو اٹھتر برو پر عاید ہوتا تھا۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے بلدیات جن میں تقریباً ستر پہلے کے برو بھی شامل تھے، اس قانون کے اثر میں نہیں آئے تھے اور لندن اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ اس کا معاملہ جداگانہ وضع قانون سے طے ہوگا۔ لیکن جن بروں پر یہ قانون عاید ہوتا تھا، ان کی قانونی حیثیت، ان کے اختیارات، ان کی حکومت کی شکل سب یکساں کردی گئی، اور جن شرائط کے تحت نئے بلدی منشور عطا ہوتے انھیں بھی کما حقہ معین کردیا گیا۔ اب آئندہ سے شخصیہ مقامی جماعت کا وہ قانونی مشخصہ ہوگا جو باشندوں کی طرف سے منتخب ہوگا، انھیں کے لیے کام کریگا اور انھیں کو جواب دہ ہوگا" اور حکمراں عضو ایک مجلس ہوگی جو ان ارکان پر مشتمل ہوگی جنھیں تین برس کے لئے تمام مقامی محصول دہندگان نے مساوی و براہ راست رائے دہی کے ذریعے سے منتخب کیا ہو۔ بلدی نظم و نسق کے حدود کی تعریف کردی گئی

---

[1] یہ رپورٹ پانچ جلدوں میں اپریل ۱۸۳۵ء میں شائع ہوئی۔ جلد اول خاص رپورٹ پر شامل ہے۔ اور بقیہ چار جلدوں میں وہ شہادتیں ہیں جن کی بنا پر یہ رپورٹ مرتب ہوئی تھی۔ ۱۸۳۷ء ایک جداگانہ رپورٹ لندن کی حکومت سے متعلق پیش کی گئی۔

اور روپیہ کے جمع و خرچ بلدی املاک کے تصرف اور وضع قواعد کے جدید اختیارات عطا کر دیئے گئے۔

اس اہم تجویز کے قبول کرنے کے بعد حکومت مقامی کی اصلاح کا معاملہ رُک گیا اور صوبے کی حکومت کا نظم جس پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے بحال خود چھوڑ دیا گیا۔ قدیم نظم کی خرابیاں صوبوں کی بہ نسبت شہروں میں اگر زیادہ بڑھی ہوئی نہیں تھیں تو زیادہ عیاں ضرور تھیں۔ علاوہ ازیں تغیر کے سب سے زیادہ سخت مخالف اعیانی زمیندار تھے۔ اس لیے یہ ایک طبعی امر تھا کہ جس طرح پارلیمنٹی انتخابات نے اول شہروں میں عمومی حیثیت پیدا کی اسی طرح حکومتِ مقامی کی اصلاح بھی دیہاتی جماعتوں کی بہ نسبت شہری جماعتوں میں زیادہ تیز رفتار کے ساتھ چلے۔ حقیقت یہ ہے کہ متواتر ترمیمی قوانین نے ۱۸۳۲ء کے "قانون داستحکام شخصیات بلدی" کے لیے راستہ تیار کر دیا۔ اس قانون نے انگریزی بلدی حکومت کو صوبوں کی حکومت میں کسی قسم کے قابل لحاظ تغیر سے پہلے ہی اپنی موجودہ بنیاد پر قائم کر دیا۔[1]

[1] ۔ ۱۸۳۵ء تک کے انگریزی مقامی ادارات کی تاریخ پر تفصیل کے ساتھ کتب ذیل میں بحث کی گئی ہے :۔ میری ویدر و اے۔ جے اسٹیون "سلطنت متحدہ کے برو اور بلدی شخصیات کی تاریخ" Merewether and A. J. Stephens, History of the Boroughs and Municipal Corporations of the United Kingdom ۳ جلد مطبوعہ لندن ۱۸۳۵ء

ایس و بی ویب "انگریزی مقامی حکومت از زمانِ انقلاب تا قانون شخصیات بلدی" S and B Webb, English Local Government from the Revolution to the Municipal Corporation Act, ۳ جلد مطبوعہ لندن نیویارک ۱۹۰۶ء ان میں سے پہلی تصنیف بلدی اصلاح کے معاملہ کو ترقی دینے کے لئے لکھی گئی تھی لیکن وہ معتدل اور قابلِ اعتماد ہے۔ دوسری تصنیف خصوصیت کے ساتھ جامع ہے اس کی جلد سوم میں حکومت برو کی تاریخ کے متعلق غالباً بہترین بحث موجود ہے۔ مختصر بیان کے لئے دیکھو ہالینڈ کی کتاب "انگلستان کی دستوری تاریخ"

انیسویں صدی کے وسط میں رقبات و حدود اختیارات میں ابتری

وکٹوریہ کے دور کے اوائل وسط میں مقامی حکومت سے متعلق بہت کثرت سے قوانین وضع کئے گئے گران میں سے بیشتر قوانین عام ہونے کے بجائے زیادہ تر مختص تھے یہ قوانین زیادہ تر شاہراہوں قبرستانوں ترقی صحت کے لیے اضلاع کے قیام و انتظام " قانون ترقی" کے مطابق اضلاع کے قایم کرنے" اور خاص کر فاسٹر والے ۱۸۷۰ء کے قانون تعلیمات کے تحت مدارسی رقبات کے قیام و انتظام سے تعلق رکھتے تھے۔ ہر ایک نئے قانون کے ساتھ ساتھ حدود و اختیارات اور ذرائع کار کی ابتری بڑھتی جاتی تھی۔ مروجہ حکمت عملی یہ تھی کہ ہر ایک نئی ضرورت کا انتظام اس طرح کیا جائے کہ اس خاص ضرورت کے پورا کرنے کے لئے ایک نیا ادارہ قائم کیا جائے اور جو انتظامات اس طرح ہوتے تھے وہ شاذ و نادر ہی تمام ملک میں یکساں ہوتے اور نہ ان انتظامات کے ساتھ جو دوسرے اغراض کے لئے پہلے سے موجود ہوتے تھے انھیں کوئی قرین عقل تعلق ہوتا تھا۔ جیسا کہ لوئل نے بیان کیا ہے، ۱۸۸۱ء تک ملک صوبوں مجموعوں اور پیرشوں میں منقسم، اور بروئے شاہراہ، قبرستان، حفظان صحت قانون آرائش، مدارس اور دیگر اقسام کے قطعات سے بھرا ہوا تھا، اور پیرشوں اور مجموعوں کے سوا ان رقبات میں کسی رقبے کو بقیہ رقبات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ روز بروز ترقی پذیر آبادی کے سریع التغیر حالات کے ساتھ انتظامی نظم کو تطبیق دینے کے لئے پارلیمنٹ قانون پر قانون بناتی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ شاخ در شاخ اختیارات کا ایک جنگل بن گیا جو طالب علم کے لئے حیران کن اور منتظم و کفایت شعارانہ نظم و نسق کے لیے مہلک ہو گیا۔ یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) May and Holland; Constitutional History of England

جلد دوم باب ۱۵ دیکھنا چاہیئے۔

۱؎ یہ "حکومت انگلستان"

جلد دوم، صفحہ ۱۳۵۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں انگلستان و ویلز کے اندر ایک دوسرے سے آزاد مقامی ادارات ۶۹۰۲۷ سے کم نہیں تھے[1] اور محصول دہندے اٹھارہ مختلف اقسام کے محصولوں سے زیر بار تھے۔

قانون حکومتِ مقامی (۱۸۸۸ء) اور قانون مجالس ضلع و پیرش (۱۸۹۴ء)

۱۸۸۸ء کے قانون تعلیمات کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے مقامی حکومت کے اختیارات کے مضاعف در مضاعف ہونے کا خاتمہ کر دیا۔ سادگی و یکبستگی کی ضرورت پہلے ہی نہایت مسلم ہو چکی تھی۔ ۱۸۷۱ء میں مجلس امداد غربا (جو ۱۸۳۴ء میں ماموریہ امداد غربا کے بجائے قائم ہوئی تھی) مجلسِ حکومتِ مقامی کی صورت میں بدل دی گئی جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک ہی محکمے میں صحت عامہ، امداد غربا اور حکومتِ مقامی سے متعلقہ قوانین کی نگرانی مجتمع ہو جائے، اور جب ۱۸۷۲ء میں تمام ملک شہری اور دیہی حفظانِ صحت کے قطعات میں تقسیم کیا گیا تو یہ کام اس طرح سے عمل میں آیا کہ تا حدِ امکان انتظامی نظم کی موجودہ پیچیدگیوں میں کم سے کم اضافہ ہو[2] لیکن

---

[1] ان میں ۶۲ صوبے، ۲۳۹ بلدی برو، "قانونِ ترقیِ مقامی" کے اضلاع ۸۰۶، شہری حفظانِ صحت کے اضلاع، ۵۷۷ دیہی حفظانِ صحت کے اضلاع ۲۵۱ مجلس مدارس کے اضلاع، ۴۲۴ شاہراہوں کے اضلاع، ۸۵۳ مجلس قبرستان کے اضلاع، ۹۴۶ امدادِ غربا کے مجموعے، ۱۴۹۴۶ امدادِ غربا کے پیرش اور ۱۳۰۰۰ کلیسائی پیرش شامل تھے۔ ۱۸۸۸ء میں جو حالت تھی اس کے متعلق جی۔ ایل۔ گوم کے خطبات۔۔۔ دربارۂ اصولِ حکمتِ مقامی" G. L. Gomme Lectures on the Principles of Local Government مطبوعۂ لندن ۱۸۹۶ء، صفحات ۱۲-۱۳ دیکھنا چاہئیں۔

[2] اس وقت جو انتظامات ہوئے وہ ۱۸۷۵ء کے وسیع قانون صحت عامہ میں جاری رہے۔ "لوول حکومت انگلستان" Lowell, Government of England, جلد دوم صفحہ ۱۳۷۔

زیادہ تر جن دو قوانین نے ابتری و پریشانی کے بجائے نظم و ترتیب کی صورت پیدا کی وہ ۱۸۸۸ء کا قانون حکومتِ مقامی اور ۱۸۹۴ء کا اضلاع اور پیرشوں کے مجالس کا قانون تھا۔ ان میں سے پہلا قانون جس کا ذکر عام طور پر قانونِ مجالس صوبہ کے نام سے ہوتا ہے، ۱۸۸۲ء کے قانونِ شخصیاتِ بلدی اور ۱۸۸۴ء کے قانون نمایندگی قوم کا نتیجہ تھا، اس کا مقصود یہ تھا کہ برو کے اصلاح شدہ نظم کو ضلع کی حکومت پر عاید کرے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جدید حقِ رائے دہی کی مستحق دیہی آبادی کو ضلع کے معاملات میں مزید نگرانی سپرد کرے۔ اس قانون نے باسٹھ انتظامی صوبے قایم کیے (جن میں سے بعض کے حدود وہی تھے جو تاریخی صوبوں کے تھے اور بعض ان اضلاع کے اجزا تھے) اور اسی طرح اکسٹھ "صوبہ واری برو" قایم کیے جو پچاس ہزار سے زائد آبادی رکھنے والے قصبات تھے[1]۔ ہر صوبے اور برو و صوبہ واری برو میں ایک مجلس قائم کی گئی جس کے ارکان زیادہ تر (کم از کم، دو ثلث) انتخابی تھے اور ناظمانِ امن کے انتظامی فرائض اسی مجلس کی طرف منتقل کر دیے گئے اور عہدِ قدیم کی ان یادگاروں (یعنی ناظمانِ امن) کے قبضے میں تقریباً صرف عدالتی اقتدار باقی رہ گیا۔

دیہی حکومت میں عمومیت پیدا کرنے کا جو کام اس طرح لارڈ سالسبری کی کنسرویٹو (شخصی) وزارت ۱۸۸۶ء میں شروع کیا اسے ۱۸۹۴ء میں گلیڈاسٹن اور روزبری کی آزاد خیال وزارتوں نے "قانونِ مجالس پرگنہ و پیرش" کے ذریعے سے انجام کو پہنچایا[2]۔ اس قانون میں یہ قرار دیا گیا کہ (۱) ہر صوبہ شہری اور دیہی اضلاع میں اور ہر ضلع پیرشوں میں تقسیم کیا جائے۔ (۲) ہر ضلع اور ہر دیہی

---

[1] صوبہ واری برو کی تعداد بتدریج بڑھتی رہی تا آنکہ ۱۹۱۹ء میں بیاسی ہو گئی۔

[2] یہ ملحوظ رہے کہ ۱۸۸۸ء میں ابتدائی مقصد یہی تھا کہ ضلعوں اور صوبوں دونوں کی تنظیم کو زیر بحث لایا جائے مگر اس سال کا قانون مختتم صورت میں جس طرح منظور ہوا اسے صرف صوبوں سے سروکار تھا۔

پیرش میں (جس کی آبادی تین سو سے زائد ہو) ایک منتخب شدہ مجلس ہو اور چھوٹے سے چھوٹے پیرش میں ایک ابتدائی جمعیت ہو جو ان اشخاص پر مشتمل ہو جن کے نام حکومت مقامی اور پارلیمنٹ رجسٹر میں درج ہوں۔ ویسٹری کے تمام ملکی فرائض پیرش کی مجلسوں اور جمعیتوں کی طرف منتقل کر دیئے گئے اور اس کے قبضے میں صرف کلیسائی معاملات کی نگرانی رہ گئی۔ ضلع کی مجلسیں خواہ دیہی ہوں یا شہری ہوں انھیں حفظان صحت اور شاہراہوں کی نگرانی سپرد کر دی گئی۔

۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۴ء کے قوانین کے اثرات دو قسم کے پڑے۔ اولاً یہ کہ انھوں نے ملک کے دیہی حصص کے مقامی معاملات کو عمومی منتخب شدہ جماعتوں کے قبضے میں دیدیا، ثانیاً یہ کہ ان قوانین کے منظور ہو جانے سے یہ موقع مل گیا کہ صوبے، بلدیہ، ضلع اور پیرش کی مجلسوں اور مجالس متولین ومجالس مدارس کے سوا اور بقیہ تمام مقامی حکمراں جماعتوں کو معاً یا تدریجاً منسوخ کر دیا جائے، اور اس طرح ان قوانین نے مقامی حکمراں نظم کی اس تدریجی سادگی کے پیدا کرنے میں بہت بڑی مدد دی جو زمانے کی نہایت طمانیت بخش ترقیوں میں سے ایک ترقی ہے۔ صرف ۱۸۹۴ء کے قانون نے آٹھ ہزار با اقتدار جماعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اس وقت کے بعد سے با اقتدار جماعتوں کی تنگی اور رقبوں کا اخراج معقول حد تک آگے بڑھ گیا ہے۔ اس مسئلے کی جانب سب سے زیادہ نمایاں سعی یہ کی گئی کہ ۱۹۰۲ء کے قانون تعلیمات کی رُو سے مدارسی اضلاع ساقط کر دیئے گئے اور مجالس مدرسہ کے فرائض صوبوں برو اور پرگنے کی مجلسوں کی طرف منتقل ہو گئے۔ ۱۹۰۹ء کے کمیشن امداد غربا کی قلت وکثرت دونوں جانب کی رپوٹ بھی تھی کہ مجلس امداد غربا منسوخ کر دیا جائے مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔[1]

[1] ۱۸۳۲ء کے بعد سے حکومت مقامی کے تغیرات کی تاریخ کو مے اور ہالینڈ نے اپنی کتاب "انگلستان کی تاریخ دستوری" (Constitutional History of England) جلد سوم

موجودالوقت حکومت مقامی، مرکزی نگرانی۔

حکومت مقامی کے نظم پر جس طرح اس وقت عمل ہوتا ہے وہ کسی طرح بے ربطی سے خالی نہیں ہے۔ پھر بھی اس میں ایک ایسی ترتیب و سادگی موجود ہے جو چند سال پہلے بالکل ہی مفقود تھی۔ رقبات نظم و نسق کی گوناگونی میں کمی ہو گئی ہے عہدہ داروں کی تعداد گھٹا دی گئی ہے اور ان کے تعلقات باہمی میں بھی سادگی پیدا کر دی گئی ہے اور مقامی معاملات میں مرکزی حکام کی رہنمائی کو تقویت حاصل ہو گئی ہے۔ مختصر یہ کہ اس وقت حالت یہ ہے کہ تمام مملکت صوبوں اور اضلاعی بروں میں منقسم ہے، صوبے دیہی و شہری اضلاع اور بروں میں منقسم ہیں، پھر یہ اضلاع پیرشوں میں منقسم ہیں اور پیرشس مجموعہ جات امدادِ غربا میں مجتمع کر لیئے گئے ہیں۔ لندن کے شہر کی تنظیم خود اس کے خاص طرز پر ہے۔ اس نظم کے کیفیات اصلی کو واضح کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ مختصراً اس تعلق کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو مقامی و مرکزی کارکنانِ نظم و نسق کے درمیان قائم ہے اور جن خاص خاص حکومتی اکائیوں کا نام لیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک کی اہم خصوصیات بتا دی جائیں۔

انگلستان کی حکومت مقامی کی تاریخ میں بیشتر مدارج ایسے ہیں کہ اس حکومت کے چلانے میں مرکزی حکام کی جانب سے اس سے کم مداخلت و ہدایت ہوئی ہے جتنی مختلف براعظمی سلطنتوں کی مقامی حکومت میں ہوئی ہے۔ اس وقت بھی صوبہ یا برہ کے اندر عام انتظام اس مفہوم میں موجود نہیں ہے جس مفہوم میں فرانسیسی حکومت صوبہ دار کی شکل میں فرانسیسی صوبوں میں موجود ہے یا جرمانی حکومت "نظم و نسق" کے کارکن کی حیثیت میں جرمانی

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) باب ۵ میں زیادہ تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو پیچیدگی اس وقت تک موجود ہے اس پر گوم نے اپنے مضمون "حکومتِ مقامی کی ابتری" Gomme; "The Chaos of Local Government مطبوعہ کانٹمپوریری ریویو مارچ ۱۹۱۳ء میں زور دیا ہے۔

اصلاح میں موجود ہے۔ تاہم گزشتہ تین ربع صدی میں انگلستان کی انتظامی اصلاح کی ایک قابلِ لحاظ ہیئت یہ رہی ہے کہ امدادِ غربا، تعلیمات، مالیات، حفظانِ صحت اور مقامی حکمراں جماعتوں کے دوسرے مختلف فرائض کے اعتبار سے اگر اصطلاحی معنی میں مرکزیت نہیں پیدا ہوئی تاہم مرکزی نگرانی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ اس وقت پانچ وزراتی محکمے ایسے ہیں جو کم یا زیادہ اس قسم کی نگرانی عمل میں لاتے ہیں۔ ایک دفترِ داخلی ہے جو پولیس اور معائنۂ کارخانجات پر خاص نظر رکھتا ہے۔ دوسری مجلسِ تعلیمات ہے جو ان تعلیمی ذرائع کی ہدایت و نگرانی کرتی ہے جنھیں سرکاری سرمائے سے مدد ملتی ہے۔ تیسرے مجلسِ زراعت ہے جو بازار اور امراضِ حیوان سے متعلق قوانین کے نفاذ کی نگرانی کرتی ہے، چوتھی مجلسِ تجارت ہے، جو پانی، گیس اور قوتِ برقی کے مہیا کرنے اور "بلدی تجارت" کی دوسری شکلوں سے متعلق معاہدات کی تحقیقات کرتی اور ان کی منظوری دیتی ہے۔ پانچویں (اور ۱۹۱۹ء تک سب سے زیادہ اہم) مجلسِ حکومت مقامی تھی جو قوانین امدادِ غربا کے عملدرآمد اور مقامی عہدہ دارانِ حفظانِ صحت کے متعددانہ کاموں کا انتظام کرتی، مقامی جماعتوں کے مالی کاموں کی نگرانی کرتی اور دوسرے بہت سے انضباط و نگرانی کے فرائض انجام دیتی تھی جن کا شمار کرنا باعثِ طولِ عمل ہے۔ جیساکہ پہلے تشریح ہو چکی ہے، ۱۹۱۹ء کے جس قانون نے وزارتِ صحت قائم کی اس نے مجلسِ حکومتِ مقامی کو منسوخ کر دیا یا زیادہ صحیح طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ اس کے فرائض کو نئے محکمے کے فرائض میں جذب کر دیا۔ پس اب پانچواں مرکزی انضباطی محکمہ وزارتِ صحت ہے، اور جب تک کہ زیرِ غور ترتیبِ جدید عمل میں نہ آئے، یہ محکمہ عمومی طور پر مقامی معاملاتِ صحت سے متعلق تمام امور کی اعلیٰ مرکزی نگرانی کے علاوہ سابق مجلسِ حکومتِ مقامی کا فرض بھی ادا کرتا رہے گا۔ مقامی معاملات پر ان محکموں کے اختیارات مختلف طور سے عمل میں آتے ہیں، مگر زیادہ تر احکام و ضوابط، حکومتِ مقامی کے منظور کردہ یا مجوزہ تجاویز کی منظوری یا عدم منظوری اور راہبرانہ صلاح و ہدایت کے ذریعے سے عمل میں آتے ہیں۔ اس کہنے کی ضرورت نہیں معلوم

ہوتی کہ مقامی ارباب اقتدار کے اختیارات و فرائض ہر وقت پارلیمنٹی وضع قوانین کے زیر اثر رہتے ہیں۔[1]

دیہی حکومت مقامی کے رقبات، صوبہ۔

جب سے ۱۸۸۸ء کا قانون حکومت مقامی منظور ہوا ہے اس وقت سے انگلستان میں دو قسم کے صوبے ہیں۔ اول تاریخی صوبے جن کی تعداد باون ہے اور جو پارلیمنٹی انتخابات فوج محافظ ملک کی تنظیم اور انتظام عدالت کے رقبات کی حیثیت سے زمانہ سابق سے چلے آرہے ہیں۔ ان کے عہدہ دار یعنی نائب السلطنت شیرف (ناظم صوبہ[2]) اور ناظمان امن بالواسطہ یا بلا واسطہ تاجدار کی طرف سے

---

[1] حکومت کے مرکزی و مقامی کارکنوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں کتب ذیل دیکھنا چاہئیں:۔ لوئل "حکومت انگلستان" Lowell Government of Fngland جلد دوم باب ۴۲۔ پی۔ ایشلی "مقامی و مرکزی حکومت" P. Ashle Local and Central Government مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء باب اول۔ جے۔ ریڈلچ و ایف۔ ڈبلیو ہرسٹ "انگلستان میں حکومت مقامی" Redlich and Hirst Local Government in England, مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء جلد دوم حصہ ششم۔ ایم۔ آر مالٹبی "زمانۂ حال کی انگریزی مقامی حکومت مرکزی و مقامی حکومت کے باہمی تعلقات کا مطالعہ" M. R. Maltbie, English Local Government of today ; a study of the Relations of Central and Local Government, مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۷ء۔ جی۔ ٹی۔ ریڈ "انگلستان میں نظم ونسق عامہ کا بدو و آغاز و ارتقا" G. T. Reid Origin and Development of Public Administration in England مطبوعۂ لندن ۱۹۱۳ء

مرکزیت کے میلان پر جے۔ ریگا کی کتاب "انگلستان میں انتظامی و مالیاتی مرکزیت کی تحریک" J. Raiga Mouvement de centralisation administrative et financiere en Angleterre مطبوعۂ پیرس ۱۹۱۳ء۔

[2] شیرف (ناظم صوبہ) کا عہدہ نارمنی فتح سے قبل کا ہے، بارھویں صدی تک ناظم صوبہ تاجدار کے خاص الخاص مقامی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ایک بہت بڑا فوجی، مالی اور عدالتی شخص بن گیا تھا اور اپنے اختیار کو موروثی بنا دینے کی طرف اس کا قوی

مقرر ہوتے ہیں لیکن انتظامی صوبے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، ان کی تعداد باسٹھ ہے اور یہ سب ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۴ء کے قوانین حکومتِ مقامی کی رُو سے قائم اور منضبط ہوتے ہیں۔ ان انتظامی صوبوں میں سے چھ صوبے جغرافی طور پر قدیم صوبوں سے عین مطابق ہیں اور بیشتر ایسے ہیں کہ وہ ان تاریخی رقبات سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہیں جن پر ان کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان میں وہ بیاسی صوبہ جاتی برو شامل نہیں ہیں جو ان کے اندر واقع ہیں[۱] مگر وہ تمام غیر صوبجاتی برو اور تمام دیہاتی اضلاع پر مشتمل ہیں۔ پس اس طرح یہ رقبات کسی نہج سے بالکلیہ دیہی نہیں ہیں۔ وسعت و آبادی کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے سے نہایت متغائر ہیں۔ سب سے چھوٹا صوبہ رٹلینڈ ہے جس میں ۱۹،۷۰۹ باشندے ہیں اور سب سے بڑا صوبہ لینکاشائر ہے جس کی آبادی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میلان تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے اختیارات میں تراش و خراش ہوتی گئی تا آنکہ اب یہ عہدہ اگرچہ ظاہری شان رکھتا اور کسی حد تک ذمہ داری سے بھی معرا نہیں ہے مگر اس کی عملی اہمیت کچھ بھی نہیں ہے۔ اب جو خاص فرائض ناظم صوبہ پر عاید ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:- (۱) پارلیمنٹی انتخابات کے وقت صوبہ کے عہدہ دار انتخاب کنندہ کی حیثیت سے کام کرنا (۲) بادشاہ کے جج جب دورے پر ہوں تو ان کا خیر مقدم کرنا اور ان کے پاس حاضر رہنا۔ (۳) جوریوں کا طلب کرنا اور (۴) عدالتوں کے فوجداری و دیوانی کے فیصلوں کو عمل میں لانا۔ ان میں سے اکثر فرائض جو خالصتہً مراسمی نہیں ہیں، انھیں ناظم ضلع کے مددگار انجام دیتے ہیں۔ اس کی مدت عہدہ ایک برس ہے اور اس عہدہ کی کوئی تنخواہ نہیں ہے۔ میٹلینڈ کہتا ہے کہ "انگلستان کے انصاف و پولیس کی تمام تاریخ ناظم صوبہ کے زوال و سقوط کی سرخی کے تحت آسکتی ہے۔" (انصاف و پولیس، صفحہ ۶۹) ملاحظہ ہو ولسن کی کتاب "سلطنت" Wilson, The State طبع ۱۹۱۱ء صفحات ۲۲۵-۲۲۶۔

[۱] اضلاعی برو کی فہرست کے لئے "اسٹیٹسمین ایئربک" ۱۹۱۹ء صفحات ۱۶ - ۱۴ دیکھنا چاہئے۔

۶۳۴۴ ۲۷ ۱۸ نفوس کی ہے۔ ہر انتظامی صوبہ پر صوبہ کی مجلس کے ذریعے سے حکومت ہوتی ہے۔ یہ جماعت افراد ذیل سے مرکب ہے (۱) ارکانِ مجلس جن کا انتخاب تین برس کے لئے یک رکنی انتخابی حلقوں سے ہوتا ہے اور حق رائے دہی مردوں اور عورتوں دونوں کو حاصل ہے جس کا معیار زیادہ فیاضانہ ہے[1] (۲) آلڈرمین جن کا انتخاب بھی عمومی طریق سے منتخب شدہ ارکان مجلس خود اپنی جماعت یا باہر کے لوگوں سے چھ برس کے لئے کرتے ہیں[2] آلڈرمین کی تعداد دوسرے ارکان مجلس کی تعداد سے ثُلث ہوتی ہے اور ان میں سے نصف اشخاص ہر تیسرے سال کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ ارکان کی ان دونوں شقوں میں اختیارات یا فرائض کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں ہے۔ ارکانِ مجلس کے انتخاب میں فریقانہ جذبے کا اظہار بہت ہی کم ہوتا ہے اور انتخابات اکثر غیر متنازعہ ہوتے ہیں۔ ارکان زیادہ تر، زمینداروں، بڑے کاشتکاروں، اور اہلِ فن سے لئے جاتے ہیں مگر اب ادنیٰ متوسط اور طبقۂ مزدوراں کے

---

[1] ۔ ۱۹۱۸ء کے قانون نمائندگی قوم کے ذریعہ سے مقامی مجالس کے انتخاب کنندگان کی تعداد میں بہت وسیع اضافہ ہو گیا تھا۔ انگلستان اور ویلز اور آئرستان میں اس جماعت انتخاب کنندگان میں اکیس برس اور زائد عمر کے وہ تمام مرد و زن شامل ہیں جو کسی قانونی ناقابلیت کے زیر اثر نہیں ہیں اور جو "مشترکاً" یا "منفرداً"، حکومتِ مقامی کے حدود کے اندر بہ حیثیت مالک یا کرایہ دار کے کسی اراضی یا عمارت پر قابض ہوں اور اس قبضہ کو ۱۵ جنوری یا ۱۵ جولائی کو چھ مہینے گزر گئے ہوں۔ علاوہ ازیں مقامی حکومت کے ہر ایک انتخاب کنندے کی بیوی بشرطیکہ تیس برس کی عمر ہو، بلا بحث ذاتی قبضہ اراضی یا عمارت کے، رائے دہندوں میں شامل ہے۔ اسکاٹلینڈ کے انتظامات اس سے کسی قدر مختلف ہیں اور ان کا معیار ذرا بلند ہے۔

[2] ۔ اگر کوئی رکن مجلس آلڈرمین میں شامل کر دیا جاتا ہے تو بہ حیثیت معمولی رکن کے اس کی جگہ خالی ہو جاتی ہے اور دوبارہ خاص انتخاب سے پُر کی جاتی ہے۔

نمائندے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ نمایاں ہو رہے ہیں۔ یہ مجلس تعداد ارکان کے اعتبار سے بہت مختلف ہیں مگر اوسط تعداد ارکان کم و بیش پچھتر ہوتی ہے۔ اتنے آدمیوں کا مختصر وقفوں کے بعد جمع ہوتے رہنا آسان نہیں ہے اس لئے یہ جمعیتیں بالعموم سال میں چار مرتبہ سے زائد مجتمع نہیں (ہوتیں جو قانوناً لازمی ہے) اور جو کثیر کام ان جمعیتوں پر عاید ہیں وہ زیادہ تر مجالس ذیلی کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔ ان میں بعض مجالسِ ذیلی قانوناً لازمی ہیں جیسے مجلسِ مالیات، مجلسِ تعلیمات، مجلس معذورین، ان کے سوا دوسری مجلسیں حسب ضرورت قائم کر لی جاتی ہیں۔ نظم و نسق کا مسلسل کام عہدہ داروں کا ایک گروہ انجام دیتا ہے، جن میں اکثر کا انتخاب مجلس کرتی ہے اور انھیں معقول حد تک دوام میعاد حاصل ہوتی ہے، ان عہدہ داروں میں محرر، صدر عہدہ دار کوتوالی، خازن، پیمائش کنندہ کیمیا داں وغیرہ ہوتے ہیں۔

مجلس کے اختیارات و فرائض کثیر النوع ہیں ۱۸۸۸ء کے جس قانون نے ناظمان امن کے انتظامی و مالی فرائض کو اس نئی جماعت کی طرف منتقل کر دیا اور ناظموں کے پاس ان کی عدالتی فرائض باقی رہنے دیئے اس قانون میں ان فرائض کی، سولہ شقیں شمار کی گئی ہیں جن میں سے زیادہ اہم یہ ہے:۔ روپیے کا جمع کرنا، اس کا خرچ کرنا اور قرض لینا، صوبے کے املاک، عمارات، پل، دار المجانین اصلاحی و حرفتی مدارس کی خبر گیری، فروخت منشیات کے علاوہ اور بعض اقسام کے اجازت نامے عطا کرنا[1] خاص خاص شاہراہوں کی خبر گیری کرنا، چشموں کا کثافت و گندگی سے محفوظ رکھنا اور چوپایوں، پرندوں، مچھلیوں اور کیڑوں کے متعلق مختلف ضوابط کا نافذ کرنا۔ ۱۹۰۲ء کے قانونِ تعلیمات نے اس مجلس کو شہری حصوں کو چھوڑ کر تمام صوبے کے اندر مدارس پر بھی بااقتدار بنا دیا۔ اس کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ ابتدائی مدارس کے لئے کافی انتظام کیا گیا ہے اور چاہے تو اعلیٰ تعلیم کے ذرائع کے قائم رکھنے میں بھی امداد

---

[1] منشیات کے اجازت نامے ناظمانِ امن عطا کرتے ہیں۔

دے۔ صوبہ کے اندر پولیس کی نگرانی ایک مشترک مجلس ذیلی کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو اس مجلس اور ناظمان امن دونوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ آخری امر یہ ہے کہ یہ مجلس صوبہ کے لئے ضمنی قانون بنا سکتی، نیچے درجے کی دیہی با اقتدار جماعتوں کی نگرانی کر سکتی اور جب یہ با اقتدار جماعتیں بے پروا ثابت ہوں تو ان کے فرائض کو خود انجام دے سکتی ہے۔[1]

دیہی حکومت مقامی کے دوسرے رقبات

انتظامی صوبوں میں چار قسم کی مقامی حکومت کے رقبات شامل ہیں۔ دیہی اضلاع، دیہی پیرش، شہری اضلاع اور بلدی برو۔ انگلستان و ویلز میں دیہی اضلاع ۶۶۲ ہیں ان کے حدود بالعموم وہی ہیں جو دیہی امداد غربا کے مجموعوں کے ہیں یا مجموعوں کے ان دیہی حصص سے متفق الحدود ہیں جو دیہی بھی ہیں اور شہری بھی مگر وہ ایک صوبے سے زائد کے حصص پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ ہر ضلع کا حکمراں ادارہ ایک مجلس ہے اور یہ ان اشخاص پر مشتمل ہے جن کا انتخاب دیہی پیرش اپنی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے کرتی ہیں یہ انتخابات زیادہ تر سہ سالہ ہوتے ہیں، (اور اس مجلس میں عورتیں بھی قابلِ انتخاب ہیں) حسب قاعدہ ایک ثلث ارکان ہر سال کنارہ کش ہو جاتے ہیں، مجلس کا انعقاد مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ ہوتا ہے اور اس کے خاص فرائض ذمہ داری صحتِ عامہ کا نفاذ اور ان سڑکوں کی خبرگیری ہے جو "شاہراہ" کے قسم میں داخل نہیں ہیں۔ اس انتظام کے مصارف کا ایک جزو پورا کرنے کے لئے اسے ضلع پر مقامی محصول لگانے کا اختیار ہے۔ ضلع

---

[1] لول "حکومتِ انگلستان" (Lowell Government of England) جلد دوم، صفحات ۲۰۲-۲۰۵۔ ڈبلیو۔ اینڈرسن کا مضمون "انگلستان نے بعض مانوس عام صوبہ داری مسائل کو کس طرح حل کیا ہے" Anderson, "How England has Solved some Familiar County Problems" مطبوعہ "نیشنل میونسپل ریویو" جولائی ۱۹۱۸ء دیکھنا چاہیئے۔

کے خاص تنخواہ دار اور مستقل عہدہ دار جن کا انتخاب یہ مجلس کرتی ہے وہ حسب ذیل ہیں :- محرر، خازن، طبّی عہدہ دار، پیمائش کنندہ، اور معائنہ کنندگانِ حفظانِ صحت کی ایک جماعت۔

پیرش دو طرز کے ہوتے ہیں، ایک دیہی دوسرے شہری اور انگلستان و ویلز میں ان کی تعداد کم و بیش پندرہ ہزار ہے۔ شہری پیرشوں کی کوئی انتظامی اہمیت نہیں ہے اور ان کے مزید بیان کی چنداں ضرورت نہیں ہے[1] لیکن دیہی پیرش جو حالتِ جمود میں پڑے ہوئے تھے، ان میں ۱۸۹۴ء کے قانون سے نئی زندگی پیدا ہوگئی ہے اور اس وقت یہ پیرش دیہی انتظامی نظم میں ایک چھوٹی سی مگر قابل قدر جگہ رکھتے ہیں۔ ان کی تنظیم ایک حد تک ان کی آبادی کے اوپر منحصر ہے لیکن ہر پیرش میں ایک "جمعیت پیرش" ہوتی ہے جس میں (بشمول زنان) وہ تمام اشخاص شرکت کا حق رکھتے ہیں جو مقامی حکومت یا پارلیمنٹ کی رائے دہی کے رجسٹروں میں درج ہوں۔ یہ جمعیت (جو درحقیقت کوئی نیابتی جماعت نہیں بلکہ ایک ابتدائی جمعیت ہے)، اس کا انحصار اس پر ہے کہ پیرش میں کوئی مجلس (مذکورۂ بالا معنی میں) ہے یا نہیں۔ جن پیرشوں میں تین سو یا اس سے زائد نفوس کی آبادی ہو ان میں مجلسوں کا ہونا ضروری ہے اور دوسری پیرش بھی اگر چاہیں تو (مجلسِ صوبہ کی اجازت سے) اب ایسا کر سکتی ہیں۔ یہ مجلس پانچ سے پندرہ ارکان تک پر مشتمل ہوتی ہے (جن میں عورتیں بھی حقِ انتخاب رکھتی ہیں) اور علی العموم تین برس کے لئے منتخب ہوتی ہے۔ اگر مجلس قائم ہوتی ہے تو پھر پیرش کی جمعیت کا اس سے زیادہ کچھ کام نہیں ہوتا کہ وہ ارکان مجلس کا انتخاب کر دے اور ان کے کاموں پر نقد کرے۔ اس صورت میں اس محفل کا انعقاد سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس قسم کی مجلس نہیں ہوتی تو جمعیت ناظرانِ کار کی ایک جماعت

---

[1] - گر جنکس کی کتاب "برطانی شہنشاہی کی حکومت" Jenks; Government of the British Empire. صفحہ ۲۱۲ دیکھنا چاہیئے۔

منتخب کر دیتی ہے جو روزمرہ کے کاموں کے چلانے میں اُس کی نمائندگی کرتی ہے اور اس صورت میں اس کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ہوتا ہے۔ بہر حال تنظیم کی صورت جو کچھ بھی ہو مگر پیرش کے اربابِ اقتدار کے اختیارات کی فہرست اگر شاندار نہیں تو وسیع ضرور ہے۔ ان اختیارات میں پیرش کی عامانی جائداد کا انتظام، تحفظ آتش زدگی بہم رسانی، مقامی حفظانِ صحت کا معائنہ، راستوں کا قائم رکھنا، اور پیرش کے اندر دنیاوی خیرات کے امینوں کا تقرر یہ سب امور داخل ہیں لیکن بیشتر پیرشوں کی قلت آبادی، اور اس کے ساتھ اجرائے محصول کے اختیارات پر قانونی و عملی شدید تحدید میں علی العموم پیرشوں کے اربابِ اقتدار کو کثیر و وسیع تجاویز کے اختیار کرنے میں مانع رہتی ہیں۔

امداد غربا کے انتظام کے لیے ۱۸۳۴ء سے مجموعہ جات امداد غربا قائم ہیں، جن کے تحت متعدد پیرش باہم ملا دیئے گئے ہیں، اور عام طور پر اس اتحاد میں وسعت یا آبادی کی مساوات کا خیال نہیں کیا گیا ہے۔ ۱۸۹۴ء میں جو دیہی و شہری اضلاع قائم کیے گئے ہیں وہ بالعموم ان مجموعوں سے متفق الحدود ہیں اور دیہی اضلاع میں قدیم "مجلس متولین" ضلع کی مجلس میں مدغم کر دی گئی ہے مگر شہری پرگنے مجلسِ متولین اور مجلسِ ضلع جداگانہ جماعتیں ہیں۔ لیکن مجموعہ جات میں اکثر دیہی و شہری دونوں اقسام کے پیرش جمع ہوتے ہیں اور اس قسم کے مجموعوں میں امداد غربا کا انتظام متولیوں کی ایک مجلس کو سپرد ہوتا ہے جو ان اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے جن کا انتخاب اس اتحاد کے دیہی پیرشوں میں ضلع کے ارکان مجلس کی حیثیت سے ہوتا ہے اور ان کے ساتھ وہ دوسرے اشخاص بھی شامل ہوتے ہیں جو شہری پیرشوں میں متولی کے طور پر منتخب ہوتے ہیں اور ان کا کوئی دوسرا فرض نہیں ہوتا۔ امداد غربا جن شرائط کے تحت عمل میں آتی ہے وہ لندن کی مجلس حکومت مقامی (اور اب ۱۹۱۹ء کی وزارتِ صحت) کے مقرر کردہ ضوابط میں بہت ہی جزوی طور پر معین ہو چکے ہیں، پس ابواب کے عاید کرنے کے سوا مجالسِ متولین کے ہاتھ میں جو اختیار باقی رہ گیا ہے وہ نہایت ہی محدود قسم کا ہے۔[1]

---

[1] ایشلی "مقامی و مرکزی حکومت" Ashley. Local and Central Government,

شہری حکومت، مقامی کے رقبات، شہری ضلع اور برو۔

لندن کے علاوہ جس کا اپنا ایک مخصوص پیچیدہ نظم حکومت ہے، ملک کے شہری حصص تین خاص شکلوں میں منظم ہیں یعنی شہری ضلع، بلدی برو اور صوبہ جاتی برو۔ شہری ضلع کے متعلق کچھ کہنے کی بہت کم ضرورت ہے صرف اتنا ہے کہ وہ صوبہ کے ایک ایسے جزو پر محتوی ہوتا ہے جس کی آبادی کسی قدر زیادہ گنجان ہوتی ہے اور قریب زمانے میں وہ ضلع برو بن جانے والا ہوتا ہے اور اس اثنا میں اسے ایک ایسی حکومت دیجاتی ہے جو خاص اس کے ضروریات کے لئے موزوں ہوتی ہے۔ اس کی تنظیم دیہی پرگنہ سے کچھ ایسی مختلف نہیں ہوتی۔ اس میں ایک مجلس ہوتی ہے جس کا انتخاب تین برس کے لئے ہوتا ہے اور جس کا انعقاد باقاعدہ مہینے میں ایک مرتبہ ہوا کرتا ہے اور اس کا کام (جو خاص کر حفظان صحت اور شاہراہوں کی نگرانی ہوتا ہے) ذیلی جماعتوں کے ذریعہ سے انجام پاتا ہے اور ان ذیلی مجالس کی مدد مستقل تنخواہ دار عہدہ دار کرتے ہیں جن کا انتخاب مجلس کرتی ہے۔

لیکن اصلی بلدی اکائی برو ہے جو شہری ضلع سے زیادہ تر اس خصوص میں مختلف ہے کہ اس کے پاس تاجدار کا عطا کردہ منشور ہوتا ہے اور اسے ایسے کثیر التعداد اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو اس سے نیچے درجے کے شہری رقبات کو حاصل نہیں ہوتے۔ یہاں ہمیں بلدی برو اور صوبہ جاتی برو کے فرق میں وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صحیح معنوں میں تمام برو بلدی ہیں اور سب کی تنظیم ایک بڑی حد تک ایک ہی سی ہے۔ اضلاعی برو (جن کی تعداد ۱۹۱۹ء میں بیاسی تھی) وہ محض وہ برو ہیں جو ان انتظامی صوبوں کے حدّ اختیار سے نکال لئے گئے ہیں جن کے اندر وہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) صفحات ۸۲ - ۶۰ - اوگ "عہد حاضر یورپ میں معاشری ترقی" مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۲ء F. A. Ogg: Social Progress in contemporary Europe. باب ۱۶۔

واقع ہیں اور انھیں خود صوبوں کے اختیارات عطا کر دیئے گئے ہیں۔ ۱۸۸۸ء کے قانونِ حکومت مقامی کے بموجب برو کو اس طرح آزادی اس وقت ملتی ہے جب ان کی آبادی پچاس ہزار کو پہنچ جاتی ہے[1]۔ معمولی بلدی برو وہ ہیں جو ہنوز جغرافی حیثیت کیطرح سیاسی حیثیت میں بھی ان صوبوں کے جزو ہیں جن میں وہ واقع ہیں[2]۔

۱۸۳۵ء کا قانونِ شخصیاتِ بلدی جس نے انگلستان کی بلدی حکومت کو اس کی موجودہ بنیاد پر قایم کیا، اس کا اطلاق فوراً ہی انگلستان اور ویلز کے ۱۸۷ برو پر ہو گیا تھا، اور جس جس طرح نیئے برو قایم ہوتے گئے اس تعداد میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ اب ان کی تعداد چارسو سے زاید ہے۔ ہر برو کے پاس ایک منشور ہوتا ہے جس کے ذریعے سے جو ایک شخصیہ قائم

---

[1] لیکن واقعاً متعدد برو ایسے ہیں جن کی آبادی اس سے زیادہ ہے اور وہ صوبہ جاتی برو نہیں بنائے گئے ہیں۔

[2] یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ انگلستان میں لفظ "شہر" کے ایک خاص اصطلاحی معنی ہیں، اور قطعی صحت اگر مقصود ہو تو اسے "برو" کے مرادف نہ استعمال کرنا چاہیئے اس اصطلاح سے کسی وقت میں اس جگہ کا اظہار ہوتا تھا جو کسی اُسقف کا مستقر ہو یا مستقر رہی ہو۔ اب اس زمانہ میں شفیلڈ اور لیڈز وغیرہ کے ایسے ان مقامات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جنھیں شاہی سند کی رُو سے یہ نام دیا گیا ہو۔ لیکن "شہر" لندن کے سوا تمام انگلستان میں سے صرف وہیں قدیم بلدی ادارات قایم رکھے گئے ہیں، اور جگہ اس اصطلاح کی کوئی موجودہ سیاسی اہمیت نہیں ہے۔ بلدیئے کی حکومتیں بھی انھیں برو کی حکومتوں کے مماثل ہیں جو بلدہ نہیں ہیں۔ مزید براں یہ بھی ملحوظ رہے کہ پہلے بلدی اغراض کے لیئے برو کی تنظیم لامحالہ انھیں برو کے مطابق ہوتی تھی جو پارلیمنٹ میں نمایندگی کی غرض سے قایم کیئے جاتے تھے مگر اب ان دونوں کے درمیان کوئی لازمی تعلق نہیں ہے۔ بلدی برو کے کسی اضافہ سے پارلیمنٹی حلقۂ رائے دہی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

ہوتا ہے (جس میں میر بلد، آلڈرمین اور شہری ہوتے ہیں) اور ۱۸۸۲ء کے قانون "استحکام شخصیات بلدی" کے مطابق اس کے لئے حکومت کی ایک شکل قرار دیتا اور اختیارات کے ایک مجموعے کا تعین کرتا ہے جو دوسرے برو کے اختیارات کے مثل ہوتا ہے مگر جملہ جزئیات میں ایک نہیں ہوتا۔ سابق میں باشندوں کی درخواست پر مجلسِ حکومت مقامی کی جانب سے تاجدار کے نام سے منشور عطا ہوتے تھے۔ اب یہ فرض اس مجلس کی جانشین وزارتِ صحت کی طرف منتقل ہو کر آگیا ہے لیکن یہ غالباً عارضی ہے اگر کسی درخواست سے اختلاف پیدا ہو جائے تو اغلب ہے کہ اس کا آخری فیصلہ پارلیمنٹ کرے۔

برو کی حکومت ایسے مخصوص انگریزی طرز پر ترتیب دی گئی ہے جس کی رُو سے تقریباً تمام اقتدار ایک منتخب شدہ جماعت کے قبضے میں آجاتے ہیں عاملانہ وتشریعی اختیارات کی تفریق کو بلدی تنظیم میں اس سے زیادہ جگہ حاصل نہیں ہے جتنی جگہ اسے صوبوں اور دوسرے مقامی تنظیمات میں حاصل ہے برو کی مجلس ارکان آلڈرمین اور صدر بلدہ پر مشتمل ہوتی ہے جو ایک ساتھ نشست کرتے ہیں۔ ارکان جن کی تعداد نو سے لیکر سو سے زائد تک ہوتی ہے ان کا انتخاب عملاً تمام بالغ آبادی کی طرف سے ہوتا ہے جس میں مرد عورت دونوں داخل ہیں، ان کی میعاد عہدہ تین برس کی ہوتی ہے اور ایک ثلث سالانہ کنارہ کش ہوتے رہتے ہیں۔ چھوٹے برو میں ان کا انتخاب ایک ہی عام سلسلے میں ہوتا ہے اور بڑے بڑے برو میں حلقے بنا دیئے جاتے ہیں۔ ۱۹۰۷ء سے عورتیں بھی مستحق انتخاب ہوگئی ہیں اور بہت سی عورتیں واقعاً منتخب بھی ہوئی ہیں۔ آلڈرمین جن کی تعداد ارکان سے ایک ثلث ہوتی ہے، ان کا انتخاب ارکان کی جانب سے چھ برس کے لئے ہوتا ہے اور ان میں سے نصف ہر تیسرے سال کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ یہ آلڈرمین مجلس سے باہر کے لوگوں میں سے بھی لئے جا سکتے ہیں مگر بیشتر مجلس ہی کے زیادہ تجربہ کار ارکان میں سے منتخب ہوتے ہیں اور ان کی خالی جگہیں پُر کرنے کے لئے "انتخاباتِ درمیانی" کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ قانونی حیثیت میں آلڈرمین معمولی ارکان سے

صرف اپنے طریقِ انتخاب اور وسعتِ میعاد کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن علی العموم زیادہ تجربہ کار ہونے کی وجہ سے اغلب یہی ہے کہ خاص خاص ذیلی جماعتوں کی صدارتیں انھیں کو ملیں اور حکمت عملیوں کے قرار دینے میں ان کا غیر معمولی اثر پڑے۔ اس نظم سے یہ بھی امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ مجلس کے اندر اعلیٰ قابلیت کے وہ اشخاص بھی آجائیں جو عام قوم کی جانب سے انتخاب کے خواستگار نہ ہونگے یا جن کا انتخاب باغلب وجوہ اس طرح نہ ہوگا۔

میر بلد کا انتخاب ایک سال کے لئے مجلس کی طرف سے ہوتا ہے خواہ مجلس ہی کے ارکان میں سے ہو یا باہر کے لوگوں میں سے ہو۔ وہ امریکی شہروں کے میر بلد کی طرح حکومت کی کسی جداگانہ شاخ کا صدر نہیں ہوتا بلکہ صرف مجلس ہی کا صدر عہدہ دار اور سرکاری تقریبات میں بَلدہ کا نمایندہ ہوتا ہے۔ وہ عہدہ داروں کا عزل ونصب، محکموں کی نگرانی یا احکام کا اجا عمل میں نہیں لاسکتا۔ اس لئے اس کے واسطے عاملانہ قابلیت صاحب تجربہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ صورتِ حالات کے اعتبار سے، یہ بہت زیادہ اہم ہے کہ وہ کچھ دولت مند اور فرصت رکھنے والا شخص ہو کیونکہ اس سے خاص توقعات یہ ہونگے کہ وہ خوش صحبت اور فیاضانہ طبیعت کا آدمی ہو۔ اس عہدے کے لئے تنخواہ کا انتظام شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ پسند کرے تو اغلب ہے کہ اس کا انتخاب بار بار ہوتا رہے۔ ارکان و آلڈرمین کا انتخاب مکرر بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے اور اس سے کام میں وہ تسلسل اور بالغ نظری پیدا ہو جاتی ہے جو امریکی شہری مجلس میں نامعلوم ہے جہاں عہدے کے چکر کا اصول ابھی تک حاوی و غالب ہے۔

مجلس کا اجلاس (ایوان بلدی) میں حسب اقتضاء کار ماہوار یا نزدہ روزہ یا ہفتہ وار ہوتا ہے لیکن اس کے کام کا بیشتر حصہ ان ذیلی جماعتوں کے وسیلے سے انجام پاتا ہے جن کا انتخاب مجلس کی جانب سے ہوتا ہے اور جن کے صدر وہ افراد ہوتے ہیں جنھیں خود یہ مجالسِ ذیلی منتخب کرتی ہیں، قومی قانون کے بموجب ایک ذیلی مجلس کو توالی اور ایک ذیلی مجلس تعلیمات کا ہونا ضروری ہے۔

دوسری مجالس ذیلی، مجلس کے حسب صوابدید قائم ہو سکتی ہیں اور ان کی تعداد مختلف ہوتی ہے، چھوٹے برو میں چھ سات اور بڑے برو میں بیس پچیس مجالس ذیلی ہوتی ہیں۔ عملاً یہ ہوتا ہے کہ جتنے معاملات مجلس کے سامنے آتے ہیں وہ سب کسی نہ کسی ذیلی جماعت کے پاس بھیجے جاتے ہیں، اور چونکہ وہاں ان معاملات پر پوری تفصیل سے غور و خوض ہوتا ہے، اور جو ارکان ان پر غور کرتے ہیں وہ علی العموم معاملہ زیر بحث میں بہترین دستگاہ رکھتے ہیں اس ذیلی جماعت کی سفارشوں کا قبول ہو جانا تقریباً یقینی ہوتا ہے۔

کامل مفہوم میں یہ مجلس برو کی حکومت پر محتوی ہوتی ہے۔ اس لئے (خود ارکان مجلس کے انتخاب کے سوا)، وہ بیشتر ان تمام اختیارات کو عمل میں لاتی ہے جو قوانین غیر موضوعہ، پارلیمنٹ کے خاص و عام قوانین اور ہنگامی احکام کی رو سے برو کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اختیارات تین خاص اصناف میں منقسم ہو سکتے ہیں، تشریعی، مالیاتی اور انتظامی، سڑکوں، پولیس، صحت، نقل و حمل وغیرہ تمام اقسام معاملات کے لئے یہ مجلس قانون ضمنی یا احکام وضع کر سکتی ہے، اور ان احکام پر صرف اتنی قید عاید ہے کہ صحت اور بعض دوسرے معاملات سے متعلق احکام کو وزارت صحت اگر قابل اعتراض سمجھے تو ان کے نفاذ کی اجازت نہ دے۔ یہ مجلس برو کے "ابواب" کے امین کی حیثیت سے کام کرتی ہے (ان ابواب میں وہ تمام مداخل شامل ہیں جو ملک عام، حقوق رائے دہی، جرمانہ، معاوضہ وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں)، اس کے سوا جس قدر مزید آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیئے جائداد غیر منقولہ کی مالیت لگان کے اعتبار سے فی پاؤنڈ کچھ شلنگ یا پنس کا "محصول برو" عاید کرتی ہے۔ سالانہ موازنہ تیار کرتی اور اسے قبول کرتی ہے، تمام رقمی تخصیصات کرتی ہے اور جس حد تک مرکزی حکام اجازت دیتے ہیں بلدیہ کی ساکھ پر روپیہ قرض لیتی ہے۔

غایت الکلام یہ ہے کہ قطعی معنی میں وہ بلدی نظم و نسق کی تمام شاخوں پر نگرانی کرتی ہے۔ اس کام کو وہ اس طرح انجام دیتی ہے کہ اولاً غیر فریقانہ بنیاد پر مستقل تنخواہ دار اور عہدہ داروں کا ایک عملہ مقرر کرتی ہے، جس میں محرر، خازن،

مہندس، کیمیا داں، کوتوالی کا افسر اعلیٰ، طبی عہدہ دار وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔
یہ عہدہ دار بروکی حکومت کے روزانہ کام انجام دیتے ہیں، دوسرے یہ کہ جو مجالسِ
ذیلی مختلف شاخوں کے کاموں سے تعلق رکھتی ہیں وہ ان عہدہ داروں اور ان
کے ماتحتوں پر برابر نگرانی رکھتی ہیں۔ چنانچہ، تعلیمات کی مجلسِ ذیلی نہ صرف
تعلیمات سے متعلق تشریعی تجاویز کو وصول کرتی اور ان پر غور کرتی ہے بلکہ وہ
تعلیمی عہدوں کے امیدواروں سے ملاقات کرتی، مجلس کے ارکان کا تقرر
کرتی ہے اور مجلس کے نام سے تعلیمی عہدہ داروں کے کاموں کا معائنہ کرتی
اور انھیں ہدایت دیتی ہے۔ پس اس طرح یہاں کی ذیلی جماعتوں کا کام
اس سے بہت زیادہ اہم ہو جاتا ہے جتنا ممالک متحدۂ امریکہ کے شہروں کی
حکومت میں ہے۔

لندن کی حکومت

لندن کے لاثانی حکومتی انتظامات کچھ تو تاریخی
باقیات کا اثر ہیں اور کچھ مخصوص و جدید الوضع قوانین کا نتیجہ
ہیں۔ اصطلاحاً "شہر" لندن اب بھی وہی ہے جو صدیوں
قبل تھا یعنی یہ دریائے ٹیمز کے بائیں کنارے پر تقریباً ایک میل مربع رقبہ ہے اور
اس کی خاص اپنی حکومت ہے، لیکن مسلسل کیفیات نے (جو تقریباً پچاس برس
سے زائد ہوتی چلی آئی ہیں) اس تمام قطعۂ ملک کو جس پر دارالصدر پھیلا
ہوا ہے۔ مقامی نظم ونسق کی ایک باقاعدہ حکومت کے اندر کھینچ لیا ہے،
(جغرافی اعتبار سے دارالصدر مڈل سکس، سرے اور کنٹ کے تین صوبوں
کے حصص پر مشتمل ہے) ۱۸۳۵ء کے قانون شخصیاتِ بلدی کا کوئی اثر لندن پر
نہیں پڑا اور جن تغیرات نے یہ موجودہ حکومتی نظم پیدا کیا ہے ان کا آغاز
۱۸۵۵ء کے قانون انتظام دارالصدر کی منظوری کے وقت ہوا ہے۔
"حکومت بلدہ" بلا تغیر چھوڑ دی گئی لیکن گرد و نواح کے پیرشیں جن پر اب تک
خود انھیں کے ویسٹری کے ذریعے سے آزادانہ حکومت ہوتی تھی، وہ اس
وقت بعض مقاصد کے لیے ایک مرکزی اقتدار کی نگرانی میں آ گئے جو
"دارالصدر کی مجلسِ امور عامہ" کے نام سے موسوم تھی۔ ۱۸۸۸ء کے قانونِ حکومتِ

مقامی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ مجلس امور عامہ منسوخ کر دی گئی۔ بیرونی بلدہ لنڈن ایک صوبہ بنا دیا گیا جس کا رقبہ تقریباً ۱۲۱ مربع میل تھا اور لنڈن کی جدید مجلس صوبہ کو (جس کا انتخاب محصول دہندے کرتے تھے) بہت سے مختلف النوع اور اہم اختیارات عطا کیے گئے۔ آخرالامر ۱۸۹۹ء کے قانونِ حکومتِ لنڈن نے صورت حال کو اس طرح سہل و سادہ بنا دیا کہ اقتدارات و اختیارات کا جو طومار ہنوز باقی رہ گیا تھا ان سب کو باطل کر دیا، اور دارالصدر کے اٹھائیس برو قائم کر دیے، جن میں سے ہر ایک میں صدر، آلڈرمین اور ارکان اسی طرح ہوتے ہیں جس طرح کسی صوبجاتی برو میں ہوتے ہیں۔ البتہ ان کے اختیارات کی خاص طور پر تحدید کر دی گئی ہے اور مالی معاملات میں ان کے اختیارات پہلے سے کسی قدر کم کر دیئے گئے ہیں۔ ہر برو کے اندر شہری پیرش ہیں اور ہر ایک کی اپنی خاص ویسٹری ہے۔

پس بالفعل صورت حال مختصراً حسب ذیل ہے۔ رقبۂ دارالصدر کے مرکز میں "قدیم شہر" واقع ہے جو جغرافی اعتبار سے بلدیہ کے اندر ہے مگر سیاسی اعتبار سے ایسا نہیں ہے۔ یہ انگلستان کے مالیاتی و کاروباری دنیا کا قلب ہے مگر اس کی مقیم آبادی بیس ہزار سے زیادہ کی نہیں ہے اور اس کی حکومت جو لارڈ میئر (میر بلد) ایوانِ آلڈرمین اور ایوان مجلسِ عام پر مشتمل ہے، وہ قدیم و جدید خصوصیات کا ایک عجیب اجتماع پیش کرتی ہے۔ "شہر" سے باہر متصل یکلگر دارالصدر کے اٹھائیس برو ہیں جو اپنی تنظیم کے اعتبار سے معمولی برو اور شہری اضلاع کے درمیان گویا ایک کڑی ہیں۔ جغرافی حیثیت سے ان برو کا ہم رقبہ اور ان پر بہت بڑی حد تک نگرانی رکھنے والا وہ لنڈن کا انتظامی صوبہ ہے جس میں ایک سو اٹھارہ ارکان اور انیس آلڈرمین ہیں اور اس کا صدر ایک منتخب شدہ میر مجلس ہے، اور گرد و نواح کے رقبات میں دارالصدر کی مجلس آبرسانی اور دارالصدر کی مجلسِ کوتوالی کے اختیارات وسیع ہیں۔ آخرالذکر کے اختیارات چیرنگ کراس سے پندرہ میل تک پیرشوں پر وسیع ہیں جس کا رقبہ تقریباً سات سو مربع میل ہے۔[1]

---

[1] حکومت لنڈن کے عمدہ توضیحات کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہئیں۔ مزو: حکومتِ

باب چہاردہم

سیاسی فریق اٹھارھویں صدی سے

سیاسی فریقوں کی اہمیت اور ان کے فوائد۔

اسے ایک اصول مسلمہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ عمومی حکومت کی ہر ایک نظام میں سیاسی فریقوں کا ہونا نہ صرف لابدی ہے بلکہ مناسب بھی ہے۔ جس وقت قوم روش عامہ کا تعین کرنے یا اس قسم کی حکمت عملی کی ترکیب و تعمیل کے لئے نمائندگان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بلادیورپ" Munro: Government of European Cities. صفحات ۳۳۹ - ۳۷۹ (فہرست کتب ۳۹۵ - ۴۰۲) لووِل "حکومت انگلستان" Lowell Government of England. جلد دوم صفحات ۲۰۲ - ۲۳۲ - قابل قدر کتابیں حسب ذیل ہیں۔ جی۔ ال۔ گوم "حکمرانی لندن انگلستان کے ادارات میں لندن کو جو جگہ حاصل ہے اس کا مطالعہ" G. L. Gomme: Governance of London: Studies on the Place Oceupied London in English Institutions مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء۔ ایضاً "لندن کی اضلاعی مجلس: ۱۸۸۸ء کے قانون حکومت مقامی کے بموجب اس کے فرائض و اختیارات" G. L. Gomme: The London County Council: its Duties and Powers according to the Local Government Act of 1888. مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء۔ اے۔ میک ماررن "قانون حکومت لندن" A. MacMorran: The London Goverement Act of 1899. مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء اے۔ بی۔ ہاپکنس "دارالصدر کے بروؔ" A. B. Hopkins; Boroughs of the Metropolis مطبوعہ لندن ۱۹۰۰ء

کے انتخاب کرنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے اسی وقت اختلافات آرا رونما

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہے۔ آر۔ سیگر "قانونِ حکومتِ لندن کے تحت لندن کی حکومت" J. R. Seager: Government of London under tne London Government Act. مطبوعۂ لندن ۱۹۰۴ء۔ ایک پُر از معلومات مضمون جی۔ ال۔ فاکس کا مضمون "لندن کی اضلاعی مجلس" G. L. Fox: The London County Council." مطبوعۂ "ییل ریویو" مئی ۱۸۹۵ء ہے۔

انگلستان کی حکومت مقامی کے عام مبحث کے متعلق بہترین تصنیف ہے۔ ریڈلچ اور الیف ڈبلیو ہرسٹ Redlich and Hirst کی کتاب "انگلستان میں حکومتِ مقامی" Local Government in England. ۲ جلد مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء متعدد سہل المطالعہ چھوٹی کتابیں بھی ہیں؛ انھیں میں کتبِ ذیل بھی شامل ہیں:۔ پی۔ ایشلی "انگلستان کی حکومتِ مقامی" P. Ashley: English Local Government. مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء ڈبلیو بی اوجرز "حکومتِ مقامی" W. B. Odgers: Local Government. مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء (یہ کتاب ایم۔ ڈبلیو چامرز کی قدیم تر کتاب پر مبنی ہے) اے جینکس "انگلستان کی حکومتِ مقامی کا خاکہ" A. Jenks: Outline of English Local Government طبع دوم مطبوعۂ لندن ۱۹۰۷ء۔ آر۔ ایس۔ رائٹ، وایچ ہابہاؤس "انگلستان و ویلز میں حکومتِ مقامی اور اجرائے محصول مقامی کا خاکہ" Wright and Hobhouse: Outline of Local Government and Local Taxation in England and Wales. طبع سوم، مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء۔ آر۔ سی میکسویل "انگلستان کی حکومت مقامی" R. C. Maxwell: English Local Government. مطبوعۂ لندن ۱۹۰۷ء۔ اس کل موضوع پر نہایت قابلِ قدر طریق پر لویل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England. جلد دوم باب ۲۸-۴۶ میں اور اس مبحث کے ایک جزو پر ڈبلیو۔ بی۔ منرو کی کتاب "حکومت بلادِ یورپ" W. B. Munro: Government of European Cities. مطبوعۂ نیویارک ۱۹۰۹ء باب سوم میں بحث کی گئی ہے۔ (کامل فہرست کتب صفحات ۲۹۵-۴۰۲ پر ہے) کتب ذیل میں عمدہ توضیحات موجود ہیں:۔

ہو جاتے ہیں اور انھیں اختلافات آرا سے سیاسی فریق وجود میں آتے ہیں لیکن حق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایشلے "مقامی و مرکزی حکومت" Ashley: Local and Central Government. باب ۱ و ۵۔ میریٹ "انگلستان کے سیاسی ادارات" Marriott: English Political Institutions باب ۱۳۔ اصلاح کے کام کو ایچ۔ جے لاسکی نے اپنی کتاب "مسئلہ رقبات انتظامی" H. J. Laski: The Problem of Administrative Areas. مطبوعہ نارتھیمٹن ۱۹۱۸ء میں بیان کیا ہے۔ مضامین کا ایک گرانبہا مجموعہ (جو علوم انتظامی کی پہلی بین الاقوامی موتمر منعقدۂ بروسلز جولائی ۱۹۱۰ء میں پڑھے گئے تھے) جی۔ ایم۔ ہیرس کی کتاب "مسائل حکومت مقامی" G. M. Harris: Problems of Local Government. مطبوعۂ لندن ۱۹۱۱ء میں طبع ہوئے ہیں۔ شہری حکومت سے متعلق قوانین کا ایک کارآمد معدن سی۔ رالنسن کی کتاب "قوانین شخصیہ بلدی و دیگر قوانین" Rawlinson: Municipal Corporation Acts and other Enactments طبع نہم مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء میں ہے۔ امریکی مصنفین کے دو قابل قدر تبصرے حسب ذیل ہیں:۔ اے۔ شا "برطانیہ میں حکومت بلدی" A. Shaw: Municipal Government in Great Britain. مطبوعۂ نیویارک ۱۸۹۵ء۔ ایف۔ ہو "برطانی شہر" F. Howe: The British City. مطبوعۂ نیویارک ۱۹۰۷ء۔ بلدی تجارت کے موضوع کے متعلق ناظرین کو کتب ذیل کا حوالہ دیا جاسکتا ہے:۔ لویل "حکومت انگلستان" Lowell Government of England. جلد دوم باب ۴۴۔

لارڈ ایوبری "بلدی و قومی تجارت" Avebury: Municipal and National Trading. مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء۔ انتظامی امداد غربا سے متعلق تصانیف میں کتب ذیل کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ٹی۔ اے۔ میکے "۱۸۳۴ء سے زمانہ تک انگلستان کے قانون امداد غربا کی تاریخ" T. A. Mackay: History of the English Poor Law from 1834 to the Present Time. مطبوعۂ نیویارک ۱۹۰۰ء۔ پی۔ ٹی۔ ایش روٹ و ایچ۔ پی ٹامس "انگلستان کا قانون امداد غربا کا نظم و نسق: گزشتہ و موجودہ" Ashrott and Thomas: The English Poor Law System. طبع دوم مطبوعۂ لندن ۱۹۰۲ء۔ اس و بی۔ وب

یہ ہے کہ کسی چیز سے اتنی بری طرح کام نہیں لیا گیا جتنا فریقانہ تنظیم اور فریقانہ جذبات سے فریقانہ اصول، فریقانہ سوانح عمل، فریقانہ مجالس، فریقانہ منتظمین، فریقانہ تبلیغ، یہ سب کے سب اکثر بدنام ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب قلم نے ظریفانہ رنگ میں یہ کہا ہے کہ لوگ اپنے فریق کے لئے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے مگر اس کی تعریف و توصیف شاذ و نادر ہی کریں گے[1]۔ لیکن پھر بھی شاید سیاسی فریقوں سے زیادہ کسی اور شئے سے قوم کی سیاسی قابلیت و ترقی کا اظہار نہیں ہوتا سیاسی اعتبار سے سب سے زیادہ ذہین اور سب سے زیادہ آزاد وہ قومیں ہیں جن میں فریقوں سیاسی گروہ ایک دوسرے سے قطعی طور پر ممیز ہیں، جہاں سیاسی فریقوں کا وجود نہیں ہوتا وہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ یا تو معاملات عامہ سے جہالت اور عدم قابلیت کی وجہ سے بے پروائی برتی جاتی ہے یا یہ نہیں تو پھر حکومت کی کوئی ایسی جابرانہ و خود سرانہ صورت موجود ہوتی ہے جو قوم کے عام اظہار خیال اور اولوالعزمی کو دبا دیتی ہے۔ ذمہ دار حکومت کے استحکام اور اس طرح قوم کی مرضی کے نفاذ کے متعلق ہم اس وقت جو ذریعہ دریافت کر سکے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "انگلستان کے قانونِ امداد غربا کی روشنی" S. and B. Webb: English Poor Law Policy. مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء۔ تعلیمی انتظام سے متعلق بہترین تصنیف جی بالفور کی کتاب "برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کے نظمہائے تعلیمی" G. Balfour: Educational System of Great Britain and Ireland. طبع دوم مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء۔ آخر میں سی گروس کی کتاب "برطانی بلدی تاریخ کی فہرست کتب" C. Gross: Bibliography of British Municipal History. مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۷ء کا ذکر ضروری ہے۔ یہ کتاب اس پیچ در پیچ موضوع ادبیات کے مواد کے لئے ایک بے بہا ہادی و رہنما ہے۔

[1] لو "حکمرانیٔ انگلستان" Lowe: Government of England. طبع جدید صفحہ ۱۱۹۔

وہ صرف یہی منتظم، مرتب، و منضبط فریق ہیں۔[1]

عمومیت میں سیاسی فریق کے فواید پنجگانہ ہیں۔ اول یہ کہ جو لوگ معاملات عامہ پر یکساں رائے رکھتے ہیں انھیں یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اصولوں اور حکمت عملیوں کے ایک عام مجموعہ کی تائید پر متحد ہو جائیں اور ان اصولوں اور حکمت عملیوں کو واقعی عمل میں لانے کے لیئے باہم مل کر کام کریں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ایک ہی سے اغراض پیش نظر رکھتے ہیں انھیں لازماً تو نہیں مگر پھر بھی ایک مفید ذریعہ ہاتھ آ جاتا ہے کہ وہ پہلے سے ایسے امیدواروں کے متعلق اتفاق کرلیں جن کے لئے وہ حصول عہدہ کی تائید کرنا چاہتے ہیں اور عام انتخاب کنندگان سے ان کی سفارش کریں۔ تیسرے یہ کہ عوام کو مطابع، مجالس اور دوسرے ذرایع سے وقتی معاملات سے باخبر رکھنے کے باعث یہ فریق رائے عامہ کی تربیت و تنظیم کرتے اور مفاد عامہ کو متحرک کرتے رہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ وہ ایک طرح کا معاشری و سیاسی مسالہ ایسا تیار کر دیتے ہیں جس سے حکومت کے کم و بیش آزاد و منتشر اجزا ایک پر زور کام کرنے والی کل کی صورت میں باہم متحد ہو جاتے ہیں (لیکن یہ امر حکومت کے انھیں اجزا تک صادق آتا ہے جو ایک ہی فریق سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے قبضے میں ہوں)۔ پانچویں یہ کہ فریقانہ نظم سے یہ تیقن ہو جاتا ہے کہ حکومت کو ہر وقت ایسی مستقل و منظم نکتہ چینی کا مقابلہ کرنا پڑے گا

---

[1] پی۔او۔رے "تقریب فرق سیاسیہ و سیاسیات عملیہ" P. O. Ray, Introduction to Political Parties and practical politics. طبع جدید، مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء صفحات ۹-۱۰۔ اس بحث پر ایزمین کی کتاب "مبادیات دستور سیاسی فرانس و متقابلہ" دیکھنا چاہیئے۔ Esmein: Elements de droi constitutionnel francais et compare.

جس کا اثر علی العموم سود مند ہو گا[1]

انگلستان میں حکومت بذریعہ فریق سیاسی

مذکورۂ بالا اور دوسرے طریقوں سے تمام عمومی مملکتوں میں حکومت کے چلانے میں فریقوں سے بہت بڑی مدد ملتی ہے لیکن انگلستان میں "حکومت بذریعہ فریق" کا جیسا اثر ہے ویسا کسی اور جگہ نہیں ہے۔ یہ سمجھنے کے لئے کہ ایسا کیوں ہے صرف اتنی ہی ضرورت ہے کہ چند واقعات کو یکجا کر لیا ہے، جن میں بعض پہلے ہی سے معلوم و مانوس ہیں انگریزی حکومت اس وقت جس طرح عمل پذیر ہے اس کی وہ واحد خصوصیت جو سب سے زیادہ اہم ہے، کابینی نظم ہے اور اس نظم کے عناصر اصلیہ میں امور ذیل شامل ہیں:۔

(۱) وزرا کا تقرر اس فریق میں سے ہو گا جو کسی وقت خاص میں دارالعوام پر اقتدار رکھتا ہو۔

(۲) جب یہ وزرا پارلیمنٹی اکثریت کی تائید پر قادر نہ رہیں تو وہ اپنے عہدوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔ یہ نظم باسی فریقوں کی باہمی جنگ و جدل سے پیدا ہوا اور یہ بات کبھی خیال ہی میں نہیں آسکتی کہ فریقوں اور فریقانہ تصادم کے بغیر یہ نظم وجود میں آسکتا تھا۔ لیکن یہ تعلق محض تاریخی آغاز کا معاملہ نہیں ہے اس نظم کے کامیاب

---

[1] لیکن ایچ بیلوک اور جی چیسٹرٹن نے اپنی تصنیف "نظم فریقانہ" H. Belloc and G Chesterton: The Party System. مطبوعۂ لندن ۱۹۱۱ء میں اور میشل نے اپنی کتاب "فریق سیاسیہ": "عمومیت جدیدہ کے عدیدی میلانات کا اجتماعی مطالعہ" (پیرس ۱۹۱۴ء) R. Michels: Les parties politiques: essai surles tenaances oligarchiques des domacraties. جس کا ترجمہ مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۵ء میں فریقوں اور فریقی نظم کے متعلق جو قاطع نکتہ چینیاں کی ہیں انہیں بھی بالمقابل دیکھنا چاہیئے۔

عمل درآمد بلکہ خود اس کے جاری ہونے کے لئے فریقوں کا ہونا لازمی ولابدی ہے اکثریت کی واحد قسم جس میں اتنا کافی ارتباط واستحکام ہو کہ اس پر انحصار ضروری ہوجائے وہ وہی اکثریت ہے جو فریقانہ روابط سے مستحکم ہو۔ سیاسی فریقوں کی عدم موجودگی میں صورت حال یہ ہوجائیگی کہ کسی ایسی قوت کے نہ ہونے کی وجہ سے جو وزارتوں کو برسر اقتدار رکھنا چاہتی ہو یا تو ان وزارتوں کا جلد جلد عروج وزوال ہوتا رہے گا یا پھر یہ ہوگا کہ عمومی ایوان کے ساتھ بالکلیہ مخالفت کرنے کے بعد بھی وہ غیر محدود زمانہ تک حکمرانی کرتی چلی جائے گی۔ اگر ایک مخالف سیاسی فریق ایک بالکل مختلف نوع کی وزارت کے قایم کرنے اور کامل اختیار وذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہ رہتا تو وزارت کی کنارہ کشی کی ضرورت ہی نہ باقی رہتی۔

پس کابینی نظم اور فریقانہ نظم ایک دوسرے کے ساتھ بہت گہرے طور پر وابستہ ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ہی چلتے ہوئے انتظام کی دو مختلف ہیئتیں ہیں۔ ممالک متحدۂ امریکہ میں سیاسی فریق باضابطہ حکومتی نظم سے خارج رہتے ہیں۔ ابھی چند سال پہلے تک سیاسی فریقوں کی سرگرمیاں ازروئے قانون کسی ضابطہ کے تابع نہ تھیں۔ متعدد بڑے بڑے فریقانہ سرگروہ ومنتظمین کی حیثیت (مثلاً قومی مجالس ذیلی کے میر مجلس صاحبان) عام عہدہ داروں کی نہیں، اور ان کے اصول ایسے مباحث معینہ کے بعد قرار پاتے ہیں جن کے ارکان کی حیثیت زیادہ تر محض خانگی ہوتی ہے۔ لیکن انگلستان میں فریق کا کام حکومتی نظم سے خارج نہیں بلکہ زیادہ تر اس میں داخل ہوتا ہے۔ سرسری طور پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ فریقانہ کل اور حکومت کی کل دونوں ایک ہوگئے ہیں۔ وزرا اور خاص کر وہ وزرا جو کابینہ میں ہوتے ہیں وہ کارکن جماعت عاملہ، وقانون سازی کے سرگروہ اور فریق ذی اقتدار کے رہبر سب کچھ ہوتے ہیں۔ دارالعوام کی وہ اکثریت، جو قانون وضع کرتی، مصارف رقمی کی تخصیص کرتی، نظم ونسق پر نگرانی واقتدار رکھتی اور جب تک اس سے ہوسکتا ہے وزرا کی تائید کرتی رہتی ہے وہ تمام عملی اغراض کے لئے گویا خود فریق ہی ہے۔ دوسری طرف وزارت اور اس کی پارلیمنٹی اکثریت کے بالمقابل "مخالفت"

ہے جو مخالف عقیدۂ سیاسیہ کے بااثر واضحین پر مشتمل ہوتا ہے جو اپنی جگہ پر اپنے فریقی تنظیم کے عام ارکان کی سرگروہی کرتے ہیں اور اس امر کے لئے تیار رہتے ہیں کہ جب ان کے حریف ایوان عمومی کی نظروں سے گر جائیں تو وہ حکومت کی سربراہی اپنے ذمہ لیلیں۔

دو فریقی تنظیم صرف یہی صحیح نہیں ہے کہ ذمہ دار وزارت کے لئے حکومت بذریعۂ فریق لازمی ہے بلکہ سہولت کے ساتھ کام چلانے کے لئے اس قسم کی وزارتی نظم کے لئے یہ بھی درکار ہے کہ دو بڑے بڑے سیاسی فریق ہوں اس سے زائد نہ ہوں، اور بقول برائس ہر ایک اتنا قوی ہو کہ وہ دوسرے کی زیادتیوں کو روک سکے، اور پھر اس کے ساتھ ہی کوئی سادا رالعوام ہو ان میں سے ایک فریق اس میں برابر حاوی و غالب رہے[1] اتحاد و ذمہ داری کے خیالات کا اقتضا یہ ہے کہ ذی اقتدار فریق اتنا قوی ہو کہ وہ ہمیشہ یا بیشتر تنہا حکومت کر سکے یا اسی طرح جب اس کا اقتدار جاتا رہے تو ایک دوسرا فریق جو کم از کم اتنی ہی قوت رکھتا ہو اس کی جگہ پر آجائے۔ بظاہر اس کے معنی یہی ہونگے کہ دو ایسے فریق موجود ہوں جو عملاً تمام رائے دہندوں کو آپس میں تقسیم کرلیں۔ اس حد سے باہر قدم پر اگر کئی دوسرے فریق پیدا ہو گئے تو اغلباً اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی ایک فریق کام کے قابل اکثریت نہ حاصل کر سکے گا، اور اس کا ماحصل یہ ہوگا کہ وزارتیں، مخلوط فریقوں کی نمایندگی کریں گی جن میں اتحاد و ذمہ داری کی کمی ہوگی اور یہ پہلی باد مخالف کے جھونکے سے سرنگوں ہو جائے گی۔ جیسا کہ بعد کو ظاہر ہوگا، فرانس، اطالیہ اور دوسرے متعدد براعظمی ملکوں میں بعینہٖ یہی حال ہے۔ ان ملکوں نے انگریزی کابینی نظم کا خاکہ منظور کر لیا ہے مگر فریقوں اور فریقانہ گروہ کی کثرت کی وجہ سے اس طریق کو عمل میں لانے سے ان کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ چالیس برس قبل کہ آئرلینڈ کی قوم پرست جماعت پیدا ہوئی اور اس کے بعد

---

[1] "دولت عامہ امریکی" Bryce: American commonwealth. جلد اوّل صفحہ ۲۸۷۔

حزب العمال وجود میں آیا مگر پھر بھی جنگ عظیم کے شروع ہونے کے قبل تک برطانیۂ عظمیٰ میں صورت حال یہی تھی دو سربرآوردہ فریقوں کے ساتھ وابستگی نے قوم کی وفاکیشی کو گویا باہم تقسیم کرلیا ہے۔ ایک کی شکست کے معنی دوسری کی فتح کے تھے اور علی العموم ہر ایک فریق میں یہ قابلیت تھی کہ اگر وہ برسر اقتدار آجائے تو وہ آزادانہ طور پر حکومت کرسکے۔ جیسا ظاہر کیا جاچکا ہے، جنگ کی وجہ سے مخلوط وزارت وجود میں آئی اور فریقانہ جنگ وجدل علاً مسدود ہوگئی۔ بااین ہمہ ۱۹۱۸ء کے پارلیمنٹی انتخاب کا نتیجہ اگرچہ یہی ہوا کہ مخلوط حکومت کو قطعی فتح حاصل ہوگئی تاہم قدیم فریقانہ انداز واطوار پھر نظروں کے سامنے آگئے اور بعد کے ڈیڑھ سال ہی میں یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے سیاسیات پھر اسی مروجہ فریقانہ بنیاد پر آجائیں گے[1]۔

---

[1] فریقانہ وکابینی نظم کے تعلقات کے زیادہ مکمل بیان کے لئے لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England جلد اول باب ۲۴ دیکھنا چاہیے۔ انگلستان کے فریقوں اور فریقانہ کل کے بہترین عام بیان کے لئے اسی کتاب کے ابواب ۲۱ تا ۳۷ دیکھنا چاہئیں۔ فریقوں اور فریقانہ نظم کے نشوونما پر نہایت تفصیل وقابل قدر انداز کے ساتھ ایم اوسٹروگوسکی کی کتاب "جمہوریت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم" Ostrogosski: Democracy and the organization. مترجمہ ایف کلارک مطبوعۂ لندن ۱۹۰۲ء جلد اول میں بحث کی گئی ہے۔ ایک قابل قدر مبحث خاص اے ایل لوئل کا مضمون، "انگلستان وامریکہ میں وضع قوانین پر فریقوں کا اثر" Lowell: The influence of party upon legislation in England and America.

مطبوعۂ روداد سالانہ امریکی مجلس تاریخی بابت ۱۹۰۱ء مطبوعۂ واشنگٹن ۱۹۰۲ء جلد اول صفحات ۳۱۹ - ۵۴۲ ہے۔ ایک پُراز معلومات مطالعہ ای پورٹ کا مضمون "انگریزی فریقانہ نظم کا خاتمہ" E. Porrit: The Break up of the English party system. "روداد سالانہ امریکی مجلس سیاسیات وعلوم معاشری" جلد پنجم شمارہ ۴

ٹوریوں کا تفوق، ۱۷۸۳ء-۱۸۳۰ء انگلستان کے سیاسی فریقوں کا سترہویں صدی کا بدوآغاز؛ ۱۶۸۸-۸۹ء کے انقلاب کے بعد وِگوں اور ٹوریوں

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق-(بابت جنوری ۱۸۹۵ء) ہے اور ایک دلچسپ تنقید بلاک و چسٹرٹن کی کتاب "فریقانہ نظم" Belloc and Chesterton, The Party System

ہے۔ سیاسی تخیلات کے اعتبار سے ابتدائی فریقانہ ارتقا کے متعلق پی۔اے۔گبنز نے اپنی کتاب "پارلیمنٹ میں سیاسی نمایندگی کے تخیلات ۱۶۵۱-۱۸۳۲ء" P. A. Gibbons,

Ideas of Political Representation in Parliament 1651-1882

مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۴ء میں عالمانہ طریق پر بحث کی ہے۔

انگلستان کے سیاسی فریقوں کے بدوآغاز سے اس وقت تک کی کوئی مکتفی تاریخ نہیں ہے۔ جی۔ڈبلیو۔کوک کی کتاب آخری غیر اصلاح شدہ پارلیمنٹ کے اختتام تک اس بحث پر قابل اطمینان طور پر حاوی ہے۔

"چارلس دوم کے عہد میں وہگ اور ٹوری فرقوں کے نمو کے وقت سے قانون اصلاح کے منظور ہونے کے وقت تک فریقوں کی تاریخ"

G. W. Cooke, History of Party from the Rise of the Whig and Tory Factions in the Reign of Charles II to the Passing of the Reform Bill,

۳ جلد مطبوعہ لندن ۱۸۳۶-۳۷ء۔ دوسری فریقی تاریخیں مثلاً ذیل کی کتابیں صرف محدود زمانوں میں حاوی ہیں۔ ٹی۔ای۔کیبل "ٹوری طریق کی تاریخ" T. E. Kebbel, History of Toryism,

مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء جی۔جی بٹلر "ٹوری روایت" G. G. Butler, The Tory Tradition

مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء۔ ایچ سسل، "کنسرویٹو طریق" H. Cecil, conservatism

مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ ایل ٹی ہابہاؤس "لبرل طریق" L. T. Hobhouse, Liberalism

مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء ڈبلیو ایل بلیس "انگلستان کے لبرل طریق کی مختصر تاریخ" W. L. Blease, Short History of English Liberalism

کے تعلقات جارج اول اور جارج دوم کے عہدہائے حکومت میں وھگوں کا طولانی غلبہ یہ سب باتیں دوسری جگہ بیان ہو چکی ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں نظم کابینہ نے آہستہ آہستہ ایک صورت اختیار کی اور اس تشکیل میں وھگ اور ٹوری عناصر کی شدید مخاصمت سے اسے مدد ملی۔ ٹوریوں نے بڑی مشکلوں سے خاندان ہانوور کی جانشینی کو گوارا کیا اور ۱۷۸۳ء میں جب لارڈ نارتھ کی مرکب وزارت کو شکست ہوگئی اس کے بعد انھوں نے اپنے قدیم خیالات کو ترک کیا اور نئے خاندان اور جدید کابینہ اور نظم فریقانہ کے ویسے ہی وفادار ہو گئے جیسے ان کے مخالفین تھے۔ انقلاب فرانس اور عہد نپولین کے تمام دور میں وہ تقریباً مسلسل برسر اقتدار رہے۔ ۱۸۱۵ء کے بعد تک انھیں اپنی اس کوشش میں حکمران جماعتوں کی مستقل تائید حاصل رہی کہ وہ قوم کو نہ صرف اس کارسیکی کے سلاح جنگ سے بلکہ یورپی انقلاب کے مرض متعدی سے محفوظ رکھیں۔ بروقت مذکورۂ بالا انکی حیثیت ناقابل شکست معلوم ہوتی تھی لیکن لارڈ لیورپول کے دوران وزارت (۱۸۱۲ء۔۱۸۲۷ء) میں ان کی گرفت بتدریج ڈھیلی ہوتی گئی۔ امن کے دوبارہ بحال ہو جانے سے جدید وزنی مسائل پیش آگئے۔ سیاسی اصلاح کی تحریک جو اس ربع صدی کی جنگ کے دوران میں رکی ہوئی تھی، ازسرنو جاری ہوئی اور زیادہ وسیع

بقیہ صفحہ سابق۔ مطبوعۂ لندن ۱۹۱۳ء سی بی۔ آر۔ کنٹ، انگلستان کے استیصالی"
Kent, English Radicals مطبوعۂ لندن ۱۸۹۹ء ڈبلیو ہیرس "پارلیمنٹ کے اندر استیصالی فریق کی تاریخ"
W. Harris, History of the Radical Party in Parliament
مطبوعۂ لندن ۱۸۸۵ء ۔ جے بی۔ ڈیلی "استیصالیت کا طلوع"
J. B. Daly, The Dawn of Radicalism
مطبوعۂ لندن ۱۸۹۲ء آر۔ ایس واٹسن۔ "قومی آزاد خیال وفاقیت از آغاز تا انتخاب عام ۱۹۰۶ء"
R. S. Watson, The National Liberal Federation from its Commencement to the General Election of 1906
مطبوعۂ لندن ۱۹۰۷ء

پیمانہ پر جاری ہوئی۔ ناقص اقتصادی معاشی حالات نے نہ صرف عام بےچینی پیدا کردی بلکہ شدید بدامنی تک نوبت پہنچی۔ ٹوری، وہگوں کے اعیانی انداز سے الگ تھلگ رہنے کا بہت چرچا کرتے رہے اور انھوں نے یہ کوشش کی کہ طبقہ متوسط کے جن عناصر کو پارلیمنٹی حق رائے دہی حاصل تھا ان کی رائے دہی اپنے لئے محفوظ کرلیں یا اسے برقرار رکھیں لیکن وہ اس پر جمے ہوئے تھے کہ سلطنت کے نظام کو کلیتہً اپنے حال پر برقرار رکھیں اور جس سیاسی و معاشری نظم سے اس کی پشتیبانی ہوتی تھی اسے قایم رکھیں۔ اگرچہ جارج چہارم کے عہد (۱۸۲۰ء۔ ۱۸۳۰ء) میں زیادہ ترقی پسند فریقانہ سرگروہوں خاص کر کیننگ ہسکیسن اور پیل نے یہ تسلیم کیا کہ قوم کے مطالبات کو کسی نہ کسی حد پر پورا کرنا چاہیئے اور بعض لبرل قوانین کے پارلیمنٹ میں منظور ہو جانے کو بھی روا رکھا گیا مگر پھر بھی جو تغیرات کئے گئے وہ اس زمانہ کے نہایت ضروری مسائل پر براہ راست اثر نہیں ڈالتے تھے۔ ۱۸۳۰ء میں ڈیوک ولنگٹن کے وزارت کے استعفے سے ٹوریوں کے نصف صدی کے تفوق کا خاتمہ ہوگیا اور ارل گرے کے زیر صدارت وہگ پھر وزارت پر فائز ہوگئے۔ چند مختصر وقفوں کے علاوہ وہگ اور ان کے جانشین لبرل، اس وقت سے ۱۸۷۴ء تک برابر برسر اقتدار رہے۔[۱]

---

[۱] ۱۸۱۵ء سے آغاز کرکے، اوائل انیسویں صدی کے بابت انگلستان کی سیاسی تاریخ کے متعلق بہترین تصنیف: والپول کی کتاب "تاریخ انگلستان" از اختتام جنگ عظیم ۱۸۱۵ء۔
S. Walpole History of England from the accession of Anne to the death of George II.
S. Walpole : History of England from the Conclusion of the Great War in 1815.
جلد ۶ طبع جدید۔ مطبوعہ لندن ۱۹۲۰ء۔ عام بیان ذیل کی کتابوں میں ملے گا۔
ای۔ ایس۔ لیڈم، "تاریخ انگلستان از جلوس این تا انتقال جارج دوم"۔
I. S. Leadam, History of England from the Accession of Anne to the Death of George II.
مطبوعہ لندن ۱۹۰۹ء۔ ڈبلیو ہنٹ، "تاریخ انگلستان از جلوس جارج سوم تا اختتام اولین نظم ونسق

دھگوں (لبرلوں) کی حکومت۔ ۱۸۳۰-۱۸۷۴ء۔ دھگوں کی حکومت کے اس دورِ عظیم کی سیاسی تاریخ چار یا پانچ دوروں میں منقسم ہوتی ہے پہلا دور ۱۸۳۰ء کی وزارت گرے کے عروج سے ۱۸۴۱ء کے پارلیمنٹی انتخابات تک ہے، یہ نمایاں اصلاحات کا زمانہ تھا، ان میں سے بیشتر اصلاحات انھوں ہی نے انجام کو پہنچائیں اور اس میں مختلف استیصالی عناصر اور بد دل ٹوریوں نے بھی مدد دی۔ یہ وہ دور تھا جس میں امور ذیل پیش آئے۔ پہلا قانون اصلاح (۱۸۳۲ء) برطانی نوآبادیات میں غلاموں کی آزادی (۱۸۳۳ء) تعلیمات عامہ کے لئے پارلیمنٹی امداد کا آغاز (۱۸۳۳ء)، قانون کارخانہ جات (۱۸۳۳ء)، جدید قانون امداد غربا (۱۸۳۴ء)، قانون شخصیات بلدیہ (۱۸۳۵ء)، ان کے سوا اور بھی متعدد قوانین تھے جن کا مقصود شدید ضروریات عامہ کو پورا کرنا تھا۔ مزید برآں یہی وہ زمانہ تھا جب سیاسی فریقوں نے وہ نام اختیار کیا جو ازمنہ مابعد میں مستعمل ہوا۔ لفظ لبرل نے "وھگ" کی جگہ لے لی اور لفظ ٹوری، اگرچہ روزمرہ کے استعمال میں بالکلیہ متروک نہیں ہوگیا تاہم ایک بڑی حد تک لفظ کنسرویٹو (مستحفظ) اس کی جگہ پر آگیا[1]

بقیہ صفحہ گزشتہ۔ پٹ W. Hunt, History of England from the Accession of George III to the Close of Pitt's First Administration مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء ۱۷۸۳ء۔ ۱۸۳۰ء کے دور کے مختصر حالات سے اور ہالینڈ کی "انگلستان کی تاریخ دستوری"

May and Holland, Constitutional History of England, Cambridge Modern History

جلد اول صفحات ۴۰۹-۴۴۰ اور کیمبرج کی "تاریخ جدید" جلد نہم باب ۲۲ اور جلد دہم ابواب ۱۸-۲۰ میں ملیں گے۔ اس میں فہرست کتب مطبوعہ صفحات ۸۵۶-۸۷۰ دیکھنا چاہیے۔

[1] کیننگ نے لفظ "کنسرویٹو" کا استعمال ۱۸۲۴ء ہی میں کیا تھا اس کا استعمال پہلے ہی سے عام ہوتا جا رہا تھا تاہم جنوری ۱۸۳۵ء میں پیل نے ٹیمورتھ کے انتخاب کنندوں کے نام جو اعلام نامہ شائع کیا اس میں اس نے اس فریق کے اصولوں کی تشریح کی جس کے نسبت اس نے یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ سے وہ فریق ٹوری نہیں بلکہ فریق کنسرویٹو کہلائے گا۔

ان زمانوں میں لبرل، خصوصیت کے ساتھ فریق اصلاح تھے مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیے کہ کنسرویٹو تمام تغیرات کی مقاومت کرتے تھے یا سیاسی و معاشری سہولتوں کی تمام کارروائیوں کے مخالف تھے۔

دوسرا دور وہ تھا جو سر رابرٹ پیل کی وزارت (۱۸۴۱-۱۸۴۶) پر محتوی ہے۔ یہ وزارت ۱۸۴۱ء کے انتخابات میں لبرلوں (آزاد خیالوں) کی قطعی شکست کے بعد قایم ہوئی تھی۔ پیل کی حکومت کی یادگار زمانہ کارروائی یہ تھی کہ اس نے قوانین غلہ کی تنسیخ کی اور قدیم طریق کو تقریباً تمام و کمال باطل کر دیا مگر وزیر اعظم کی مصالحانہ روش نے کنسرویٹو فریق کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ایک حصہ حامیان تحفظ یا قدیم کنسرویٹو کا تھا جس کے سرگروہ ڈزریلی اور لارڈ ڈربی تھے اور دوسرا حصہ حامیان تجارت آزاد یا آزاد خیال کنسرویٹو کا تھا جس کے سرگروہ ابرڈین و گلیڈسٹن تھے۔ اس تفقیص کا یہ نتیجہ نکلا کہ لارڈ جان رسل کی سرکردگی میں لبرل گروہ ۱۸۴۶ء میں برسر اقتدار ہو گیا۔

تیسرا دور یعنی ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۹ء تک کا زمانہ وزارتی عدم استقامت کا زمانہ تھا، رسل اور وزیر خارجہ پامرسٹن کے مناقشات نے لبرلوں کی بنیاد متزلزل کر دی اور ۱۸۵۲ء میں کنسرویٹو، ڈربی کے زیر قیادت برسر اقتدار ہو گئے، لیکن ۱۸۵۲ء میں وہ کنسرویٹو جو آزاد تجارت کے حامی تھے، لبرلوں کے ساتھ شریک ہو گئے، ڈربی کی وزارت کو الٹ دیا اور ابرڈین کی ماتحتی میں ایک مرکب وزارت قایم کر دی۔ یہ حکومت ۱۸۵۵ء تک قایم رہی، اس سال یہ ہوا کہ جنگ کریمیا میں انگلستان کے طرز عمل سے جو بددلی پیدا ہوئی اس کے باعث ابرڈین نے استعفا دیدیا اور پامرسٹن دوسری لبرل وزارت کے سرگروہ کی حیثیت سے اس کا جانشین ہو گیا۔ لیکن خارجی مشکلات کی وجہ سے پامرسٹن کو اوائل ۱۸۵۸ء میں شکست ہوئی، اور دوبارہ ڈربی کی وزارت کے قایم ہو جانے سے مستحفظین کو پھر اقتدار حاصل ہو گیا، لیکن ۱۸۵۹ء میں وزارت نے جو قانون اصلاح پیش کیا اس کے غیر مکتفی ہونے کے متعلق حکومت کے نسبت ملامت کی قرارداد میں اس وزارت کو شکست ہو گئی، نیز لارڈ ڈربی فرانس و آسٹریا کے درمیان جنگ کے روکنے میں ناکام رہا

اس سے اپریل ۱۸۵۹ء میں وزارت کو استعفا دینا پڑا اور پامرسٹن، گلیڈسٹن اور رسل کو اپنی رفاقت میں لئے ہوئے پھر برسراقتدار ہوگیا۔ گلیڈسٹن کے پامرسٹن کی سیادت میں وزارت قبول کر لینے سے فریق کنسرویٹو سے پیروان پیل کی علیحدگی پر مہر تصدیق لگ گئی اور اس تعمیر جدید کی تمام امیدیں ختم ہوگئیں جس کے لئے گلیڈسٹن اور ڈزریلی دونوں نے جانفشانی کی تھی۔

لبرلوں (آزاد خیالوں) کے دور کا جو نیا اور آخری مرحلہ ۱۸۵۹ء سے ۱۸۷۴ء تک محتوی ہے اس دور کی اہمیت صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ انیسویں صدی کے دوران میں لبرلوں کے عروج کا نقطۂ انتہائی یہی تھا بلکہ اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ انھیں برسوں میں لبرل فریق میں اس طرح تغیر ہوا اور اسے ایسی عمومیت حاصل ہوئی جو پہلی مرتبہ واقعتاً اس کے نام کے شایان شان ثابت ہوئی جب تک پامرسٹن زندہ رہا قدیم مسلک کے لبرل یعنی وہ لوگ جو استیصالیت سے متنفر اور ۱۸۳۲ء کی اصلاح سے قانع تھے برسراقتدار رہے، مگر ۱۸۶۵ء میں اس وزیراعظم کے انتقال کر جانے کے بعد نئے خیالات اور اثرات نے اپنا اثر جا دیا اور جدید لبرل فریق بسرعت تمام صف اول میں آگیا۔ اس نوخیز فریق نے جس کا سرگروہ گلیڈسٹن تھا "عیر مداخلت" کے تصور سے قطعاً انکار کر دیا۔ استیصالیو کے بہت سے اصول اور ان کی بہت سی روشیں اختیار کرلیں، اور امن، کفایت شعاری، اصلاح" کے اعلام شعاری کے ساتھ وسیع تر پارلیمنٹی حق رائے دہی اور عامۃ الناس کے تحفظ و عام بہتری کے لئے جدید وضع قوانین پر زور دینا شروع کیا۔ لیکن جدید آزاد خیال کو جدید استحفاظیت سے سابقہ پڑا جس کا خاص ناشر ڈزریلی تھا نئے لبرلوں کی طرح نئے کنسرویٹو بھی حق رائے دہی کی اصلاح اور قومی تحفظ کے لئے وضع قوانین کی حمایت کرتے تھے۔ البتہ وہ اول الذکر کے بہ نسبت آخرالذکر پر زیادہ زور دیتے تھے، اور وہ مستحکم خارجی حکمت عملی، دنیا کے تمام حصص میں برطانی اغراض و مقاصد کی وسعت اور وفاقیہ نوآبادیات کی کسی تجویز کے اختیار کرنے کے جانب دار تھے۔ بہر نوع یہ ظاہر ہوتا تھا کہ امن و کفایت کی جانب ان کا خیال اس درجہ رجوع نہیں تھا جس درجہ

لبرلوں کا خیال اس جانب رجوع تھا۔

انیسویں صدی کے ربع ثالث میں ان فریقوں کے طبائع و میلانات نے بتدریج جو صورت اختیار کی اس کا نقشہ ایک انگریز مورخ نے نہایت ہی خوبی کے ساتھ کھینچا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "گلیڈسٹن اور ڈزریلی جن فریقوں کے سرگروہ تھے ان کا سلسلہ مسلسل تاریخی تواتر سے اس عظیم الشان اعیانیت یا موروثی عدیدیت کے دوشعبوں یا فرقوں سے ملا ہوا تھا جنھوں نے اٹھارہویں صدی میں برطانیہ عظمیٰ پر حکمرانی کی تھی مگر قانون اصلاح کے بعد سے ہر ایک گروہ میں قوی تغیرات کے اعتبار سے تبدیلی ہوگئی تھی۔ وھگ، لبرل بن گئے اور ٹوری کنسرویٹو لبرل فریق نے انقلابی اصول کے ایک حصے کو جذب کرلیا تھا اور اب یہ فریق انفرادی آزادی کا پشت و پناہ بنا ہوا تھا اور آزادی تجارت آزادی معاہدۂ آزادی مقابلہ پر خاص طور پر زور دیتا تھا۔ انہوں نے یہ عزم کرلیا تھا کہ زمینداروں اور کلیسا کی حکومت کو توڑ دیں، تحفظ تجارت کی بیڑیوں کو اُتار پھینکیں اور قانون کے سامنے مساوات قایم کردیں۔ اصول مساوات کو قبول کرلینے کی وجہ سے انھوں نے عمومی خیالات کو اختیار کرلیا، حق رائے دہی کی وسعت اور مزدوری طبقات کے خلاص کی حمایت کرنی شروع کردی اس قسم کے اصول اگرچہ انقلابی نہیں ہیں مگر ان کا میلان کسی حد تک انتشاری ضرور ہے۔ لبرلوں کے ان اصولوں کو اختیار کرنے کی وجہ سے ٹوری فریق مجبور رہا کہ وہ حالت موجودہ کے قیام کی مدافعت میں صف آرا ہو جائے۔ انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تاج، کلیسا اور دستور سلطنت کے حامی ہیں لیکن حالات کی ناقابل مدافعت رفتار سے وہ مجبور ہوئے کہ عمومی اصولوں کو قبول کریں اور عمومی اصلاحات کو جاری کریں — درحقیقت انھوں نے اس امر کو ترجیح دی کہ اس قسم کے اصلاحات وہ خود جاری کریں تاکہ جو تحفظات ان کے خیال میں ضروری تھے ان کو تسلیم کرلیا جائے۔ عمومی اصولوں کے قبول کرلئے جانے کے بعد دونوں فریق نے اپنا مطمح نظر یہ بنا لیا کہ شکایات کا رفع داد کیا جائے۔ مگر مستحفظین کا طبعی میلان ان شکایات کے رفع کرنے کی طرف تھا جو غایت درجہ کی آزادی مقابلہ سے پیدا ہوتے تھے اور

آزاد خیال زیادہ تر ان شکایات کے رفع کرنے کے لئے مضطرب تھے جو موروثی یا
رواجی امتیاز خاص کا نتیجہ تھے۔ سلطنت کی یک رنگی اس میں ہے کہ آزادی و نظم
کی وہ متغائر قوتوں کے درمیان توازن قایم رہے۔ آزاد خیال آزادی پر زیادہ
زور دیتے تھے مستحفظ قایم شدہ نظم و اقتدار کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔[1]
۱۸۶۵ء میں پامرسٹن کے انتقال کے بعد رسل دوسری مرتبہ وزیر اعظم ہو گیا
مگر دوسرے سال جب حکومت نے اصلاح حق رائے دہی کا ایک مسودہ پیش کیا
تو اسے دارالعوام میں شکست ہو گئی اور شکست زیادہ تر لبرلوں کے ایک قدیم گروہ
کی (جسے عہدنامہ قدیم کے ایک اصطلاح کے بموجب "ادلامی" کہتے تھے) وجہ سے
ہوئی جو انتخابی نظم میں ہر طرح کے تغیر کے مخالف تھے، اور یہ بھی عجیب اتفاق ہوا
کہ یہ کام ڈربی و ڈزریلی کی ۱۸۶۶ء۔۱۸۶۸ء والی خاص مستحفظی وزارت کے حصہ میں
آیا کہ ۱۸۳۲ء کے بعد جو پہلی انتخابی اصلاح ہوئی اسے اس وزارت نے انجام دیا
بلکہ اس نے اس مسودہ قانون کو اس سے بھی زیادہ زوردار نوعیت دیدی کہ جس کی
توقع یا خواہش عالی استیصالیوں کے سوا اور کسی کو نہ تھی۔ انتخاب کنندگان
کے دوچند ہو جانے کے نتایج اس معقول کثرت سے ظاہر ہو گئے جو ۱۸۶۸ء کے
انتخاب میں نئے آزاد خیالوں کو حاصل ہو گئی اور ڈزریلی کی وزارت کے بجائے
وہ حکومت قایم ہو گئی جس کا صدر جدید حریت پسند قوتوں کا سرگروہ گلیڈسٹن تھا
(واضح رہے کہ ڈربی اوائل سال ہی میں خانہ نشین ہو گیا تھا)۔ ۱۸۶۸ء کا زمانہ
جو گلیڈسٹن کی پہلی وزارت پر محتوی تھا، اصلاحات کے ایک نمایاں سلسلہ کی
وجہ سے ممتاز ہے۔ اس سلسلہ میں اصلاحات ذیل داخل تھے۔ آئرلینڈ کے کلیسا
کا انفساخ (۱۸۶۹ء)، آئرلینڈ کے ایک مسودہ قانون اراضی کی توضیح (۱۸۷۰ء)،
ابتدائی تعلیم کی قومی نگرانی کا اجرا (۱۸۷۰ء)، اور پارلیمنٹی و مقامی انتخابات میں آسٹریلوی
طریق رائے دہی کا نفاذ (۱۸۷۲ء)۔ آخرالامر آئرلینڈ کے مسودہ پر دارالعوام میں

---

[1] اس لیتھس "کیمبرج کی تاریخ جدید میں" S. Leathes. in Cambridge Modern History
جلد دوازدہم صفحہ ۳۰-۳۱

شکست کھانے پر وزارت نے استعفا دیدیا، اور سنہ ۱۸۷۴ء کے انتخاب میں
مستحفظین کو پارلیمنٹ میں پچاس نشستوں کی خالص کثرت حاصل ہوگئی۔ سنہ ۱۸۴۲ء
کے بعد سے یہی پہلا موقع تھا کہ اس فریق کو فی الواقع قابلِ اعتماد کثرت حاصل ہوئی،
ڈزریلی وزیراعظم اور ڈربی وزیر خارجہ مقرر ہوگیا۔[۱]

[۱] سنہ ۱۸۳۰ء کے زمانہ کی سیاسی تاریخ قابلِ اطمینان طور پر ڈبلیو۔ ان موسور تھ کی کتاب "تاریخ انگلستان" از سنہ ۱۸۳۰ء لغایت سنہ ۱۸۷۴ء W. N. Molesworth. History of England from the Year 1830-1874 (۳ جلد مطبوعۂ لندن، سنہ ۱۸۷۴ء) میں شامل ہے۔ دوسری عام کتابوں میں کتب ذیل داخل ہیں:۔ والپول "تاریخ انگلستان" Walpole : History of England جلد ۳ - ۶ سنہ ۱۸۵۶ء۔ ایچ پال تاریخ انگلستان جدید H. Paul History of Modern England ۵ جلد مطبوعۂ لندن، جلدہائے اول تا سوم آغاز از سنہ ۱۸۴۵ء جے میک کارتھی، جلوس ملکہ وکٹوریہ کے وقت سے خود ہمارے زمانے کی تاریخ J. McCarthy, History History of Our Own Times جلد ۷ (۱۸۶۷ - ۱۹۰۵)۔ جلدہائے اول یا سوم آغاز ہوا تھا سنہ ۱۸۳۷ء سے۔ ایف برائیٹ تاریخ انگلستان J. F. Bright : History of England ۵ جلد (مطبوعۂ لندن، سنہ ۱۸۷۵-۹۴ء)، جلد چہارم۔ ایس۔ لو دایل۔ سی سانڈرز، تاریخ انگلستان بعہد ملکہ وکٹوریہ S. Low and L C Sanders, History of England during the Reign of Victoria مطبوعۂ لندن، سنہ ۱۹۰۵ء زیادہ مختصر بیان کتب ذیل میں ملے گا:۔ مے وہالینڈ "انگلستان کی تاریخ آئینی" May and Holland : Constitutional History of England جلد اول صفحات ۳۰۔۳۴ - ۶۸ - ۴۰ - جلد سوم صفحات ۶۷ - ۸۸ "کیمبرج کی تاریخ جدید" Cambridge Modern History جلد یازدہم جواب ۱ - ۱۱ - ۱۲ (فہرست کتب صفحات ۸۶۷ - ۸۷۳ پر دیکھنا چاہیئے۔ اہم سوانحعمریوں میں کتب ذیل شامل ہیں:۔ اس والپول۔ "سوانح لارڈ جان رسل" Walpole : Life of Lord John Russell ۲ جلد مطبوعۂ لندن

مستحفظی تفوق کا دوسرا دور سنہ ۱۸۷۴ء–۱۹۰۵ء

ڈزریلی کی دوسری وزارت کے پانچ برس کے دوران حیات میں برطانوی شہنشاہیت کا سیل انتہائی حد کو پہنچ گیا۔ گلیڈسٹن کی حکومت کے اصلاحات پلٹے نہیں گئے مگر مستحفظی سرگروہوں نے اپنی دلچسپی کا اظہار خصوصیت کے ساتھ خارجی و استعماری معاملات میں کیا اور وطنی معاملات پر بہت کم توجہ کی گئی۔ اس کی وجہ سے عوام میں بددلی پیدا ہوگئی اور سنہ ۱۸۸۰ء کے انتخابات میں آزاد خیالوں کو سو سے زاید کی کثرت حاصل ہوگئی۔ گلیڈسٹن کی وزارت کے اس خاص وقت میں قایم ہونے سے اس پر یہ لازمی بار پڑ گیا کہ شہنشاہی برطانیہ کی سرحدوں پر جو بعض مشکلات اسے گویا ورثہ میں ملے تھے انھیں یکسو کرے مگر وزارت میں اس قسم کے معاملات کا مذاق نہیں تھا اور جس قدر جلد ممکن ہوا خانگی معاملات کے لئے راستہ صاف کیا گیا۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں قانون نمایندگی قوم اور سنہ ۱۸۸۵ء میں نشستوں کی تقسیم جدید کا قانون منظور ہوا، لیکن اب اور اس کے بعد پندرہ برس تک جو مسئلہ تمام دوسرے مسائل پر چھا گیا تھا وہ آیرلینڈ کے سواراج کا مسئلہ تھا اس کے بعد سے حکومتیں قائم ہوئیں اور زائل ہوئیں، فرقے بنے اور بگڑے۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں پیروان پارنل یعنی آیرستانی قوم سواراج کے متعلق گلیڈسٹن کی عدم توجہی سے برافروختہ ہوکر اور مصری حکمت عملی کی ناکامی سے وزارت کے متعلق جو غیر مقبولیت پیدا ہوگئی تھی اس سے نفع اٹھا کر جَو کی شراب اور جوہر خمر کے

بقیہ حاشیہ۔ سنہ ۱۸۹۹ء ایچ میکسویل "سوانح ڈیوک ولنگٹن"، H. Maxwell : Life of the Duke of Wellington ۲ جلد مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۹۹ء۔ جے مارلی سوانح ولیم ای گلیڈاسٹون، J. Morley : Life of William E. Gladstone، جلد ۳ مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۳ء۔ جے آر تھرسفیلڈ، پیل، Thursfield : 'Peel' مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۷ء۔ ڈبلیو۔ ایف منی پینی و جی ای بکل۔ سوانح بنجمن ڈزریلی، ارل بیکنسفیلڈ Monypenny and Buckle Life of Benjamin Disræli Earl of Beacorsfield ۶ جلد مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۱۰–۲۰ء ایس لی، ملکہ وکٹوریہ، سوانح عمری S. Lee, Queen Victoria a Biography نظر ثانی شدہ، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۴ء

محصول کے متعلق حکومت کے مخالف ہو گئے اور آخر کار اس کی شکست کے باعث بن گئے۔
مارکوئس سالسبری نے جو (۱۸۸۱ء میں لارڈ بیکنس فیلڈ کے انتقال کر جانے کے بعد) مستحفظین کا سرگروہ ہو گیا تھا، ایک حکومت قایم کی مگر یہ حکومت تمام تر آئرلینڈ کے قوم پرستوں کے محالفہ پر منحصر تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ قطعاً سواراج کے مخالف بھی تھی۔ اس لئے اول ہی سے اس وزارت نے خود کو نہایت ہی مشکلات میں غرق پایا۔
۱۸۸۵ء کے انتخابات میں مستحفظین کو ۲۴۹، آئرستانی قوم پرستوں کو ۸۶ اور آزاد خیالوں کو ۳۳۵ نشستیں ملیں چنانچہ جنوری ۱۸۸۶ء میں سالسبری کی وزارت کنارہ کش ہو گئی۔ گلیڈسٹن پھر برسر اقتدار ہو گیا اور اس کے فریق کے باضابطہ لائحہ عمل میں آئرستانی سوراج کے مسئلے کو فوراً ہی تقدم حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی وہ تاریخ آئی جس روز گلیڈسٹن نے پہلی مرتبہ اپنے یادگار زمانہ مسودات حکومت خود اختیاری پیش کئے۔ اس قانون کی رو سے یہ قرار دیا گیا تھا کہ ڈبلن میں اہل آئرستان کی ایک جداگانہ پارلیمنٹ ہو، وسٹ منسٹر میں ان کی نیابت کا حق منسوخ ہو جائے اور شہنشاہی حکومت کے اخراجات میں وہ ایک مناسب حصہ کو برداشت کریں۔ دوسری خواندگی میں دار العوام نے اسے رد کر دیا۔ مستحفظین نے یکدل ہو کر اس کی مخالفت کی، آئرستان کے بہت سے قوم پرست اس سے غیر مطمئن رہے اور سو سے زائد آزاد خیال ارکان نے بسرکردگی جوزف چیمبرلین اپنے فریق کی تعداد کثیر کے ساتھ رائے دینے سے صاف انکار کر دیا۔
آخر الامر یہ منحرف آزاد خیال اتحادین کے نام سے اپنے سابقہ تعلق سے بالکلیہ منقطع ہو گئے، اور یوماً فیوماً مستحفظین کی اختیار کردہ حالت کی جانب مائل ہوتے جانے سے وہ اس فریق کے زمرے میں جذب ہو کر اپنی ذاتی حیثیت کو کھو بیٹھے۔ ان کے اتصال سے مستحفظین میں نیا زور، نئے مسائل بلکہ نیا نام داخل ہو گیا۔ کیونکہ ادھر تھوڑے زمانہ سے مستحفظ کا نام ساقط ہو کر اس فریق کا نام اتحادی ہو گیا ہے۔
مسودہ حکومت خود اختیاری کی شکست کے بعد ایک قومی انتخاب ہوا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۱۶ مستحفظ، ۷۸ آزاد خیال اتحادی، ۱۹۱ گلیڈسٹن کے

آزاد خیال پیرو اور ۸۵ آئرستانی قوم پرست منتخب ہوگئے - متفقہ اتحادیین کی کثرت ۱۱۸ کی تھی، اور ۲۶ جولائی ۱۸۸۶ء کو گلیڈسٹن کی قلیل المدت حکومت کے بجائے - مارکوئس سالسبری کے زیر صدارت دوسری وزارت قایم ہوگئی - لیکن مسئلہ سوراج مردہ نہیں ہوا - سالسبری کی وزارت (۱۸۸۶-۹۲ء) کے دوران میں حکومت کو آئرلینڈ کے معاملات پر بہت توجہ کرنا پڑی اور ۱۸۹۲ء میں آزاد خیال اس اعلان نامہ کے ساتھ وزارت پر واپس آئے جس میں صریحاً آئرستانی سوراج کی مشروط رکھی گئی تھی[1] - اس وقت میں مستحفظین نے ملک کے سامنے اپنے مرافعہ کی بنا یہ رکھی کہ اولاً حکومت خود اختیاری کی مقاومت کرنا چاہیئے اور دوسرے یہ کہ حکومت نے اصلاح اور تعمیری قانون سازی میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ اسے برسر اقتدار رہنے کا مستحق قرار دیتی ہیں - مگر جدید پارلیمنٹ میں حکومت کے خلاف چالیس کی کثرت تھی اور ۱۸ اگست کو گلیڈسٹن سے چوتھی مرتبہ وزارت مرتب کرنے کی خواہش کی گئی[2] ۱۸۹۲ء کے انتخابات میں مزید دلچسپی کا باعث یہ بھی ہے کہ اب پہلی مرتبہ جماعت مزدوران کے آزاد نمائندے پارلیمنٹ میں نظر آئے کانکنوں کے قایم مقام اور ایک زرعی مزدور کا انتخاب اس سے پہلے ہوا تھا مگر یہ لوگ آزاد خیالوں کی استیصالی صف کے ساتھ متحد ہوگئے تھے - لیکن اب چار ارکان کا انتخاب ہوا تھا - جن میں جان برنز اور کیر ہارڈی بھی شامل تھے، انھوں نے سب سے علیحدہ رہنا ہی پسند کیا اور اس کا اعلان کردیا

---

[1] یہ نیو کیسل کا لائحۂ عمل، تھا جسے نیشنل لبرل فیڈریشن، (قومی آزاد خیال وفاق) کے ایک اجتماع نے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں بمقام نیوکیسل، مرتب کیا تھا - اس لائحۂ عمل کے دفعات میں علاوہ حکومت خود اختیاری کے ویلز اور اسکاٹ لینڈ کے کلیساؤں کی شکست، فروخت منشیات کے متعلق مقامی حق امتناع تکثیری حق رائے دہی کی تنسیخ اور مستخدمین کی ذمہ داری کی تعریف اور مزدوری کے اوقات کی تحدید سے متعلق وضع قوانین کے دفعات بھی شامل تھے -

[2] ڈبلیو اے ڈبلیو جیفسن، "اتحادی حکومت کے چھ برس ۱۸۸۶-۹۲ء"، مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء

کہ اس وقت تک گروہ مخالف بنے رہیں گے جب تک کہ وہ ایوان میں فرد ی حکومت
نہ قایم کردیں " ۱۸۹۳ء میں گلیڈسٹن نے حکومت خود اختیاری کا جو مسودہ قانون
پیش کیا وہ ۱۸۸۶ء کے مسودے سے خصوصیت کے ساتھ اس امر میں مختلف تھا
کہ اہل آئرلینڈ وسٹ منسٹر میں نمایندگی سے محروم نہیں کئے گئے تھے دارالعوام
میں یہ مسودہ چونتیس کی کثرت رائے سے منظور ہوگیا مگر ایوان بالائی نے اسے ۴۱
کے مقابلہ میں ۴۱۹ رایوں سے مسترد کردیا ۔ ایسی مخالفت کے ہوتے ہوئے
اس مسئلہ پر زور دینا بیکار معلوم ہوا اور مسودہ ساقط کردیا گیا دارالامرا جس کا اختیار
قانون سازی اس وقت اتنا بڑھ گیا کہ ۱۸۳۲ء کے بعد سے کبھی ایسا نہیں ہوا
تھا، وہ ہر موقع پر حکومت کی مزاحمت کرنے لگا اور ۱۸۹۴ء میں گلیڈسٹن زیادتی
عمر اور پارلیمنٹی کشمکش سے تنگ آکر عہدے سے کنارہ کش ہوگیا ۔ دارالعوام میں
اس نے اپنی آخری تقریر میں امرا کی سخت تنقیص کی اور اس تصادم کی پیشین گوئی
کی جو انجام کار بہی اس ایوان کے اختیار کے قطع برید کا باعث ہوگئی اور واقعتاً
الیسا ہی ہوا ۔)

اب لارڈ روز بری نے جو وزیر خارجہ تھے سرگروہی اختیار کی مگر جون ۱۸۹۵ء
میں وزارت کو ایک شکست کا منھ دیکھنا پڑا، اور لارڈ سالسبری سے تیسری مرتبہ
حکومت مرتب کرنے کی خواہش کی گئی ۔ گلیڈسٹن کی کنارہ کشی سے آزاد خیال
فریق کے اندر بیشمار تفریق رونما ہوگئے اور جب جولائی میں نئی وزارت نے
ملک کے سامنے درخواست پیش کی اور حکومت خود اختیاری کو اہم مسائل میں داخل
کیا تو وزارت کے مویدین کو آزاد خیالوں اور قوم پرستوں دونوں کے مجموعہ پر ۱۵۲ کی
کثرت حاصل ہوگئی ۔ آزاد خیال اتحادیین نے ۷۱ ارکان کا انتخاب کیا اور مستحفظی
اتحادی مخالفہ کو پختہ کرنے کے لئے لارڈ سالسبری نے ایک ایسی وزارت مرتب
کی جس میں اتحادی عناصر کی نمایندگی اس طرح پر ہوئی کہ جوزف چیمبرلین، معتمد
نو آبادیات والکاؤنٹ گوشن اول امیر بحریہ اور ڈیوک ڈیوونشائر صدر کونسل مقرر
ہوئے وزیر اعظم خود پھر وزیر خارجہ کے عہدے پر آگیا اور اس کا بھتیجا آرتھر جے
بالفور (جو دار العوام میں پھر سرگروہ حکومت ہوگیا تھا)، خزانہ کا امیر اول مقرر ہوا سالسبری

کی تیسری وزارت کے فیوز سے اتحادیوں کے پورے ایک عشرے کی حکومت کا آغاز ہوا۔ ۱۹۰۲ء میں لارڈ سالسبری (جس کی چوتھی وزارت جو ۱۹۰۰ء کے انتخابات کے بعد سے شروع ہوئی تھی، تیسری وزارت کے سلسلہ ہی میں تھی) زندگی عامہ سے کنارہ کش ہو گیا، مگر وزارت عظمیٰ کی جانشینی بالفور کو ملی اور سالسبری کی کنارہ کشی کے وجہ سے نہ تو حکومت کے افراد اور نہ اس کی حکمت عملیوں میں کسی طرح پر کوئی تغیر واقع ہوا[5]۔

---

[5] ۱۸۶۷-۹۵ء کے زمانہ کی فریقانہ تاریخ کے متعلق نہایت کارآمد کتابیں حسب ذیل ہیں:- پال "تاریخ انگلستان جدید"
Paul : History of Modern England
جلد چہارم و پنجم۔ مارلی۔ "سوانح ڈبلیو۔ ای۔ گلیڈاسٹون" Morley : Life of W. E. Gladstone
جلد سوم۔ جے میک کارتھی۔ "خود ہمارے زمانہ کی تاریخ"
J. McCarthy's History of Our Own Times جلد ہائے چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ اس کے بیانات عام پسند انداز کے ہیں۔ مختصر بیانات کتب ذیل میں ہیں:- مے و ہالینڈ۔ انگلستان کی تاریخ دستوری May and Holland : Constitutional History of England جلد سوم صفحات ۸۵-۱۲۷ "کیمبرج کی تاریخ جدید" Cambridge Modern History جلد دوازدہم باب سوم۔ (فہرست کتب صفحات ۸۵۳-۸۵۵) ایچ۔ وہیٹس کی کتاب ذیل بھی کسی قدر مفید ہے۔ "سالسبری کا تیسرا نظم و نسق ۱۸۹۵-۱۹۰۰ء"
H. Whates : The Third Salisbury Administration, 1895-1900
مطبوعہ لندن ۱۹۰۱ء

حکومت اتحادئین کے اس عشرے کے بیشتر حصص میں آزاد خیال فریق اپنے فریقانہ مناقشوں اور شخصی رقابتوں سے پارہ پارہ ہو رہا تھا اور اس نے حکومت کی جو مخالفت کی وہ محض ضابطہ پری کے لئے تھی اور بالکل غیر موثر تھی[1] حکومت خود اختیاری کا مسئلہ پس پشت ڈال دیا گیا اور اگرچہ اتحادی ایک معقول حد تک معاشری و حرفی وضع قوانین عمل میں لائے مگر اس دور کی دلچسپی زیادہ تر خارجی و مستعمری معاملات سے متعلق حکومت کی حکمت عملیوں میں مرکوز تھی۔ اس عشرے کا سب سے زیادہ سرگرم مسئلہ متنازعہ شہنشاہیت کا مسئلہ تھا۔ معاملہ عامہ میں سب سے زیادہ اثر انداز شخصیت جوزف چیمبرلین کی تھی۔ اس کا سب سے زیادہ نمایاں کارنامہ جنوبی افریقہ کی جنگ تھی۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں وزارتی سرگروہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جنگ کی وجہ سے جو عام جوش بھڑک اٹھا ہے اس سے نفع اٹھا کر اپنے فریق کے لئے اقتدار کا نیا پٹہ حاصل کرلیں۔ پارلیمنٹ منتشر کردی گئی اور ٹرانسوال کے الحاق کے عین ما قبل عام انتخاب وقوع میں آیا۔ آزاد خیالوں نے جو اوائل سنہ ۱۸۹۹ء سے سر ہنری کیمبل بنیرمین کی سرگروہی میں تھے، اتحادیوں پر معاشری و حرفی معاملات کی عدم توجہی کا الزام لگایا۔ خود اپنے آپ کو تعلیمی، اقامتی، اور اعتدال مسکرات کی اصلاحوں کا ذمہ دار گردانا اور انتخاب کنندگان کو خصوصیت کے ساتھ یہ یقین دلانا چاہا کہ بیرونی ممالک میں شہنشاہیت کے جائز مفاد کی حمایت کے متعلق ان پر اعتماد کیا جائے۔ حکومت نے اس جنگ کو زیادہ تر جنوبی افریقہ کی حکمت عملی کے

---

[1] جانشینی کے دو خاص خواہاں لارڈ روزبری اور سر ولیم ورنن ہارکورٹ تھے روزبری آزاد خیال فریق کے شہنشاہی پسند عنصر کا نمائندہ تھا اور وہ اس امر پر زور دیتا تھا کہ یہ فریق اپنی اسی عام حیثیت کی طرف عود کر جائے جو مسئلہ سوراج والے تفرقے سے قبل تھی۔ ہارکورٹ اور اس فریق کا حصہ کثیر شہنشاہیت کے خلاف تھا اور وہ معاشری اصلاح کے لائحہ عمل پر توجہ کرنے کے لئے زور دیتے تھے۔ گلیڈسٹن کی کنارہ کشی کے وقت سے سنہ ۱۸۹۶ء تک سرگروہی روزبری کے ہاتھ میں رہی مگر سنہ ۱۸۹۶ء سے آغاز سنہ ۱۸۹۹ء تک ہارکورٹ ظاہری سرگروہ رہا، لیکن روزبری کا اثر سابق کے بہ نسبت کچھ کم نہیں ہوا تھا۔

مسئلہ پر چلایا اور اپنے مخالفین کو جھوٹے انگلستان والے" ظاہر کرکے قوم کے سامنے اس دلیل کے ساتھ آئی کہ جنوبی افریقہ میں جو روش اختیار کی گئی ہے اس سے پلٹنا ممکن نہیں ہے اور موجودہ وزارت کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ جس کام کو اس نے شروع کیا ہے اسے انجام تک پہنچانے کا اسے موقع دیا جائے۔ یہ درخواست کامیاب رہی مستحفظین کو ۳۳۴ جگہیں اور آزاد خیال اتحادئین کو ۶۸ جگہیں جملہ ۴۰۲ جگہیں حاصل ہوئیں۔ اس کے برخلاف آزاد خیالوں اور مزدیوں کو صرف ۱۸۶ اور قوم پرستوں کو ۸۲ جگہیں جملہ ۲۶۸ جگہیں ملیں۔ اس طرح نئی پارلیمنٹ میں حکومت کی اکثریت ۱۳۴ کی تھی جو کم وبیش اتنی ہی تھی جتنی سنہ ۱۸۹۵ء میں تھی[1]

انتخابات کے بعد آزاد خیال فریق کی صفوں میں بحث وجدال کا دروازہ پھر کھل گیا۔ روزبری کے جانب والے اس رائے پر قایم تھے کہ چونکہ جنگ جنوبی افریقہ جاری ہو چکی ہے اس لئے تمام انگریزوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی تائید کریں اور اتحادی حکومت پر صرف بدانتظامی کے الزام کی بنا پر اعتراض ہونا چاہیئے۔ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء میں کیمبل بینرمین کو اپنی حالت کی کمزوری کی وجہ سے اپنے رفقاء فریق سے یہ مطالبہ کرنا پڑا کہ یا وہ لوگ اس کی تصدیق کریں کہ دارالعوام کے اندر بینرمین اس فریق کا سرگروہ ہے یا اسے رد کردیں منظوری ضرور دیدی گئی مگر کچھ مزید ترقی نہیں ہوئی روز بروز یہ زیادہ واضح ہوتا گیا کہ آزاد خیالی کی واقعی تجدید اس وقت تک نہیں ہوسکتی کہ جنگ جنوبی افریقہ ختم ہو جائے اور اس جنگ میں جو وسیع شہنشاہی مسائل داخل ہیں ان کا حل ہو جائے۔ ایک مدت تک حکومت کی صاف وصریح

---

[1] ڈبلیو کلارک "انگلستان کی آزاد خیالی میں زوال" W. Clarke : "The Decline in English Liberalism," مطبوعہ پولٹیکل سائنس کوارٹرلی ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء پی ہیمل "انتخابات انگلشیہ" P, Hamelle : "Les elections anglaise," Les Ann. des Sci, Polit جریدہ سیاسیات فرانس

مخالفت صرف ان آئرستانی قوم پرستوں کی طرف سے ہوئی جو بوئروں کے حامی تھے۔

لبرل اصول کا احیا آزاد خیال فریق نے ۱۹۰۲ء و ۱۹۰۵ء کے درمیان پھر نیا قالب اختیار کیا۔ لارڈ روزبری نے ۱۶ دسمبر ۱۹۰۱ء کو چسٹر فیلڈ میں جو مشہور تقریر کی تھی، اس میں پہلے ہی سے اس کا اشارہ مل گیا تھا، مگر اس کوشش کا فوری اثر یہ ہوا کہ فریقانہ نقیض اور بڑھ گیا [۱]

وہ اس طرح کہ قومی طبائع خیالات جنگ سے پلٹ کر خانگی اغراض و مسائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس مقصد کے حصول کا باعث خاص طور پر یہ ہوا کہ ۱۹۰۲ء کے قانون تعلیمات سے مخالفت برپا ہو گئی، دار الامرا کی اتحادی کثرت کی روز افزوں کبر و نخوت سے عام ناپسندیدگی پیدا ہو گئی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ترجیحی محاصل درآمد و برآمد کے مسئلے کی وجہ سے اتحادی صفوں میں ابتری رونما ہو گئی۔ چمبرلین حال ہی میں جنوبی افریقہ سے واپس آیا تھا اور اس وقت وہ اپنے انتہائی عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کو بمقام برمنگھم اپنے انتخاب کنندگان کے سامنے ایک تقریر کی اور قوم کو اپنے اس اعلان سے حیرت میں ڈال دیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ برطانیۂ عظمی، طریق منچسٹر کے آزادانہ تجارت کے اصولوں کو خیرباد کہے اور سلطنت کو زیادہ گہرے تعلقات سے مربوط کرلے، اور اس کے ساتھ ہی نو آبادیوں اور مادر وطن دونوں کے تجارتی اغراض کو اسطرح ترقی دے کہ ملک میں داخل ہونے والے سامان خوراک پر ترجیحی محصولوں کا طریقہ عاید کرے [۱]

---

[۱] یہ تقریر لبرلوں کے ایک بہت بڑے جلسہ میں ہوئی تھی، اور اس میں ایک لائحۂ عمل کا خاکہ پیش کیا گیا تھا جس کے بموجب روزبری نے اپنے فریق کی سرگروہی کے دوبارہ قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ بوئروں کی خود مختاری کے مسئلے کے متعلق یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ وہ طے شدہ ہے اور اس شکست خوردہ قوم کے ساتھ نرمی برتنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی عام انتخاب ہو، فوج اور بیڑے کی تنظیم جدید، اور تعلیمی نظم و سرکاری مالیات کی اصلاح وہ مباحث قرار دیئے گئے تھے جنھیں لبرل غیر مشتبہ طور پر اپنی بنیاد قرار دیں، علی ہذا المنوشی اور غربا کی سکونت کیلئے وضع قوانین بھی ان مباحث میں داخل تھے۔

جدید لائحۂ عمل کے ذہین شارح نے اواخر سال میں تقریروں کی ایک پرزور مہم کا آغاز کر دیا اور ایک وسیع نیابتی غیر سرکاری ماموریہ محاصل قائم کیا گیا اور اسے یہ کام سپرد ہوا کہ وہ بعد کافی غور و خوض کے ایک ایسا محصولی نظم مرتب کرے جو ان ضرورتوں کو پورا کرے جن کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ اتحادی سرگروہوں میں ایسی تقسیم آرا پیدا ہو گئی جس سے علانیہ انفراق کا اندیشہ تھا۔ اتحادی فریق کے عامۃ الناس شش و پنج میں پڑ گئے اور کسی طرف کوئی فیصلہ نہ کر سکے، اور کئی مہینے تک اس مسئلہ نے توجہ کو اس طرح جذب کر لیا تھا کہ تقریباً ہر ایک دوسری شے خیال سے خارج ہو گئی عله

عله۔ برطانیۂ عظمیٰ کے اصلاح محاصل کے متعلق ذخیرۂ کتب بہت ہی کثیر ہے۔ تحفظی تجاویز کی نوعیت کا براہ راست مطالعہ چمبرلین کی کتاب ذیل میں ہو سکتا ہے:۔
"شہنشاہی اتحاد و محاصلی اصلاح: ۱۵ مئی سے ۴ نومبر ۱۹۰۳ء تک کی تقریریں"
J. Chamberlain, Imperial Union and Tariff Reform Speeches Delivered from May 15 to November 4 1903
مطبوعۂ لندن ۱۹۰۳ء۔ مفید مباحث و مضامین ذیل میں ملیں گے:۔ ٹی۔ ڈبلیو مچل "مسٹر چمبرلین کی مالی حکمت عملی کا ارتقا"
T. W. Mitchell, "The Development of Mr. Chamberlain's Fiscal Policy.
مطبوعۂ "روئداد سالانہ امریکی مجلس سیاسیات و علوم معاشرتی" جلد بستم و سوم شمارہ (جنوری ۱۹۰۴ء)۔ آر لیتھبرج "ٹوری فریق کے اندر محاصلی اصلاح کا ارتقا"۔
R. Lethbridge, "The Evolution of Tariff Reform in the Tory Party."
مطبوعۂ "نائنٹینتھ سنچری" جون ۱۹۰۸ء ایل۔ ایل پرائس "مسٹر چمبرلین کے تجاویز کا اقتصادی نقطۂ نظر"
L. L. Price, "An Economic View of Mr. Chamberlain's Proposals."
مطبوعۂ "ایکونامک ریویو" اپریل ۱۹۰۴ء
ان کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہئیں:۔
S. H. Jeyes, Life of Joseph Chamberlain اس۔ ایچ۔ جییس "سوانح جوزف چمبرلین"

اس صورتِ حال میں لبرلوں کو موقع ہاتھ آگیا۔ چونکہ وہ اس مجوزہ نئی روش کے تقریباً کلی مخالف تھے، اس لئے انھوں نے نہایت جوش کے ساتھ انگلستان کے "مقدس اصول تجارت آزاد" کے حامیوں کا انداز اختیار کیا، اور مزدی جماعتوں کو سستی روٹی کا واسطہ دلاکر تاحدامکان نفع اٹھایا۔ چمبرلین نے اس امر سے انکار کیاکہ اس کی تجویز کا منشا یہ ہے کہ قوم کی معاشی حکمتِ عملی میں عام تبدیلی کردی جائے مگر اکثر لوگوں کی نظروں میں یہ مسئلہ آزاد تجارت اور تحفظ کے اساسی اصول کے درمیان مابہ النزاع تھا۔ ۱۹۰۴ء و ۱۹۰۵ء کے دوران میں حکومت نے یہ دیکھا کہ مسئلہ تجارتی، نیز قانون تعلیمات کے نفاذ سے پیدا ہونے والے مشکلات، جنوبی افریقہ میں چینی مزدوروں کے معاملات اور دوسرے متعدد فوری ضروریات کے باعث وہ پہلے سے زیادہ ضغطہ میں پھنسی ہوئی ہے۔ درمیانی انتخابات سے بلاشک وشبہہ یہ عیاں ہوگیا کہ ہوا کا رخ آزاد خیالی کی طرف ہے۔

بہت دنوں تذبذب میں رہنے کے بعد مگر طوفان کے جمع ہونے سے قبل ہی گونہ دفعتہً مسٹر بالفور نے سر تسلیم خم کردیا اور ۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو استعفا پیش کردیا۔ دارالعوام کے اندر کام چلانے کے لئے حکومت کو ۶۸ کی کثرت رائے حاصل تھی اور ۱۹۰۰ء کی منتخب شدہ پارلیمنٹ کی عمر میں ابھی ایک برس باقی تھا اور دارالامرا میں اتحادی اپنے مخالفین سے ایک اور دس کی نسبت سے زیادہ تھے۔ مگر حکومت کے اثر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا تھا، اور مالیاتی امور متنازعہ فیہ کی وجہ سے جو مشکلات پیدا ہوگئے تھے وہ ناقابلِ حل تھے۔ وزیرِ اعظم چمبرلین کے تجاویز کی متابعت نہیں کرسکتا تھا، اور اپنے فریق کے آزادانہ تجارت و تحفظ کے بازوؤں کے درمیان ذومعنی الفاظ کے ذریعہ کھنچی ہوئی رسّی پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۲ جلد، مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء۔

اے میکنٹاش، "جوزف چمبرلین"، "بادیانت سوانح عمری"

A. Mackintosh, Joseph Chamberlain; an Honest Biography.

طبع نظر ثانی شدہ لندن ۱۹۱۴ء۔

اپنا توازن قائم رکھنے سے وہ عاجز آگیا تھا، لیکن اس نے یہ نہ چاہا کہ پارلیمنٹ کے فوری انفساخ اور اس کے بعد اتحادی حکومت کی دس برس کی کارگزاری کی بنا پر پیش آنے والے انتخابات کا نفع اپنے مخالفین کو پہنچا دے، اس نے محض استعفا دیدیا اور اس طرح اپنے مخالفین کو ایک نئی وزارت کے بنانے پر مجبور کیا جو آیندہ کے پیش آنے والے انتخابات کے وقت خود براہ راست معرضِ امتحان میں آجاتی۔

بادشاہ نے لبرل سرگروہ کیمبل بینرمین کو وزیر اعظم نامزد کیا، جس نے فوراً ہی غیر معمولی قوت کا ایک کابینہ مرتب کر دیا، جس میں خود وزیر اعظم اول امیر خزانہ تھا، سر اڈورڈ گرے وزیر خارجہ، مسٹر اسکوئتھ وزیر خزانہ، مسٹر ہالڈین وزیر جنگ، مسٹر لائڈ جارج صدر مجلس تجارت، مسٹر برنز صدر مجلس حکومت مقامی، مسٹر بیریل صدر مجلس تعلیمات اور مسٹر برائس، آئرستان کے معتمد اعلیٰ تھے۔ ۸ جنوری کو "خاکی پوش پارلیمنٹ" منتشر کرادی گئی، عام انتخاب کا حکم ہوا اور نئی پارلیمنٹ کے اولین تاریخ قانونی (۱۳ فروری) کو مجتمع ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے بعد جو مہم پیش آئی اس میں غیر معمولی جوش و خروش دکھایا گیا۔ اتحادی گروہ مسئلۂ محاصل درآمد و برآمد پر خود بھی منقسم تھا، مگر ان کی امید اس پر اٹکی ہوئی تھی کہ آئرستان کے سوراج کے مسئلے کے متعلق لبرلوں کی قوتیں پارہ پارہ ہو جائینگی۔ لبرلوں نے یہ مسلم سمجھ کر کہ آیندہ فوراً ہی آئرستانی سوراج ایک امر ناممکن ہے، یہ اقرار کرلیا کہ وہ ایسی حکمتِ عملی اختیار کریں گے جس سے بتدریج سوراج قائم ہوجائے، اس تدبیر سے انھوں نے جنگ کو بالتخصیص آزاد تجارت کے مسئلہ پر مبنی کر دیا اور عمومی طور پر سب سے زیادہ شدید حملہ اپنے مخالفوں کی مالیاتی کارگزاری اور مالیاتی حکمت عملیوں پر کیا۔ نتیجہ میں لبرلوں کی انتہا درجہ کی کامیابی ظاہر ہوئی۔ منجملہ ۶،۵۵۵،۳۰۱ رایوں کے ۴،۲۶،۷۰۴ رائیں لبرل، قوم پرست اور مزدوری امیدواروں کو ملیں اور صرف ۲،۵۲۸،۵۹۷ رائیں مستحفظین اور اتحادئین

عہ ۱۹۰۶ء میں سلطنتِ متحدہ کے اندر انتخاب کنندوں کی تعداد ۷،۲۶۶،۷۰۸ تھی۔

کولیس۔ دارالعوام کے لئے ۳۷۴ لبرل، ۸۴ قوم پرست، ۵۲ مزدئیں، ۱۳۱ کنسرویٹو، ۲۴ لبرل اتحادی منتخب ہوئے۔ اور اس طرح لبروں اور ان کے حلیفوں کیلئے ۳۵۴ کا صریحی غلبہ تیقن ہو گیا[عا] انتخابات کے قبل ہی باخبر مبصرین کو لبرل کامیابی کا یقین تھا مگر اس حد کی کامیابی اس فریق کے بڑے سے بڑے پرجوش ہوا خواہ کو خواب میں بھی نہیں نظر آئی تھی[عا۲]

لبرلوں کی کامیابی ۔۱۹۰۶۔۰۹

لبرلوں کا تفوق اس طرح تیقن ہو گیا اور یہ اس وقت تک قائم رہا جبتک کہ جنگ کے ضروریات نے ۱۹۱۵ء میں ایک مرکب حکومت کے قائم کرنے کی حاجت نہ پیدا کر دی۔ یہ عشرہ برطانیۂ جدیدہ کی سیاسی تاریخ میں سب سے زیادہ دلچسپ و اہم رہا ہے۔ اس کی اہمیت بالتخصیص معاشری و اقتصادی توضیع قوانین کی اس وسیع مقدار کی وجہ سے ہے جسے آزاد خیال وزارتوں نے کتاب قانون پر ثبت کرنا چاہا۔ اس مجوزہ توضیع قوانین کا زیادہ حصہ کامیابی کے ساتھ تمام مراحل طے کر گیا اور اب وہ نافذ ہے مگر اس کے بہت سے اجزا کی منظوری نہیں ہو سکی جسکی وجہ یہ تھی کہ دارالامرا کی اتحادی کثرت نے انکی مخالفت کی تھی اور ایوان بالائی کے اندر لبرلوں

عا۔ فریقِ مخالف میں ۱۰۲ طریق پر چمبرلین کے "مصلحان محاصل درآمد و برآمد" تھے اور صرف ۱۶ پورے پورے "خامیان غذائے آزاد" تھے۔

عا۲۔ ۶-۱۹ ا کاڈل، "انتخاب عام انگلشیہ (جنوری ۱۹۰۶ء)"

M. Caudel, "Les clections generales anglaises(janier 1906)

جریدۂ سیاسیات فرانس" مارچ ۱۹۰۶ء؛

ای۔ڈی نوارمون، "جنوری ۱۹۰۶ء کے انتخابات انگلشیہ، نتائج عامہ" E. de Noirmont, "Les elections anglaises de Janvier 1906; Quest. Les resultats generaux"

Quest. Dipl et, Colon جریدۂ مسائل مدبری و مستعمراتی مارچ ۱۹۰۶ء

ای پارٹ "انگلستان میں حالت فریقانہ" مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی" جون ۱۹۰۶ء

Quest. Dipl et, Colon. E, Porritt, "Party Conditions in England.

اور فریق مخالف کے درمیان جو مناقشات برپا ہوئے ان کا ایک راست نتیجہ وہ اہم آئینی ردوبدل تھا جو ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے ذریعہ سے عمل میں آیا (جس کا بیان پہلے ہوچکا ہے) سرسری طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ لبرل اس وجہ سے دوبارہ برسراقتدار ہوگئے کہ قوم بعض ایسے امور کی خواہاں تھی جن کا حصول اتحادیوں کے ہاتھوں سے غیر اغلب معلوم ہوتا تھا۔ ان میں خاص خاص امور حسب ذیل تھے:۔

(۱) سرکاری اخراجات کا گھٹانا اور قومی فضول خرچیوں کا خاتمہ کرنا۔

(۲) جنگ جنوبی افریقہ کے دوران میں جو محاصل عاید کیئے گئے تھے ان کا استرداد۔

(۳) فوج کی اصلاح

(۴) معاشرتی اصلاحات جس میں وظیفۂ پیرانہ سالی، بیکاروں کی امداد، تجارت منشیات کا انضباط، اور کلیسائی تسلط سے تعلیم کی آزادی وغیرہ داخل تھے۔ نیز قوم کی یہ بھی صریح خواہش تھی کہ آزاد تجارت کی حکمت عملی، جسے اب چمبرلین کے تجاویز سے خطرہ درپیش تھا، وہ بے کم وکاست قائم رہے۔ لبرل وزارت پر فائز ہونے سے پہلے ہی ان تمام روشوں اور ان سے کچھ زائد کے لئے بغیر کسی شرط کے پابند ہوچکے تھے۔

۱۹۰۶ء کے انتخابات اور ۱۹۱۰ء کے درمیانی برسوں میں لبرل حکومتیں کیمبل بینرمین اور ایسکوئتھ[1] کی زیر صدارت اپنے فریق کے انتخابی وعدوں کے پورا کرنے کی ایماندارانہ کوششیں کرتی رہیں۔ انھوں نے قومی قرضہ کی اندیشناک ترقی کو روک دیا اور ایسی رفتار سے قرضہ گھٹانے کا سامان کیا کہ انیسویں صدی کے وسط سے دو مختصر زمانوں کے سوا اور کسی وقت بھی اس رفتار سے یہ انتظام نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے ان جنگی محصولوں میں کم وبیش نصف کو منسوخ کردیا۔

---

[1] کیمبل بینرمین نے ۵ / اپریل ۱۹۰۸ء کو استعفا دیدیا۔ اس کا جانشین مسٹر ایسکوئتھ ہوا اور مسٹر لائڈ جارج اس کے بجائے وزیر خزانہ ہوا۔

جو ان کے حصول اقتدار کے وقت ہنوز عائد تھے۔ انھوں نے عارضی طور پر فوجی اخراجات کو گھٹا دیا۔ تاہم ملکی اخراجات میں حسب معمول ترقی ہوتی رہی اسلئے کہ وظائف پیرانہ سالی کے اجرا اور سب سے بڑھ کر صاحب جائداد طبقات کی جانب سے دو طاقتوں کے مساوی بحری معیار قائم رکھنے کے مطالبہ، کی وجہ سے انجام کار سالانہ موازنہ میں رقم گھٹنے کے بجائے بڑھ گئی۔ ایک تجویز کے بموجب جسے مسٹر ہالڈین نے مرتب کیا تھا حکومت نے فوج کو نئے قالب میں ڈھالا، آزاد تجارت کو قائم رکھا۔ انھوں نے آئرستانی سوراج کی جانب قدم نہیں بڑھائے مگر ۱۹۰۹ء میں انھوں نے "آئرستانی جامعات کا قانون" اور "آئرستانی خرید اراضی کا قانون،" منظور کیا جو آئرستانی اغراض کے لئے نہایت مناسب تھا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ انھوں نے معاشری توضیع قانون کے متعلق قوم کے مطالبہ کے پورا کرنے کی کوشش کی۔ بیکاری کے شیوع، وسیع الاثر غربت کی مصیبت، ہڑتالوں اور دوسری حرفی بدنظمیوں کے پیاپے وقوع، ترکِ وطن کی روز افزوں ترقی، اور انگلستان کی معاشری بیقراری کے دوسرے متعلقہ کیفیات کا اثر یہ ہوا کہ عوام کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہوگیا کہ سلطنت کو چاہیئے کہ وہ معاشری وحرفی سود وبہبود اور عمومیت واصلاح کے لئے مہتم بالشان تجاویز مرتب کرے، انھیں اپنے قبضہ میں لے اور ان کے اخراجات کو برداشت کرے۔ اپنے لائحۂ عمل کے اس حصّے میں لبرلوں کو صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی۔ انھوں نے اہم مزدوری قوانین وضع کئے جن میں قوانین ذیل شامل تھے۔ کارکنوں کے معاوضہ کا قانون (۱۹۰۶ء) ۔ اتحادات مزدوراں وتنازعاتِ مزدوراں کا قانون (۱۹۰۶ء)، معادن میں آٹھ گھنٹے کام کا دن (۱۹۰۸ء)۔ مزدوری مبادلات کا قانون (۱۹۰۹ء)، مجالس تجارت کا قانون (۱۹۰۹ء) ۱۹۰۸ء میں انھوں نے وظائف معمرین کا ایک بسیط نظم قائم کیا۔ [1] لیکن دارالامرا کی مخالفت

[1] اس توضیع قانون کے مختصر بیان کے لئے اوگ کی کتاب "یورپ جدید کا اقتصادی ارتقا" Ogg., Economic Development of Modern Europe. (ابواب ۱۷-۱۹-۲۵) ملاحظہ ہو۔

کی وجہ سے یہ لبرل حکومتیں، مسودات ذیل کو قانون بنانے میں کامیاب نہ ہوئیں:۔ تکثیری رائے دہی کی منسوخی (سنہ ۱۹۰۶ء) مدرسوں کی فرقہ داری حیثیت کی معدومی کا متنازعہ فیہ مسودہ (سنہ ۱۹۰۱ء)، مسودہ ملکیات اراضی (سنہ ۱۹۰۷ء)، مسودہ اجارہ دہی (سنہ ۱۹۰۸ء)۔ مسودہ انتخابات لندن (سنہ ۱۹۰۹ء)۔ سب سے آخر میں سنہ ۱۹۰۹ء کے اس مسودہ مالی کی نوبت آئی جس کے امرا کی جانب سے مسترد کئے جانے کے باعث پارلیمنٹ منتشر کردی گئی اور جنوری سنہ ۱۹۱۰ء میں قومی انتخابات کا حکم دیا گیا۔

لبرل بمقابلہ امرا: جنوری و دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کے انتخابات

ایوان بالائی کی مستحفظی اکثریت سے چار برس تک مناقشہ کرنے کے بعد لبرل گروہ کو اس کا یقین ہو گیا کہ جب تک بعض اساسی امور طے نہ ہو جائیں دقت تک آگے بڑھنے کی کوشش بیکار ہے۔ پہلا امر یہ تھا کہ خزانہ پر جو روزافزوں مطالبات بڑھتے جا رہے ہیں انھیں پورا کرنے کے لئے کافی مداخل کا تیقن ہونا چاہیئے۔ دوسرا امر یہ تھا کہ دارالامرا کی نوعیت میں اس طرح تغیر کیا جائے کہ مالیات اور توضیع قانون کے معاملہ میں عمومی ایوان کا غلبہ تیقن ہو جائے۔ (سنہ ۱۱-۱۹۰۹ء کے) جن دو سو برسوں میں یہ جلیل القدر مسائل زیر بحث تھے قوم کی حالت بالکل بدل گئی تھی اور فریقانہ تصادم میں ایسا غلو پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مالیات کے معاملہ میں اتحادئیین اور آزاد خیال ان حکمت عملیوں کے متعلق معقول حد تک متفق تھے جن سے (خاصکر وظائف پیرانہ سالی اور اخراجات بحری کے متعلق) وسیع اخراجات کی ضرورت لاحق ہوتی۔ جس مسئلہ میں ان میں اختلاف تھا وہ ان ذرائع کا مسئلہ تھا جن سے ضروری روپیہ حاصل کیا جائے۔ سنہ ۱۹۰۹ء کے لائڈ جارج والے موازنہ میں اس کا حل یہ پیش کیا گیا تھا کہ اراضی پر نئے محصول لگائے جائیں، منشیات کے اجاروں کے معاوضے اور آمدنی و وراثت کے محصول بڑھائے جائیں۔ مقصود یہ تھا کہ یہ نیا بار صاحب املاک اور بالخصوص زمیندار طبقات پر پڑے۔ اس تجویز کے بالمقابل اتحادیوں نے محصول درآمد برآمد کی اصلاح کو پیش کیا اور زور یہ دیا کہ ضروری مداخل ان محاصل سے حاصل کئے جائیں جو بالتخصیص ملک میں آنے والی اشیائے غذائی پر عاید ہوں،

مگر اس فریق کے وہ ارکان جو تجارت آزاد کے حامی تھے اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے اس تجویز کی تائید نہیں کر سکتے تھے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۰۹ء کو امرا نے مالی مسودہ مسترد کر دیا اور اسطرح تین صدیوں کی نظیر پاش پاش ہو گئی۔ اب دار الامرا کی اصلاح یا اختتام کا مسئلہ سامنے آگیا، اور اگرچہ جنوری ۱۹۱۰ء کے انتخابی جنگ کی ابتدا حکومت کے مالی تجاویز کے فوری مسئلہ پر ہوئی تاہم ایوان بالائی کا سوال کسی نہج سے پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ اس انتخاب کے آخری نتائج قوم پرستوں کے سوا اور ہر فریق کے لئے مایوس کن نکلے۔ آخری شمار میں لبرلوں کو ۲۷۴، اتحادیوں کو ۲۷۳، قوم پرستوں کو ۸۲۔ اور مزدیوں کو ۴۱ جگہیں حاصل ہوئیں۔ ایسکوئتھ کی حکومت عہدے پر قائم رہی، اور اس وقت سے اس کا انحصار تمامتر مزدی و قوم پرست گروہوں کے اتحاد عمل پر رہ گیا۔ ہر نوع جو مسائل عظیمہ معرض بحث میں تھے ان کے متعلق کوئی ناطق حکم نہیں صادر ہوا لیکن یہ نتیجہ مسلم سمجھ لیا گیا تھا کہ محصول کے تجاویز کو قانونی لباس پہنایا جائے، دار الامرا کی ترکیب میں کچھ ردّ و بدل کیا جائے اور آزاد تجارت بدرجۂ اقل کچھ اور مدت کے لئے قائم رکھی جائے ۔[۱]

---

[۱] آر۔ جی۔ لیوی، "موازنۂ استیصالی انگلشیہ" R. G. Levy "Le Budget radical anglais." "جریدۂ سیاسی و پارلیمنٹی" in Rev. Polit. et Parl. (اکتوبر ۱۹۰۹ء)

جی۔ ایل۔ فاکس، "لائڈ جارج کا موازنہ" G. L. Fox, "The Lloyd George Budget." مطبوعہ "یِیل ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ ای۔ پارٹ، "لائڈ جارج کے موازنہ پر کشمکش" E. Porritt, "The struggle over the Lloyd George Budget." مطبوعہ "کوارٹرلی جرنل آف ایکونامکس" فروری ۱۹۱۰ء پی۔ ہمیل "انتخابات انگلشیہ" P. Hammelle, "Les elections anglaises," "جریدۂ سیاسیات فرانس" ۱۵ مئی ۱۹۱۰ء

اس۔ بروکس، "برطانی انتخابات" S. Brooks, "The British Elections."

اس کے بعد کی ڈیڑھ برس کی ترقیوں کا ذکر کسی اور جگہ ہو چکا ہے۔ وہ ترقیاں خصوصیت کے ساتھ حسب ذیل تھیں:-

(۱) ۱۹۰۹ء کے قانون مالیات کی مکرر پیشی و توضیع،

(۲) پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مابین تعلقات کے تغیر کے تجاویز

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" مارچ ۱۹۱۰ء
ڈبلیو۔ ٹی۔ اسٹیڈ۔ "برطانیہ عظمیٰ میں عام انتخابات"
W. T. Stead, "The General Election in Great Britain."
مطبوعہ "ریویو آف ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ برٹانیکوس نے ایک کارآمد تبصرہ کیا ہے "برطانی طریق لبرل کے چار برس"
Britannicus, "Four Years of British Liberalism."
مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" فروری ۱۹۱۰ء۔ ایک زیادہ تفصیلی تذکرہ سی۔ ٹی۔ کنگ کا ہے:-
[illegible]
C. T. King, The Asquith Parliament 1906-1909: a popular History of its Men and Measures.
مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء ایک مفید مضمون ای۔ پارٹ کا ہے: "۱۹۰۶ء میں برطانی وضع قوانین"
E. Porritt, "British Legislation in 1906.
مطبوعہ "ییل ریویو" فروری ۱۹۰۷ء۔ کسی قدر سودمند کتاب ملے کی فرانسیسی تصنیف "انگلستان کا نازک وقت" P. Millet, La crise anglais. مطبوعہ پیرس ۱۹۱۰ء ہے۔ ۱۹۰۶-۹ء کے دور کے مسائل عامہ کے متعلق تقریروں ایک مفید مجموعہ ڈبلیو۔ ایس۔ چرچل کی کتاب آزاد خیالی اور مسئلہ معاشری W. S. Churchill, Liberalism and the Social Problem. مطبوعہ لندن ۱۹۰۹ء ہے۔ قانون مالیاتی جو لائڈ جارج کے ۱۹۰۹ء کے موازنہ پر مبنی تھا اور ۱۹۱۰ء میں منظور ہوا اسکی نوعیت اور اسکے اثرات کے متعلق بی۔ میلٹ کی کتاب "برطانی موازنات" از ۱۸۸۷-۸۸ء لغایت ۱۹۱۲-۱۳ء
B. Mallet, British Budgets, 1887-88 to 1912-13.
مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء صفحات ۲۸۹-۳۳۱ دیکھنا چاہئیں۔ اختلاف آرا

کا ایسکوئتھ کی حکومت کی جانب سے اعلان۔

(۳) ایوانِ بالائی کی اصلاح کے متعلق لارڈ روزبری کی مجوزہ تجویز کا دارالامرا کی جانب سے قبول کیا جانا۔

(۴) شاہ ایڈورڈ کے انتقال کی وجہ سے اس تنازعہ میں وقفہ و التوا۔

(۵) ۱۹۱۱ء کے موسم گرما میں دستوری کانفرنس کی ناکامی۔

(۶) ایوانِ بالائی کی جانب سے لارڈ لینسڈاؤن کی اصلاحی قرار داد وں کا قبول کیا جانا۔

(۷) صرف دس ماہ کی مدت کے بعد پارلیمنٹ کا اس غرض سے منتشر کیا جانا کہ ایوان بالائی کی اصلاح کے مخصوص مسئلہ کے متعلق ملک سے تازہ استفسار کیا جائے۔

(۸) دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات اور جنوری ۱۹۱۱ء میں نئی پارلیمنٹ کا اجتماع۔

(۹) ۱۹۱۱ء کے موسم گرما میں حکومت کے اہم مسودہ قانون پارلیمنٹ کی پیشی مکرر اور اس کی آخری توضیح۔ دسمبر کے انتخابات کے وقت متعدد برسرپیکار قوتیں اس استحکام کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر جمی ہوئی تھیں کہ دارالعوام کے اندر فریقوں کے حصے عملاً حسب سابق رہے۔ نئی پارلیمنٹ میں انکی حالت حسب ذیل تھی:۔ لبرل ۲۷۲۔ اتحادی ۲۷۲۔ قوم پرست ۷۶۔ آزاد قوم پرست (یعنی پیروان ولیم اوبرائن) ۸۔ مزدور ۴۲۔ اتحادیوں کو لینکاشائر، ڈیونشائر اور کارنوال میں معقول فائدہ ہوا مگر لندن اور متفرق بروں میں انھیں اتنا ہی نقصان اٹھانا پڑاعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے شروع ہوتے وقت محاصل کا جو طریقہ نافذ تھا اس کی تشریح ڈبلیو، ایم۔ جے ولیمز کی کتاب "محاصل شاہی" W. M. J. Williams, The King's Revenue مطبوعہ لندن ۱۹۰۸ء میں کیگئی ہے۔

عہ۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات کے متعلق پی ہیمل کا مضمون "برطانیہ کا نازک وقت: دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات" P. Hamelle, "La crise anglaise: les elections De december 1910. مطبوعہ جریدہ سیاسیات فرانس، جولائی و اگست ۱۹۱۱ء

قانون پارلیمنٹ سے جنگ عظیم تک اس قانونی ترمیم سے مستحکم ہوکر جس کی رو سے دارالامرا کی اتفاق رائے کے بغیر قوانین وضع ہو سکتے تھے اور مزدوری و قوم پرست گروہوں کی مسلسل تائید کی طرف سے ایک معقول حد تک متیقن ہوکر، ایسکوئتھ کی وزارت نے اب وضع قوانین کے ایک ایسے لائحۂ عمل کی طرف توجہ کی جو بہت دن سے تعویق میں پڑا تھا ایوانِ بالائی کو عمومی بنیاد پر از سرِ نو مرتب کرنے کا جو وعدہ قانون پارلیمنٹ میں کیا گیا وہ معرض التوا میں پڑا رہا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جنگ عظیم کے پیش آجانے کے بعد پھر یہ کام نہیں ہوا مگر چار خاص مسائل پر تو قانون سازی کو پر زور طور پر آگے بڑھایا گیا۔ وہ چار مسائل یہ ہیں:۔ مزدور طبقوں کا تحفظ، کلیسائے ویلز کی برطرفی، انتخابی اصلاح اور (سب سے زیادہ اہم) آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری۔

مقصد اول کی بابت خالص فریقانہ نوعیت کا اختلاف نسبتاً کم ہوا اور یہ مقصد ایک بڑی حد تک طریقہائے ذیل سے حاصل ہو گیا:۔

(۱) ۱۹۱۱ء کا قومی بیمہ کا قانون جس میں علالت و ضعف کے بیمہ کا ایک عام نظم قائم کیا گیا تھا اور نیز معماری و ہندسی کے پیشوں میں بیشغلی کے بیمہ کی بھی ایک تجویز شامل تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ای۔ ٹی۔ کوک "انتخابات قبل و بعد" E. T. Cook, "The Election-Before and After." مطبوعۂ "کانٹمپریری ریویو" جنوری ۱۹۱۱ء۔

بریطانیکوس، "برطانی انتخابات" مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" جنوری ۱۹۱۱ء مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے قبول کئے جانے کا بہترین بیان اے۔ ایل۔ پی ڈینس کا مضمون ۱۹۱۱ء کا قانون پارلیمنٹ A. L. P. Dennis, "The Parliament Act of 1911.

مطبوعہ "امریکن پولیٹکل سائنس ریویو"، مئی و اگست ۱۹۱۲ء ہے دوسرے حوالجات کے لئے صفحہ ۶۲ا دیکھنا چاہیئے۔

(۲) "اقل اُجرت کا قانون" جو کان کنوں کی عام ہڑتال کے ختم کرنے کے لیئے ۱۹۱۲ء میں منظور ہوا تھا۔

(۳) "۱۹۱۳ء کا قانون اتحادِ مزدوران" جس کا مقصود یہ تھا کہ ۱۹۰۹ء کے فیصلۂ آسبرن [۱] سے اتحاداتِ مزدوراں پر جو بعض مجبوریاں عاید ہوتی تھیں وہ رفع ہوجائیں

---

[۱]۔ قومی بیمہ کے قانون کے متعلق کتب و مضامین ذیل دیکھنا چاہئیں:۔ اُوگ، "جدید یورپ کا اقتصادی ارتقا"
Ogg, Economic Development of Modern Europe.
صفحات ۶۱۲ - ۶۲۵ - ای - پارٹ، "برطانیہ کا قومی بیمہ کا قانون"
E. Porritt, "The British National Insurance Act."
مطبوعۂ "پولٹیکل سائنس کوارٹرلی" جون ۱۹۱۲ء۔ آر۔ ایف۔ فورسٹر "برطانیہ کا قومی بیمہ کا قانون"
R. F. Foerster, "The British National Insurance Act.
مطبوعہ "کوارٹرلی جرنل آف اکونامکس" فروری ۱۹۱۲ء۔ او۔ کلارک "۱۹۱۱ء کا قومی بیمہ کا قانون"
O. Clark, The National Insurance Act of 1911.
مطبوعۂ لندن ۱۹۱۲ء۔ اے۔ اس۔ کار۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ اسٹوراٹ۔ جے ایچ۔ ٹیلر، "قومی بیمہ"
Carr, W. H Stuart, and Taylor, National Inturance.
مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ "قومی بیمہ" کی اصل عبارت ممالک متحدہ امریکہ کے مزدوری کے "اشاعت نامہ"
Bulletin of U. S Bureau of Labor.
شمارہ ۱۰۲، مطبوعہ واشنگٹن میں طبع ہوئی ہے۔ "قانون اتحاد مزدوران" کے متعلق ڈبلیو۔ ایچ۔ گلڈارٹ کا رسالہ "تجارتی تنازعات و اتحادات مزدوراں کے متعلق موجودہ قانون"
W. M. Geldart, The Present Law of Trade Disputes and Trade Unions.
مطبوعۂ لندن ۱۹۱۳ء دیکھنا چاہیئے۔ یہ رسالہ "پولٹیکل کوارٹرلی" بابت مئی ۱۹۱۴ء میں بھی شایع ہوا ہے۔

۱۹۱۲ء میں کلیسائے ویلز کی برطرفی کا ایک مسودہ پیش ہوا، اس کی عام روش وہی تھی جو ۱۹۰۹ء کے پیش شدہ مسودہ کی تھی، مگر اس میں برطرف شدہ کلیسا کو اس سے زیادہ مالی اعانت عطا کی گئی تھی۔ دار الامرا کے دو مرتبہ مسترد کر دینے کے بعد ۱۹۱۲ء میں یہ مسودہ قانون بن گیا، اور یہ پہلی تجویز تھی جو قانون پارلیمنٹ کے شرائط کے تحت کتاب قانون پر ثبت ہوئی، رائے دہی و تسجیل کا ایک مسودۂ قانون ۱۹۱۲ء کے اوائل گرما میں پیش ہوا، اس میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ ہر بالغ شخص کو حق رائے دہی حاصل ہو، تکثیری رائے دہی اور جامعات کی جداگانہ نمایندگی منسوخ کی جائے اور تسجیل میں آسانی پیدا کی جائے۔ عورتوں کی حق رائے دہی کی شورانگیزی اب مہیب انداز سے بڑھتی جا رہی تھی اور حکومت کا انتخابی مسودہ قانون ترمیمات سے اس قدر دب گیا کہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۳ء کو صدر دار العوام کی رائے اور حکم کے بموجب وہ واپس لے لیا گیا، حق رائے دہی چاہنے والی عورتوں کی مہم کی دقت اندازیوں اور اس کے ساتھ دوسرے کاموں کے بار کی وجہ سے عام انتخابی وضع قوانین میں دوبارہ ہاتھ نہ لگایا جا سکا تاآنکہ جنگ عظیم شروع ہو گئی، البتہ تکثیری رائے دہی کی منسوخی کا قانون دو مرتبہ دار العوام میں منظور ہو گیا تھا اور جب جنگ کی وجہ سے اسے الگ رکھ دیا گیا، اس وقت یہ یقین ہو چلا تھا کہ قانونِ پارلیمنٹ کے بموجب یہ قانون کی شکل میں منظور ہو جائے گا۔

لیکن اس تمام دور میں آئرستان ہی کا مسئلہ سیاسی تماشہ گاہ کا مرکز بنا رہا۔ یہاں اس واقعہ کا صرف ذکر کر دیا جاتا ہے کیونکہ مہتم بالشان مسئلہ جن ہیلتوں سے ہو کر گزرا، اس کا کماحقہ خاکہ آئندہ کے ایک باب میں دیا جائے گا۔ حکومت کا سواراج کا یہ مسودہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو دار العوام میں پیش ہوا اور ڈھائی برس بعد عین اس وقت جب عظیم الشان سے بین الاقوامی تصادم کا آغاز ہوا چاہتا تھا، قانون کی صورت میں آیا اور پھر اس کا واقعی نفاذ معاً ملتوی کر دیا گیا تاکہ بحالی امن کے بعد ضمنی قانون وضع کیا جائے۔

آئرستان کا مسئلہ مختلف سیاسی گروہوں میں خاص وجہ تنازع تھا مگر اس کے

سو ابھی) ۱۹۱۳-۱۴ء ایسے تلخ فریقانہ مناقشہ سے پر تھا کہ اگر انگلستان کی کل تاریخ میں نہیں تو سو برس کے اندر ایسا تلخ مناقشہ پیش نہیں آیا تھا۔

بہر نوع، خارجاً سیاسی فریقوں کی حیثیت میں کوئی نمایاں تغیر واقع نہیں ہوا۔ ۱۹۱۲ء کے گرما و سرما میں اتحادی پر زور جد و جہد کرتے رہے اور ان کا خیال یہ تھا کہ ایسکوئتھ کی حکومت کا تسلط گھٹتا جا رہا ہے، اور انھوں نے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ ویلز کی برطرفی کلیسا اور آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری کے تجاویز لبرلوں کے عاجلانہ زوال کا باعث ہونگے۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کے بعد سے جن اڑتیس درمیانی انتخابات میں اتحادیوں نے مقابلہ کیا ان میں لبرلوں کو فی الواقع آٹھ نشستوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ جن مقابلوں میں نقصان ہوا ایک ایک مڈلوتھین کا مقابلہ تھا۔ یہ وہ حلقہ تھا کہ جس کی نمائندگی مدتوں گلیڈسٹن نے کی تھی، اڑتیس برس کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اس حلقہ نے ستمبر ۱۹۱۲ء میں ایک اتحادی کو منتخب کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب مڈلوتھین میں کسی لبرل حکومت کو شکست ہو جائے تو پھر اس حکومت کا خاتمہ زیادہ دور نہیں رہتا۔ اشیاء خوردنی پر محصول درآمد کے مسئلہ کے متعلق آپس کے اختلافات کی وجہ سے اتحادیوں کے ہاتھ پاؤں بند ھ گئے تھے، اور حکومت اپنے مختلف فیہ مسائل کو بیدردانہ و بے باکانہ آگے بڑھاتی چلی گئی۔ اتحادیوں نے جب یہ صلائے جنگ پیش کی کہ آئرستان کا مسئلہ ایک عام انتخاب میں قوم کے سامنے پیش کیا جائے یا کم از کم یہ کہ اسی مسئلہ پر قوم سے مراجعہ کیا جائے تو مسٹر ایسکوئتھ اور ان کے رفقا نے یہ جواب دیا کہ قوم سے پہلے ہی کما ینبغی صلاح لی جا چکی ہے۔ اوائل ۱۹۱۴ء میں جب وزیر اعظم نے اعلے معتمد جنگ کا عہدہ قبول کیا اور اس وجہ سے اس کا انتخاب (جدید) ضروری ہوا اور وہ اپنے حلقہ سے بغیر مخالفت کے منتخب ہو گیا تو اس سے لبرلوں نے دعویٰ کیا کہ یہ اظہار اس امر کا ہے کہ جس کثرت نے ۱۹۱۰ء میں اس حکومت کو برسر اقتدار رکھا اس کثرت کا اعتماد بلا کم و کاست ابھی حاصل ہے، لیکن ۱۹۱۳-۱۴ء کے موسم سرما میں درمیانی انتخابات میں نصف درجن شکست اور بروں کے انتخابات میں مسلسل نقصانات سے کچھ اور ہی نتیجہ ظاہر ہو رہا تھا اور

بہار ۱۹۱۴ء میں وزیر اعظم نے خود اس ضرورت کو محسوس کیا کہ مزدی طاقتوں کے ساتھ گہرے اتحاد عمل کے لئے خاص طور پر درخواست کرے۔ جب جنگ عظیم واقع ہوئی اُس وقت ملک میں عام انتخاب کو پندرہ مہینے باقی تھے کیونکہ قانون پارلیمنٹ کے بموجب پارلیمنٹ کی مدت حیات پر پانچ برس کی قید لگادی گئی تھی۔ اس وقت کے علامات یہ تھے کہ اتحادیئین ایسی حالت میں ہو گئے کہ وہ انتخابی فتح کی نہایت معقول توقع کے ساتھ میدانِ مقابلہ میں آئیں عـلہ

عـلہ۔ اُس دور کی سیاسی تاریخ کسی قدر وسعت کے ساتھ سالہائے متواتر کے ”رجسٹر سالانہ“ Annual Register. میں درج ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ”پولیٹکل کوارٹرلی“ Polit. Quar. بابت فروری، مئی، ستمبر ۱۹۱۴ء میں پارلیمنٹ کارروائیوں کا خلاصہ بھی دیکھنا چاہیئے۔

باب پانزدہم

بڑے سیاسی فریقوں کی ترکیب و تنظیم

آزاد خیالوں اور اتحادیوں کی صف بندیاں

گزشتہ سو برس کی فریقانہ تاریخ کا سطحی خاکہ پیش کرنے کے بعد اب ہم تیار ہیں کہ خود ان فریقوں کی نوعیت پر زیادہ قریب سے نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان کی ترکیب، ان کی تنظیم، ان کے طریقے، ان کے اصول اور ان کی حکمت عملیاں کیا ہیں؛ اور چونکہ جنگ عظیم کی وجہ سے تمام فریقانہ تنظیمات بدرجہ مجبوری اپنی معمولی جہتوں سے ہٹ گئے تھے، اس لئے یہ مناسب ہوگا کہ فریقانہ معاملات کی ان مختلف النوع ہیئتوں پر بحث کی جائے، جو ۱۹۱۴ء میں تھی، اور اس کے بعد علیحدہ طور پر فریقانہ حیثیت کی ان ترقیوں پر گفتگو کی جائے جو اس تصادم کے دوران میں اور اس کے بعد وقوع پذیر ہوئیں۔ پس جنگ کے شروع ہونے کے عین ماقبل فریقوں کی جو حالت تھی اسے اس باب میں اور آئندہ کے دو بابوں میں بیان کیا جائے گا۔ ۱۹۱۴ء کے بعد سے جو فریقانہ تحریکات ہوئی ہیں ان پر اس سلسلۂ بحث کے آخری باب میں گفتگو کی جائے گی۔

۱۹۱۴ء تک جن چار فریقوں نے معقول اہمیت حاصل کر لی تھی، ان میں

سے ایک فریق یعنی آئرستان کا قوم پرست فریق صرف آئرستان ہی سے متعلق تھا، اور اس کا مقصد واحد آئرلینڈ کے لئے حکومت خوداختیاری حاصل کرنا تھا ایک دوسرا فریق یعنی فریق مزدوری زیادہ تر مزدوروں سے مرکب تھا (جو بیشتر تجارتی اتحادوں کے ارکان تھے) اور اس کا وجود مزدوری جماعتوں کے اغراض کو ترقی دینے کے لئے تھا۔ اس کے برخلاف دو قدیم تر اور قوی تر فریق یعنی آزاد خیال اور مستحفظ یا اتحادی، اپنے حلقہائے انتخاب اور اپنے اصولوں اور روشوں کے حدود دونوں اعتبار سے وسیع طور پر قوی تھے۔ ان دونوں بڑے فریقوں کی عادت رہی ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے اندر اور موقع رائے دہی پر ایک دوسرے سے سرگرم مقابلہ رہے ہیں اور اتفاقی دیکھنے والے کو یہ گمان ہوگا کہ ان دونوں کے درمیان وسیع خلیج حائل ہے، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا جو کسی سہل گیر شخص کو ایک کی جانبداری سے دوسرے کے جانبدار ہو جانے میں مانع ہو۔ لبرل ("آزاد خیال") اور "کنسرویٹو" (مستحفظ) کے ناموں کی اتنی اہمیت نہیں تھی جتنی بظاہر معلوم ہوتی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد جو نسل گزری اس میں لبرلوں نے حق رائے دہی متوسط طبقوں کو دیدیا، قانون امداد غربا کی اصلاح کی، قانون فوجداری میں انسانیت پیدا کی، بلدی نظم ونسق کی ایک جدید و ترقی یافتہ تجویز رائج کی، ابتدائی تعلیم کے لئے سرکاری امداد جاری کی، صحت عامہ کے تحفظ کے لئے قوانین وضع کئے، منحرفین کے موانع و علایق رفع کئے اور ملک کو قطعی طور پر آزادانہ تجارت کی بنیاد پر چلنے میں مدد دی۔ غرضکہ انھوں نے عام طور پر یہ کوشش کی کہ صرفی انقلاب اور عمومی خیالات کے نشوونما سے جو نئے حالات پیدا ہو گئے تھے ان کے ساتھ سیاسی نظم کو مطابقت دیدیں لیکن ۱۸۳۰ء کے دور کے "کنسرویٹو" اگرچہ اپنے فریقانہ نام کے مطابق معقول حد تک چلتے رہے، مگر ان کا انداز کسی اعتبار سے یہ نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ رخنہ انداز بنے رہے ہوں،

اور ڈزریلی کی سرگروہی کے ایام میں وہ فریق اصلاح ہونے کے لحاظ سے کسی نہج سے اپنے مخالفوں سے کم نہ تھے۔ ۱۸۶۷ء کے "قانون اصلاح" سے آغاز کرکے ترقی پذیر بلکہ انقلاب انگیز کارروائیوں کی ایک طویل فرد ان کے اعمال میں شامل ہو سکتی ہے، اور بعد کے زمانہ میں وظائف پیرانہ سالی، قوانین کارخانجات، آئرلینڈ کی اصلاحِ اراضی، بیمہ حادثات، قوانین سکونت، اور دوسری بہت سی ترقی یافتہ و اصلاحی حکومتی کارروائی میں کنسرویٹیو اور لبرل ایک دوسرے سے گوئے سبقت لے جانے کی سعی کر رہے تھے۔

جن اختلافات نے دونوں فریقوں کو علیحدہ کر رکھا ہے وہ اس درجہ اصول کے اختلافات نہیں ہیں جس درجہ ذرایع کار یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ میلانات کے اختلافات ہیں۔ لبرلوں کا یہ ایک محبوب دعویٰ رہا ہے کہ وہ زیادہ عمومیت پسند، قوم پر زیادہ اعتماد کرنے پر آمادہ، عامۃ الناس کے اغراض و مقاصد سے زیادہ شغف رکھنے والے ہیں یعنی وہ اعتقاداً اکارکن جماعتوں کی بہبود کے خواہاں ہیں، اس کے برخلاف ان کے مخالفین صرف رائے حاصل کرنے کی خواہش سے ایسا کرتے ہیں گو اتحادی اس سے پرزور اور ایک حد تک قابل قبول انداز سے مخالفت کرتے ہیں۔ لبرلوں کا ایک نظریہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ اپنے رقیبوں کے بہ نسبت صلح و کفایت کی تائید زیادہ عزم و استقلال کے ساتھ کرتے ہیں اور نیز یہ کہ اتحادی بیرونی ممالک کے متعلق زیادہ دست درازانہ بلکہ زیادہ تہدیدانہ انداز رکھتے ہیں۔ ان دعاوی کے لئے کچھ تاریخی بنائیں موجود ہیں۔ لیکن بایں ہمہ، ان معاملات میں جو روش اختیار کی جاتی ہے اس کا تعین ہمہ وقت، فریق کے کسی ارادی یا مستقل اصول کے بہ نسبت زیادہ تر حالات پیش آمدہ اور وزراء کے انفرادی میلانِ طبع کی وجہ سے ہوتا ہے البتہ اس میں شک نہیں کہ لبرلوں کو اسکاٹلینڈ، ویلز اور خاص کر آئرلینڈ کے مخصوص اغراض کا زیادہ خیال رہتا ہے لیکن یہاں بھی فرق اس قدر زیادہ نہیں ہے جس قدر اکثر خیال کیا جاتا ہے۔

فی الجملہ یہ عیاں ہے کہ قوم پرست اور مزدوری عناصر کو علیحدہ کر کے ۱۹۱۴ء
میں سلطنت متحدہ کی آبادی لبرل اور کنسرویٹو قوتوں کے درمیان تقریباً
نصفا نصف منقسم تھی اگرچہ ہر طرح کے مخالف گروہوں میں ایک دوسرے کے
ساتھ تعلقات تھے اور اگر کوئی شخص کسی خاص پیشے، طبقے یا گروہ سے تعلق
رکھتا ہو تو وہ ضرور کسی ایک سیاسی فریق سے متعلق ہوگا تاہم ممالکِ متحدہ امریکہ
کے بہ نسبت وہاں فریقانہ ترکیب طبقات و مقاصد کے زیادہ تابع تھی۔ یہ
قطعی تھا کہ مستحفظین کی صفوں میں خطاب یافتہ، صاحبِ دولت اور معاشری
رتبہ کے اشخاص زیادہ تھے، قائم شدہ سرکاری کلیسا کے تمام پادری بعض
متحرفین اور خاص کر پیروان ویزلی، جامعات کے فارغ التحصیل طلبار اور
ارکانِ طبقۂ کلاں کے بیشتر افراد، اکثر و بیشتر صاحبِ ثروت تاجر، کارخانہ دار
اور ساہوکار، محرروں کا حصۂ کثیر، سوداگروں اور دکانداروں کا تقریباً نصف
حصہ اور مزدوروں کی بھی ایک معقول تعداد (اگرچہ یہ تعداد برابر گھٹتی جا رہی
تھی) اس مستحفظی صف میں داخل تھی۔ لبرل فریق میں اہل پیشہ اور تجارتی طبقات
کا چھوٹا حصہ شامل تھا، (محرروں اور دوسرے قلیل و معین آمدنی کے ملازموں
کو مستثنیٰ کر کے) طبقۂ اوسط کا تقریباً نصف حصہ اور مزدوروں کا کم از کم نصف
حصہ اس فریق میں داخل تھا (مگر مزدوری فریق مزدوروں کو روز بروز اس
فریق سے علیحدہ کرتا جا رہا تھا)۔ انگلستان اور ویلز کا قائم شدہ کلیسا اتحادیت
کا پشت پناہ تھا مگر عبادت عام سے اتفاق نہ کرنے والے ہر جگہ کثرت کے ساتھ لبرل تھے۔

(فریقانہ مفہوم میں) آزاد خیالی کو اس مملکت کے احباب جاہ
اور اربابِ دولت کا بہت ہی قلیل جزو حاصل تھا۔ البتہ انیسویں صدی کے
وسط میں یہ فریق اساسی طور پر دو عناصر سے مرکب تھا: (۱) ایک اعیانی
وھگ جن کے اسلاف اٹھارھویں صدی کے وھگ تھے اور جن کی آزاد خیالی
بہت ہی معتدل درجہ کی تھی۔ (۲) دوسرے طبقۂ متوسط کے وہ اشخاص
جنھیں ۱۸۳۲ء میں حق رائے دہی حاصل ہوا تھا، اور جو استیصالیت کی طرف
زیادہ مائل تھے ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کے قوانین اصلاح نے اس دوسرے

عنصر میں بہت زیادہ قوت پیدا کر دی، اور شہروں کی کارکن جماعت کو اس میں جذب کر دینے سے اس کے استیصالی رجحانات کو تیز کر دیا۔ لیکن پرانے وھگ اور یہ عمومی عناصر کبھی حقیقتاً ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوئے اور ۱۸۸۶ء میں گلیڈسٹن کے پہلے مسودۂ سوراج کے انفراق کے وقت سے خطاب یافتہ، صاحبِ دولت اور ذی وجاہت عناصر کل کے کل مخالف فریق کی طرف منتقل ہوتے گئے۔ بیشتر پرانے وھگ نکل گئے۔ اس کے علاوہ، بہت سے بڑے کارخانہ دار اور تاجر جو نئے اور معاشری حیثیت کے حریص خاندانوں کے نمایندے تھے انھوں نے یہی پسند کیا کہ اپنی قسمتیں استحفاظیت کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ اس کا فوری اثر یہ تھا کہ اس فریق میں قطعاً ضعف آگیا، اس ضعف کا اظہار دونوں طرح سے ہو گیا کہ ۱۸۹۲-۹۵ء میں یہ فریق موثر طور پر حکومت کرنے میں ناکام رہا اور ۱۸۹۵-۱۹۰۵ء میں فریق مخالف کی حیثیت سے اس کی حالت پست رہی؛ لیکن آخر الامر اسے اتحاد کرنے میں نفع ہوا اور یہ فریق اس قابل ہو گیا کہ وہ اس درجہ آزادخیالی کا فریق بن جائے جو کسی دوسری طرح ممکن نہ ہوتا۔[۱]

فریقانہ قوت کی جغرافی تقسیم

۱۹۱۴ء تک آیرستان کی قوم پرستوں کی قوت تقریباً تمامتر آیرستان کے اندر مرکوز تھی، اور مرزدی فریق کی قوت زیادہ تر انگلستان اور ویلز کے بڑے حرفتی مرکزوں اور

---

[۱] - لبرلوں کے اس انفراق کا مکمل بیان اور اس کی توجیہ اوسٹراگورسکی کی کتاب "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم" Ostrogorski, Democracy and the organization of Political Parties, جلد اول باب ۹ میں ہے۔ اس کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہئیں۔ مارلی "سوانح ولیم ایورٹ گلیڈسٹن" Morley, life of W. E. Gladstone جلد سوم مقالہ نہم۔ چرچل "لارڈ رینڈلف چرچل" Churchill, Lord Randolph, Churchill جلد دوم ابواب ۱۲-۱۳۔ جیس "جوزف چمبرلین" Jeyes, Joseph Chamberlam ابواب ۹-۱۰۔ میکنٹاش "جوزف چمبرلین" Mackintostosh Joseph Chamberlain ابواب ۱۱-۱۲

ضلعوں میں محدود تھی، بڑے فرق بھی اگرچہ نسبتاً مختص المقام کم تھے پھر بھی یہ قطعی ہے کہ ملک کے بعض حصص کے مقابلہ میں دوسرے حصص میں وہ زیادہ قوی تھے۔ اسکاٹلینڈ بغایت لبرل (آزاد خیال) تھا۔ اُس کے نصف ضلعے اور برو دارالعوام کے لئے لازماً لبرلوں کو منتخب کرتے تھے، ایک تہائی میں لبرلوں کو غلبہ حاصل تھا، تین چار صوبے سیاسی حیثیت سے مشکوک تھے اور تین چار سے زائد صوبوں میں استحفاظیوں کا غلبہ نہیں تھا۔ ویلز کی صورت حال بھی عملاً یہی تھی، فرق تھا تو یہ کہ یہاں لبرلوں کا غلبہ اور زیادہ قطعی طور پر عیاں تھا، دوسری طرف انگلستان میں استحفاظیوں کے غلبہ کی صورت نمایاں تھی یا بہر طور وہ استحفاظی و مشتبہ تھا، اس ملک کے طول و عرض میں جابجا آزاد خیال رقبے نظر آتے تھے۔ ان میں سے پانچ آزاد خیال رقبات کسی قدر نمایاں تھے۔

(۱) انتہائی شمال و مشرق بالخصوص نارتھمبر لینڈ، ڈرہم اور کچھ حصے کمبرلینڈ کے۔

(۲) ایک بڑی پٹی جو ہمبر سے خلیج مورکیمبی تک مغرب جانب کو پھیلی ہوئی تھی اور جس میں شمالی لنکن، جنوبی یارک اور شمالی لینکاشائر شامل تھے۔ (۳) نارفک اور وہ دوسرے قطعات ملک جو واش کے کنارے واقع تھے۔

(۴) وسط ملک کے وہ رقبات جن میں لیسٹر، وارک، نارتھمپٹن، اور بیڈفرڈ واقع تھے۔ (۵) انتہائی جنوب مغرب میں ڈیون اور کارنوال۔ استحفاظیوں کے قلعے زیادہ جنوب و مشرق میں واقع تھے۔ چسٹر اور ناٹنگھم سے رود بار انگلستان تک اور ویلز سے بحر شمال تک یہ وہ بڑا قطعۂ ملک تھا جس میں استحفاظیت کی تقریباً تمام نمایاں قوت نظر آتی تھی، صرف آیرستان کے صوبہ السٹر کے چار یا پانچ صوبے اُس سے الگ تھے۔ آکسفورڈ اور ہاٹفرڈ سے جنوب جانب لندن سے گزرتے ہوئے رود بار تک کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جس میں استحفاظیوں کا غلبہ نہ ہو۔ شاید کہ تمام ملک میں استحفاظیوں کا سب سے زیادہ مستحکم حصہ انتہائے جنوب مشرق کا ضلع کینٹ تھا۔[۱]

[۱] ملاحظہ ہو ای۔ کرہیل کا مضمون "برطانی انتخابات میں جغرافی اثرات"۔

ایک جنوبی ایک شمالی، ایک آزاد خیال ایک استحفاظی، ان دو برطانیہ کا وجود سیاسیات
و علم المعاشرت کے طلبا کے درمیان ہمیشہ باعثِ بحث رہا ہے۔ ڈزریلی نے اپنے ناول "سیبل" میں
اسے علمی حیثیت دیدی ہے۔ ویلز کو بحث سے خارج کرنے کے بعد
دریائے ٹرنٹ کو سرسری طور پر خطِ تقسیم قرار دے سکتے ہیں۔ ٹرنٹ کے شمال میں
طبیعت اور انداز و اطوار پر آزاد خیالی کا غلبہ ہے اور سو برس سے یہی حال
رہا ہے۔ ٹرنٹ سے جنوب میں استحفاظیت کا غلبہ ہے۔ ایک انگریز مصنف
لکھتا ہے کہ "نپولین کی لڑائیوں کے اضطراب و وحشت کا غم افزا اثر یہ ہوا ہے کہ
جنوبی ضلعوں سے ملٹن و بن ین، پم اور ہمپڈن کے روایات خارج ہو گئے
ہیں حالانکہ ایک وقت انھیں اضلاع میں یہ روایات عمیق و مستحکم تھے اور
مذکورۂ بالا اشخاص میں ہر ایک جنوب ہی کا رہنے والا تھا اور ان میں سے
ہر ایک آزادی و عمومیت کا بےخوف پیامبر تھا"۔ ۱۸۰۰ء کے بعد سے سیاسیات
میں آزادیِ خیال و عمل کی تحریک برابر شمال ہی سے آتی رہی اور جنوب کی
مستحکم مقاومت کے مقابلہ میں اپنا راستہ نکالتی رہی ہے۔ شمال ہی سے
ولبرفورس بردہ فروشی خارج کرنے کے لیے آیا، شمال ہی سے گرے، بروم
بروہیم اور اڈنبرا ریویو آئے کہ برطانیہ کو ۱۸۳۲ء کی پارلیمنٹی اصلاح کی تحریک
کریں، شمال ہی سے کابڈن اور برائیٹ آئے کہ برطانیہ کو معاشی آزادی
دیں اور امریکہ کی خانہ جنگی کی صحیح تصویر اس کے سامنے پیش کریں۔ شمال
ہی سے گلیڈسٹن آیا اور وہیں سے ۱۸۶۸ء اور ۱۸۸۰ء میں لبرلوں کی کثرت عظیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) E. Krehbiei, "Geographic Influences in British Elections"
مطبوعہ "جیاگرافیکل ریویو" اس مضمون کے ساتھ ایک نقشہ شامل ہے جس سے رنگوں میں
یہ واقع ہوتا ہے کہ ۱۸۸۵ء اور دسمبر ۱۹۱۰ء کے درمیان کے آٹھ پارلیمنٹی انتخابوں کے
مجموعی نتائج کی بنا پر فریقانہ قوت کی تقسیم کیا تھی۔ اس سلسلہ میں کسی قدر دلچسپ
کتاب اے۔ آر۔ ایچ گریٹن کی تصنیف "انگلستان کا طبقۂ متوسط" R. H. Gretton,
The English Middle Class مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء ہے۔

حاصل ہوئی۔ اور ۱۹۰۲ء کے بعد سے شمال ہی کے درمیانی انتخاب میں جنگ بوئر کے دور کی جنگجویانہ شہنشاہی اصول کے خلاف عمومیت کا شدید خروج شروع ہوا، جس کا انجام ۱۹۰۶ء میں کیمبل بینرمین کی مکمل فتح و نصرت پر ہوا۔ برطانیہ عظمیٰ کے اندر آخری صدی میں تمام ترقی کُن معاملاتِ و تحریکات اور لبرل انتظامات کو انتخابی تائید اور اخلاقی جوش بطبع شمال ہی سے حاصل ہوا، بالکل اسی طرح ٹوریوں کی شہنشاہی اصول اور ردعمل کا مستحکم ملجا و ماوا جنوب میں رہا۔"[۱]

یہ بیان کسی قدر مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ یہاں جس حد تک دعویٰ کیا گیا ہے جنوب اس حد تک مسلسل رجعت پسند نہیں رہا ہے اور (جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا ہے) سابق ترنسلوں کے اندر آزاد خیال اور استحفاظیت کے درمیان جو کچھ بھی اختلافات رہے ہوں مگر ادھر بعد کے عشرات میں استحفاظیوں نے علی التواتر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کشادہ دلی اور ترقی پسندی میں اپنے رقیبوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ تاہم، اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شمال و جنوب سیاسی طبیعت و انداز میں اساساً ایک دوسرے سے غیر مشابہ رہے ہیں اور ہیں۔ ان کی اس عدم مشابہت کے متعدد وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جنوب کے بالمقابل شمال میں حرفتی کیفیت کو غلبہ حاصل ہے۔ درحقیقت یہ حرفتی انقلاب ہی تھا جس نے اول اول گویا دو برطانیہ پیدا کیے۔ ایک صناعی و کانکنی میں منہمک اور زیادہ شہری نوعیت رکھنے والا تھا، اسے نئے مسائل سے سابقہ تھا، اسے نئے نئے قوانین اور استیصالی اصلاحات کی ضرورت تھی، دوسرا زیادہ تر زمیندارانہ اور کاشتکارانہ تھا، شہری نوعیت کے بہ نسبت اس کی نوعیت زیادہ تر دیہی تھی، وہ اول ترین زمانہ کے رسم و رواج سے بندھا ہوا تھا اور اس لیے بالطبع استحفاظی تھا۔ اتحادِ مزدوراں، مزدوروں کی سیاسی سرگرمیاں، حرفت کے فنی مطالبات کی وجہ سے تعلیم کے بلند تر

[۱] "نیویارک نیشن"، مطبوعہ ۱۷ اگست ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۶۶۔

معیار کی خواہش، یہ اور ان کے سوا دوسری تو عمیں شمال میں آزاد خیالی کی پرزور موجب بن گئی ہیں۔ دوسری طرف، جنوب ہمیشہ سے عظیم الشان فوجی و بحری تنظیمات کا خاص مرکز رہا ہے، معاشری طبقہ وارانہ خیالات وہاں پہلے موجود تھے اور عمومی اثرات کی رسائی کم ہی تھی۔ علاوہ ازیں، سلطنت برطانیہ کے ماورائے بحری مقبوضات کے واپس شدہ وظیفہ یاب انگریز زمیندار، تاجر، کھلاڑی، صاحب مراعات، اور دوسرے اکابر واعاظم ایک صدی قبل کے "نوابوں" کے جانشین، اور اسی قبیل کے دوسرے اشخاص، جو مدتوں گرم ممالک کے غیر ترقی یافتہ قوموں پر تحکم کے عادی ہو چکے تھے اور ان سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ وطن میں عمومیت کی جانب زیادہ مائل ہونگے وہ سب کے سب زیادہ تر اسی خطہ میں بودوباش اختیار کرتے ہیں۔ سب سے آخر میں علمی ادارات کے اثر کا بھی ذکر ہونا چاہیئے جن کی واقعی تعلیم نہیں تو کم ازکم ان کی گویا آب وہوا شدت کے ساتھ استحفاظی ہے، اس زمرے میں صرف قدیم دارالعلوم ہی نہیں بلکہ ایٹن اور ہیرو کے مدرسوں کے مانند بڑے مدارس بھی داخل ہیں۔ ان ادارات میں سے تین چوتھائی ٹرنٹ سے جنوب میں

لہ۔ یہ صحیح ہے کہ شمال کے بعض بڑے بڑے شہروں نے مثلاً لیورپول، برمنگھم، مینچسٹر نے علی العموم دارالعوام کے لئے آزاد خیالوں سے زیادہ استحفاظی منتخب کئے ہیں مگر ان میں سے اکثر صورتوں کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ بعض مصنوعی عناصر ایسے پیدا ہو گئے ہیں جنھوں نے طبعی میلانات کو پلٹ دیا۔ مثلاً یہ کہ لیورپول اس وجہ سے استحفاظی رہتا ہے کہ استحفاظی جب ایک مرتبہ بلدی مجلس پر حاوی تھے تو انھوں نے حرفی آبادی کے مطالبات حیرت انگیز استیصالی وضع قوانین سے پورے کر دیئے اور اس طرح قومی اور مقامی سیاسیات میں عامۃ الناس کی تائید حاصل کرلی اور اسے قائم رکھا۔ استحفاظیت کی جانب برمنگھم کا رجحان شہر کے سب سے زیادہ ممتاز مدبر جوزف چمبرلین کے اثر کی وجہ سے ہے۔ مینچسٹر پہلے استحفاظی تھا مگر "اصلاح محاصل درآمد" پر اعتراض کرنے کے بعد وہ ۱۹۰۶ء میں لبرلوں کی جانب آگیا۔

واقع ہیں۔

پس عموماً جن اقطاع میں لوگ زیادہ تر صنعت وکانکنی میں مشغول ہیں وہاں آزاد خیالی ہے اور جہاں لوگ زراعت میں مشغول ہیں وہاں استحفاظیت ہے؛ اور زرعی اضلاع میں سے بھی جو ضلعے سب سے زیادہ زرخیز اور سب سے زیادہ اچھے محل پر واقع ہیں (جیسے کنٹ) وہ سب سے زیادہ قطعی طور پر استحفاظی ہیں۔ جن اقطاع میں چھوٹے چھوٹے زمینداروں کی کثرت ہے وہ اغلباً آزاد خیال ہیں۔ اسکاٹلینڈ اس وجہ سے آزاد خیال ہے کہ وہاں زمینداری سے عناد ہے، تعلیم کی حالت غیر معمولی طور پر بلند ہے، متوسط و مزدوری طبقات میں آزادی کا احساس اور قوی عمومیت پسندی موجود ہے، اور امرا تعداد و اثر دونوں میں کمزور ہیں۔ ویلز اس وجہ سے آزاد خیال ہے کہ وہاں صنعت و کانکنی کو تفوق حاصل ہے، بڑے بڑے زمیندارانہ علاقوں کی قلت ہے، طرز ماند و بود کے شدید طریقہ اور مذہبی منحرفین کی قوت کی وجہ سے استقلال خیالی کی پرورش ہوتی ہے [۱]

پارلیمنٹ کے اندر فریقانہ تنظیم

انگلستان کے فریقوں کے طولانی و مسلسل نشو ونما اور سیاسی نظم میں ان کی عام اہمیت، کی وجہ سے کسی کو یہ دیکھکر متعجب نہ ہونا چاہیے کہ ان فریقوں نے اپنے ارکان کو باہم مربوط رکھنے، اصولوں اور حکمت عملیوں کے بنانے، مختلف عہدوں کے لئے امیدواروں کے منتخب کرنے اور رائے دہی کے مواقع پر جب مقابلہ ہو تو رائے دہندوں کو اپنی جانب کر لینے کے لئے، بہت نازک و پیچیدہ کل تیار کر لی ہے۔ سیاسی زندگی و اقتدار کے لئے ہر جگہ مسلسل و مربوط تنظیم کی ضرورت ہے مگر جس سلطنت پر کابینہ کے ذریعہ سے حکومت ہو وہاں

---

[۱] فریقانہ قوت اور سیاسی مدّوجزر سے ہم یکساں مضامین کی نفیس بحث کے لئے لوول کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم ابواب ۳۵-۳۶ دیکھنا چاہیے۔

اس کی خصوصیت کے ساتھ ضرورت ہے کیونکہ وہاں ہر وقت یہ ممکن ہے کہ انتخاب پیش آ جائے اور وہ بھی نہایت ہی غیر متوقع حالات کی وجہ سے۔ وہاں معینہ "فرصت کے سال" نہیں ہوتے جس میں کوئی فریق ڈھیل ویسے جیسا کہ امریکی فریقوں کے لئے ممکن ہے۔ بلکہ وہاں پر فریق کو فوری جنگ کے لئے ہمہ وقت ساز و سامان درست رکھنا چاہیئے۔ یہ امر برطانیہ عظمیٰ سے زیادہ اور کہیں صادق نہیں آتا، اور اس پر یہ اضافہ ہو سکتا ہے کہ اہل برطانیہ نسبتاً ہر ایک دوسری اہم قوم سے زیادہ ایک طرح کے دائمی سیاسی بحث و مباحثہ اور اشتغال کی حالت میں بسر کرتے ہیں، معمولی اوقات کے متعلق تو یہ امر بہر نوع صحیح ہے۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ "فریقانہ نظم" اور "کابینی نظم" دونوں ساتھ کے ساتھ پیدا ہوئے اور دونوں میں تا امکان قریبی تعلقات رہے ہیں۔ قدیم ترین فریقانہ تنظیم کابینہ تھا اور درحقیقت اس وقت تک کابینہ ہی سب سے بلند فریقانہ قوت ہے۔ تمام عملی مقاصد کے لئے کابینہ فریقانہ حکومت ہے اور اس حیثیت میں وہ کسی خارجی تنظیم کے اقتدار کار روا دار نہیں ہو سکتا، یہ صحیح ہے کہ جس فریق کو اقتدار حاصل نہیں ہوتا اس میں کوئی کابینہ نہیں ہوتا مگر اس میں مسلمہ سرگروہوں کا ایک گروہ ہوتا ہے اور اگر وہ فریق بر سر اقتدار ہو جائے تو یہی سرگروہ اس کا کابینہ بن جائیں گے چنانچہ فریقانہ انتظام کے اغراض کے لئے یہ لوگ ایک معقول حد تک ویسے ہی فرائض ادا کرتے ہیں گویا وہ وزارتی عہدوں پر فائز ہیں۔ دونوں ایوانوں کے اندر حکومت اور سرگردگان مخالفت، فریقانہ کل کے جملہ ضروری پرزوں کو پورا کرتے ہیں صرف ایک چھوٹا سا گروہ "وھپ" کا اس سے مستثنےٰ ہے، جس کا کام زیادہ تر یہ ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ جب کسی اہم مسئلہ پر رائے لیجا رہی ہو تو تمام فریقانہ ارکان اپنی جگہوں پر موجود ہوں۔ حکومت کے وھپ جن کی تعداد بالعموم چار ہوتی ہے وہ ثقل وزرائے سمجھے جاتے ہیں اور انھیں اس اصول پر سرکاری خزانہ سے تنخواہیں ملتی ہیں کہ ان کا فرض یہ ہے کہ

وہ نصاب کی تکمیل رکھیں تاکہ رقوم پر رائے حاصل ہو سکے[1] فریق مخالف کے
وھیپ جن کی تعداد علی العموم تین ہوتی ہے، وہ لامحالہ خانگی ارکان ہوتے
ہیں، جنھیں سرگروہ نامزد کرتے ہیں اور انھیں کوئی تنخواہ نہیں ملتی۔

وھیپ فریقانہ سرگروہوں کی عام ہدایت کے تحت کام کرتے ہیں،
درحقیقت پارلیمنٹ کے اندر فریقانہ تنظیم کے متعلق سب سے اہم امر انھیں سرگروہوں
کا اقتدار مطلق ہے۔ چھوٹے گروہوں کے معاملہ میں یہ ہوتا ہے کہ دارالعوام
کے اندر اس فریق کے جتنے ارکان ہوتے ہیں سب کے سب اپنی روش
کے مسائل پر غور و خوض کرنے کے لئے گاہ بگاہ بزم منعقد کرتے رہتے
ہیں، مگر بڑے فریقوں میں یہ طرز عمل بالکل نامعلوم ہے۔ یہ ضروری ہے کہ
کبھی کبھی کسی سیاسی دائرے میں عام جلسے منعقد ہو جاتے ہیں مگر ان جلسوں
کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو مخاطب کریں اور انھیں ہدایت
دیں، یہ مقصد بالکل نہیں ہوتا کہ یہ جلسے آزادانہ و عام تبادلہ رائے کے مواقع
بہم پہنچاتے ہوں۔ اس قاعدے میں ایک استثنا صرف اس وقت پیش آتا ہے
جب فریق کے باقاعدہ سرگروہ اعلیٰ کا انتخاب ہوتا ہے، اور اس وقت اگرچہ
عام بحث و مباحثہ ہوتا ہے مگر پھر بھی اغلب یہی ہے کہ فیصلہ چند خاص ارکان
کے قبضۂ اقتدار میں ہو۔ پارلیمنٹ کے اندر، فریقانہ تنظیم اپنی حد تک بالکل
مکمل ہوتی ہے۔ تائید کے ان اظہارات کے سوا جو انتخابات کے وقت
میں ہوتے ہیں اور کسی طرح پر عام فریق اپنے سرگروہوں کا انتخاب نہیں کرتا
بلکہ اس سرگروہِ اعلیٰ تک کا انتخاب نہیں کرتا جو فریق کے برسر اقتدار ہونے کے

---

[1] حکومت کا اعلیٰ وھیپ "خزانہ کے پالیمنٹی معتمد" کے عہدے پر فائز ہوتا ہے
اور دوسرے تین وھیپ "خزانہ کے امرائے ماتحت" ہوتے ہیں۔ وھیپوں کی ابتدا
کے متعلق اسٹروگورسکی کی کتاب "عمومی اور سیاسی فریقوں کی تنظیم"
Ostrogorski, Democracy and the organization of Political Parties,
جلد اول صفحہ ۱۳۷ - ۱۴۰ دیکھنا چاہیئے۔

وقت حکومت کا صدر ہوگا۔ پارلیمنٹ کے اندر کی فریقانہ تنظیم اور کل قوم کے فریقانہ تنظیمات کے درمیان ایک اہم واسطہ ہے (جس کا بیان ابھی ابھی ہوگا) اور یہ واسطہ وہ مخصوص ادارہ ہے جو مرکزی دفتر کے نام سے مشہور ہے۔ لبرل اور کنسرویٹو دونوں کے مرکزی دفاتر ہیں لبرلوں کا مرکزی دفتر رسماً "سنٹرل لبرل ایسوسیشن" (لبرلوں کی انجمن مرکزی) کے گماشتہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے، جو فریقانہ سرمایہ کے چند سو چندہ دینے والوں کی رضاکارانہ جماعت ہے مگر در حقیقت اُس دفتر کی رہبری ایک عاملانہ جماعت کرتی ہے جس کا انتخاب فریق کے دصپ کرتے ہیں۔ استحفاظیوں کی کوئی مرکزی انجمن نہیں ہے اور مرکزی دفتر کے کام کی رہبری رسماً و واقعاً دونوں اعتبار سے اُس فریق کے تین خاص اشخاص کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، یعنی سرگروہ اسلے، اعلےٰ دصپ اور خاص فریقانہ گماشتہ دونوں صورتوں میں مرکزی دفتر فی الاصل دصپ کے دفتر کا توسیع ہے، اور کام گماشتہ تو خاص اور اُس کے مددگار انجام دیتے ہیں۔ استحفاظی دفتر (جو دوسرے دفتروں سے متمول ہے) مرکزی صوبوں میں تنخواہدار گماشتے رکھتا ہے۔ لبرل دفتر مجبور ہے کہ دوسری قسم کے متوسطین خاص کر مقامی فریقانہ انجمنوں کے ذریعہ سے کام لے۔ دونوں صورتوں میں جو کام انجام پاتے ہیں وہ مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں مگر ان تمام کاموں کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ انتخابات کے جیتنے سے ہوتا ہے۔ کتابیں، رسالے وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں، روپیہ حاصل کیا جاتا اور خرچ کیا جاتا ہے، حلقہائے انتخاب کو نووان کی درخواست پر امیدواروں کے تلاش کرنے میں مدد دیجاتی ہے۔ مرکزی دفتر پارلیمنٹ کے اندر کے فریقانہ نظم کے ساتھ بہت قریبی طور پر مربوط ہوتا ہے اور پارلیمنٹ کے اندر فریقانہ سرگروہ اپنے فریق کے مقصد کے لئے جس کام

لہ۔ لوئل کو "حکومت انگلستان" Lowell : Government of England
جلد اوّل باب ۱۵۔

کی تکمیل کے خواہاں ہوتے ہیں اس کی انجام دہی کے لئے وہ باہر کے عظیم الشان فریقانہ تنظیمات کے بجائے زیادہ تر اسی دفتر پر نظر ڈالتے ہیں۔ تاہم خوبیٔ کار کا اقتضاء یہ ہے کہ مرکزی کارکن اس طرح کام نہ کریں جو اپنے مقاصد میں عام قومی تنظیمات (یعنی آزاد خیال قومی وفاقیت اور استحفاظی قومی اتحاد) کے مغائر واقع ہوں۔ بلکہ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ اگر بالکل قریبی نہیں تو ہموار تعلقات باہمی قائم رکھے جائیں۔ ہر ایک فریق اپنا مرکزی دفتر اور اپنی عمومی تنظیم کا صدر مقام پارلیمنٹ اسٹریٹ میں رکھتا ہے اور بالعموم ایک تنظیم کا معتمد دوسری تنظیم کا اعزازی معتمد بنا دیا جاتا ہے۔

مقامی فریقانہ تنظیمات

پارلیمنٹ سے باہر فریقانہ ترقی کی رفتار سست رہی۔ مقامی فریقانہ انجمنیں سب سے پہلے ۱۸۳۲ء کے "قانون اصلاح" کے بعد میدان میں آئیں کل قوم پر حاوی فریقانہ تنظیم کو قائم ہوئے مشکل سے پچاس برس ہوئے ہونگے[۱] ایک لمحہ کا تصور اس کا سبب واضح کر دینے کے لئے کافی ہے، ۱۸۳۲ء کے قبل انتخاب کنندگان قلیل التعداد اور منتشر تھے بوسیدہ قصبات والی نشستیں نقد معاوضہ پر فروخت ہوتی تھیں۔ جن جگھوں کا تعلق جیبی قصبات سے تھا وہ کسی امیر کبیر کے حکم پر رسمی انتخاب سے یا بغیر انتخاب ہی کے پُر کر دیجاتی تھیں۔ جو حلقے واقعی ارکان کا انتخاب کرتے تھے ان میں سے بیشتر حلقوں میں، رائے دہی صرف معدودے چند افراد تک محدود تھی۔ صرف وسٹ منسٹر وغیرہ ایسے مقامات میں کہیں کہیں انتخاب کنندگان کی تعداد اتنی وسیع تھی کہ مقامی فریقانہ تنظیم کی بنیاد بن سکے۔ ۱۸۳۲ء کے قانونِ اصلاح نے

[۱] قطعی فریقانہ نہیں تو مختلف قسم کی سیاسی انجمنوں کا وجود اس سے بہت پہلے سے قائم تھا۔ ملاحظہ ہو اسٹرگورسکی، عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم
"Ostrogorski, Democracy and The organization of Political Parties"
جلد اول صفحات ۱۱۷ - ۱۳۴۔

پانچ لاکھ نئے انتخاب کنندے بناکر اور حلقوں کی ترتیب جدید اس طرح قائم کرکے کہ عملاً تمام صورتوں میں نمائندوں کا انتخاب ایک معقول تعداد کے قبضے میں آجائے، صورت حال کو بدل دیا۔ اس سے فوراً ہی یہ مسئلہ پیدا ہوگیا کہ انتخاب کنندگان کی تنظیم اس نظر سے ہونا چاہیئے کہ ان نتائج کی تکمیل ہوسکے جو اب تک انفرادی صوابدید یا چند متعلقہ افراد کے غیر رسمی مشورت سے انجام پاتے تھے اور اس صدی کے حصص مابعد میں خاص کر ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کے قوانین کے تحت میں، جب انتخاب کنندگان کی تعداد وسیع ہوگئی تو فریقانہ تنظیم کی ضرورت برابر بڑھتی گئی۔

سب سے پہلے مقامی، فریقانہ تنظیمیں تسجیل اسما کی خودساختہ انجمنیں تھیں جن کا ابتدائی مقصد یہ تھا کہ جدید، ناتجربہ کار اور اکثر کارہ رائے دہندوں کے نام پارلیمنٹ کی تسجیل رائے وہی میں درج کرادیں اور جب تک یہ رائے دہندے ان کے فریق کی تائید پر آمادہ رہیں انھیں وہاں قائم رکھیں۔ لیکن اس پر یہ بھی اضافہ ہوسکتا ہے کہ ان انجمنوں کا مقصد یہ تھا کہ رائے دہندے اگر ان کے فریق کی جانب رائے دینے پر مائل نہ ہوں تو حتی الامکان انھیں اس تسجیل سے خارج رکھیں۔ دونوں فریقوں میں اس قسم کی انجمنیں ۱۸۳۲ء کے وضع قوانین کے بعد ہی پیدا ہوگئیں، اور ۱۸۸۴ء تک وہ تمام ملک میں عام ہوگئیں۔ اس کے بعد ہی ان کی سرگرمیوں میں وسعت ہوئی، رائے دہندوں کو ان کے مکانوں پر جاکر سمجھانا امیدواروں کے متعلق اطلاعیں بہم پہنچانا، ڈانواڈول رائے دہندوں کو ترغیب دینا اور وفاداروں کو مقامات رائے دہی پر پہنچانا، یہ تمام امور ان کے مقاصد میں داخل ہوگئے[1]۔

[1]۔ "بڑمک" کے پیدا ہونے کے قبل کے سیاسی تنظیمات کا حال اوسٹروگورسکی کی مذکورہ بالا کتاب کی جلد اول صفحات ۱۳۵۔ ۱۶۰ پر بہت تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے، اور فریقانہ سرگرمیوں پر ۱۸۳۲ء کے "قانون اصلاح" کے اثرات کو سیمور نے بیان کیا ہے۔ "انگلستان و ویلز میں انتخابی اصلاح" Scymour, Electoral Reform in England and Wales باب چہارم

۱۸۶۷ء میں ایک قدم اور بڑھایا گیا۔ اس سال کے قانونِ اصلاح نے شمال کے بعض بڑے بڑے شہروں کو پارلیمنٹ کے تین تین ارکان دیئے، مگر اقلیتوں کی نمائندگی کے خیال سے یہ قرار دیدیا کہ ہر ایک انتخاب کنندہ صرف دو امیدواروں کے لئے رائے دے۔ برمنگھم کے استیصالی طبیعت کے لبرلوں نے اس تجویز کو اچھا نہ سمجھا اور ان کی مقامی انجمنوں نے ایک ایسی تجویز نکالی کہ اپنے برو کے آزاد خیال رائے دہندوں کو اس طرح سے ترتیب دے کہ غور و فکر سے اندازہ کی ہوئی تقسیم آرا کے بموجب وہ تمام نشستوں پر قابض ہو جائیں۔

اس تنظیم جدید میں خاص امر یہ تھا کہ خود ساختہ لبرل انجمن کو ایک فریقانہ "بزنگ" میں بدل دیا جائے جس میں برو کے تمام محصول ادا کرنے والے لبرل شامل ہوں اور اس "بزنگ" میں منتخب شدہ عہدہ دار ہوں، ایک نیابتی مجلس عاملہ ہو، اور اس تنظیم پر نگرانی رکھنے اور برو کو جو تین نشستیں حاصل تھیں، ان کے لئے لبرل امیدوار نامزد کرنے کے لئے ایک عام وسیع مجلس ہو۔ اس بزنگ نے ۱۸۶۸ء کے انتخابات میں اپنی اہلیت ثابت کردی، اور برمنگھم کے سیاسیات کی ایک مسلمہ ہیئت بن گئی۔ جوزف چیمبرلین کی سرگروہی میں یہ بزنگ ۱۸۷۳ء میں اور بھی زیادہ عمومی ہوگئی جن اصولوں پر اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، وہ وسیع بحث و مباحثہ اور بہت زیادہ اختلاف آرا کا سبب بن گئے۔ مگر عام طور پر یہ خیال پسند کیا گیا اور ۱۸۷۶ء تک لبرلوں کی اس قسم کی تنظیم تقریباً سو مقامات پر ہو گئی۔ ۱۸۷۷ء میں قومی لبرل وفاقیہ کے قیام سے اس تحریک کو پُر زور قوت حاصل ہوگئی کیونکہ اس تنظیم میں اول ہی سے وہ عمومی مقامی مجلسیں شامل تھیں جو بزنگ برمنگھم کے نمونہ پر بنائی گئی تھیں (اس کا بیان آگے آتا ہے)۔ وفاقیہ سے تعلق رکھنے والی مجلسوں کی تعداد دس برس کے اندر سات سو سولہ ہوگئی۔ [1]

[1] بزنگ کے عروج کی کیفیت کو اوسٹروگورسکی نے اپنے مضمون "داخلہ بزنگ

ان روشوں پر لبرلوں کی تنظیم اضلاع کے بہ نسبت شہروں میں زیادہ سرعت کے ساتھ جاری ہوئی کیونکہ شہر کے لوگوں کی تنظیم زیادہ آسان تھی اور اس وجہ سے بھی کہ لبرلوں کی قوتوں کا غلبہ شہری حدود ہی میں زیادہ تھا مگر موجودہ صدی کے آغاز ہوتے ہوتے ہر ایک ایسے دیہی و شہری حلقہ میں جہاں اس فریق کی قلت مایوس کن نہ رہی ہو، ایک لبرل انجمن قائم ہوگئی تھی (برٹش کے بہ نسبت لبرل انجمن کا لفظ زیادہ عام طور پر استعمال ہوتا ہے)، ایک رسالے میں جس کا نام "لبرلوں کی ہدایت کے لئے اشارات وکنایات" ہے وفاقیہ نے ان مجلسوں کے لئے خاطر خواہ تنظیم کا خاکہ مرتب کر دیا ہے۔ یہ امر خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ سلطنت ان مقامی انجمنوں یا کسی دوسرے فریقانہ تنظیم کا انضباط نہیں کرنا چاہتی جس کی وجہ سے بالطبع کچھ نہ کچھ اختلافات موجود ہیں۔ لیکن عام طور پر ہر ایک دیہی پیرش میں ابتدائی انجمن ہوتی ہے، ہر ایک چھوٹے شہر میں بھی اسی قسم کی انجمن ہوتی ہے جس میں ایک منتخب شدہ مجلس عاملہ ہوتی ہے۔ صوبہ کی ہر ایک پارلیمنٹی قسمت میں ایک مجلس اور ایک ذیلی جماعت عاملہ ہوتی ہے۔ ہر ایک پارلیمنٹی برو کی تنظیم حلقوں میں ہوتی ہے اور برمنگھم کے طریق پر اس میں عہدہ دار اور مجالس ذیلی ہوتی ہیں۔

مقامی تنظیم میں کنسرویٹو کسی طرح اپنے رقیبوں سے پیچھے نہ تھے اور مقامی مجلسوں کی ایک ایسی لیگ بنانے میں جو کل قوم پر حاوی ہو

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) بہ انگلستان" مطبوعۂ "پولٹیکل سائنس کوارٹرلی" جون ۱۸۹۳ء میں بہت وضوح سے بیان کیا ہے۔ اس مصنف کی کتاب "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم"

Ostrogorski, Democracy and the Organization of Political Parties,

جلد اول صفحات ۱۶۱۔ ۲۴۹ میں زیادہ وسیع بیان موجود ہے۔ اس کی اہم ہیئتوں کو لوئل نے اپنی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England

جلد اول صفحات ۴۶۹۔ ۴۸۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

وہ پورے دس برس اپنے رقیبوں سے آگے رہے۔ مقامی کنسروٹیو انجمنیں سب سے زیادہ تعداد میں ۱۸۶۷ء کے قانون اصلاح کے بعد بنیں، اور ۱۸۷۴ء میں جب اس فریق نے ۱۸۴۱ء کے بعد سے پہلی مرتبہ دارالعوام میں کثرت حاصل کی ہے، انگلستان و ویلز میں ان انجمنوں کی تعداد کم و بیش ساڑھے چار سو تھی۔ آئندہ کے دو برسوں میں یہ تعداد تقریباً دوچند ہو گئی۔ برنگ برمنگھم اور عام طور پر لبرلوں کی کل کے پر زور اثرات استحفاظی تنظیم کنندگان کے لئے رائگاں نہیں گئے۔ اس کے علاوہ مقامی تنظیموں میں سے بہت سی تنظیمیں بیشتر یا بالکلیہ مزدوروں پر مشتمل تھیں۔ اس تدریج نیابتی اصولوں کو عمل میں لانے کا موقع زیادہ دیا گیا اور استحفاظیوں کی مقامی فریقانہ جماعتیں لبرل جماعتوں سے کچھ کم عمومی نہیں رہیں۔ اس کل کی پوری تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا لبرلوں میں ہے ویسا ہی یہاں بھی ہے کہ وفاقیہ کے اعلیٰ عہدہ دار تنظیم کی بعض صورتوں کی سفارش کرتے ہیں جو جلسہ ہائے عامہ، ذیلی جماعتوں، کونسلوں اور عہدہ داروں پر اس طرح سے مشتمل ہوتی ہیں کہ ان کے ذریعے سے پیرش، حلقے، قسمتہائے صوبہ، برو اور دوسرے سیاسی رقبات کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اور بیشتر ان سفارشوں پر لحاظ کیا جاتا ہے۔ مقامی تنظیم پر خرچ کرنے کے لئے لبرلوں کے بہ نسبت استحفاظیوں کے پاس روپیہ زیادہ ہے، اور انھوں نے ملک کو زیادہ قوت کے ساتھ گھیر لیا ہے مگر وہی قصبوں کے بہ نسبت برو کے اندر اپنے پیرؤں کی تنظیم میں دونوں فریقوں کو نسبتاً زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔[1]

استحفاظی قومی اتحاد یہ ایک لابدی امر تھا کہ کسی خاص فریق کے اغراض کو ترقی دینے کے لئے مقامی انجمنوں کی ایک کثیر تعداد

---

[1] لوئل، "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول ابواب ۲۶ - ۲۸۔

کے وجود میں آجانے کے بعد یہ انجمنیں کسی نہ کسی لیگ یا اتحاد کی شکل میں باہم مربوط ہو جائیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، اس معاملہ میں استحفاظیوں نے سربراہی کی اور اس کی خاص محرک دونوں فریقوں کی یہ سرگرم کوشش ہوی کہ ۱۸۶۷ء میں جن قصباتیوں کو حق رائے دہی ملا تھا انھیں اپنے قبضہ میں کرلیں۔ استحفاظیوں کے قومی اتحاد اور ان کی دستوری انجمنوں کی بنا ایک کانفرنس کے موقع پر رکھی گئی جس کا انعقاد نومبر ۱۸۶۷ء میں ہوا تھا۔ اس کے دستور میں ایک خالص وفاقی تنظیم کی شرط رکھی گئی تھی جس کے ارکان افراد نہیں بلکہ انجمنیں قرار دی گئی تھیں۔ ہر ایک استحفاظی یا دستوری انجمن ایک گنی سالانہ ادا کرنے پر اس میں شریک ہو سکتی تھی، اس کی حکومت کی کل حسب ذیل طریق پر قائم کی گئی تھی۔ (۱) ایک کانفرنس جو (اتحاد کے عہدہ داروں کے علاوہ) ان مندوبوں پر مشتمل ہو جن کا انتخاب مختلف رکنی انجمنوں نے کیا ہو، اور ہر انجمن کو دو دو مندوب مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا۔ (۲) ایک کونسل (مجلس) جو اتحاد کے عہدہ داروں، مستشار کے منتخب کردہ چوبیس اشخاص، اور خاص خاص صوبجاتی انجمنوں کے پسند کردہ نبیں افراد پر مشتمل ہو، اور جسے چند اعزازی ارکان کے اضافہ کا بھی اختیار تھا۔ (۳) ایک صدر، ایک خازن، اور ایک مجلس امنا جن کا انتخاب مستشار کی جانب سے ہو۔

اس تنظیم جدید کو اپنا کام شروع کرنے میں کافی وقت لگا، دس برس کی مدت میں مقامی انجمنوں میں سے ایک ثلث اس میں شریک ہوئیں، تاہم اس نے اپنی سودمندی اس طرح ثابت کر دی کہ وہ استحفاظی خیالات وطرق کے اشاعت کا مستقر بن گئی اور ۸۶-۱۸۸۵ء میں جدید ترتیب کے بعد جب سے اس کی بنیاد وسیع اور اس کی کل مستحکم ہو گئی، اس نے اس ذریق کی عام تائید حاصل کر لی۔ ۱۸۸۸ء تک اس سے رابطہ رکھنے والی انجمنوں کی تعداد گیارہ سو سے بڑھ گئی۔ اس کی ہیئت کے خاص تغیرات میں ایک تغیر یہ تھا کہ انگلستان و ویلز کو دس قطعات میں تقسیم

کر دیا گیا اور ہر ایک قطعہ میں ایک قسمی تنظیم قرار دی گئی جو اپنی ترتیب میں خود اتحاد کی ترتیب کے مشابہ تھی۔ یہ قسمتی کانفرنسیں فریقانہ غور و فکر کے لئے اہم درمیانی ذرائع کار بننے میں ناکام رہیں مگر یہ نئی کل بہت سہولت سے فریقانہ اشاعت و انضباط کا کام دینے لگی۔ اس فریق کے لئے کانفرنس ہی غور و خوض کا اعلیٰ ذریعہ کار رہی، جس کا اجلاس ہر سال کسی نہ کسی اہم شہر میں ہوتا رہا[1] اولاً اس جماعت نے یہ نہیں کیا کہ عام حکمتِ عملی کے مسائل پر اپنے خیالات کا باضابطہ اظہار کرے مگر ۱۸۸۵ء کے بعد سے اس نے نہ صرف اس قسم کے معاملات کو زیر بحث لانے بلکہ ان سے متعلق قرار دادیں منظور کرنے کے حق کا آزادانہ استعمال کیا۔ بظاہر اصول کے یہ اظہارات، ان لوگوں کی ہدایت کے لئے ہوتے ہیں جو پارلیمنٹ کے اندر اور ملک کے سامنے اس فریق کی روش کے براہِ راست ذمہ دار ہوتے ہیں، یہ فریق اگر برسرِ اقتدار ہے تو یہ اشخاص وزرا ہونگے، اور اگر وہ برسرِ اقتدار نہیں ہے، تو یہ اشخاص فریق مخالف کے سرگروہ ہونگے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ پارلیمنٹی حلقوں کے اندر ان اعلانات پر بہت ہی کم توجہ کی جاتی ہے کنسرویٹو کانفرنس نے ۱۹۰۳ء سے قبل ترجیحی محاصل کے متعلق متواتر قرار دادیں منظور کیں مگر سیاسی سمندر میں ذرا بھی تموج نہ ہوا۔ وہی تجاویز جب وزیر مستعمرات کی طرف سے پیش ہوئے تو ایک طوفان برپا ہو گیا۔ ۱۹۱۴ء سے قبل اس مستشار نے بار بار عورتوں کی حق رائے دہی کا اعلان کیا مگر پارلیمنٹی ارکان پر اس کا کچھ اثر نمایاں نہ ہوا۔

اول سے آخر تک اتحاد کی سود مندی کا حلقۂ اثر فریقانہ سرگروہوں اور قانون سازوں کی بہ نسبت رائے دہندوں پر حاوی رہا ہے۔

---

[1] سہ سالہ جلسوں کی تجویز، جن کا انعقاد لامحالہ لندن میں ہوتا تھا، ۱۸۶۳ء ترک کر دی گئی۔

یہ اتحاد کبھی اس قابل نہیں ہوا کہ پارلیمنٹ کے اندر کی فریقانہ تنظیم کی خودمختاری پر غالب آجائے۔ جیساکہ بیان ہوچکا ہے اسے براہِ راست ان فریقانہ سرگروہ اعلیٰ کے انتخاب میں کچھ دخل نہیں جو فریق کے برسرِ اقتدار ہونے کی صورت میں وزارت عظمیٰ کے نہایت اعلےٰ عہدے پر فائز ہوگا۔ بقول لوئل خود اس کا کام درحقیقت ایک تبلیغی جماعت کا ہے۔ وہ، جہاں ضرورت ہوتی ہے نئی مقامی انجمنوں کی تنظیم کرتی ہے، جن مقامی انجمنوں کو خاص مشکلات پیش آجاتے ہیں، انھیں مدد دیتی اور ان کی ہمت افزائی کرتی ہے کتب ورسائل وغیرہ تقسیم کرتی اور عام خطبوں کا انتظام کرتی، اطلاعات جمع کرتی اور انھیں شائع کرتی ہے ان صورتوں میں وہ بے بہا خدمت انجام دیتی ہے مگر فریق کو عمومی نگرانی کے تحت میں لانے، رائے قائم کرنے اور فرقی رائے عامہ کے تعین کی اور انھیں عمل میں لانے کے لیے یہ اتحاد محض ایک نمائشی شئے ہے[1] ۱۹۰۶ء میں یہ کل ازسرِنو مرتب ہوی اور اسے پہلے سے زیادہ بنابنی بنادیا گیا لیکن ہماری یہ رائے اس وقت بھی واقعات پر اتنی ہی حاوی ہے جتنی پہلے تھی[2]

---

[1] لوئل، حکومت انگلستان Lowell, Government of England
جلد اول صفحہ ۵۰۷۔ قومی اتحاد کے بہترین حالات کتب ذیل میں ہیں:۔ لوئل حسب بالا، جلد اول باب ۳۔ اوسٹروگورسکی "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم"
Ostrogorski, Democracy and the Organization of Political Parties,
جلد اول صفحات ۲۵۰۔ ۲۸۶۔ فریقانہ طریقوں کا پورا پورا بیان اوسٹروگورسکی کی کتاب بالا، جلد اول صفحات ۳۲۹۔ ۵۰۱ میں ہوا ہے۔

[2] قسمتی تنظیم کی ترتیب جدید ہوی اور اسے وسعت دی گئی۔ اور مجلس جس کا نام اب مرکزی مجلس رکھا گیا، اسے اس قدر بڑھایا گیا کہ اس میں (اور دوسرے افراد کے ساتھ) ہر ضلع کے لیے پچاس ہزار رائے دہندوں یا ان کے جزو کے لیے ایک نمائندہ رکھا گیا اور پارلیمنٹی برو کے لیے پچیس ہزار کے لیے

قومی لبرل وفاقیہ ۱۸۷۴ء کے انتخابات میں استحفاظیوں کی کامیابی کو زیادہ تر ان کی اعلیٰ تنظیم کی جانب منسوب کیا گیا تھا، اور لبرلوں میں یہ خیال راسخ ہو گیا کہ انھیں بھی قومی طور پر اپنی تنظیم کرنا چاہیے۔ برنگھم نے اس کی ابتدا کی اور ایک مستشار جس میں پچانوے مقامی انجمنوں کے نمائندے شامل تھے مئی ۱۸۷۷ء میں شہر برنگھم میں منعقد ہوئی۔ ایک دستور قبول کیا گیا، عہدہ داروں کا انتخاب ہوا (جس میں زیادہ تر برنگھم کے باشندے تھے اور چمبرلین صدر مقرر ہوا) اور "قومی لبرل وفاقیہ" کے نام سے ایک تنظیم کی بنا رکھی گئی جس کا مقصود نہ صرف تمام ملک کے اندر فریقانہ کل کو تقویت دینا تھا بلکہ فریقانہ حکمت عملی کے بنانے پر اقتدار نہیں تو وسیع اثر پیدا کرنا بھی مقصود تھا۔ درحقیقت اس نئی آزاد خیالانہ تنظیم اور استحفاظی قومی اتحاد کے درمیان خاص فرق یہی تھا کہ آخر الذکر کا تقریباً تمامتر مقصود اشاعتِ اغراض و انضباط تھا، اس کے برخلاف اول الذکر کا اگر مقصد اولین نہیں تو خاص مقصد یہ تھا کہ وہ مخصوص حکمتِ عملی کی متعین کرنے والی ہے۔ بالفاظ لوئل جیسا کہ مسٹر چمبرلین نے ظاہر کیا تھا اس سے توقع یہ تھی کہ شہنشاہی جماعت مقننہ سے باہر یہ تنظیم ایک لبرل پارلیمنٹ ہوگی، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مستشار پارلیمنٹ کا کام کرنے لگے گی بلکہ وہ یہ قرار دے گی کہ پارلیمنٹ کو کیا کام کرنا چاہیے یا یوں کہیں کہ لبرل ارکان کو کیا کام پارلیمنٹ کے روبرو پیش کرنا چاہیے اور انھیں کیا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ اس طریق سے یہ ہوتا کہ جہاں تک لبرل فریق کا تعلق تھا اہم مسائل پر آغاز کرنے کا کام ارکانِ وزارت کے ہاتھوں سے نکل کر اس وفاقیہ کی طرف منتقل ہو جاتا[1] اس نئی تنظیم کی حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ایک نمائندہ رکھا گیا۔ یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ یہاں جس "قومی اتحاد" کا بیان ہوا ہے وہ صرف انگلستان و ویلز پر محیط ہے۔ اسکاٹلینڈ اور آیرستان کے تنظیمات اس سے جداگانہ ہیں۔

[1] حکومتِ انگلستان Government of England جلد اول صفحہ ۵۰۴۔

اس طرح قرار دی گئی تھی کہ وہ استحفاظی اتحاد کی حکومت کے بہ نسبت زیادہ عمومی ہو۔ اس میں خاص صاحب اقتدار ایک کونسل تھی جو مقامی انجمنوں کے مندوبوں پر مشتمل ایک نیابتی جمعیت تھی، یہ قائم مقام استحفاظی کانفرنس کی طرح ہر انجمن کی جانب سے دو دو نہیں تھے بلکہ بلحاظ آبادی پانچ سے بیس تک تھے۔ اپنے سالانہ جلسوں کے مواقع پر یہ جماعت ایک صدر، ایک نائب صدر، ایک خازن، اور ایک اعزازی معتمد کا انتخاب کرتی تھی، اور یہ عہدہ دار ہر ایک مقامی انجمن کے (دو سے پانچ تک) منتخب کردہ مندوبوں اور خود اپنے پچیس نامزد کردہ اشخاص کے ساتھ مل کر ذیلی مجلسِ عام بن جاتے تھے۔ کونسل "لبرل پارلیمنٹ" تھی جس میں سائل زیر بحث اور حکمت عملیوں کی چھان بین ہوتی تھی۔ مجلس ذیلی جس نے اپنا صدر مقام برمنگھم میں قائم کیا تھا، عاملانہ کارپرداز بن گئی تھی جس کا کام زیادہ تر یہ تھا کہ وہ مقامی انجمنوں کی تنظیم کرے اور اپنے فریق کی اخلاقی حالت کو قائم رکھے۔

استحفاظی اتحاد کے مانند، لبرل وفاقیہ نے بھی آہستہ آہستہ ترقی کی۔ پہلے سال میں سو سے زائد مقامی انجمنوں نے اس میں شرکت نہیں کی اور ۱۸۸۶ء تک یہ تعداد دو سو پچیس سے آگے نہیں بڑھی۔ اس موقع پر پہنچکر گلیڈسٹن کے پہلے مسودہ خود حکومتی کی بنا پر اس فریق میں جو تفریق پیدا ہوئے اس سے کامل تباہی کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔ لیکن آخرالامر یہ طوفان چھنٹ گیا بلکہ درحقیقت اس سے کچھ فائدے ہی ہوئے، دستور میں اس طرح ترمیم کردی گئی جس سے کونسل کی نمائندگی تناسب آبادی سے قریب تر ہوگئی۔ دفاتر برمنگھم سے لندن کو منتقل کر دیئے گئے اور گلیڈسٹن اور پارلیمنٹ کے دوسرے فریقانہ سرگروہوں سے زیادہ قریبی تعلقات قائم ہوگئے۔ اس فریق کے اتحاد جدید کا ثبوت اس سے ملا کہ دو برس کے اندر پانچسو انجمنیں شامل ہوگئیں[۱]۔

---

[۱] واٹسن، "قومی لبرل متفقہ" Watson, National liberal Federation صفحات - ۵۲-۸۲

۱۸۸۱ء میں کونسل نے لائحہ عمل کے بنانے میں دخل دینے اور ہاتھ لگانے کی کوشش شروع کردی تھی، اور آئندہ کے دس برس میں اس فرض پر برابر عمل ہوتا رہا۔ اگرچہ دراصل ہوا یہ کہ اس جماعت سے علی العموم محض یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ خود حکمت عملی کے بیانات مرتب کرنے کے بجائے ان قرار دادوں کی تصدیق کردے جنھیں مجالس ذیلی نے پہلے سے تیار کردیا ہو۔

جو فریق ذی اقتدار نہیں ہوتا وہ عادتاً آزادی کے ساتھ ایسے امور کا ذکر کرتا رہتا ہے جنھیں اسے برسراقتدار ہوجانے کی صورت میں انجام دینے کا ارادہ ہے (یہ حالت خصوصیت کے ساتھ (اس وقت اور بھی زیادہ ہوتی ہے) جب اسے جلد تر حصول اقتدار کی توقع نہ ہو؛ ۱۸۸۶-۹۲ء میں لبرلوں کی حالت یہی تھی۔ اور کونسل کی قرار دادیں سال بسال اس فریق کو وسیع اور وسیع تر لائحہ عمل کا پابند بناتی جارہی تھیں۔ تاآنکہ ۱۸۹۱ء میں نیوکاسل کے مشہور لائحہ عمل[1] میں انتہائی حد پر پہنچ گئیں۔ ۱۸۹۲-۹۵ء کی گلیڈسٹن اور روز بری کی حکومتیں جدید توقعات کے پورا کرنے کی عدم قابلیت سے زچ ہوگئیں اور فریقانہ سرگروہوں کو اس کا یقین ہوگیا کہ کونسل اپنے متواتر جلسوں میں جیسے لائحہ عمل بناتی ہے وہ قطعاً ناقابل عمل ہیں۔ پس استبصالیوں کی مخالفت کے باوجود کونسل کا یہ فرض آئندہ زیادہ روک تھام کے ساتھ استعمال ہونے لگا، اور ۱۸۹۶ء سے مجلس عام اور کونسل کے کاموں کی تیاری ایک ایسی ذیلی مجلس عاملہ کے سپرد کردی گئی جس میں اگرچہ پارلیمنٹ کا کوئی رکن شامل نہیں تھا مگر پھر بھی یہ توقع تھی کہ

---

[1] ملاحظہ ہو باب سابق۔

[2] یہ مجلس ایک دوسری مجلس کے بجائے وجود میں آئی تھی جس کا نام "مجلس مقاصد عامہ" تھا اور جو چند سال قبل قائم ہوئی تھی اور جس میں وفاقیہ کے عہدہ دار اور مجلس عام کے معین کردہ بیس اشخاص تک شامل تھے۔

وہ ایسے اشخاص کی ایک چھوٹی جماعت ہوگی جن پر یہ اعتماد کیا جا سکتا ہو کہ وہ پارلیمنٹی سرگروہوں کے لئے دشواری نہ پیدا کریں گے۔ بس اب کونسل کا کام یہ رہ گیا ہے کہ یہ فریقانہ مندوبوں کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے تاکہ مجلس عام جو اعلانات و تجاویز پیش کرے انھیں سن لیں اور منظور کریں، اور اس مجلس عام کے فیصلے اپنی جگہ پر درحقیقت چھوٹی ذیلی مجلس عاملہ کے فیصلے ہوتے ہیں۔ بس اس طرح اختیارات وسیع نیابتی مجلس کے ہاتھ سے نکل کر معدودے چند چیدہ اشخاص کے ہاتھ میں آ گئے ہیں، اور پارلیمنٹ کے فریقانہ سرگروہ وارکان کے پاس یہ تجاویز بہت محدود حالت میں بھیجی جاتی ہیں۔ یہی حال نسبتاً کم حوصلہ استحفاظی اتحاد کا ہے لبرل وفاقیہ ایک وسیع وعمومی فریقانہ مجلس مقننہ بنانے میں ناکام رہ چکی ہے۔ اپنے ٹوری ہم مثل کے مانند یہ بھی فریقانہ کتب رسائل وغیرہ کے شایع کرنے، مقامی فریقانہ تنظیم کو ترقی دینے اور فریقانہ کل کے انتظام کرنے میں بہت ہی مستعد ثابت ہوی ہے مگر فریقانہ حکمت عملی اور پارلیمنٹ کے اندر کے فریقانہ نمائندوں کے افعال پر عمومی نگرانی رکھنے کے اعتبار سے یہ بھی محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں فریقوں میں سے کسی میں بھی کوئی عمومی غیر سرکاری تنظیم اس راسخ اصول پر غالب نہیں آئی کہ حکومت کے کابینی نظم میں پارلیمنٹی سرگروہوں کے لئے فریقی سرگروہ ہونا بھی لازمی ہے۔[1]

---

[1] لوئل، "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد اول باب ۲۹۔ اوسٹروگورسکی، "عمومیت اور سیاسی فریقوں کی تنظیم" Ostrogorski, Democracy and the Organization of Political Parties, جلد اول، صفحات ۲۸۷ - ۳۲۸ لبرل وفاقیہ کے حالات میں خاص کتاب واٹسن کی "قومی لبرل متفقیت" Waston, National Liberal Federation ہے، جس میں اس مبحث پر ۱۹۰۶ء تک کے حالات موجود ہیں۔ واٹسن ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۶ء تک اس وفاقیہ کا صدر رہا ہے۔ لیکن توقع کے برخلاف یہ کتاب اس تنظیم کے کاموں کا بلا واسطہ حال بیان کرنے میں ناکام رہی ہے۔

باب شانزدہم

چھوٹے چھوٹے سیاسی فریق سیاسیات میں مزدویت کا دخل اور آئرلینڈ کی حکومتِ خود اختیاری

سیاسیات میں مزدویت کا دخل۔ اتحاد مزدوران و اشتراکیت

۱۹۱۴ء کے قبل کے دو چھوٹے فریقوں میں سے پارلیمنٹ کے اندر جو فریق نسبتاً قلیل التعداد مگر دوسرے اعتبارات سے زیادہ اہم تھا، وہ زیادہ تر منتظم مزدور جماعت کا بنایا ہوا تھا۔ وسیع طور پر یوں کہنا چاہیے کہ مزدوری فریق اتحادات تجارتی اور اشتراکیت دو توام قوتوں کا پیدا کردہ ہے، ان دونوں قوتوں میں سے ایک کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے زیادہ تر تنظیم و سرمایہ مہیا کیا اور دوسرے نے قوت و جوش پیدا کیا۔ اتحادات تجارتی خاص خاص پیشوں میں کام کرنے والوں کے تنظیمات ہیں، جن کا مقصود یہ ہے کہ وہ مجموعی طور پر آجروں کے ساتھ مزدوری کا تعین کریں اور مزدوروں کے مفاد سے متعلق دوسری کارروائیاں کریں۔ انگلستان میں ان کا ظہور حرفی انقلاب کے اولین مدارج ہی میں شروع ہو گیا تھا، اور انیسویں صدی میں ان اتحادات نے اہم حرفتوں

پر اقتدار حاصل کر لیا۔ ان کی قانونی حیثیت کی بابت مدتوں تک اختلافات رہا ہوتا رہا۔ اتحادات تجارتی پر ابتدائی زمانہ کے قانونی قیود زیادہ تر ۱۸۷۱ء-۱۸۷۶ء میں منسوخ ہوئے مگر ۱۹۰۱ء میں ایک فیصلہ کی وجہ سے نئی بدولی پیدا ہوگئی ہوا یہ کہ ٹیف ویل کے مقدمہ میں دارالامرا کے فیصلہ میں یہ تسلیم کر لیا گیا کہ ہڑتالوں کی وجہ سے جو نقصانات واقع ہوں ان کا تاوان آجرا تحادات تجارتی سے لے سکتے ہیں[۱] ۱۹۰۶ء میں لبرلوں نے مزدوی عناصر کی تائید کے صلے میں قانون اتحادات و مناقشات تجارتی منظور کر لیا جن کے بموجب عملاً یہ اتحادات قانونی کارروائی سے مستثنیٰ ہوگئے[۲] اس کے بعد پھر ۱۹۰۹ء کے فیصلۂ آزبرن میں دارالامرا نے اپنے اس حکم سے اتحادوں پر دباؤ ڈالا، کہ وہ دارالعوام کے اندر مزدوی اراکین کے اخراجات کے واسطے جبری چندے نہیں وصول کر سکتے۔ اس مرتبہ پھر لبرلوں نے اپنے حلیفوں کو بچا لیا، اول تو انھوں نے ۱۹۱۱ء میں پارلیمنٹ کے ایوانِ عمومی کے کل ارکان کی تنخواہ مقرر کر دی اور اس کے بعد ۱۹۱۳ء میں ایک نیا قانون اتحادات تجارتی منظور کر دیا جس سے یہ اجازت ہوگئی کہ اتحادات تجارتی کا سرمایہ اس حد تک سیاسی اغراض کے کام میں لایا جا سکتا جس حد تک وہ انھیں اغراض کے لئے رضاکارانہ چندے سے حاصل ہوا ہو۔ موتمر اتحادات تجارتی جو سیاسی و حرفتی مسائل پر غور کرنے کے لئے اپنے سالانہ جلسے منعقد کرتی ہے، وہ اس وقت کم و بیش تیس لاکھ اتحادیوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ۱۸۹۹ء سے اتحادات تجارتی کی ایک عام و فاقیہ بھی قائم ہے۔ اس کے فرائض زیادہ تر مالی ہیں، اور

---

[۱] اوگ، "جدید یورپ کا اقتصادی ارتقا" Ogg : Economic Development of Modern Europ

صفحات ۴۳۲-۴۳۳۔

[۲] ایضاً، صفحات ۴۳۳-۴۳۴۔

اس کی رکنیت کی تعداد دس لاکھ سے کچھ زائد ہے، اس میں کچھ حصہ ان لوگوں کا بھی ہے جو موتمر کے ارکان ہیں[1]

چالیس برس پہلے لوگ آزادی کے ساتھ پیشین گوئی کرتے تھے کہ انگریزوں میں اصول اشتراکیت کبھی مستحکم نہ ہوگا مگر واقعہ یہ ہے کہ ادھر حال کے زمانہ میں انگلستان جرمنی و فرانس کے بہ نسبت اشتراکی شورانگیزی سے کچھ کم متحرک نہیں ہوا ہے۔ اور اشتراکیت کی روح اور اس کے خیالات پارلیمنٹی مباحث کے اندر بلکہ قومی و مقامی قانون سازی میں بالکل اسی وسعت کے ساتھ حلول کر گئے ہیں جس طرح اکثر براعظمی ممالک میں حلول کئے ہوئے ہیں۔ منتظم اشتراکیوں کی تعداد اس ملک میں کبھی بھی زیادہ نہیں رہی ہے، آج بھی ان کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ نہیں ہے مگر بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں ہیں جو بالکلیہ اشتراکی ہیں گروہ کسی اشتراکی فریق یا مجلس کے رکن نہیں ہیں۔ ان کے سوا بے شمار اشخاص ایسے بھی ہیں جن کے ذہن اشتراکی خیالات سے لبریز ہیں گروہ اپنے کو اس نام سے نہیں پکارتے۔ قدیم ترین اشتراکی تنظیم جو کچھ اہمیت رکھتی ہو، وہ برطانی اشتراکی فریق ہے، جس کی بنا ۱۸۸۱ء میں اشتراکی عمومی وفاقیہ کے نام سے رکھی گئی تھی اور اس نے ۱۹۱۶ء تک اپنی کامل آزادی کو قائم رکھا جب وہ صرف دس ہزار کی تعدادی قوت کے ساتھ مزدوی فریق سے مربوط ہو گئی۔ سب سے زیادہ مشہور اشتراکی تنظیم "انجمن فیبین" ہے جو ۱۸۸۳ء[2] میں قایم

[1] ۔ برطانی اتحادات تجارتی پر مستند کتاب، اس۔ اور۔ بی۔ وب کی کتاب "تاریخ اتحاد مزدوراں" S. & B. Webb, History of Trade Unionism. (طبع جدید مطبوعہ لندن ۱۹۲۰ء) ہے۔ اس سے کچھ زیادہ جدید کتاب جی۔ وی۔ ایچ۔ کول کی کتاب ہے "دنیائے مزدوراں، اتحادات تجارتی کی موجودہ وآئندہ حالت کی بحث" Cole, The World of Labour : A Discussion of the Present and Futureof Trade Unionism. طبع دوم مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔

ہوئی اس وقت اُس کے ارکان کی تعداد تین ہزار سے کم ہے مگر اس میں بہت سے علما، مصنفین، پادری اور دوسرے لائق و با اثر اشخاص شامل ہیں[1]۔ اشتراکی تنظیمات میں سیاسی اعتبار سے سب سے زیادہ نمایاں تنظیم "آزاد مزدوری فریق" ہے جس کی تنظیم ۱۸۹۳ء میں ہوئی تھی اور یہ نتیجہ تھا اُس پہلی اہم کوشش کا کہ اشتراکیت اور مزدوریت کی قوتوں کو متحد کر دیا جائے۔ اس فریق نے (جس کے ارکان کی تعداد اب تقریباً تیس ہزار کے قریب ہے) آخرالامر کسی حد تک کامیابی حاصل کر لی ۱۹۰۶ء کے انتخابات میں جب کہ استیصالیت کی موج بہت بلند ہو رہی تھی، اس فریق کے سات امیدوار اور سولہ ارکان دارالعوام کے لئے منتخب ہو گئے لیکن اسے اشتراکیت میں اس درجہ غلو رہا ہے کہ عام مزدور اسکی جانب راغب نہیں ہوتے۔

مزدوری فریق، ترکیب و نوعیت

۱۹۰۰ء تک بیں پارلیمنٹ کے چند ارکان بہ حیثیت افراد مزدوری منتخب ہو چکے تھے اور انیسویں صدی کے ختم

---

[1] مجلس "فیبین" کے اصول و مقاصد کا سرکاری بیان اورتھ کی کتاب ذیل میں ملیگا یورپ میں اشتراکیت و عمومیت Orth, Socialism and Democracey in Europe صفحات ۲۲۰-۲۳۰- بہترین عام بیان ای۔ آر۔ پیس کی کتاب میں ہے:- مجلس فیبین" کی تاریخ" E. R. Pease, History of the Fabian Society مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء۔ فیبین کے اصولوں کی حمایت کے لئے ۱۹۱۳ء میں ایک ہفتہ وار اخبار "نیو اسٹیٹسمین" قائم کیا گیا تھا۔ انگلستان کی اشتراکیت کی تاریخ بہت صحت کے ساتھ کتب ذیل میں ملے گی۔ بی ویلیرز "انگلستان میں اشتراکی تحریک"

B. Villiers, The Socialist Movement in England.

طبع دوم مطبوعہ لندن، ۱۹۱۰ء۔ ایم۔ بیر "تاریخ اشتراکیت۔ ملک انگلستان"

M. Beer, Geschichte des Sozialismus in England

مطبوعہ اشٹگارٹ ۱۹۱۳ء۔ آخرالذکر کتاب کا ایک انگریزی ترجمہ "برطانی اشتراکیت کی تاریخ" History of British Socialism کے نام سے ہے، مطبوعہ لندن ۱۹۱۹ء

ہوتے ہوتے مزدوری حلقوں میں قومی مطالبہ اس امر کا پیدا ہوگیا کہ جس طرح موتمر اتحادات تجارتی اور اس کی شاخیں مالی و حرفی نوعیت کی سرگرمیوں کو جاری رکھتی ہیں، بالکل اسی طرح سیاسی سرگرمیوں کے جاری رکھنے کے لئے ایک وسیع البناء فریق ہونا چاہیئے۔ اسی ضرورت کو موجودہ مزدوری فریق کی تنظیم سے رفع کیا گیا۔ ۱۸۹۹ء میں موتمر اتحادات تجارتی کا اجلاس پلی موتھ میں منعقد ہوا اور اس نے امداد باہمی، اتحادات تجارتی اشتراکیت اور جماعت کارکنان کی ان تمام تنظیموں کے نمائندوں کا ایک گروہ قائم کیا جو پارلیمنٹ کے اندر مزدوروں کے نمائندوں کے اضافہ کی کوشش میں شرکت کرنا چاہتے تھے۔ اس جماعت نے جس میں ایک سو انیس مندوب تھے، اپنا پہلا اجلاس فروری ۱۹۰۰ء میں لندن میں منعقد کیا، اور ایک تنظیم ایسی قائم کی گئی جس کی حکمراں قوتیں وہ اتحادات تجارتی تھے جو سیاسی جانب مائل مگر غیر اشتراکی تھے۔ اس الحاق کا مقصود یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے اندر ایک ممیز مزدوری گروہ قائم کیا جائے، جس کے خود اپنے وہپ ہوں اور وہ خود اپنی حکمتِ عملی پر اتفاق کرے اور جو ہر اس فریق کے ساتھ اتحاد عمل کرنے پر آمادہ رہے جو بروقت مزدوروں کے براہ راست مفاد کی قانون سازی کی ترقی میں مشغول ہو، اور جو کارروائیاں مخالف جانب مائل ہوں انکی مخالفت کرنے میں ہر ایک فریق کے ساتھ متفق ہو جائے۔[1]

جدید تنظیم نے بہت سرعت کے ساتھ ترقی کی ۔ ۱۹۰۶ء کے انتخابات میں پچاس امیدوار کھڑے کئے گئے اور انتیس منتخب ہو گئے جن میں صرف چار ایسے تھے جن کو پارلیمنٹ کا سابقہ تجربہ تھا، دارالعوام میں جتنے مزدوری گروہ اب تک آئے تھے یہ ان سب میں بڑا گروہ تھا۔ لبرلوں کو اب اتنی کافی کثرت حاصل ہوگئی تھی کہ وہ بالکلیہ آزاد رہ سکتے تھے مگر

---

[1] ؂ "مزدوری سالنامہ" Labour Year Book ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۰۶۔

گزشتہ تائید اور گزشتہ اقراروں کی وجہ سے وہ مزدوری عناصر کے زیر بار احسان تھے۔ مزید براں ان میں سے زیادہ ایسے تھے جو نسبتاً معتدل مزدوری مطالبات کے مخالف بھی نہیں تھے۔ پس ۱۹۰۶ء کا "انقلاب" مزدوری قانون سازی اور مزدوری امداد کے ایک نئے دور کا آغاز بن گیا، اور جیسا کہ ظاہر کیا جاچکا ہے اس دور کا اولین اہم کارنامہ ۱۹۰۶ء کے قانون اتحادات و مناقشات تجارتی کا منظور کیا جانا تھا۔

اپنی اس عظیم الشان فتح کے بعد، "مزدوری نمایندگی کی مجلس" نے پارلیمنٹ کے اندر مزدوروں کی ممیز نمایندگی قائم کرنے کا مقصود اولین حاصل کرکے، اپنا ناموزوں نام ساقط کر دیا اور "فریق مزدوری" کا نام اختیار کرلیا۔ اس تنظیم کا دستور نئے سرے سے مرتب کیا گیا، اور حکمراں جماعت کو سالانہ موتمر بنا دیا گیا، جو ایسے مندوبوں پر مشتمل تھی جو تعداد رکنیت کے تناسب سے ملحق مجلسوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ فریقانہ جماعتِ عاملہ، سولہ ارکان کی قومی مجلس پر مشتمل ہے، جو خاص خاص ملحق جماعتوں میں حصۂ رسدی منقسم ہیں اوران کا انتخاب سالانہ موتمر کے موقع پر مندوبوں کی وہ جماعتیں کرتی ہیں جو اپنی اپنی مجلسوں کی نمائندہ ہوتی ہیں۔ یہ مجلس عاملہ خود اپنا صدر منتخب کرتی ہے (جو اس انتخاب کی وجہ سے اس فریق کا صدر ہو جاتا ہے)، یہی مجلس عاملہ امیدواروں کو پسند کرتی اور امیدواریوں کی منظوری دیتی ہے، فریقانہ کتب و رسائل وغیرہ شایع کرتی ہے، اور دارالعوام سے باہر عام حیثیت میں اس فریق کے کاموں کی ہدایت کرتی ہے۔ ہر میقات کے تشریعی لائحہ عمل پر غور کرنے میں وہ اپنے پارلیمنٹی گروہ کے ساتھ اتحادِ عمل کرتی ہے اور حکمت عملی کے اہم مسائل کے متعلق دونوں جماعتوں کے مشترکہ اجلاسوں کا انتظام (پارلیمنٹی) کیا جاتا ہے نشستوں کے امیدواروں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس فریق کے ان فیصلوں کی رہبری میں چلنے کا وعدہ کرینگے، جو سالانہ کانفرنسوں میں طے ہوتے ہوں، یا کم از کم یہ کہ یہ فریق جن مقاصد کے لئے قائم ہے

اُن سے متعلق معاملات میں ضرور ایسا ہی کرینگے لے اس کے لئے روپیہ انجمن ہائے ملحقہ پر سالانہ ایک پنس فی رکن کے حساب سے چندہ عاید کر کے جمع کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں معاملات خارجہ کے اصلاح انتخابات بیکاری، مالیات، سرکاری کاموں پر مزدوری کرنے والوں کے حالات، اور دوسرے مسائل کے متعلق اس فریق کے مجالس ذیلی جماعتیں قائم تھیں۔ پارلیمنٹی مجموعہ، جو پارلیمنٹی فریق کے نام سے موسوم ہے، مستحکم طور پر منتظم تھا جس میں صدر، معتمد اور نقیب سب تھے، لیکن پارلیمنٹ سے باہر یہ فریق اتحادات تجارتی، مجالس تجارتی، مقامی مزدوری فریقوں، اشتراکی مجلسوں اور امداد باہمی کی مجلسوں کا ایک ڈھیلا سا وفاقیہ تھا۔ ۱۹۱۵ء میں اس فریق کے ارکان کی مجموعی تعداد بیس لاکھ سے کچھ زائد تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تنظیم کی یہی ڈھیل وہ خاص وجہ ہے جس کے باعث یہ فریق اس ملک کے اندر مزدوروں کے تمام دوسرے اتحادوں کی بہ نسبت زیادہ سرسبز ہوا۔ اس قسم کی ڈھیل کا ایک اتفاقی مگر نہایت درجہ اہم نتیجہ یہ ہے کہ تمام معاشری طبقات اور تمام حرفی وسائل کے لوگ اس فریق سے تعلق رکھتے ہیں، علماء، مصنفین، فسانہ نگار، مصور، قانون پیشہ، معلمین، اطبا، پادری بلکہ مزدوروں کے آجر، یہ سب کارخانوں، دکانوں اور کھیتوں کے مزدوروں کی طرح اس فریق سے تعلق رکھتے ہیں۔

فریق مزدوری اشتراکیت اور اتحادات تجارتی کو ایک کڑی میں ملانے کا ایک دوسرا ذریعہ کارثابت نہیں ہوا۔ ۱۹۰۸ء تک یہ فریق اشتراکی اصولوں کو بالکلیہ قبول کرنے سے انکار کرتا رہا۔ اور

لے۔ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مزدوری تنظیم لبرل یا استحفاظی تنظیم کی بہ نسبت زیادہ متحد ہے، پارلیمنٹ کے لبرل اور استحفاظی ارکان کسی نہج سے اپنی فریقانہ کانفرنس کے کسی کارروائی کے پابند نہیں ہیں۔

جیسا کہ ظاہر کیا جاچکا ہے اس فریق کی ابتدائی قوت زیادہ تر اسی حکمتِ
عملی کی ممنون ہے لیکن اس سنہ میں فریقانہ موتمر نے ایک قرارداد قبول کی کہ
"پیداوار، تقسیم اور تبادلہ کے ذرائع اشتراکی کر دئے جائیں، اور تمام قوم
کے مفاد کے لئے وہ عمومی نگرانی میں رکھے جائیں، مزدور سرمایہ دار
اور زمیندار کے تسلط سے کلیتہً آزاد کر دئے جائیں اور دونوں جنسوں
(یعنی مردوں اور عورتوں) میں معاشری و معاشی مساوات قائم
کی جائے۔" یہ قرارداد ضرور ایک اشتراکی اعلان ہے مگر اس میں
کسی قسم کی طبقاتی جنگ یا انقلاب کا کوئی اشارہ نہیں ہے اس کا عام اثر
یہ ہوا کہ اس فریق کی قوت گھٹنے کے بجائے اور بڑھ گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ
جے۔ ریمزے میکڈانلڈ، فلپ سنوڈن اور (اس فریق کے) پارلیمنٹی گروہ
کے نصف سے زاید ارکان اشتراکیت پسند ہیں سنہ ۱۹۰۸ء کی قرارداد کے قبول
کئے جانے سے مزدوری فریق اور "آزاد مزدوری فریق" کے مابین زیادہ
قریبی اتفاق قائم ہوگیا، اور اس کے بعد سے وسط سنہ میں مزدوری
قوتیں معقول حد تک ایک فرد واحد کی طرح سے کام کرنے لگیں سنہ ۱۹۰۷ـ۹ء
کے دوران میں مزدوری ارکان نے مدرسے کے لڑکوں کے طبی معائنہ،
مدرسوں کے محتاج بچوں کے لئے لازماً کھانا مہیا کئے جانے، شدید المحن
حرفتوں کے لئے مجالس اجرت کے تقرر، حکومتی معاہدات کی معقول
اجرتوں کی دفعات میں زیادہ فیاضانہ شرائط، بیکاری کے بیمہ اور
مزدوری دفاتر مبادلہ کے قیام پر زور دیا اور نیز اس امر کو پیش کیا کہ
اجرائے محصول میں یہ مدنظر ہونا چاہیئے کہ تمام غیر اکتسابی اضافۂ دولت
قوم کے نفع کے لئے حاصل کر لیا جائے اور "کثیر دولت کو شخصی ہاتھوں
میں رہنے سے روکا جائے" اس فریق نے وظائف معمرین اور مزدوروں
کے لئے آٹھ گھنٹے کے قوانین کے وضع کرنے میں مدد دی، اور اصلاح
محاصل درآمد و برآمد اور خاص کر اشیائے خوردنی پر محصول لگانے کی
سخت مخالفت کی۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ دارالعوام کے ارکان

کو تنخواہیں دی جائیں اور رائے گیرندہ عہدہ داروں کے اخراجات سرکاری خزانہ پر ڈالے جائیں اور ایک مشہور قرارداد میں جو ۱۹۰۷ء میں پیش ہوئی تھی اس نے یہ مطالبہ کیا کہ دارالامرا منسوخ کر دیا جائے کیونکہ وہ "قومی ترقی کے لئے ایک رکاوٹ ہے"۔ ؎

جنوری اور دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات میں بعض نشستیں نکل گئیں، تاہم ۱۹۱۰ء سے آغاز جنگ تک دارالعوام کے اندر مزدوروں کے نمائندے بیالیس اور بینتالیس کے اندر اندر رہے جس میں نصف کے قریب خاص فریق مزدی کے ہم خیال تھے اور بقیہ آزاد فریق مزدی یا لبرل مزدی عنصر کے ساتھ تھے جو حرفی معاملات میں اپنی خاص حکمت عملی کی پیروی کرتے تھے مگر دوسرے اعتبارات سے لبرل فریق کا محض ایک جزو بنے ہوئے تھے ۱۹۱۰ء کے بعد مزدی گروہ کو اقتدار کی ایک ایسی حیثیت حاصل ہو گئی تھی جو اس کی تعدادی قوت سے بالکل ہی غیر متناسب تھی کیونکہ لبرل حکومت کی وہ عظیم الشان پارلیمنٹی کثرت زائل ہو گئی تھی جو اسے ۱۹۰۶ء میں حاصل ہوئی تھی، اور اب اس کا انحصار اپنے حلفا یعنی (آئیر ستانی) قوم پرست و مزدی ارکان کی تائید پر تھا۔ اس طرح جو فوائد حاصل ہوئے ان سے بالطبع حرفی و معاشرتی توضیع قوانین کی ترقی دینے کا کام لیا گیا۔ دارالامرا کے منسوخ کر دینے کی تجویز کی تائید کی گئی مگر فریق مزدی نے آخر الامر ایوان بالائی کی اصلاح کی حکومتی تجویز کی تائید کی جس کا انجام ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ پر ہوا۔ اسی طرح، قومی بیمہ کا قانون اور ارکان کو معاوضہ دینے کا قانون دونوں ۱۹۱۱ء میں مزدی ارکان کی مدد سے منظور ہوئے۔ اور یہی مزدی ارکان ایک بڑی حد تک ۱۹۱۲ء کے "قانون اقل اجرت" اور ۱۹۱۳ء کے قانون اتحادات تجارتی کے بانی تھے۔ ۱۹۱۳ء میں اس فریق نے معادن و فلزات کو

؎ Labour Year Book. ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۳۳۔

بلکہ قومی بنا لینے کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کیا۔

پس اس طرح قانون سازی پر مزدوری قوتوں کا اثر بہت معقول تھا، تاہم عمل پسند مزدوری سرگروہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایک غیر معمولی حالت ہے اور مرور ایام سے مزدوروں کو سیاسی قوت صرف دو طریقوں سے حاصل ہوگی یا تو وہ کسی مستقل تجویز کے تحت میں قدیم فریقوں کی صفوں میں شامل ہوکر اپنی رائے کو کام میں لائیں، یا ایک تیسرا فریق اتنی کافی قوت کا پیدا کریں جو اپنے حریفوں سے کم و بیش برابری کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ اس میں سے دوسری شق سے اگرچہ بالکل ناامیدی تو نہیں تھی مگر اس میں بڑے مشکلات نظر آتے تھے۔ جن عناصر سے ایک جلیل القدر متحد العمل مزدوری فریق بنایا جا سکتا ہے وہ اساساً ہم آہنگ نہیں تھے اور اس تصادم کا خاص سبب اصول اشتراکیت تھا۔ معلوم ہوتا تھا، اگر اندرونی انشقاق کے میلانات پر غلبہ حاصل بھی کر لیا جائے تو بھی یہ امر واقعہ باقی رہ جائے گا کہ انگریزی قوم میں دو فریقی نظم مستحکم طور پر قایم ہو گیا ہے اور کوئی تیسرا فریق کبھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ وہ اپنے ارکان کے "حکومت" اور "فریق مخالف" کی صفوں میں مسلسل جذب ہوتے جانے کی وجہ سے اپنی قوت کے زوال کو روک سکے۔ [1]

---

[1] ۱۹۱۴ء کے بعد سے فریق مزدوری کے نشیب و فراز کے متعلق باب ہیژدہم دیکھنا چاہیئے۔ سلطنت متحدہ کے اندر مزدوروں کی سیاسی تنظیم کے متعلق عشرۂ سابق تک کے حالات کافی طور پر لوئل کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England جلد دوم باب ۳۳ میں بیان ہوئے ہیں، اور زیادہ وسعت کے ساتھ کتب ذیل میں ہیں سی نوئل "فریق مزدوری کیا ہے اور کیا جانتا ہے" C: Noel, The Labour Party, What it is, and What it Wants. اے۔ ڈبلیو۔ ہمفرے "مزدوری نمائندگی کی تاریخ" مطبوعہ لندن A. W. Humphrey, History of Labour Representation

آئرلینڈ کے قوم پرست۔ آئرلینڈ کا مسئلہ ۱۹۰۵ء تک

جنگ سے قبل کے دور میں دوسرا چھوٹا فریق آئرستان کے قوم پرستوں کی تنظیم تھی۔ یہ تنظیم تمام دوسری تنظیموں سے اس اعتبار میں مختلف تھی کہ اس کا قیام و انتظام خالصتہً فرقہ وارانہ، نسلی و مذہبی بنیاد پر تھا۔ ادھر حال کے عشرات میں شدید ترین فریقانہ مناقشہ کا مرکز بھی آئرستانی مسئلہ رہا ہے۔ مزید برآں، بارھویں صدی سے جب سے انگریزوں نے آئرستان کو فتح کیا ہے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ آئرستان کا کوئی نہ کوئی معقول اہمیت کا مسئلہ پیش نہ رہا ہو۔ ۱۸۵۰ء تک اس مسئلہ کی تین خاص ہئیتیں پیش نظر تھیں۔ پہلی ہئیت مذہبی تھی۔ اسکاٹلینڈ اور انگلستان کے آبادکاروں کے اخلاف جو زیادہ تر صوبہ السٹر کے پانچ شمالی اور مشرقی اضلاع میں آباد تھے، وہ پروٹسٹنٹ (خواہ اسقفی خواہ پرسبیٹرین) تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ مضامین ذیل بھی دیکھنا چاہیے۔ ای۔ پورٹ "برطانی اشتراکی مزدوری فریق" E. Porritt, "The British Socialist Labour Party." مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹری" ستمبر ۱۹۰۸ء۔ "۱۹۱۰ء میں برطانی مزدوری فریق" The British Labour Party in 1910 | ایضاً جون ۱۹۱۰ء۔ ایم۔ الفاسا "مزدوری فریق پارلیمنٹ انگلستان میں" M. Alfassa, Le parti ouvrier au parlement anglais جریدۂ اخبار علم سیاسیات Ann des Sci. Polit. ۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء۔ ایچ۔ ڈبلیو۔ ہاروِل "پارلیمنٹ میں مزدوری نمائندوں کو ادائی معاوضہ" H.W. Horwill, The Payment of Labou representatives in Parliamemb مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹری" جون ۱۹۱۰ء۔ جے۔ کے۔ ہارڈی "تحریک مزدوری" J. K. Hardie, "The Labour Movement." مطبوعہ "نائنٹینتھ سنچری" دسمبر ۱۹۰۶ء۔ ایم۔ ہیولٹ "آئندہ کا فریق مزدوری" مطبوعہ "فورٹنیٹلی ریویو" فروری ۱۹۱۰ء M. Hewlett, "The Labour Party of the Future,"

بقیہ آبادی (جو تقریباً چارخمس کے برابر تھی) وہ مستحکم کیتھولک تھی لیکن پروٹسٹنٹ "کلیسائے انگلستان و آیرستان" تمام جزیرے کا سرکاری کلیسا تھا جس کی مالی کارفرمائی کے لئے تمام باشندوں کو روپیہ دینا پڑتا تھا۔ اس مسئلہ کی دوسری ہیئت زرعی تھی۔ فتوحات اور ضبطیوں کے طولانی سلسلہ نے تقریباً تمام اراضی ملک کو انگریز مالکوں کے قبضہ میں دیدیا تھا، اور اہل باشندگان ملک جو کسی وقت آزاد و خوش حال تھے، وہ فلاکت زدہ کسانوں کی سطح پر آگئے تھے اور بڑے بڑے علاقوں کے مستاجرین کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے چنانچہ طاقتور زمینداروں کے مقابلہ میں انھیں کچھ بھی حقوق حاصل نہ تھے۔ تیسری شکل سیاسی تھی، اور یہ مشکل اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ اٹھارھویں صدی میں اس جزیرے کو سوا راج کے جو خفیف سے حقوق حاصل تھے وہ بھی زائل ہوگئے تھے، اور اب اس پر لندن سے بالکل ایک شاہی نوآبادی کی طرح حکومت ہوتی تھی۔

۱۸۶۹ء میں کلیسائے انگلستان و آیرستان کی منسوخی ملکہ ایک حدتک اس کے اوقاف کے اخراج کا ایک قانون منظور ہوگیا۔[1] اس طرح مذہبی شکایت ایک حدتک رفع کردی گئی۔ اور کاشتکاروں کی حالت میں بتدریج وضع قوانین کے ذریعہ سے بہتری کی صورت پیدا ہوگئی جس کا آغاز ۱۸۷۰ء میں ہوا ۱۹۱۴ء تک لبرل اور کنسرویٹو دونوں اس میں معاونت کرتے رہے چنانچہ ۱۹۱۲ء میں یہ مسئلہ ایک بڑی حدتک طے ہوگیا۔[2] لیکن حکومت کا مسئلہ زیادہ حیران کن ثابت ہوا۔ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، ۱۸۰۰ء تک آیرستان کی ایک جداگانہ

---

[1] ٹرنر "آئرلینڈ و انگلستان" صفحات ۱۸۰-۱۸۷۔ Turner. Ireland and England

[2] ایضاً صفحات ۱۸۸-۲۲۵۔

پارلیمنٹ تھی مگر اسی سال میں اس پارلیمنٹ کا خاتمہ ان قوانین کے ذریعہ
سے ہو گیا جو ایک ساتھ آئرستان اور برطانیہ کی پارلیمنٹوں میں منظور ہوئے
اور اس چھوٹے ملک کو سلطنت متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرستان کے نام سے
انگلستان، ویلز اور اسکاٹلینڈ کے ساتھ ملا دیا گیا۔ یہ نام نہاد آئرستانی
پارلیمنٹ درحقیقت انگریزوں اور انگریزوں کے ہمدردوں کی ایک جماعت تھی،
علاوہ ازیں اس قانون اتحاد کے لئے کثرت رائے بے دریغ رشوت
کے ذریعہ سے حاصل کی گئی تھی اور آئرستان کے لوگوں کو اس فیصلہ
پر اثر ڈالنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہ لوگ ابتدا ہی سے اس نئے انتظام
کے سخت مخالف تھے، اور انھوں نے اپنے تعرض کو ۱۸۰۳ء کی بغاوت
ایمیٹ اور آئندہ عشرات کے متواتر افسوسناک واقعات سے ثابت
کر دیا ۱۸۲۹ء کے کیتھولکوں کے رفع قیود کے قانون سے کچھ اشک شوئی
ہو گئی جس کے بموجب کیتھولک پارلیمنٹ کی رکنیت اور بیشتر سرکاری
عہدوں کے تقرر کے اہل قرار دیئے گئے مگر اصولی شکایت پر اس کا
کچھ اثر نہیں پڑا۔ ڈینیل اوکانل کی سرگروہی میں جسے "قانون کے اندر
شورانگیزی" کے اصول پر اعتقاد تھا، ۱۸۴۲ء میں باامن سواراج کی ایک
تحریک اس غرض سے قائم کی گئی کہ قانونِ اتحاد کی کامل تنسیخ عمل میں
آئے۔ حکام نے ۱۸۴۳ء میں اس شورانگیزی کو دبا دیا، اس کے بعد متعدد
غدارانہ کوششیں کی گئیں مگر کامیابی کسی میں نہیں ہوئی ۱۸۵۸ء میں
ممالک متحدہ امریکہ کے آئرستانی پناہ گیروں نے ایک "فینین برادری"
کی تنظیم کی اور بہت جلد انگلستان و آئرستان دونوں ایک انقلابی
تحریک کی گرفت میں آ گئے جس کا مقصد اس سے کچھ کم نہ تھا کہ ہول و
تخویف کی حکمتِ عملی کے ذریعہ سے ایک خود مختار آئرستانی جمہوریہ
قائم کر دی جائے (فینین کا نام "فیانا ایرین" سے لیا گیا تھا جو ایک قدیم
قومی محافظ ملک فوج تھی) تیس برس تک فینین زیادتیاں کرتے رہے
(جس میں ۱۸۸۲ء میں باغ فینکس واقع ڈبلن کے قتل خاص طور پر نمایاں تھے)

اور حکومت ان زیادتیوں کے فرو کرنے کے لئے شدید قوانین منظور کرتی رہی۔ لیکن ان تمام کارروائیوں کا حاصل یہ ہوا کہ دونوں ملکوں کے درمیان غلط فہمیاں بڑھ گئیں [1]

فینین طریقوں کو آیرستان کے ان کثیر التعداد اشخاص نے ناپسند کیا جو اوکانل کے مانند با امن، قانونی ہیجان کے اصول پر اعتماد رکھتے تھے اور ۱۸۷۰ء میں ڈبلن میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں اسحاق بٹ ایک نوجوان قانون پیشہ شخص کی سرگروہی میں ایک انجمن حکومت خانگی اس غرض سے ترتیب دی گئی کہ آیرستانی معاملہ کو اس طریقہ پر چلائے جس سے اس معاملہ پر انگریزوں کے لحاظ مناسب کی بہتر توقع ہو۔ اس نئی انجمن کا مقصد ڈبلن کی کانگریس کی قراردادوں میں طے ہوا تھا، اور وہ یہ تھا کہ آیرستانی انتظامات کے لئے خود اس کی اپنی پارلیمنٹ ہو اور ایک وفاقی انتظام کے تحت اس پارلیمنٹ کے لئے یہ حق حاصل کیا جائے کہ وہ آئرلینڈ کے اندرونی معاملات سے متعلق قوانین وضع کرے اور ان سے متعلق جملہ امور کا انتظام کرے" آئرلینڈ کے وسائل آمد و خرچ کو اپنے قبضہ میں رکھے" لیکن ساتھ ہی شہنشاہی اخراجات میں ہمارا جو صحیح تناسب ہو وہ بھی ادا کیا جائے"۔ بٹ نے اس امر پر زور دیا کہ "سوراجی قوموں کی بنیاد پر شہنشاہی کی ایک وفاقیہ قائم کی جائے اور یہ وہی روش تھی جسے انتقال اختیارات کے حامیوں نے بہت مدت کے بعد تجویز کی [2] ڈبلن کے اس اصول کے مطابق اس انجمن نے (جس کا نام ۱۸۷۳ء میں "آیرستانی سوراج کی لیگ" رکھ دیا گیا تھا)

---

[1] - لیکن گلیڈاسٹن کے قول پر بھی نظر رکھنا چاہئے کہ "فینین سرگرہوں نے انگریزوں میں توجہ و آمادگی کی کیفیت پیدا کر دی جس سے وہ اپنی روایتی عادات کے برعکس ایرستان کے اخلاقی مسائل کی وسیع اہمیت کو سمجھنے کے اہل ہو گئے"

[2] - دیکھو اوپر، باب ۱۱۔

درمیانی انتخابات میں متعدد فتوحات حاصل کیں، اور ۱۸۸۰ء کے انتخابات عام کے موقع پر اس کے ساٹھ ارکان منتخب ہو گئے۔ پارلیمنٹ میں بٹ اور اس کے رفقا کی تقریروں کو جس بے پروائی سے سنا گیا اس کی وجہ سے اس لیگ نے پہلے سے زیادہ استیصالی انداز اختیار کیا۔ بٹ کے خیالات میں جیسی سلامت روی تھی ویسی قابلیت سرگروہی اس میں نہ تھی اور اسی ۱۸۸۰ء میں اس کے بجائے عملاً وہ شخص سرگروہ بن گیا تھا جو اپنے وقت کا ایک نہایت ہی ممتاز فصیح البیان اور ماہر رموز پارلیمنٹ تھا، یہ شخص چارلس اسٹوئرٹ پارنل تھا، اگرچہ اس کی عمر ابھی پورے تیس برس کی بھی نہیں تھی اور وہ خود ایک پروٹسٹنٹ اور زمیندار تھا تاہم اس نے ایک بے ترتیب گروہ کو بہت سرعت کے ساتھ ایک مربوط اور جارحانہ فریق بنا دیا۔ مائکل ڈے وٹ کے فتنہ انگیز ارضی لیگ کے مخالفہ سے مستحکم ہو کر اور مزاحمانہ و شاطرانہ طریقوں کے استعمال سے دارالعوام کے سر پر گرز آہنی تان کر، اس نئے سرگروہ نے، آئرستان کے مسئلہ کو سیاسی تماشہ گاہ کے عین مرکز پر پہنچا دیا۔

بظاہر، اس تحریک کی کامیابی انگلستان کے دو بڑے فریقوں میں سے کسی ایک نہ ایک کی تائید پر مشروط تھی۔ ایک زمانے تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس پشت پناہی کی تمنا تھی وہ استحفاظیوں کی جانب سے حاصل ہو گی خاص کر جب کہ ۱۸۸۵ء میں سالسبری نے ایک ایسے شخص کو آئرستان کا نائب السلطنت بنایا جو وفاقی خیال کا ایک سربرآوردہ حامی تھا، سالِ مذکور کے انتخابات میں اگرچہ قوم پرستوں نے خود اپنی مہم کو ترک نہیں کیا مگر استحفاظی امیدواروں کی کامیابی کے لئے علانیہ کام کیا، گر درحقیقت اس معاملہ کے متعلق استحفاظیوں کی رائے میں کوئی حقیقی فریق نہیں ہوا تھا، اور اس بات کے معلوم ہو جانے سے یہ مخالفہ بہت جلد شکست ہو گیا اور سالسبری کی وزارت کو جو اکثریت حاصل تھی وہ اب نہیں رہی اسبب یہ واضح ہوا کہ بہت دنوں کے

رہنے کے بعد مسٹر گلیڈ اسٹن آخر الامر آئرستان کا جانب دار ہو گیا ہے در حقیقت، جنوری ۱۸۸۶ء میں وزیر اعظم ہونے کے بعد، اس نئے مرد میدان نے (جیسا کہ دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے) ایک مسودہ قانون اس غرض سے پیش کیا کہ ڈبلن میں ایک جداگانہ پارلیمنٹ قائم کیجائے اور وسٹ منسٹر کے دار العوام سے آئرلینڈ کی نمائندگی مطلقاً خارج کر دی جائے [۱] بہت سے آزاد خیال ارکان نے اس تجویز کی تائید کرنے سے انکار کر دیا اور یہ تجویز ایوانِ زیریں میں کبھی منظور نہ ہو سکی۔ مزید براں جیسا کہ ظاہر ہو چکا ہے، اس مسودہ قانون نے آزاد خیالوں کی صفوں میں ہمیشہ کے لئے تفرقہ ڈال دیا اس فریق کے حصۂ غالب نے جو گلیڈسٹن کی سرگروہی میں رہا اب آئرستانی حکومت خود اختیاری کو اپنے اہم عقاید میں سے ایک عقیدہ بنا لیا، اور جب ۱۸۹۳ء میں گلیڈسٹن کی آخری وزارت نے اس مسئلہ پر ایک دوسرا مسودۂ قانون پیش کیا تو اس کوشش میں صرف اس درجہ ناکامی ہوئی کہ دار الامرا کی اتحادی کثرت نے اس کے خلاف رائے دی۔ عشرہ آئندہ (۱۸۹۵-۱۹۰۵) کی اتحادی حکمرانی کے دور میں یہ مسئلہ طاق نسیان میں پڑا رہا۔ آئرستان کے متعلق بہت سے عمدہ قوانین منظور ہوئے مگر یہ فریق خود اختیاری کی مخالفت میں ثابت قدم رہا۔ اس مسئلہ پر کسی قسم کا اختلال بیکار سمجھ لیا گیا۔ [۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو باب ۱۴۔

[۲] آئرلینڈ کے مسئلہ پر کتب و رسائل وغیرہ کی تعداد نہایت کثیر ہے اور ان حواشی میں صرف مفید کتب و مضامین کا ذکر ہو سکتا ہے سوا راج کی تحریک کا جو خاکہ یہاں دیا گیا ہے اس سے زیادہ وسیع خاکہ مے و ہالینڈ کی کتاب "انگلستان کی دستوری تاریخ" May and Holland. Constitutional History of England. جلد سوم باب سوم میں ملے گا۔ آئرستان کی تاریخ کا بہترین مختصر تبصرہ پی۔ ڈبلیو

جب لبرلوں کو دوبارہ اقتدار حاصل ہوا تو یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ جلد یا بدیر ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء کی کوششوں کی	مسئلہ بالا کا تجزیہ۔ آئرلینڈ کی حکومت

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جوائس کی کتاب ہے "آئرلینڈ کی مختصر تاریخ نہایت قدیمی عہد سے ۱۹۰۸ء تک" P. W. Joyce, Concise History of Ireland from the Earliest Times to 1908 طبع بستم ڈبلن ۱۹۱۴ء۔ اٹھارھویں صدی کے آئرستانی معاملات کا بہترین بیان ڈبلیو۔ ای۔ ایچ۔ لیکی کی کتاب ذیل میں ہے:۔ "اٹھارھویں صدی کی انگلستان کی تاریخ" W. E. H. Lecky, History of England in the Eighteenth Century مطبوعۂ نیویارک ۱۸۷۸-۹۰ء جلد ہفتم و ہشتم۔ حال کی تاریخ کا عمدہ خلاصہ ای۔ بارکر کی کتاب میں ہے:۔ "آئرلینڈ گزشتہ پچاس برس میں" F. Barker, Ireland in the Last fifty years مطبوعۂ آکسفورڈ ۱۹۱۷ء پارنل کی بہترین تاریخ آر۔ بی۔ اوبرین کی لکھی ہوئی ہے سوانح چارلس اسٹوارٹ پارنل R. B. O'Brien. Life of the Charles Stewart Parnell. ۲ جلد مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۸ء۔ قوم پرست فریق کی مستند تاریخ ایف۔ ایچ۔ اوڈانل کی لکھی ہوئی ہے:۔ "آئرلینڈ کی پارلیمنٹی فریق کی تاریخ" F. H. O'Donnell History of the Irish Parliamentry Party ۲ جلد مطبوعۂ لندن، ۱۹۱۰ء۔ ماہرین مضمون کے مطالعات کا ایک عمدہ مجموعہ آر۔ بی۔ اوبرین کی مرتب کردہ کتاب ہے:۔ "آئرلینڈ کی تاریخ کی دو صدیاں ۱۶۹۱ - ۱۸۷۰" R. B. O'Brien, Two centuries & Irish History 1691-1870 طبع دوم مطبوعۂ لندن ۱۹۰۷ء۔ برطانی اقتدار کے تعلق سے آئرلینڈ کی تاریخ اور آئرستان کے ذہنی و سیاسی حیثیت کے جملہ مسائل کے بہترین منصفانہ تبصرے کتب ذیل میں ہیں:۔ ایل۔ پول دیویوا "ہمعصر آئرلینڈ اور آئرلینڈی مسئلہ" L. Paul-Dubois, Irelande contemporaine et la question Irelandaise مطبوعۂ پیرس ۱۹۰۷ء۔ اس کا ترجمہ ٹی۔ ایم کٹل نے "ہمعصر آئرلینڈ" M, Kettle, contemporary Ireland E. R Turner

تجدید کریں گے۔ چند برس تک ان کا ایسا نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس فریق سرگروہ اپنے فریق کی حیثیت کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے اور دارالعوام میں انھیں اتنی وسیع کثرت حاصل تھی کہ قوم پرستوں کی مدد سے ان کا فریق بے نیاز ہو گیا تھا، اور برسر اقتدار ہونے کے وقت انھوں نے غیر رسمی وعدے کر لئے تھے کہ ۱۹۰۶ء کی منتخب شدہ پارلیمنٹ میں آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری کا مسئلہ نہیں پیش ہوگا[لہ] لیکن بمرور ایام یہ حالت بالکلیہ بدل گئی۔ ۱۹۱۰ء کے پارلیمنٹی انتخابات نے انیسکوئیتھ کی وزارت کو وسیع کثرت سے محروم کر دیا، اور اسے قوم پرست و مزدوی گروہوں کی رائے کا محتاج بنا دیا۔ مزدیوں کی طرح قوم پرست بھی اپنی اس نئی اہمیت کو اچھی سمجھتے تھے اور انھوں نے لبرل سرگروہوں پر یہ اثر ڈالنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا کہ وہ صرف اس شکل میں حکومت کی تائید کرینگے کہ انھیں حکومت خود اختیاری دیجائے[لے] مزید براں، پہلے اگرچہ یہ یقینی تھا کہ اس تجویز کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے نام سے کیا ہے، مطبوعہ لندن ۱۹۰۸ء۔ دوسری کتاب اے۔ آرٹرنر کی "آئرلینڈ وانگلستان" مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء Ireland and England.

لہ۔ قانون مجلس آیرستانی جو ۱۹۰۷ء میں پیش ہوا تھا اس میں یہ تجویز کی گئی کہ آیرستان کی خاص خاص آٹھ مجلسیں ایک مرکزی نمائندہ کونسل کی نگرانی میں دیدیجائیں اس کونسل میں ۲۴ ارکان (پہلی مرتبہ کے بعد) نائب السلطنت کی طرف سے مقرر ہوں اور ۸۲ ارکان مقامی حکومت کے رائے دہندوں کے ذریعہ سے منتخب کئے جائیں۔ اس کا مقصد محض انتقال اختیارات انتظامی تھا اور اسے قانون سازی کا مطلق کوئی اختیار نہیں تھا۔ آیرستان کے خیالات اس کے موافق نہ تھے اور یہ مسودہ قانون پہلی خواندگی کے بعد ساقط کر دیا گیا۔

لے۔ ایک امریکی مجمع کے سامنے ایک تقریر میں قوم پرستوں کے سرگروہ جان ریڈمنڈ نے بالا علان یہ کہا کہ "مجھے یہ یقین ہے کہ آزاد خیال صدق دل سے حکومت خود اختیاری کے دوست ہیں مگر وہ صدق دل سے ویسے ہوں یا نہ ہوں، قوت ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہم انھیں اسی خط پر چلنے کے لئے مجبور کر دینگے"۔

دارالامرا میں شکست ہو جائے گی مگر اب ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ نے ایک راستہ کھول دیا کہ اتحادی مخالفت سے بے پرواہ ہو کر اسے قانون بنایا جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو وزیراعظم نے آئرستانی سوراج کا ایک وسیع مسودۂ قانون پیش کیا۔ یہ اپنے قسم کی تیسری جلیل القدر کارروائی تھی جس کی اس فریق نے تحریک کی تھی۔

اس تجویز کی نوعیت اور اس کے حشر پر غور کرنے کے قبل یہ مناسب ہوگا کہ اس تجویز کے واضعین نے جس قسم کا حکومتی نظام قائم کرنا چاہا تھا اسے ذرا زیادہ قریب سے دیکھا جائے اور اس تاریخی اختلاف آرا میں فریقوں نے جو دلائل خاص طور پر استعمال کیے ان کا خلاصہ کیا جائے۔ آئرلینڈ کا برائے نام سرکردہ حکومت ایک عہدہ دار ہوتا ہے جسے نائب السلطنت کہتے ہیں جو کناڈا یا آسٹریلیا کے گورنر جنرل کی طرح بادشاہ کا راست نمائندہ سمجھا جاتا ہے مگر برطانیہ عظمیٰ میں کابینی نظم کی ترقی کے ساتھ خود بادشاہ کی طرح یہ عہدہ دار بھی ایک اعزاز بے شغل کی حالت میں آگیا اور معاملات کی نگرانی ایک وزیر کے ہاتھ میں چلی گئی جس کا رتبہ رسماً اس سے پست سمجھا جاتا ہے یعنی آئرلینڈ کا معتمد اعلیٰ۔ نائب السلطنت نیم شاہی انداز سے قصر ڈبلن میں رہتا ہے مگر اب اس سے صرف ایک منفعت ہے وہ یہ کہ برطانی اقتدار کی ایک علامت ہے۔ " اعلیٰ درجہ کے چار چار گھوڑوں کی نصف درجن وکٹوریا گاڑیاں، سواران جلو، چاؤشان زریں کمر، انگریزی فوجی باجوں کا شور، خدا بادشاہ کو سلامت رکھے۔ بس یہی نائب السلطنت ہے۔"[1] حکومت کا صحیح مرکز معتمد اعلیٰ تھا، وہ سلطنت برطانیہ کی وزارت

---

[1] بی ولیمز (مدیر)، مسائل حکومت خود اختیاری" Williams. Home Rule Problem. صفحہ ۳۷۔

کا ایک رکن تھا اور اس کا تقرر اسی طرح سے ہوتا تھا، جس طرح دوسرے وزرا کا تقرر ہوتا ہے وہ کابینہ کا رکن بھی بالضرور ہوتا تھا[1] اور ایک بڑی حد تک اس جماعت کی آیرستانی حکمت عملی کی رہبری وہی کرتا تھا سال کے نو مہینے وہ لندن میں بسر کرتا تھا اور تین مہینے ڈبلن میں رہتا تھا اس کے ساتھ ہی اس چھوٹے جزیرے کے عاملانہ وانتظامی کام کی تمام شاخیں اسی کی تفویض میں ہوتی تھیں۔ ڈبلن کی وہ حکومت جس کا گویا سیہ وار اعظم یہ معتمد اعلیٰ ہوتا تھا، وہ ۱۹۱۴ء میں سات خاص محکموں پر مشتمل تھی مثلاً زراعت وفنی تعلیم مقامی حکومت، تعلیمات وغیرہ، اور اس کی تنظیم ایسی شرح وبسط سے کی گئی تھی کہ اس میں سینتیس سے کم ذیلی مجلسیں نہ تھیں اور ان کے سوا کم وبیش دوسری ممیز شقیں بھی تھیں۔ عملاً تمام تقررات نائب السلطنت کے نام سے معتمد اعلیٰ کیا کرتا تھا جس میں پولیس اور اضلاعی واعلیٰ عدالتوں کے جج بھی شامل تھے۔ معتمد اعلیٰ کو خزانہ کے وسیع اقتدارات بھی حاصل تھے اور گرفتاری وقید کا تقریباً غیر محدود اختیار حاصل تھا۔

حکومت کی عاملانہ شاخ اگرچہ انگلستان کے عاملانہ ملازمین سے اس طرح جدا تھی مگر وہ زیادہ تر انگریزوں ہی کے قبضے میں تھی۔ البتہ انیسویں صدی کے اختتام کے قریب بعض محکموں میں اہل آئرلینڈ کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ علاوہ ازیں، معتمد اعلیٰ اور اس کے ماتحت کسی آئرلینڈی پارلیمنٹ یا کسی منتظم آئرلینڈی ذی اقتدار کے روبرو ذمہ وار نہ تھے۔ وہ صرف وسٹ منسٹر کی عام پارلیمنٹ کے روبرو ذمہ وار تھے۔ آخری امر یہ ہے کہ ملک کے لئے قانون سازی بھی اسی عام پارلیمنٹ کے ذریعہ سے عمل میں آتی تھی، خواہ یہ قوانین سلطنت متحدہ

---

[1] بشرطیکہ نائب السلطنت کابینہ کا رکن نہ ہو؛ سابق اکثر یہی ہوتا تھا مگر اب ایسا نہیں ہوتا۔

کے لئے عام ہوں یا ایسی کارروائیاں ہوں جو صرف آئرلینڈ پر عائد ہوتی ہوں۔ پس قوانین ایک ایسی جماعت کے ذریعہ سے وضع ہوتے تھے جس میں زیادہ تر انگریز، اہلِ ویلز اور اہلِ اسکاٹلینڈ شامل تھے۔ تاہم یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس جماعت میں آیرستان کی نہ صرف نمائندگی ہوتی تھی بلکہ وسط صدی کے ترک وطن کے دورِ عظیم کے بعد سے، یہ نمائندگی نسبتہً بہت زیادہ تھی، اور اس لئے آئرلینڈ کو انگلستان، ویلز اور اسکاٹلینڈ سے متعلق قوانین کے بنانے میں شرکت اور غیر متناسب شرکت حاصل تھی۔[1]

فی الجملہ، یہ نظم نہ اتنا برا تھا جتنا عام طور پر اہلِ آئرلینڈ ظاہر کرتے تھے، اور نہ ایسا تھا جیسا انگریز عادتاً خیال کرتے تھے۔ عہدوں کے اہلِ ملک کے لئے کھل جانے، قابلیت کے اصول کے رائج ہو جانے اور ۱۸۹۸ء کے قانونِ مجالس صوبہ جات کے ذریعہ سے مقامی حکومت میں عمومیت پیدا ہو جانے کے بعد فی الحقیقت یہ نظم بذاتہ مطلق برا نہیں رہا تھا۔[2] اس میں صرف بعض جزوی تغیرات کی ضرورت تھی جنھیں جز رسی و خوبی کار کے ساتھ کر سکتے تھے۔ پھر بھی، یہ آیرستانی حکومت نہیں تھی۔ یہ ایسی حکومت بھی نہیں تھی جو اہلِ آئرلینڈ کی رائے کے سامنے براہِ راست ذمہ وار ہو۔ پس یہ توقع غالباً بے سود تھی کہ اس سے آئرلینڈی قوم کے کسی معقول حصہ کے سیاسی خیالات اور ان کی خواہشیں مطمئن ہو جائیں گے۔

---

[1] ملاحظہ ہو باب ۸۔

[2] مقامی حکومت کی اصلاح کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیے۔ ولیمز "مسائل حکومتِ خود اختیاری" Williams, Heme Rule Problem باب پنجم۔ جے کلینسی، "آئرلینڈ میں حکومتِ مقامی" J. Clancy, Local Government in Ireland مطبوعۂ ڈبلن، ۱۸۹۹ء۔

حکومتِ خود اختیاری کے موافق دلائل

وسعت گنجائش کے اعتبار سے اتنا ہی ممکن ہے کہ یہاں ان دلائل کا خلاصہ معلوم ہو جائے جو سواراج کے کشمکش میں ۱۹۱۴ء تک دونوں جانب سے پیش ہوتے رہے ہیں، لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ کوئی ایک شخص یا ایک گروہ ان تمام دلائل پر جو کسی جانب سے پیش ہوتے ہوں یکساں قوت کے ساتھ زور نہیں دیگا، نہ لازماً ان سب کی تائید کرے گا۔ باہمی تنفر وجوش کی وجہ سے جو زود کارانہ وغیرہ ذمہ دارانہ الزامات لگائے جاتے ہیں انھیں نظر انداز کر کے، حکومتِ خود اختیاری کی حمایت وجوہِ ذیل پر کی گئی ہے:۔ (۱) ۱۸۰۰ء کا قانونِ اتحاد اہلِ آئرلینڈ کو ۱۷۹۸ء کی بغاوت کی سزا دینے کے لئے منظور ہوا تھا، یہ ایک جنگی کارروائی تھی، جو اہلِ ملک پر ایک غیر نیابتی روش کی پارلیمنٹ کے ذریعہ سے عاید کر دی گئی اس لئے اس میں اخلاقی صحت وجواز کی ہمیشہ کمی رہی (۲) اہلِ آئرلینڈ نے حتماً وقطعاً یہ ظاہر کر دیا ہے کہ وہ سواراج کے خواہاں ہیں ۱۸۸۴ء کے بعد سے (جب کہ عامتہ الناس کو سب سے پہلے پارلیمنٹی رائے دہی کے حقوق عطا ہوئے) ۱۹۱۴ء تک جن ایک سو ایک حلقوں میں عمومی رائے سے ارکان کا انتخاب ہوا ہے ان میں سے اسّی حلقے دارالعوام میں برابر قوم پرست (یعنی حامی حکومتِ خود اختیاری) نمایندے بھیجتے رہے ہیں۔ صرف السٹر میں پر زور مخالفت ہوئی ہے اور وہاں بھی یہ مخالفین قلیل التعداد ہی رہے ہیں [1]

(۳) حکومتِ خود اختیاری سلطنت برطانیہ کا شیرازہ بکھیر دینے کے بجائے اس کے روابط کے تقویت کا باعث ہوگی۔ اہلِ آئرلینڈ کو خود مختاری کی تمنا نہیں ہے، وہ صرف اس قسم کی ملکی پارلیمنٹ چاہتے ہیں جیسی سلطنت برطانیہ کے اٹھائیس مختلف حصص میں بھی موجود ہیں، اس مطالبہ میں انھیں حکومتِ خود اختیاری رکھنے والی نوآبادیاں اور بالعموم ماورائے بحر کی

---

[1] ملاحظہ ہو باب ہذا، اختتام۔

انگریزی بولنے دنیا کی اخلاقی تائید حاصل ہے' (۴) موجودہ نظم کثیر الصرف اورمسرفانہ' آئرستان میں نظم ونسق کا جو خرچ فی کس پڑتا تھا وہ سلطنت متحدہ کے دیگر حصص کے مقابلہ میں معقول حدتک زائد تھا' اوراس سے ایک مفلس ملک سے بہت بڑی رقم نکلی چلی جارہی تھی۔ (۵) یہ موجودہ نظم ذمہ دار کابینی حکومت نہیں تھا' جو برطانی دستور کی شان ہے بلکہ اس میں محض عمیلوں کے ذریعہ سے حکمرانی کی جاتی تھی جن پر آئرلینڈ کی رائے کا کوئی قطعی اثر نہیں تھا' یعنی وسٹ منسٹر میں ایک پارلیمنٹ تھی جس کی زیادہ اہم شاخ میں آئرلینڈ کے نمائندے پانچ میں ایک سے بھی کم تھے ایک جماعت عاملانہ وانتظامی ملازموں کی تھی ورا صل غیر ملکی حکمراں طبقہ پر مشتمل تھی۔ (۶) موجودہ طریق حکومت کے تحت یہی جداگانہ قانون سازی کی ایک کثیر مقدار کی ضرورت رہتی ہے' اور یہ بہتر ہوگا کہ قانون سازی کا وہ تمام کام جو خالصتہً آئرلینڈ کی معاملات سے تعلق رکھتا ہو' وہ ایک مقامی پارلیمنٹ کے قبضے میں ہو' جو آئرلینڈ کے واقف حال اشخاص سے مرکب ہو (۷) وسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ پر کاموں کا ناقابل برداشت بار پڑرہا ہے اور کسی نہ کسی طرح کے انتقال اختیارات سے اس کے بوجھ کو ہلکا کرنا ضروری ہوتا جارہا ہے' اور آئرلینڈ کے لئے ایک جداگانہ پارلیمنٹ کے قیام سے اس کا آغاز ہوجائیگا۔ صرف اسی قسم کی پارلیمنٹ میں آئرلینڈ کے ان مسائل پر جو مدت سے نذر تغافل ہورہے ہیں (مثلاً تعلیمات' انتظام سکونت' امداد غربا' ریلوے وغیرہ پر) مناسب توجہ ہو سکے گی۔ (۸) مقامی حکومت کے حدود میں (جہاں ۱۸۹۸ء میں اقتدار زمینداروں کے ہاتھوں سے نکال کر عامتہ الناس کو دیدیا گیا ہے) نتائج بہت اچھے نکلے ہیں اور اہل آئرلینڈ نے اپنی تشریعی وانتظامی قابلیت کو اچھی طرح ثابت کردیا ہے۔ (۹) آئرستان کی آبادی کا کثیر حصہ اس وقت تک نہ تو شور انگیزی سے باز رہے گا اور نہ سچا

وفادار بنے گا جب تک کہ اسے حکومتِ خود اختیاری نہ مل جائے گی۔ اس کا دوسرا بدل صرف تہدید ہے اور اس طرزِ عمل سے جو ناپسندیدہ نتائج نکلتے ہیں وہ اس کے تبع میں ہیں۔

اسی طرح مختصراً حکومتِ خود اختیاری کے مخالفوں کے خاص خاص دلائل حسبِ ذیل ہیں:۔ (۱) آئرستان میں حکومتِ خود اختیاری کا مسئلہ ہرگز اس وقت تک ہر دلعزیز نہیں ہوا جب تک کہ اسے زرعی شورانگیزی کے ساتھ مخلوط نہ کر دیا گیا۔ اور اس وقت بھی یہ ہر دلعزیز صرف اس وجہ سے ہوا کہ لوگوں کو یہ یقین دلا دیا گیا کہ جب تک حکومتِ خود اختیاری نہ حاصل ہو گی انھیں زمین نہیں مل سکتی۔ زمین کے مسئلہ کے عملاً طے ہو جانے کے بعد فی نفسہٖ حکومتِ خود اختیاری کے لیے جوش بہت ہی کم باقی رہا جیساکہ اس امرِ واقعہ سے ظاہر ہے کہ قوم پرست فریق کو امریکہ میں رہنے والے اہلِ آئرلینڈ کے چندوں سے زیادہ تر بڑی مدد ملتی رہی۔ یہ تحریک جوش دلانے والے شورشیوں کی وجہ سے قائم ہے اور ان مدبّروں کی وجہ سے جنھیں یہ امید ہے کہ قانونِ حکومتِ خود اختیاری کے منظور ہو جانے کے بعد وہ ملک پر حکومت کرینگے۔ (۲) قومیت کا قرینِ عقل مقصود خود مختیاری ہے اور جب کہ قوم پرست سرگروہ اس سے انکار کرتے ہیں کہ وہ تفریق چاہتے ہوں، تو قانونِ حکومتِ خود اختیاری اسی تفریق کی جانب ایک قدم ہے اور اس لئے سلطنتِ برطانیہ کے انتشار کا آغاز سمجھا جائے گا۔ (۳) آئرلینڈ اور مستعمرات میں صحیح مشابہت نہیں ہے۔ آخرالذکر کو جدا گانہ حکومتی نظم جغرافی وجوہ سے دیا گیا تھا جو آئرلینڈ پر عاید نہیں ہوتے۔ ان کی نمائندگی شہنشاہی پارلیمنٹ میں نہیں ہوتی، حالانکہ آئرلینڈ کی نمائندگی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں، وہ اپنے مالیات اور اپنے نظمِ مدافعت میں اس ناقابلِ انفکاک طور پر مربوط نہیں ہیں جس طرح آئرستان مربوط ہے۔ (۴) اگر آئرلینڈ خود اپنے پر حکمرانی نہیں کرتا تو ویلز، اسکاٹلینڈ اور انگلستان

بھی تو خود اپنے پر حکمرانی نہیں کرتے۔ وسٹ منسٹر کی آئرلینڈی رایوں کی مدد سے ان اقطاع ملک میں کسی قطعہ پر بھی قابل اعتراض قوانین عائد کیئے جا سکتے ہیں۔ (۵) آئرلینڈ کے کسانوں کی معاشی اصلاح بہت کچھ موجودہ نظم ہی کے تحت مکمل ہوی ہے، خاص کر اس طرح پر کہ کاشتکاروں کے لئے خریداری زمین کے واسطے بہت بڑی رقمیں منظور ہوئی تھیں اور انھیں کم شرح سود پر طویل مدتوں کے لئے قرضے دیئے گئے تھے۔ آئرلینڈ کا نظم ونسق اگر نامناسب حد تک کثیر الصرف معلوم ہوتا ہے تو اس وجہ سے کہ شہنشاہی پارلیمنٹ نے آئرستان کی معاشی حالتوں کو ترقی دینے پر بہت توجہ کی ہے۔ (۶) یہ مسئلہ کبھی بھی (کم ازکم ۱۸۹۲ء کے بعد سے) سلطنت متحدہ کے لوگوں کے سامنے کسی عام موقع پر صاف صاف پیش نہیں کیا گیا، اور یہ فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ کثرت تعداد کو اس مجوزہ قانون سے ہمدردی ہے۔ (۷) حامیانِ حکومتِ خود اختیاری کے لئے یہ ہمیشہ ناممکن رہا ہے کہ وہ کوئی ایسی تجویز قرار دیں جس پر کسی نہ کسی جانب سے شدید مسلمہ اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ (۸) ایک ناقابلِ حل مشکل خود آئرلینڈ کے اندر تفریقِ احساس سے پیدا ہوتی ہے، یہ مشکل نہ صرف کاروباری اور پیشہ ور لوگوں کی کثیر تعداد کی مخالفت سے پیدا ہوتی ہے بلکہ خاص کر شمال ومشرق السٹر کی وسیع پروٹسٹنٹ، اتحادپسند اور حرفی عنصر کی عملی مخالفت سے رونما ہوتی ہے؛ اس عنصر کو یقین ہے کہ کیسے ہی تحفظات کیوں نہ قائم کئے جائیں، اسے ایسی پارلیمنٹ کی اقتصادی و مذہبی تفریق سے برابر نقصان پہنچتا رہے گا جس میں کیتھولکی وزرعی عنصر کا غلبہ کثیر ہو۔ (۹) گزشتہ زمانہ کی بڑی بڑی بحری جنگوں میں دشمنوں نے ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ آئرلینڈ ایک ایسا قائدۃ الجیش مہیا کرتا ہے جہاں سے انگلستان پر بغلی حملہ ہو سکتا ہے۔ جب آئرلینڈ خود مختار ہوگا یا اسے اپنے معاملات پر ایسا اقتدار حاصل ہوگا جیسا حکومتِ خود اختیاری میں مقصود ہے تو برطانیہ کی بحری مدافعت کے مشکلات ومصارف بے انتہا بڑھ جائینگے۔ جنگی اغراض کے لئے جزائر برطانیہ ایک ناقابلِ تقسیم مجموعہ ہے، اور جب تک

کہ بین الاقوامی رقابتیں اور جنگیں قائم ہیں اس وقت تک دستوری تعلقات کی کوئی ترتیب جدید ایسی نہیں ہوسکتی جس کا آغاز اس اصولی واقعہ سے نہ ہوتا ہو۔[1]

---

[1] حکومتِ خود اختیاری کے موافق دلائل پُرزور و موثر طور پر کتب ذیل میں بیان ہوئے ہیں:۔ جے۔ میک کارتھی" حکومتِ خود اختیاری کا مسئلہ"
J. Mc Carthy, The Case for Home Rule ۱۸۸۷ء

ایس گوین" حکومتِ خود اختیاری کا مسئلہ" S. Gwynn. The Case for Home Rule
مطبوعہ ڈبلن ۱۹۱۱ء۔ بی۔ ولیمز (مدیر)" مسائل حکومتِ خود اختیاری" مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ B. Williams, Home Rule Problems

ایس۔ جی۔ ہابسن" آئرلینڈ کی حکومتِ خود اختیاری" S. G. Hobson, Irish Home Rule مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ حال کے بیانات جو ادبی حیثیت سے نہایت دلفریب ہیں، مگر معاملات کی ناقدانہ بحث کے بجائے زیادہ تر آئرستانی قوم کے جوش سے مملو ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:۔ اے۔ ایس گرین" آئرلینڈ کی قومیت" A S. Green, Irish Nationality
مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ ایف۔ ہیکٹ" آئرلینڈ" " قومیت کا مطالعہ"
F. Hackett, Ireland · Study in Nationalism.
مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۸ء" حکومتِ خود اختیاری کے خلاف مستند و عالمانہ دلائل" کتب ذیل میں ملیں گے۔ اے۔ وی۔ ڈائیسی" حکومت خود اختیاری کے خلاف انگلستان کا مسئلہ" A. V. Dicey, England's Case agaiust Home Rule.
مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء" اندھیرے میں زقند" A. Leap in the Dark.
مطبوعہ لندن ۱۸۹۳ء طبع جدید ۱۹۱۱ء۔ مخالفت کے عام دلائل کتب ذیل میں ملیں گے:۔ پی۔ کر سمائلی" حکومتِ خود اختیاری کا خطرہ" P. Kerr-Smiley. The Peril of Home Rule مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ ایس۔ روزنباؤم (مدیر)" حکومتِ خود اختیاری کے خلاف اتحاد کا مسئلہ" S. Rosenbaum Agal st Home Rule : the Case for the Uuion. مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء

۱۹۱۲ء کا قانون حکومت خود اختیاری

جس طرح ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء کے ناکام مسودات قانون میں انتظام کیا گیا، ویسا ہی اب مسٹر ایسکوتھ کے پیش کردہ قانون سواراج کے بموجب آئرلینڈ کی ایک پارلیمنٹ ہوتی جس کے دو ایوان ہوتے، اس کا اجلاس سال میں کم از کم ایک مرتبہ ہوتا، اور خالص آئرلینڈ ہی معاملات سے متعلق جتنے قوانین ہوتے سب اسی میں وضع ہوتے اور یہی پارلیمنٹ آئرلینڈ کے نظم ونسق پر عام نگرانی رکھتی۔ دارالعوام میں ۱۶۴ ارکان ہوتے جو زیادہ سے زیادہ پانچ برس کے لئے اس طریق پر منتخب کئے جاتے جس طریق پر تمام سلطنت متحدہ میں ایوان زیریں کے ارکان منتخب ہوتے ہیں، البتہ تین برس کے بعد آئرستان کی پارلیمنٹ، حق رائے دہی اور طریق انتخاب کو بدل سکتی اور حلقوں کی تقسیم از سر نو کر سکتی مگر مجموعی تعداد میں تغیر نہیں کر سکتی۔ ایوان بالائی یا سینیٹ چالیس ارکان پر مشتمل ہوتا جن کی میعاد آٹھ برس کی ہوتی۔ ابتدائی خیال یہ تھا کہ آئرلینڈ کی پریوی کونسل کی جماعت عاملہ کی صلاح سے نائب السلطنت سینیٹروں کا تقرر کرے مگر پھر مسودے میں یہ ترمیم کر دی گئی کہ تناسبی نمائندگی کے اصول پر صوبوں کی طرف سے تمام انتخاب ہو۔ نائب السلطنت بادشاہ کے نمائندہ کے طور پر بدستور اعلیٰ حاکم عاملانہ رہتا مگر وہ صرف مجلس عاملہ کی صلاح کے مطابق کام کرتا۔ یہ مجلس آئرلینڈ کے محکموں کے سرگروہوں پر مشتمل ہوتی جو انفراداً و مجموعتاً آئرلینڈ کے دارالعوام کے روبرو ذمہ دار ہوتے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ اب پہلی مرتبہ آئرلینڈ کو ایک حقیقی کابینی نظم حاصل ہوتا۔ ۱۸۸۶ء کے مسودۂ قانون کے خلاف اور ۱۸۹۳ء کے مسودۂ قانون کے موافق وسٹ منسٹر کے دارالعوام میں آئرلینڈ کی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اے۔ ڈبلیو سیموئیلز "حکومت خود اختیاری کے مالیات" مطبوعہ ڈبلن ۱۹۱۲ء A. W. Samuels, Home Rule Finance.

نمایندگی باقی رہتی لیکن اس کے نمایندوں کو ۱۰۳ سے گھٹاکر ۴۲ کردیا جاتا اوران نمائندوں کے حلقے اس طرح بنائے جاتے کہ برو اورصوبوں کو ملادیا جاتا اور دارالعلوموں کا انتخاب سلب کرلیا جاتا۔

یہ شرط خاص طور پر رکھی گئی تھی کہ "تمام اشخاص، معاملات اور امور پر سلطنت متحدہ کی پارلیمنٹ کا اعلیٰ اختیار واقتدار غیر موثر اور بے کم وکاست باقی رہے گا"۔ علاوہ ازیں آئرلینڈ کے امن، انتظام اور حکومت کے قانون سازی سے متعلق "آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کا اختیار قیود ذیل سے محدود کردیا گیا تھا (۱) بجز ان معاملات کے جن کا تعلق خالصتہً آئرلینڈ یا اس کے کسی حصّہ سے ہو" اور کسی طرح کے قوانین بنانے کا اختیار اس جماعت کو نہ ہوگا۔ (۲) یہ جماعت معاملات ذیل اور دوسرے متعدد "محفوظ" مسائل کے متعلق مطلق کسی قسم کا قانون وضع نہ کرے گی۔ جنگ یا صلح، فوج، بیڑہ، اخراج مجرمین، غداری، توطن، جہازرانی، تجارتِ خارجہ، سکہ، وزن و پیمانہ، نشاناتِ تجارتی، حقوق تصنیف، سند ایجاد، تحصیل محاصل، پولیس اور قوانین وظیفہ معمرین، تمام مسودات قوانین شاہی حق امحا کے زیر اثر ہوتے جس کا نفاذ نائب السلطنت کے ذریعہ سے ہوتا[1] اس تجویز کی ایک دفعہ جسے بہت اہمیت دی گئی اس میں آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کے لئے یہ ممنوع قرار دیا گیا تھا کہ "وہ کوئی ایسا قانون بنائے جس سے بالواسطہ یا بلا واسطہ کوئی مذہب (سرکاری طور پر) قائم ہوتا ہو یا کسی مذہب کو کوئی وقف

---

[1] سنہ ۱۹۰۹ء کے دستوری اختلاف آرا کا اثر اس شرط میں ظاہر ہوگیا کہ سینات کسی ایسے مسودۂ قانون کو مسترد نہ کرے جس کا تعلق صرف محصول عاید کرنے یا آئرلینڈ کی حکومت کے ملازمین کے لئے مداخل یا رقوم کے تعین سے ہو" نیز یہ کہ اگر دارالعوام کسی مسودۂ قانون کو دو متواتر میقاتوں میں منظور کرے اور سینات اسے دو مرتبہ مسترد کردے تو نائب السلطنت دونوں ایوانوں کا ایک مشترک اجلاس اس غرض سے کریگا کہ کثرت رائے سے اس معاملہ کا تصفیہ ہوجائے۔

عطا ہوتا ہو، یا کسی مذہب کے آزادانہ عمل پر کوئی رکاوٹ عائد کی جاتی ہو، یا مذہبی اعتقاد، یا مذہبی کلیسائی حیثیت کی بنا پر کوئی ترجیح، امتیاز، فائدہ حاصل ہوتا ہو، یا کسی قسم کی بندش یا مضرت عاید ہوتی ہو" اس مسودۂ قوانین کے طولانی و پیچیدہ دفعات میں دونوں ملکوں کے درمیان نئے مالی انتظامات کی تعریف و تحدید کی گئی تھی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ آئرلینڈ خود اپنے اوپر محصول لگاتا مگر ہر حال میں کچھ زمانے کے لیے شہنشاہی خزانہ ان محصولوں کو جمع کرتا اور انھیں شہنشاہی خزانہ میں داخل کرتا۔

لبرلوں نے اس تجویز کی تائید کی، فریق مزدی کو فی نفسہٖ حکومتِ خود اختیاری سے کچھ ایسی دلچسپی نہ تھی مگر اس نے بھی اس وجہ سے تائید کی کہ اس مسئلہ کے طے ہوجانے سے معاشری و حرفی مسائل پر پھر باقاعدہ توجہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ قوم پرستوں کے حصۂ کثیر نے مسٹر رڈمنڈ کی سرکردگی میں اس کی تائید کی مگر آزاد قوم پرستوں کے ایک چھوٹے گروہ نے مسٹر ولیم اوبراین کی سرکردگی میں اس مسودے کے بعض شرائط اور خاص کر مالیات سے متعلق شرائط کے باعث اس کی مخالفت کی۔ اتحادیوں کی مخالفت ایسی ہی سخت تھی جیسی ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء میں تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس مخالفت کی خاص بنا یہی تھی کہ اس تجویز سے آئرلینڈ کی پروٹسٹنٹ جماعت قلیل کو نقصانات پہنچیں گے اور شہنشاہی نظم میں انتشار پیدا ہوجائے گا۔ سب سے زیادہ مستحکم و قابلِ دید مقاومت پروٹسٹنٹوں یعنی صوبۂ السٹر کے اتحادی حصص کی جانب سے ہوئی۔

مسودۂ قانون (حکومت خود اختیاری) پارلیمنٹ اور ملک کے سامنے السٹر کا احتجاج

سترھویں صدی کے اوائل میں جب اہلِ آئرلینڈ کی زمینوں کی وسیع ضبطیوں، اور انگلستان و اسکاٹلینڈ کے متصلہ مقامات سے تارکانِ وطن کی ایک قوی جماعت کو وہاں لاکر آباد کردینے سے شمال پر پوری طرح سے غلبہ حاصل ہوگیا۔ اس وقت السٹر کثیر التعداد پروٹسٹنٹ آبادی کا مرکز بن گیا۔ اس وقت سے

(جیساکہ ایک مصنف نے لکھا ہے، اس جزیرے میں دو مختلف ہستیاں بلکہ دو مختلف قومیں ہوگئی ہیں" "ایک قوم بیشتر کلٹی، کیتھولک، سیاسی طور پر پست، معاشی حیثیت سے درماندہ، جاہل، غریب، غیر ملکیوں کے زیر استحصال، آئندہ کی نسبت مایوس اور اپنے تباہ کنوں سے سخت متنفر تھی، دوسری قوم اینگلو سیکسن، پروٹسٹنٹ اسقفی، پرسبیٹرین منحرفین کی تھی، جو زیادہ تر صاحب املاک، یا خوشحال صناع وکاشتکار تھے، برطانی اقتدار کے تحت وہ حکمرانی کرتے یا حکمراں طبقہ سے متحد تھے، ہمیشہ مغرور اور بسا اوقات مرفہ الحال اور کامیاب رہتے تھے"۔[1] انیسویں صدی میں انگریزی حکومت کی آزادانہ روش سے ملک کے دونوں حصص میں معقول حد تک ترقی ہوئی مگر السٹر (جو بلفاسٹ کے گرد اگرد اعلیٰ حصص پر مشتمل تھا) وہ اپنے معاشی ونسلی مقاصد کے لحاظ سے انگلستان سے زیادہ قریبی تعلقات رکھتا تھا، اس کے برخلاف بقیہ صوبے مخالف جانب کو حرکت کرتے جاتے تھے اور مذہبی وذہنی فرقوں میں کسی اعتبار سے خوش آیندگی نہیں پیدا ہوتی تھی۔

حکومت خود اختیاری کے اولیں ذکر کے وقت سے السٹر کے پروٹسٹنٹ اندیشناک اور معاند تھے انھوں نے ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء کے مسودۂ قانون کی مخالفت کی، انھوں نے اپنے اجتماعات میں یہ قرار دیا کہ اگر کبھی آئرلینڈ کی کوئی پارلیمنٹ قایم کی گئی تو اس کے اقتدار کے تسلیم کرنے سے انکار کردیں گے۔ پس جب ۱۹۱۱ء میں ایسکوئتھ کی حکومت نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اس مسئلہ پر ایک نیا مسودۂ قانون پیش کرے گی تو اہل السٹر فوراً ہی سر اڈورڈ کارسن کی سرکردگی میں مخالفت کا انتظام کرنے لگے اور یہ ظاہر کردیا کہ کسی کیتھولک پارلیمنٹ کی اطاعت سے بچنے کے لئے

---

[1] ٹرنر "آئرلینڈ وانگلستان" صفحہ ۲۹۴۔ Turner Ireland and England

اگر ضرورت پڑی تو وہ انتہائی حدتک جانے کے لئے آمادہ ہیں، تاآنکہ وہ ایک جداگانہ عارضی حکومت قائم کرلینے کے لئے تیار ہیں۔ حکومت خود اختیاری کے حامیوں نے یہ ظاہر کرنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی کہ اس صوبے کے نو اضلاع میں سے چار بلکہ ممکن ہے کہ پانچ صوبوں میں حامیانِ حکومت خود اختیاری کی کثرت ہے[1] اور ۱۹۱۱ء کی مردم شماری سے یہ ظاہر تھا کہ بہ حیثیت مجموعی اس صوبہ میں تمام عقائد و خیالات کے پروٹسٹنٹ کیتھولکوں سے بقدر دو لاکھ بھی زائد نہیں ہیں،[2] اور انھوں نے اس پر زور دیا کہ السٹر کے لوگوں کا یہ خوف مجوزہ قانون کے منصفانہ مطالعہ سے نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ قدیم تعصب کا نتیجہ ہے مگر مخالفین ایسے ہی زور کے ساتھ اس امر پر مصر رہے کہ آئرلینڈ کی علیحدہ حکومت کی ہر ایک تجویز کے تحت میں انھیں معاشی مغلوبیت اور مذہبی ظلم و ستم کا خطرہ لاحق ہے۔ انگلستان کے اتحادیوں کے اشارہ بلکہ علانیہ ہمت افزائی سے ان لوگوں نے پرجوش جلسہ ہائے عام کئے، ایسے معاہدات پر دستخط کئے کہ وہ کبھی کسی پارلیمنٹ کی اطاعت نہ کرینگے، عارضی حکومت کے خاکے تیار کیے اور جنگ مقاومت کے لئے سرگرم تیاریاں کیں (انگلستان کے اتحادیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ کوئی معمولی سیاسی مسئلہ نہیں ہے جسے محض وسٹ منسٹر میں رائے لیکر طے کرلیا جائے)۔

حکومت کے مسودۂ قانون کے پہلی مرتبہ پیش ہونے کے بعد، تمام

---

[1] ۔ السٹر، آرماہ، اینٹرم اور ڈاؤن کے صوبے بغلبۂ تمام اتحادی ہیں۔ کیوین اور ڈونیگال بغلبۂ تمام قوم پرست ہیں، ڈیری، فرماناہ، موناہن اور ٹائرون زیادہ تر برابر برابر منقسم ہیں۔

[2] ۔ پروٹسٹنٹ تقریباً نو لاکھ ہیں، کیتھولک سات لاکھ۔ دسمبر ۱۹۱۰ء کے انتخابات عام کے بعد دارالعوام میں السٹر کے اکتیس نمائندوں میں سے سولہ اتحادی، تیرہ قوم پرست، ایک آزاد قوم پرست اور ایک لبرل تھا۔

فریقوں کے تحتِ وطن اشخاص میں جیسا اضطراب برپا ہوا اس کا نقشہ کھینچنا اور جو افسانہ وار واقعات پیش کرے ان کا بیان کرنا غیر ممکن ہے۔ اپنی روش کی راست بازی پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے، تمام تہدیدوں اور مسلح تیاریوں کے باوجود حکومت نے اپنے مقصد سے پھرنا روا نہ رکھا تا آنکہ جب اتحادی سرگروہ بونر لا نے سنجیدگی کے ساتھ یہ اعلان کر دیا کہ اگر انتخاب کنندگاں سے مزید استصواب کے بغیر قانونِ پارلیمنٹ کے تحت قوم پرستوں کی رائے کے زور سے (جنھیں اتحادی ہمیشہ شہنشاہی نظم سے برگشتہ سمجھتے رہے ہیں)، کوئی تجویز منظور ہوی اور اہلِ السٹر اس کی علانیہ مخالفت پر مجبور ہوئے تو اس صورت میں اہلِ السٹر پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کے معنی خانہ جنگی کے ہونگے اور یہ جنگ ایسی ہوگی کہ آئرستان ہی تک محدود نہ ہوگی۔ ۱۹۱۳ء کے ابتدائی مہینوں میں دارالعوام نے دو مرتبہ مسودۂ قانون کو منظور کیا اور دارالامرا نے دونوں مرتبہ فوراً ہی بہت بڑی کثرت رائے کے ساتھ اسے مسترد کر دیا[ل] اتحادیوں نے بار بار حکومت کو یہ صلائے جنگ دی کہ وہ اس مسئلہ کو عام انتخاب میں قوم کے سامنے پیش کریں یا اس کے بجائے صرف اس ایک مسئلہ پر مرافعہ کریں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ مسئلہ پہلے ہی پیش ہو چکا ہے۔ دونوں بڑے فریقوں کے نمایندوں کے درمیان مستشارات ہوئے مگر ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ قوم پرستوں نے بار بار اس عزم کی تکرار کی وہ کسی مفاہمت کے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں اور ۵ مارچ ۱۹۱۴ء

ل۔ دارالعوام میں ۱۶ جنوری کو ۲۵۷ کے مقابلہ میں ۳۶۷ رایوں سے منظور ہوا اور ۳۰ جنوری کو دارالامرا میں دوسری خواندگی کے وقت ۶۹ کے مقابلہ میں ۳۶۹ رایوں سے مسترد ہو گیا۔ ایوانِ زیریں نے اسے دوبارہ ۷ جولائی کو ۲۴۳ رایوں کے مقابلہ میں ۳۵۲ رایوں سے منظور کیا ۱۵ جولائی کو ایوانِ بالائی میں ۶۴ رایوں کے مقابلہ میں ۳۰۲ رایوں سے مسترد ہو گیا۔

کو یہ مسودۂ قانون تیسری مرتبہ پیش ہوا لیکن تین روز بعد مسٹر اسکو تھ نے ایک مفاہمت کی شکل پیش کی، جو اس مفاہمت کے مشابہ تھا جسے مسٹر چیمبرلین نے ۱۸۸۶ء میں تجویز کیا تھا۔ تجویز یہ تھی کہ السٹر کے جو صوبے بذریعہ مراجعہ اس کا مطالعہ کریں انھیں قانونِ سوراج کے عملدرآمد سے چھ برس کے لئے مستثنیٰ کر دیا جائے اس کے بعد وہ ازخود اس قانون کے شرائط کے تحت آجائیں۔ اتحادی اور اہلِ السٹر اس تجویز کو اس کے سخت قیدِ زمانی کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے مگر اتحادیوں کی مخالفت لبرلوں کے اس ایما سے کسی حد تک نرم ہو گئی تھی کہ چھ برس کے زمانہ کے ختم ہونے کے قبل ہی تمام مملوکیت برطانیہ کے لئے وفاقی حکومت کی کوئی تجویز ایسی نکالی جائے گی جس سے السٹر کو مستقل تقرر حاصل ہو جائے۔ دوسری طرف قوم پرست ملک کی کسی قسم کی تقسیم کے سراسر مخالف تھے اور خاص کر اس تقسیم کے جس سے وہ صوبے علٰحدہ ہو جائیں جن میں محصول کے ادا کرنے کی سب سے زیادہ قابلیت ہے۔

۱۲ مئی کو وزیراعظم نے یہ اعلان کیا کہ حکومت کا ارادہ ایک قانون ترمیم پیش کرنے کا ہے جو اصل تجویز کے عمل میں آنے سے قبل اس میں کسی حد تک تعدیل کر دے گا۔ اس سے چار روز بعد دارالعوام میں حکومتِ خود اختیاری کی تیسری خواندگی ۲۷۴ رایوں کے مقابلہ میں ۳۵۱ رایوں سے منظور ہو گئی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسودہ ایوان بالائی کی منظوری کے بغیر اور اس کی مرضی کے خلاف قانون بن جائے گا۔ مسودہ ترمیم جو دارالامرا میں ۲۳ جون کو پیش ہوا وہ وزیراعظم کی ۹ مارچ والی تجاویز پر محتوی تھا، اور اب یہ مسئلہ اخراجِ السٹر کے اصول و جزئیات کا مسئلہ بن گیا۔ جب کہ ایک طرف السٹر کے بیس ہزار رضا کار رات دن قواعد کر رہے تھے اور دوسری طرف قوم پرست رضا کار اس سے بھی زیادہ تعداد میں صوبجات السٹر کی علیحدگی کی مقاومت کے لئے میدان میں آرہے تھے، بادشاہ نے ۲۱ جولائی کو ایک خلاف معمول قدم اٹھایا اور آزاد خیال، اتحادی

اور قوم پرست سرگروہوں کو مشورت کے لئے محل بکنگھم میں طلب کیا۔ بادشاہ کو امید یہ تھی کہ اس طرح اتفاق باہمی کی کوئی صورت نکل آئے گی مگر یہ جلسہ لاحاصل ثابت ہوا۔ اس دوران میں دارالامرا نے مسودۂ ترمیم کو اس صورت میں منظور کر دیا تھا کہ کل السٹر غیر معین زمانہ کے لئے قانون حکومتِ خود اختیاری کے اثر سے نکل جائے۔ یہ تبدیل شدہ تجویز دارالعوام میں بھیجی گئی اور وہاں ابھی زیرِ غور تھی کہ دفعتہً جنگ عظیم کے شروع ہو جانے سے سیاسی منظر بالکلیہ بدل گیا۔ سیاسی بغض و عناد تہ خاک دفن کر دیئے گئے اور پارلیمنٹ نے اپنی توجہ ان قوانین کے وضع کرنے کی طرف منعطف کی جن کی فوری ضرورت تھی، اور مسئلہ مذکورہ کے آخری فیصلہ کو کسی مناسب موقع کے لئے چھوڑ دیا۔ آئرلینڈ کا مسودۂ ترمیم ساقط کر دیا گیا اور حکومت نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ کبھی بھی السٹر پر جبراً سوا راج عائد نہیں کرے گی، اور یہ وعدہ کیا کہ قانونِ سوا راج ایک برس (یا اختتامِ جنگ تک) نافذ نہ ہوگا، اور یہ بھی اقرار کیا کہ اس دوران میں حکومت کوئی نہ کوئی ترمیمی تجویز منظور کرا دے گی۔ یہ لائحۂ عمل افسانہ دارانداز سے دونوں ایوانوں میں مقبول ہو گیا اور ۱۸ ستمبر کو حکومت آئرلینڈ کے اس قانون کو جس کا مدت سے انتظار تھا شاہی منظوری حاصل ہو گئی۔[1]

---

[1] ۱۹۱۴ء کے بعد سے آئرلینڈی مسئلہ کے لئے باب ہیزدہم میں دیکھنا چاہئے ۱۹۱۲ء کے مسئلہ حکومتِ خود اختیاری پر مضامین و کتب ذیل میں بحث کی گئی ہے۔ ڈبلیو۔ ٹی۔ لاپراڈ "مسئلہ حکومتِ خود اختیاری کی موجودہ حیثیت"

W. T. Laprade Present Status of the Home Rule Question

مطبوعۂ "امریکن پولیٹکل سائنس ریویو" نومبر ۱۹۱۲ء۔ ایچ۔ اسپنڈر "حکومت خود اختیاری" H Spender, Hom Rule مطبوعۂ لندن ۱۹۱۲ء۔ السٹر کی حالت کا بیان ٹرنر کی کتاب "آئرلینڈ و انگلستان" Turner, Ireland and England. صفحات ۲۹۲-۲۱۱ میں ہوا ہے۔ اتحادی تشریح کے مقابلانہ بیان کے لئے کتاب ذیل

باب ہفتدہم

متفرق فریقانہ مباحث

دستوری مسائل

تعلقات خارجہ اور قوم کی مسلح قوتوں سے متعلقہ مسائل سے قطع نظر کر کے (جو غیر فریقانہ بنیاد پر تصفیہ پاتے ہیں) تین خاص مجموعہاے مباحث ہیں جو جنگ سے قبل کے عشرے میں بڑے بڑے فریقوں کے اختلاف آرا کی آگ میں ایندھن کا کام دے رہے تھے۔ پہلے مبحث کا تعلق دستوری مسائل سے تھا، دوسرا مبحث معاشی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیکھنا چاہیے ای۔ ڈبلیو ہملٹن "دو السٹر کی روح" E. W. Hamiltan The Soul of Ilst مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۷ء۔ سکار آمد مضامین میں مضامینِ ذیل داخل ہیں ای۔ چلڈرس "حکومتِ خود اختیاری پارلیمنٹ میں" E. Childers Homrule in Parliament مطبوعۂ کانٹمپریری ریویو دسمبر ۱۹۱۲ء اے۔ جی۔ پارٹ "آئرلینڈ کا مسودۂ حکومتِ خود اختیاری" A. G. Parritt, The Irish Home Rule Bill. مطبوعۂ پولٹیکل سائینس کوارٹرلی جون ۱۹۱۳ء۔

مسائل سے تعلق رکھتا تھا، اور تیسرا وسیع معاشری مسائل سے متعلق تھا۔ ان عنوانوں کے تحت میں جن مسائل کا ذکر ہوگا ان میں سے بہت ہی کم مباحث طے ہوئے ہیں۔ یا یوں کہو کہ کوئی بھی طے نہیں ہوا ہے۔ بعض مباحث کو ہجوم جنگ نے عام توجہ سے ہٹا دیا اور ان کے بجائے دوسرے مسائل کی ضرورت بڑھ گئی۔ یہ سب مباحث کسی وقت سر اٹھائیں گے اور اب شاید نئے بھیس میں جلوہ گر ہوں۔ مگر خود جنگ کے پیدا کردہ بیسیوں پیچیدہ معاملات کے ساتھ ساتھ ان کا اقتضا بھی یہ ہوگا کہ تمام فریقانہ جماعتوں کے سرگروہ ارکان ان پر غور و فکر کے ساتھ بحث کریں۔

دستوری مسائل میں سے تین خاص مسائل پر کافی ودافی بحث ہو چکی ہے۔ یعنی اصلاح دارالامرا[1] انتخابی نظم کی ترتیب جدید[2] اور آئرستان کی حکومت خود اختیاری[3] اول الذکر اولاً وا قداً ایک فریقانہ مسئلہ رہا ہے۔ اس تحریک اصلاح میں آزاد خیالوں کی اس خواہش سے جوش پیدا ہوا کہ ایوان بالائی میں اتحادیوں کے دائمی غلبہ کی وجہ سے ان کے لئے جو ناقابل برداشت حالت پیدا ہو جاتی ہے ان کا خاتمہ کریں۔ اتحادیوں نے خود یہ دیکھ کر کہ تغیرات کا ہونا لابدی ہے عمومی بنیاد پر اس ایوان کی ترتیب جدید کی مختلف تجویزیں پیش کیں مگر آزاد خیالوں نے اسے ترجیح دی کہ ایوان زیریں میں جو قانون منظور ہو جائے اس میں رکاوٹ ڈالنے کے متعلق دارالامرا کے اختیارات کو محدود کرکے اس وقت کی اصلی جڑ کو کاٹ دیا جائے۔ یہ کام انھوں نے ۱۹۱۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے ذریعہ سے انجام دیا۔ ۱۹۱۱ء کے بعد سے پھر حالات کبھی ایسے موافق نہ ہوے کہ ایوان بالائی

---

[1] باب ۹

[2] باب ۸

[3] باب ۱۶

کو عمومی بنانے کے خیال سے اس قانون میں جس مزید کارروائی کا وعدہ کیا گیا تھا اسے عمل میں لایا جائے مگر یہ سوال بدستور باقی ہے، اور باوجودیکہ تمام مقاصد کے متعلق فریقوں میں اتفاق ہو چکا ہے مگر جب کبھی اس مسئلہ میں ہاتھ لگایا جائے گا شدید اختلافات اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اس تمام عشرے میں انتخابی اصلاح کے مسئلہ پر توجہ برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ بالکلیہ فریقانہ سوال نہیں تھا، مثلاً عورتوں کو حق رائے کے دینے کے بارے میں کسی فریق نے بھی صاف وصریح روش اختیار نہیں کی مگر آزاد خیالوں کو زیادہ دلچسپی ہر بالغ شخص کو حق رائے دہی عطا کرنے اور تکثیری رائے دہی کو منسوخ کر دینے سے تھی اور ان کے مخالفین نشستوں کی تقسیم جدید پر زیادہ زور دیتے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، جنگ کے دباؤ نے غیر متوقع طور پر انتخابی نظم کو بالکلیہ نئے سر سے ڈھالنے پر مجبور کر دیا۔ ایک حد تک یہ تمام غیر فریقانہ طریقوں پر عمل میں آیا لیکن بعض معاملات پر خاص تناسبی نمایندگی کے اصول کے رائج کرنے کے متعلق فریقانہ بحث کی روش ایسی ہو گئی کہ اس سے کل مقصود ہی خطرے میں پڑ گیا اغلب یہ ہے کہ تناسبی نمایندگی کی تجویز جس سے دارالامرا کی اتحادی کثرت کو گہرا تعلق تھا فریقوں کے درمیان ایک ممتاز مبحث بن جائے گی۔ خود رائے دہی کا مسئلہ کبھی طے نہیں ہوا ہے " عورتوں کی رائے دہی کے "قومی اتحاد" نے اپنے اس ارادے کا باضابطہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ پارلیمنٹی انتخابات کے لئے رائے دینے والی عورتوں کی عمر تیس سے اکیس کیئے جانے کی سعی کرے گی تاکہ اس طرح عورتوں اور مردوں میں پوری مساوات قائم ہو جائے۔ چونکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام ملک کے اندر رائے دہندہ عورتوں کی کثرت بیس لاکھ کے قریب ہو جائے اس لئے اس کی قطعی مخالفت ہو گی، ہو سکتا ہے کہ یہ سوال فریقانہ ہیئت اختیار کرے یا نہ اختیار کرے۔

سیاسی مبحث کے طور پر مراجعہ کا بھی اتفاقیہ ذکر آتا رہا ہے۔

دونوں فریقوں میں یہ خیال بتدریج ترقی کرتا رہا ہے کہ حکومتی نظم میں پارلیمنٹ کو شدید تغیرات سے اس وقت تک باز رہنا چاہیئے جب تک کہ اسے اس قسم کے تغیرات کے لیئے قوم سے حکم نہ مل جائے۔ ۱۹۱۰ء کے نازک مواقع کے وقت مسٹر بالفور نے فریق مخالف کے سرگروہ کی حیثیت سے پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر جو تجویز پیش کی تھی اُس تجویز میں اور اس خیال میں صرف ایک قدم کا فرق ہے کہ تمام اہم مسائل لامحالہ انتخاب کنندگان کے روبرو معینہ طریق کے ذریعہ سے پیش کیئے جایا کریں۔ اتحادی فریق نے بہ حیثیت مجموعی کبھی یہ دعوی نہیں کیا ہے کہ مراجعہ معمولی وضع قوانین پر عاید کیا جائے مگر آئینی مسائل پر اس کے اطلاق کے متعلق اس نے اپنے کو مستحکم طور پر پابند بنا لیا ہے۔ لبرلوں میں فرداً فرداً لوگ اُس تجویز کو اچھا خیال کرتے ہیں مگر کل فریق بہ حیثیت مجموعی ادھر مائل نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر دونوں فریقوں کے درمیان اُصول کے بہ نسبت سوال زیادہ تر رفتار ترقی کا ہے[1]

محصول درآمد و برآمد و اجرائے محصول

جنگ سے قبل کے عشرے میں جو معاشی مسائل فریقانہ مسائل بن گئے تھے ان میں سے تین مسئلے خاص طور پر اہم تھے۔ اصلاح محصول درآمد و برآمد بشمول ترجیح مستعمراتی اجرائے محصول، اور اصلاح اراضی۔ درآمد و برآمد کے محصول کا مسئلہ اُس رجعت قہقری سے پیدا ہوا جو آزاد تجارت کے رائج الوقت نظام کے خلاف چوتھائی صدی قبل اتحادیوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے انگلستان میں تامینی محاصل ان مسلسل کارروائیوں کے ذریعہ سے فسوخ ہوئے جن کی تاریخ ۴۹-۱۸۴۲ء میں قوانین غلہ کی تنسیخ

---

[1] ایچ۔ ڈبلیو۔ ہارول، "دو برطانیہ عظمی میں مراجعہ"
H. W. Horwill, The Referendum in Great Britain
مطبوعہ "پولیٹکل سائنس کوارٹرلی" ستمبر ۱۹۱۱ء۔

سے شروع ہوتی ہے اور یہ کارروائیاں زیادہ تر آزاد خیال فریق کی تھیں[1]
بعض اغراض و مقاصد کے لوگ جو سب سے آخر تک تحفظی اصول پر قائم رہے
ان کے اصول حقیقتاً کسی وقت بھی بدلے نہیں، اور آخری صدی کے اختتام
کے قریب پیداوار زرعی کی قیمتوں اور حرفی منافع میں انحطاط اور اس کے
ساتھ آزاد تجارت کی حمایت کی وجہ سے برطانیہ عظمیٰ کے یکہ و تنہا حالت
کی وجہ سے بہت لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ آزاد تجارت کے طریقے
کو ترک کر دینا چاہیئے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے "استحفاظی قومی اتحاد" نے
اپنے سالانہ مشتشارات میں کئی مرتبہ تامین محاصل درآمد و برآمد کے نظم کے
موافق قرار دادیں منظور کیں مگر ان کا کوئی بدیہی نتیجہ نہیں نکلا[2]۔ ۱۹۰۳ء
میں اتحادی کابینہ کا ایک ممتاز رکن جوزف چیمبرلین محصول درآمد و برآمد
کے نظم کا حامی بن کر سامنے آیا۔ اس نظم کی دو خاص ہیئتیں تھیں (۱) باہر
سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر محصول لگایا جائے اور اس کی ترتیب ایسی
رکھی جائے جس سے غیر ممالک کے مقابلہ میں برطانی نو آبادیوں کو شرح کے
اعتبار سے فائدہ رہے، (۲) باہر کی غیر ملکی حرفتوں کے ناواجب مقابلہ سے
برطانی حرفتوں کو محفوظ رکھنے کے لئے باہر سے آئے ہوئے مصنوعات
پر محصول لگایا جائے۔ زور یہ دیا جاتا تھا کہ اس تجویز کے تحت آمدنی
کے اضافہ کی وجہ سے براہ راست محصولوں میں جس تخفیف کا امکان
پیدا ہو جائے گا دولتمندوں کو اس سے نفع پہنچے گا اور بالواسطہ محصول
کے ذریعہ سے اگر بالفرض غرباکو سلطنت کے بار میں زیادہ حصہ لینا پڑے
(لیکن یقین یہ دلایا جاتا تھا کہ ایسا نہیں ہوگا) تو اس کی تلافی اس سے زیادہ
ان فوائد سے ہو جائے گی جو استقلال کار، گرانی اجرت، اور پیرانہ سالی
کے قوانین اور ان دوسرے معاشری قوانین کے ذریعہ سے حاصل ہونگے،

---

[1] - ملاحظہ ہو باب ۱۴
[2] - ملاحظہ ہو باب ۱۵

جن کا امکان زیادتی محاصل کی وجہ سے پیدا ہو جائے گا۔ اس کے سوا یہ بھی دلیل پیش کی جاتی تھی کہ برطانیہ کی زراعت جو مدتوں سے پست ہو گئی تھی، اسے تامین سے نفع پہنچے گا اور مستعمرات اور ملک مادری کے درمیان جو سیاسی روابط اس وقت قائم تھے ان میں معاشی نوعیت کے دوسرے پرزور روابط کے اضافہ سے سلطنت برطانیہ کے تحفظ و دوام کا مزید تیقن پیدا ہو جائے گا۔

اس تجویز کی طرف بہت سے لوگوں کی توجہ مبذول ہوگئی۔ اتحادی فریق کے نوعمر مدبرین اور اصحاب صحافت میں بہت سے ممتاز اشخاص نے اس کی موافقت کا اعلان کر دیا اور اول درجہ کے متعدد ماہرین معاشیات نے بھی ایسا ہی کیا۔ ۱۹۰۳ء کے وسط گرما میں ایک "معاقدہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد" نے ملک میں رسالوں کا سیلاب رواں کر دیا اور سال کے آخری حصہ میں چیمبرلین صرف اس لئے سرکاری زندگی سے کنارہ کش ہو گیا کہ جس مہم کا وہ موئید تھا اسے زیادہ موثر طریقہ سے عمل میں لا سکے۔ ارکانِ کابینہ سے چار حامیانِ تجارت آزاد کے نکل جانے کے بعد بھی کابینہ منقسم رہا۔ وزیراعظم مسٹر بالفور نے یہ چاہا کہ اپنے کو "معقول پسند حامی تجارت آزاد" ظاہر کر کے درمیانی راستہ اختیار کرے اور اس کے فریق میں جس انشقاق کے برپا ہونے کا خطرہ تھا اس کے روکنے کی اس نے سخت کوشش کی۔ اس کے ساتھیوں نے اکتوبر ۱۹۰۳ء سے جنوری ۱۹۰۶ء تک اپنی تجویز کی حمایت میں غیرمعمولی زور شور کے ساتھ تقریروں کی مہم جاری رکھی، اور ملک کے تمام حصص میں اپنے سامعین کی ایک بہت بڑی تعداد کو مطمئن کر دیا۔ ۱۹۰۴ء کے آغاز میں "معاقدہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد" نے ایک غیرکاری "ماموریہ محصول درآمد و برآمد" قایم کیا اور اسے یہ ہدایت کی گئی کہ وہ اس عام مسئلہ سے متعلق تمام مسائل و حالات کا وسیع مطالعہ کرے۔ پانچ برس سے زیادہ کام کرنے کے بعد اس ماموریہ نے تفصیلی یادداشتوں کا ایک سلسلہ پیش کیا، اور اگرچہ یہ تمام مہم اس

مسئلہ کے جانبداروں ہی نے سر کی تھی، پھر بھی عام طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جو مواد جمع کیا گیا ہے قابلِ اطمینان ہے خواہ نتائج ما حصلہ قابلِ اطمینان نہ ہوں اس ماموریہ کے فیصلوں نے مصلحین کے دلائل کی تصدیق کی اور اس کی سفارشیں اور چمبرلین کے تجاویز بالعموم ہم آہنگ تھیں۔

اس مسئلہ کے سیاسیات میں داخل کر دینے کی وجہ سے اس دوران میں اہم نتائج پیدا ہو گئے۔ اتحادی گروہ پارلیمنٹ کے اندر اور نیز باہر اس مسئلہ کے متعلق شدت کے ساتھ منقسم تھا جس کی وجہ سے بالفور کی حکومت کبھی اس مسئلہ کو اپنے سرکاری لائحہ عمل میں جگہ نہیں دے سکی۔ اس صورتِ حال میں لبرلوں کو موقع ہاتھ آگیا۔ وہ قریب قریب کلیتہً اس مجوزہ روش جدید کے خلاف تھے پس انھوں نے انگلستان کے ”مقدس اصول تجارت آزاد“ کے حامیوں کی حیثیت اختیار کر لی اور مزدور طبقے پر سستی روٹی کے حوالہ سے پر زور اثر ڈال دیا۔ محصول درآمد و برآمد کی اصلاح چاہنے والوں نے اس سے انکار کیا کہ ان کی تجویز کا منشا یہ تھا کہ مالیاتی حکمت عملی بالکلیہ بدل دی جائے مگر اکثر لوگوں کی نظروں میں آزاد تجارت اور تامین کے اصول ایک دوسرے کے قطعاً منافی تھے۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں بالفور کی وزارت کنارہ کش ہو گئی اور اس کے بعد ہی جو عام انتخاب ہوا اسمین کیمبل بینربن کی آزاد خیال حکومت کو بہت ہی عظیم الشان کثرت سے فتح حاصل ہوئی۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۵ء تک آزاد خیال اور ان کے آیرستانی قوم پرست اور مزدوری حلفا مسلسل برسرِ اقتدار رہے اور کسی تامینی کارروائی کے سرکاری حلقوں کے اندر مقبول ہونے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ لیکن اصلاح محاصل درآمد و برآمد کی تبلیغ تمام ملک میں جاری رہی اور اگرچہ چمبرلین کی صحت ۱۹۰۶ء سے خراب ہو گئی تھی مگر ۱۹۱۴ء میں اپنے انتقال کے وقت تک وہی اس کا خاص روح رواں اور مشیر کار رہا۔ اس تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ بہر دان اتحادیت کے اکثر مؤید بتدریج اس جانب آگئے اور یہ تجاویز اس فریق کے لائحہ عمل میں کالاً منال کی گئیں[۱]

---

[۱] ۱۹۱۱ء میں بالفور کے بجائے بونر لا اتحادی فریق کا سر گروہ بن گیا تھا، اس نے

سنہ ۱۹۰۹ء کے مالی مسودہ میں لبرلوں نے محصول میں جو تغیر و تبدل کئے ان کی
بہ نسبت ایک معقول حد تک یہ سمجھا گیا کہ یہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد کے
بدل ہیں اور ایک حد تک اسی وجہ سے حامیان تحفظ نے تقریباً یک زبان
ہو کر اس تغیر و تبدل کی مخالفت کی۔ سنہ ۱۹۰۹-۱۱ء کے تمام اختلافات کے
دوران میں لبرل گروہ نے "آزاد تجارت کی برقراری کے ساتھ ساتھ مالیات
پر دارالعوام کی نگرانی کے اصول کی پر زور حمایت کرنی شروع کر دی تھی۔
مگر اتحادی گروہ تامین اور مستعمراتی ترجیح کی حمایت پر معتدبہ اتفاق کلی کے
ساتھ جما رہا سنہ ۱۹۱۱-۱۴ء میں برابر یہ سمجھا جاتا رہا کہ اگر اتحادی پھر برسر اقتدار
ہو گئے تو وہ اپنا پہلا موازنہ اس نئے (یا زیادہ صحیح طور پر اپنے تجدید شدہ)
اصول کے مطابق بنائیں گے۔ بہر نوع، یہ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اپنے
یورپی ہمسایوں کو آزاد تجارت کا معتقد بنانے کی کوشش میں ناکامی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کی ایک تقریر میں بمقام اڈنبرا بالاعلان یہ کہا کہ
اب اس فریق کے ارکان اس طرح متفق اللفظ ہو کر اصلاح محصول درآمد و برآمد کی حکمت عملی
کی تائید کر رہے ہیں کہ اس سے قبل کبھی یہ حالت نہیں تھی۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ غریب تر
حرفی طبقات کی مخالفت کے قوت سے اس فریق کا ایک بڑا حصہ اشیاء خوردنی کے
محصولوں کے مسئلہ کی بابت سست ہو گیا تھا اور اس بحث پر اس فریق کے ممتاز
ارکان کے پیش کردہ محضر پر لحاظ کر کے بونر لا نے اس موقع پر یہ وعدہ کیا کہ اگر
اتحادی برسر اقتدار آجائیں تو اشیاء خوردنی پر اس وقت تک محصول نہیں عاید
کیا جائے گا جب تک کہ قوم سے کسی عام انتخاب کے موقع پر مشورہ نہ کر لیا جائے گا۔
"معاقدہ اصلاح محاصل درآمد و برآمد" نے یہ اصرار کیا کہ اتحادی فریق اشیاء خوردنی
کے محصول کو ملتوی کر سکتا ہے مگر اسے بالکلیہ ترک نہ کرنا چاہئے۔ اس مسئلہ کی ترقی پر
ایل سی۔ جی۔ منی کے مضمون ذیل میں تبصرہ کیا گیا ہے:۔ "اصلاح محاصل درآمد و برآمد دس
برس بعد" L. C. G. Money. "Tariff Reform, Ten years after
مطبوعہ "کانٹمپوریری ریویو" مارچ سنہ ۱۹۱۳ء۔

صورت میں خود انگریزوں ہی میں اس حکمت عملی کی خوبیوں کے نسبت اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔

ایک سربرآوردہ صاحب قلم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اپنے ممتاز رقیب کے مقابلہ میں اتحادی فریق کا امتیاز خاص غالباً یہی ہے کہ وہ بعض بڑے بڑے صاحب غرض گروہوں کے ساتھ وہ خاص خاص مراعات جائز رکھتی ہے جن میں سے ایک طبقہ بڑے زمینداروں کا بھی ہے۔[1] فوج کی تنظیم جدید، بحری تعمیرات، وظائف پیرانہ سالی، تعلیمات عامہ اور دوسرے بڑے بڑے معاملات کی وجہ سے مداخل میں کثیر زیادتی کی ضرورت مدت سے لاحق ہو چکی ہے۔ اس عام امر واقعہ کو دونوں فریق تسلیم کرتے تھے، مگر مزید رقم حاصل کرنے کے طریقہ کے متعلق ان میں شدید اختلاف تھا۔ (جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے) اتحادیوں کا خیال یہ تھا کہ درآمد پر محصول لگایا جائے تاکہ آمدنی بھی ہو اور انگلستان کی زراعت وحرفت کا تحفظ بھی ہو۔ لبرلوں کا خیال زیادہ تر یہ تھا کہ آمدنی پر محصول لگایا جائے جس کی شرح آمدنی کی ترقی کے ساتھ بڑھتی جائے، زمین کی قیمت کا از سر نو اندازہ کیا جائے اور انھیں قیمتوں کے موافق (خاص کر غیر اکتسابی اضافوں پر) اور وراثتوں، نیز موٹر، جوہر، شراب اور اسباب تعیش پر شدید بار ڈالا جائے، مختصراً یہ کہ دولتمندوں اور خاص کر زمینداروں پر اس سے بدرجہا زیادہ بوجھ رکھ دیا جائے جتنا اب تک ان پر عاید ہوتا تھا۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۱ء تک کے مسلسل موازنوں میں لبرلوں کے خیالات وسعت کے ساتھ عمل میں آتے رہے، البتہ کامل طور پر عمل میں نہیں آئے، اور جو کچھ ہوا تھا اس کے قرین انصاف وسود مند ہونے کے نسبت جنگ کی ابتدا پر دونوں فریق اتنا ہی ایک دوسرے سے بعید تھے۔

---

[1] لوول "حکومت انگلستان" (Lowell, Government of England) جلد دوم صفحہ ۱۲۰۔

اتحادی اب بھی یہی سمجھتے تھے کہ محصول درآمد و برآمد آمدنی کا بہترین ذریعہ ہے۔[1]

اصلاح اراضی

اسی سے گہرا تعلق رکھنے والا مسئلہ جو ایک اہم فریقانہ مبحث بننے والا تھا اور جسے جنگ نے عارضی طور پر گمنامی میں ڈال دیا، وہ اصلاح اراضی کا مسئلہ تھا۔ اوپر حال کے عشرات میں اراضی کی صورت حال میں متعدد ناقابل اطمینان کیفیات پیدا ہو گئی تھیں۔ جنگ سے تھوڑا زمانہ قبل قابل کاشت اراضی سے صرف بارہ فیصدی پر خود مالکوں کی کاشت تھی۔ بقیہ حصہ کا بیشتر جزو اور اس کے ساتھ غیر مزروعہ اراضی کی بہت وسیع مقدار دولتمند زمینداروں کے قبضے میں تھی جو اکثر پورے پورے گاؤں کے مالک ہوتے تھے۔ بالغ زرعی مزدوروں میں ساٹھ فیصدی ایسے

---

[1] محصول درآمد و برآمد کے مسئلہ کے متعلق ملاحظہ ہوں کتب ذیل:۔ بیس: جوزف چمبرلین" (Joseph Chamberlain) باب ۱۹۔ سی۔ ڈبلیو بنایڈ (مدیر) "چمبرلین کی تقریریں" (Chamberlain's Speeches) طبع بوسٹن ۱۹۱۴ء۔ جلد دوم۔ اے۔ سی۔ پگو: "تحفظی و ترجیحی محاصل درآمد" (Protective and preferential import duties) طبع لندن ۱۹۰۶ء۔ ڈبلیو۔ جے۔ ایشلی "مسئلہ محصول درآمد و برآمد" (The Tariff problem) طبع دوم، مطبوعہ لندن، ۱۹۱۰ء۔ ایس۔ والٹر: "اصلاح محصول درآمد و برآمد کے معنی" (The meaning of Tariff reform) مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء چمبرلین کی سابق تر تقریریں "شہنشاہی اتحاد اور اصلاح محصول درآمد و برآمد" (Imperial Union and Tariff reform) نامی کتاب میں ایک جا کی گئی ہیں، مطبوعہ لندن ۱۹۰۳ء۔ مقابلہ کیجیے۔ سی۔ ڈی۔ ایلن: "برطانی شہنشاہی کے اندر ترجیحی تجارت کی وفاقی ہیئتیں" مطبوعہ "امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو" اگست ۱۹۱۰ء۔

تھے جنھیں اٹھارہ شلنگ (؏) ہفتہ وار سے کم مزدوری ملتی تھی۔ نصف صدی کے اندر اندر دیہاتی آبادی میں پانچ لاکھ سے زیادہ کمی ہوگئی تھی۔ پہلے اگرچہ یہ ملک خودکفیل ملک تھا مگر اب جس قدر گیہوں اس کے حدود کے اندر خرچ ہوتا تھا اس کے نویں حصہ سے زیادہ خود ملک میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس صورت حال سے جو مسائل پیدا ہوتے تھے ان پر ماہرین سیاست اور دوسرے ارباب فکر کی توجہ مدت سے مائل تھی، اور اس کے بہت سے علاج تجویز کیئے گئے تھے، ازانجملہ یہ کہ مالکانِ اراضی یا حکام مقامی کی طرف سے اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کو زمین کے چھوٹے چھوٹے رقبات کے "ٹکڑے" دیئے جانے کی سرکاری طور پر ہمت افزائی کی جائے، "چھوٹے چھوٹے مقبوضات" کا انتظام کیا جائے، اور قابضین باقساط قیمت ادا کردیں، دیہاتیوں کے قرض لینے کی سہولتوں میں وسعت دیجائے، زرعی تعلیم کو ترقی دیجائے، امداد باہمی کی کوشش کو وسعت دی جائے زرعی مزدوروں کے اتحادات قایم کیئے جائیں۔ لیکن بعض دوسرے مسائل اس سے زیادہ مختلف فیہ تھے جس میں خاص خاص مسائل یہ ہیں:۔(۱) زمین کو قومی ملک بنا لیا جائے۔(۲) باہر سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر تحفظی محصول لگائے جائیں اور زمین کی قیمت قرار دینے میں شرح محصول زیادہ سخت کردیا جائے۔ ان میں سے پہلی تجویز کہ زمین کی ذاتی ملکیت کے قاعدے کو بالکلیہ منسوخ کردیا جائے کبھی بھی ایک علمی مسئلہ سے آگے نہیں بڑھی اگرچہ اس کے جزاً یا کلاً اختیار کیئے جانے کی تائید نہ صرف مسلمہ اشتراکیوں نے بلکہ دوسرے استیصالیوں نے بھی علانیہ اور خانگی طور پر کی[1]۔ زمین کی قیمتیں قرار دینے کی تجویز کا منشا بالخصوص یہ تھا کہ غیر مزروعہ زمین پر اس طرح محصول لگایا جائے کہ ان زمینوں کے مالکوں کو

---

[1] اس تجویز کی پرزور حمایت ایم۔ فارڈہم کی کتاب "مادرگیتی" Fordham: Mother Earth مطبوعہ لندن ۱۹۰۸ء میں کی گئی ہے۔

ترغیب دے کر یا انھیں مجبور کر کے یہ زمینیں فروخت کے لئے پیش کر دی جائیں اور اس طرح چھوٹی چھوٹی اراضی داریوں کے قایم ہونے کا موقع بڑھ جائے۔

عام طور پر اتحادیوں کا خیال یہ تھا کہ باہر سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر تابینی محصول لگا کر زراعت میں تحریک ترقی پیدا کی جائے اور زرعی مزدوری بڑھا دی جائے دوسری طرف لبرلوں کی تجویز یہ تھی کہ ملکیت اراضی اور زرعی کاموں کی کیفیات میں براہ راست تغیر کر کے ان مقاصد کو حاصل کیا جائے۔ جنگ سے قبل کی دس برس کی لبرل حکمرانی کے اوائل حصص میں حکومت نے اس مسئلہ پر روز افزوں توجہ کی ۱۹۰۸ء کے "چھوٹی اراضی داری اور قطعات" کے قانون سے بعض جزدرس اشخاص کو یہ موقع مل گیا کہ وہ زمین کے بعض چھوٹے چھوٹے ٹکڑے حاصل کرلیں اور بتدریج اس کی قیمت ادا کرتے رہیں۔ بعد ازاں ۱۹۱۰ء کے متنازعہ فیہ مالیاتی قانون نے شرح محصول کی جدید استیصالی تجویزیں رائج کیں۔ ۱۹۱۰ء کے بعد یہ مسئلہ ازسرنو پیش ہوا خاص کر وزیر خزانہ مسٹر لائڈ جارج کے ہاتھوں ۱۹۱۲ء میں ایک نیم سرکاری "مجلس تحقیقات اراضی" کو یہ کام سپرد ہوا کہ وہ اجرت، وقت، کارہ سکونت، قوانین شتکار، قطعات اور مزید قبضہ اراضی کے حالات کی تحقیقات کرے[1] اور اس "کمیٹی" نے ایک مدلل روداد اکتوبر ۱۹۱۳ء میں پیش کی۔ اس طرح پر جو حالات روشنی میں آئے، انھیں بنیاد قرار دے کر اصلاح کا ایک لائحہ عمل مرتب کیا گیا جس کے دو خاص مقاصد تھے (۱) دیہی آبادی کی بود وباش کی بہتری۔ (۲) زرعی پیداوار کی ترقی۔ قرار پایا کہ اول الذکر کا حصول راست و فوری کارروائی کے ذریعہ سے ہو اور ثانی الذکر غالباً بیشتر اور

---

[1] "مجلس تحقیقات اراضی کی روداد" (Report of the Land Enquiry Committee) جلد اول، دیہی، مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء، جلد دوم، شہری، مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء۔

زیادہ آہستگی کے ساتھ زرعی مزدوروں کی درستی حالت کے نتیجہ کے طور پر حاصل ہو۔ سب سے پہلے یہ تجویز کی گئی کہ ایک نئی وزارت "اراضیات" کے نام سے قائم کی جائے جس کے حدود اختیار ان تمام معاملات پر وسیع ہوں جن کا تعلق دیہی یا شہری زمینوں سے ہو[1] وزیر اراضی کے تحت میں مقامی ماموریات مقرر کئے جائیں جنھیں خود اپنی مقررہ قیمتوں پر زمینیں خرید کرنے کا اختیار ہو جن کی ضرورت چھوٹے اراضی داریوں، بازیافتوں اور جنگل لگانے کے لئے ہو اور انھیں یہ بھی اختیار ہو کہ بیدخلیوں کی تحقیقات کریں، ترقی حیثیت کے معاوضہ پر مجبور کریں اور بعض حالتوں میں لگان کا بھی تعین کردیں۔ دوسری یہ تجویز ہوئی کہ آکلینڈ والی مجلس کی سفارشوں کے بموجب زرعی مزدوروں کو قانون کے ذریعے سے کمترین اجرت کا تحفظ حاصل ہو۔ اور یہی ماموریے مختلف مقامات کے لئے کمترین اجرت کا تعین کریں۔ اس کے علاوہ ان ماموریوں کو یہ بھی اختیار تھا کہ مزدوروں کے اوقات کار کا انضباط کریں۔ آخری امر یہ تھا کہ سکونت کے حالات کے لئے قومی تحقیقات کا انتظام کیا جائے، اور سلطنت بیمہ کے محفوظ سرمایوں سے کام لیکر تقریباً سوا لاکھ مکانوں کے بنانے کا انتظام کرے اور یہ مکانات مع باغ کے ٹکڑوں کے "معاشی کرایہ" پر مزدوروں کو دے دئے جائیں۔

ان حکمت عملیوں کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کابینہ کے مدتوں کے غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ کہ وہ عام وزارتی لائحہ عمل کے جزو کے طور پر شائع ہوئی تھیں۔ اسی حیثیت سے اتحادیوں نے ان پر اعتراضات کئے مگر یہ مخالفت اصول کے بجائے زیادہ تر جزئیات کے متعلق تھی اور اس پر بھی بے دلی کے ساتھ تھی۔ جنگ کی وجہ سے

---

[1] یہ بھی قرار پایا کہ مجلس زراعت اور متعدد دوسرے موجودہ صیغے اس نئے وزارت کی جانب منتقل ہو جانے چاہئیں۔

مناقشات بند ہو گئے مگر اس سے قبل ہی اتنا ہو گیا تھا کہ زرعی اصلاح کی وہ حریفانہ تجویزیں صاف عیاں ہو گئی تھیں، اتحادیوں کی تجویز یہ تھی کہ باہر سے آئی ہوئی اشیاء خوردنی پر محصول لگا کر زراعت کو ترقی دی جائے۔ لبرلوں کی تجویز یہ تھی کہ اس مقصد کو ملکیت اراضی اور زرعی مزدوروں کی کیفیات کی ترتیب جدید سے حاصل کیا جائے۔ انگلستان کو آئندہ برسوں میں جن مسائل سے سابقہ پڑنے والا ہے، ان میں سے یہ بھی ایک اہم ترین مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور جب کبھی پھر اس مسئلہ میں ہاتھ لگایا جائے گا تو اغلب یہی ہے کہ یہ ایک سیاسی مسلک بن جائے گا۔ کیونکہ زمیندارانہ اغراض و مقاصد کا اتحادی فریق سے بہت گہرا تعلق ہے[1]

---

[1] مسئلہ اراضی کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیئے:- پی۔ ایلڈن "عمومی انگلستان" P. Alden : Democratic England مطبوعہ نیو یارک ۱۹۱۲ء صفحات ۲۳۸- ۲۶۴۔ جی۔ پارکر "زمین، قوم اور سلطنت" G. Parker, The land the people and the state) مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ اے۔ ایچ۔ ایچ۔ میتھوز "زرعی سیاسیات کے پچاس برس" H.H. Mathews Fifty Years of Agricultural Politics) مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔ سی۔ ٹرنر "زمین اور شہنشاہی" Turnor, C he land and the Empire مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء۔ جے۔ کالنگس "اصلاح اراضی" (I. Collings. Land Refcrm) مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ آر۔ کٹلر "انگلستان کی زراعت کی مختصر تاریخ" W. R. Cutler: Short History of Euglish Agriculture مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۹ء۔ ڈبلیو۔ آر۔ ڈی۔ ایڈکنس "طریق لبرل اور زمین" W. R. D. Adkins: Liberalism and the Land," مطبوعہ کانٹیمپوریری ریویو، اپریل ۱۹۱۳ء۔ بی۔ اس راؤنٹری "اصلاح اراضی زرعی" B.S. Rowntree; Rural Land Reform ایضاً نومبر ۱۹۱۳ء۔

معاشرتی مسائل

سرکاری کلیسا کی حیثیت

زمانہ جدید کی آزاد خیالی کا ایک ممتاز عقیدہ کلیسا اور مملکت کو علیحدہ کرنے کا ہے، مگر یہ اصول کامل طور پر صرف چند ہی ملکوں میں عمل میں آیا ہے، اور برطانیہ عظمیٰ انھیں ممالک میں سے ہے۔[1] لیکن یہ ضرور ہے کہ زمانہ حال کی برطانیہ میں کلیسا اور مملکت کا تعلق اتنا گہرا نہیں ہے جتنا سابق کی صدیوں میں تھا۔ پھر بھی یہ تعلق مختلف اعتبارات سے قوم کے معاملات پر اثر رکھتا ہے اور اس کے جاری رہنے کا معاملہ غایت دلچسپی واہمیت کا سیاسی مسئلہ بن گیا ہے۔

کلیسائے انگلستان اس اعتبار سے قائم شدہ (سرکاری) کلیسا ہے کہ مملکت اسے تسلیم کرتی اور اس کے ساتھ قوم انگلشیہ کے تاریخی قومی کلیسا کی حیثیت سے برتاؤ کرتی اور اسے دستورِ مملکت کا ایک ضروری جزو سمجھتی ہے۔ اس کلیسہ کا عقیدہ جو انتالیس دفعات پر مشتمل ہے، اسے ایک کلیسائی جماعت نے جو "اجتماع" مذہبی کے نام سے مشہور ہے، وضع کیا تھا مگر اسے آخری سند ۱۵۷۱ء کے قانون پارلیمنٹ کے رو سے حاصل ہوئی۔ اسی طرح "کتاب ادعیہ" جو رسوم مذہبی پر شامل ہے، وہ ۱۶۶۲ء کے "قانون یکرنگی" کے رو سے منظور ہوئی تھی۔ الغرض بغیر پارلیمنٹ کے تحریری قانون کے عقیدے یا رسوم میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ نیز، تنظیم کا تعین یا توثیق بھی سلطنت کی طرف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ قبل ازیں پارلیمنٹ کے قانون سے یہ متعین ہو گیا تھا کہ انگلستان اور ویلز کنٹربری اور یارک کے دو صوبوں میں تقسیم کر دئے جائیں اور ہر ایک کا صدر ایک اسقف اعظم ہو اور ایک میں انتالیس اسقفیاں ہوں اور دوسرے میں دس۔ پارلیمنٹ ہی کے قوانین (یعنی قوانین کلیسائے ویلز نے جن کا نفاذ ۳۱ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہوا)

---

[1] یہ اشارہ کر دینا چاہیے کہ برطانی قلمرو کی حکومت خود اختیاری رکھنے والے ممالک میں سے اب کسی ملک میں سرکاری کلیسا نہیں رہا ہے۔

نے کنٹربری کے صوبہ سے ویلز اور منمتھ شائر کو نکال لیا اور اس طرح جنوبی صوبے میں صرف تیئیس اسقفیاں باقی رہیں؎۱ مزید برآں یادریوں کا تقرر بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومت کی طرف سے ہوتا ہے۔ ظاہراطور پر اسقف اور اسقف اعظم کا انتخاب اب بھی اسقفی گرجے کے رئیس کینسہ اور کینسوں کی طرف سے ہوتا ہے لیکن تاج کے جس فرمان سے انتخاب کا اختیار حاصل ہوتا ہے اسی کے ساتھ ہی ایک "خط نامزدگی" بھی ہوتا ہے جس میں یہ بتا دیا جاتا ہے کہ کس شخص کا انتخاب کیا جائے۔ تقرر درحقیقت وزیراعظم کی طرف سے ہوتا ہے۔ روسائے کینسہ بھی بالعموم اسی طرح مقرر ہوتے ہیں اور کینسوں کا تقرر بھی زیادہ تر یونہی ہوتا ہے۔ روسائے الشماسہ اور دیہاتی روسائے کینسہ جو اسقف کی مدد کرتے ہیں، ان کا تقرر اسقف کرتا ہے۔ حلقۂ مذہبی کے خوریٔ اسقف ایرشیدہ "نائب اسقف" اگرچہ قسیسیت کا درجہ سابقاً اسقف کے حکم سے حاصل کرتے ہیں مگر عہدے پر ان کا انتخاب علی العموم، تاج، لارڈ چانسلر، اسقف، جامعہ یا کسی ایسے ہی دوسرے مذہبی یا غیر مذہبی شخص یا جماعت کے رہین منت ہوتا ہے جس نے اس "جاگیر پر تقرر" کا حق حاصل کر لیا ہو۔

پس کلیسائی تنظیم کی ایک ایسی عجیب و غریب حالت ہے کہ وہ خود اپنے عقیدہ کا تعین نہیں کرتا، نہ خود اپنے مراسم کی ترتیب و نظرثانی کرتا ہے، نہ خود اپنی ہیئت اور صورت قرار دیتا ہے تاآنکہ خود اپنے عہدہ داروں تک کا انتخاب نہیں کرتا۔ وہ کوئی جماعت مشخصہ بھی نہیں ہے اور اس لئے ایک تنظیم کی حیثیت سے وہ کوئی ملک بھی نہیں رکھ سکتا حالانکہ خود اس کے اندر بہت سی مشخصہ جماعتیں ہیں جنھیں قبضہ املاک کے پورے حقوق حاصل ہیں۔ کینٹربری اور یارک کے اجتماعات

؎۱۔ چونکہ ایک ایک اسقفی خود اسقف اعظم کی تفویض ہوتی ہے اس وجہ سے دونوں صوبوں میں اسقفوں کی تعداد علی الترتیب بائیس اور نو ہے۔

مذہبی کی صورت میں اس کے قبضے میں دو نیم تشریعی جماعتیں ہیں مگر یہ جماعتیں بادشاہ یا پارلیمنٹ یا دونوں کی منظوری کے بغیر کوئی اہم کام نہیں کرسکتیں[1] اساقفہ اور اساقفہ اعظم کی عدالتیں اب بھی موجود ہیں مگر عقد و وصیت کے مقدمات کے متعلق ان کے اختیارات مدت سے دنیاوی عدالتوں کے ہاتھوں میں جاچکے ہیں اور کلیسائی جرموں کے متعلق پادریوں یا عامیوں کو قید کرنے کا اختیار درحقیقت کبھی عمل میں نہیں آتا۔

کلیسا کی مالی تائید تین خاص ذرائع سے ہوتی ہے: لگان عشر نذر و نیاز کسی نہ کسی طرح سے مختلف کلیسائی عہدہ داروں اور جماعتوں کے قبضے میں بہت وسیع زمین آگئی ہے اور اس کی میعاد اکثر صورتوں میں دائمی لگان اور دوسری آمدنیاں زیادہ تر اساقفہ کے مدد خرچ میں جاتی ہیں، پیرش کے پادری اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ عشر سے پاتے ہیں اور مدتوں کے مسلسل جھگڑوں سے اب عشر لگان کی صورت میں آگئے ہیں جو حصہ رسدی پیرش کی ان تمام زمینوں پر عاید کردے جاتے ہیں جو اس قابل ہوتی ہیں اور ان کا اندازہ اس فرق کے بموجب کیا جاتا ہے جو عشر کے عاید کرنے سے سات برس قبل گیہوں، چنے اور جو کی اوسط قیمت اور انھیں اشیا کی اس قیمت میں ہو جو ۱۸۳۶ء کے "قانون تبادلہ عشر" کے منظور ہونے کے وقت تھی لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ عشر کی تمام آمدنی پادریوں ہی کو نہیں مل جاتی اور غیر جانبدار مصنفین کی رائے کے بموجب خود عشر ہی کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مذہب کی امداد کے لئے سرکاری محصول ہے[2]

---

[1] ان اجتماعات کے اختیارات "قانون فرمانبرداری قسیس" کے بموجب منضبط ہیں، جو ۱۵۳۳ء میں منظور ہوا تھا، ہر جماعت میں دو ایوان ہیں، ایوان بالائی میں اسقف اعظم اور اساقفہ ہوتے ہیں، ایوان زیریں اسقافہ ایرشیہ اور ان کے ساتھ بعض دوسرے چھوٹے درجہ کے نمائندوں پر مشتمل ہے۔

[2] لوول، "حکومت انگلستان" Lowell : Government of England جلد دوم صفحہ ۳۷۵۔

کلیسا اب پارلیمنٹ سے قومی امداد نہیں پاتا ہے، یعنی عام الفاظ میں یہ کہنا چاہیئے کہ اسے کسی قسم کے سرکاری محصول سے متعلق کوئی مدد نہیں ملتی۔

کلیسا کی موقوفی کا سوال

کلیسا اور اس کے امتیازات کے متعلق گزشتہ صدیوں میں بہت کچھ بحث مباحثہ ہو چکا ہے اور اکثر کلیسا کی موقوفی کا مطالبہ کیا جا چکا ہے۔ اور ہر حال کے زمانہ میں اس تغیر کی تائید خود کلیسا کے بعض ان اعلیٰ افراد نے کی جو کلیسا کو مملکت کی نگرانی سے نکالنا چاہتے ہیں۔ مگر اس تجویز پر زور دینے والے زیادہ تر جماعتی اصطباغی، پربسٹیرین، میتھوڈسٹ اور منحرفین ہیں، یہ جماعتیں موجودہ صدی کے شروع ہونے سے کچھ ہی قبل ایک "آزاد کلیسائی و فاقیہ" میں مجتمع ہو گئی تھیں جس کا کام یہ تھا سرکاری کلیسا کے بالمقابل منحرفین کے اغراض و مقاصد کو برقرار رکھیں اور کلیسا کی منسوخی کی ایک عام تجویز کی تائید کریں۔ کلیسا کی موقوفی[1] کے دلائل کم و بیش حسب ذیل تھے:۔ (۱) سرکاری کلیسا کی با امتیاز حیثیت دوسری مذہبی جماعتوں کے لحاظ نامنصفانہ ہے۔ ان جماعتوں کے پیرو بھی کم و بیش اتنے ہی ہیں جتنے سرکاری کلیسا کے پیرو ہیں۔ (۲) سرکاری کلیسا کے اوقاف تاریخی حیثیت سے قومی ملک ہیں اور ان کی چھ لاکھ پاؤنڈ سالانہ آمدنی کو قومی اغراض کے لئے آزاد ہونا چاہیئے۔ (۳) اساقفہ کا دارالامرا میں شمول اور کلیسائے انگلستان کے پادریوں کا سرکاری اعزازوں کا تنہا اجارہ دار بن جانا دوسرے فرقوں کے پادریوں کے لئے نامنصفانہ ہے۔ (۴) سرکاری کلیسا ایک ایسے طبقہ کو برقرار رکھتا ہے جو خود صاحب امتیاز ہونے کی وجہ سے بالطبع امتیاز و اجارہ کا حلیف بنا ہوا ہے اور سیاسی و معاشری اصلاح میں حائل ہے۔ (۵) سرکاری کلیسا کی منسوخی سے

---

[1] نظریئے کے رو سے موقوفی کا مسئلہ انفکاک اوقاف کے مسئلہ سے علیحدہ ہے، لیکن ایک تغیر عمل میں آئے تو اس میں دوسرا تغیر بھی بالیقین داخل ہو جائے گا۔

وہ روک اٹھ جائے گی جو اخلاقی و معاشرتی ترقی کے اغراض میں مذہبی جماعتوں کے دوستانہ تعاون کی راہ میں حائل ہے۔ (۶) سرکاری نگرانی سے آزاد ہو جانے سے کلیسا میں نیا زور و جوش پیدا ہو جائے گا۔ دوسری طرف یہ زور دیا جاتا ہے کہ (۱) موقوفی کلیسا سے انفکاک اوقاف کا راستہ کھل جائیگا اور انفکاک اوقاف کے معنی خالص ضبطی کے ہیں کیونکہ کلیسا کی ملک قومی ملک نہیں ہے بلکہ وہ امانتی ملک ہے جو کلیسا کو خالص مذہبی اغراض کے لیے دی گئی ہے۔ (۲) انفکاک اوقاف کی وجہ سے کلیسا اپنی آمدنی کے ایک بہت بڑے حصہ سے محروم ہو جائے گا اور اس طرح اس کی سرگرمیاں محدود ہو جائیں گی جس سے قوم کے اخلاقی اور مذہبی زندگی کو نقصان پہنچے گا۔ (۳) موقوفی سے اہل کلیسا کے دلوں میں ایسا سخت عناد پیدا ہو جائے گا کہ اس سے مذہبی جماعتوں کے درمیان ہم آہنگی کو ترقی نہ ہوگی بلکہ اس سے برعکس ہوگا۔ (۴) دارالامرا میں اساقفہ کی موجودگی سرکاری کلیسا کے قیام کے لیے لازمی و ضروری نہیں ہے (۵) سرکاری کلیسا کے وجود سے مذہبی عدم مساوات لازم نہیں آتی کیونکہ کسی شخص کو اپنے مذہبی میلانات کی پیروی کی ممانعت نہیں ہے۔

ایک تنظیم کی حیثیت سے کلیسا سیاسیات میں بہت کم حصہ لیتا ہے اور لے سکتا ہے۔ حال کے ایک مصنف نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کسی قسم کے اجتماعی فعل کے لئے کلیسا کی قابلیت بہت ہی محدود ہے۔ لیکن پھر بھی اپنے شغل کے اعتبار سے اینگلیکی پادری سیاسیات میں تقریباً تمام کے تمام اتحادی گروہ کے اراکین ہیں، اور ان کا یقین یہ ہے کہ خود ان کے اغراض و مقاصد اور نیز اس کلیسا کے اغراض و مقاصد جس کی وہ خدمت کرتے ہیں، وہ سب قطعاً اتحادی فریق کی قسمتوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ دوسری طرف منحرف گروہ کے پادری اور بیشتر عام اشخاص لبرل طریق کے پیرو ہیں، اور

اور ملاحظہ ہو صفحہ (۳۱۰)

"آزاد کلیسائی و فاقیہ" پارلیمنٹی و مقامی انتخابی مہموں میں مستعدانہ حصہ لینے سے نہیں جھجکتی ۔ فریقانہ صف بندی اور جلبت پھرت کی مذہبی بنیاد ۱۹۰۲ء کے قانون تعلیمات اور اس کے نفاذ کے اختلافات آرا سے بہت کچھ مشتعل اور تیز ہوگئی ۔

ویلز میں موقوفی کلیسا

۱۸۶۹ء میں آیرستان میں سرکاری کلیسا کی موقوفی اور جزوی انفکاک اوقاف کے قانون کے منظور ہوجانے کے بعد فریقانہ بحث سے خصوصیت کے ساتھ ویلز کے کلیسا کی منسوخی پر زور دیا جاتا تھا ۔ جنگ کے قبل کے لبرلوں کی نسبت یہ مسلم تھا کہ وہ اسکاٹلینڈ میں پرسبٹیرینی طریق کی منسوخی کے جانبدار ہیں اور ان کے مضبوط عناصر انگلستان میں اینگلیکی طریق کی منسوخی کا بھی مطالبہ کرتے تھے[۱] لیکن ویلز نے اس حملہ کا بہترین موقع مہیا کردیا ۔ "قومی لبرل و فاقیہ" کے لائحۂ عمل کے اندر تقریباً اس تنظیم کے ۱۸۸۷ء میں آغاز ہونے کے وقت ہی سے کلیسائے ویلز کی موقوفی کا مسئلہ شامل تھا ۔ ۱۸۹۵ء میں جب روزبری کی وزارت نے استعفا دیا ہے اس وقت اس مقصد کا ایک مسودۂ قانون دارالعوام کے روبرو پیش تھا اور دوسرا مسودۂ قانون جو ۱۹۰۹ء میں پیش ہوا وہ لائیڈ جارج کے موازنہ کے معرکہ آرائی کے زمانہ میں واپس لے لیا گیا ۔ اس تغیر کے دلائل زیادہ تر حسب ذیل رہے ہیں :-
(۱) منحرفوں کی تعداد کلیسائے انگلستان کے پیروؤں سے تین اور ایک کے تناسب سے زیادہ ہے (۲) "ویلز کا کلیسا ایک غیر ملکی کلیسا ہے جو قوم سے کچھ رابطہ نہیں رکھتا اور نہ اس کا کچھ اثر ہے" (۳) قوم کا بیشتر حصہ پرزور طور پر موقوفی کا خواہاں ہے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ پارلیمنٹ

---

[۱] ۱۹۰۶ء کے مسودہ قانون تعلیمات کے دارالامرا میں مسترد ہوجانے کے باعث جوش میں آکر دارالعوام نے ۱۹۰۷ء میں ۹۰ کے مقابلہ میں ۱۹۸ رایوں سے ایک قرارداد یہ منظور کی کہ کلیسائے انگلستان و کلیسائے ویلز دونوں منسوخ کردئے جائیں ۔

کے لئے وہاں سے برابر لبرل ارکان ہی بکثرت منتخب ہوتے ہیں۔ ان دعاوی کے متعلق اینگلیکی یا اتحادی جوابات زیادہ تر حسب ذیل ہیں:۔ [1] (۱) ویلز میں بھی کلیسا سب سے بڑی واحد مذہبی جماعت ہے۔ (۲) کلیسا ویلز میں اس سے زیادہ بیرونی نہیں ہے جتنا انگلستان میں ہے انگلستان اور ویلز کے درمیان موجودہ تعلقات کے قائم ہونے سے مدتوں پہلے سے وہاں کلیسا قائم ہے۔ (۳) ویلز کا کلیسا انگلستان کے عام کلیسا کا ایک لابدی جزو ہے اس تغیر سے کلیسائے انگلستان کی قوت میں فتور آجائے گا۔ (۴) منحرف گروہ خود اپنے ادارات میں انگلستان اور ویلز میں تفریق نہیں کرتے۔ (۵) اس برطرفی کے لئے ویلز کی جانب سے کسی پرزور عام مطالبہ کا ثبوت اس کے سوا نہیں ہے کہ اس کے پارلیمنٹی نمایندوں کا حصہ کثیر اس خیال کا جانبدار ہے۔ بس اس واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

۱۹۱۱ء تک ہمیشہ یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ اتحادی دارالامرا کی مخالفت کی وجہ سے منسوخی کا ہر ایک مسودہ قانون ناکام رہے گا۔ لیکن قانون پارلیمنٹ نے اختلافی مسائل کو بلا رضامندی ایوان بالائی قانون بنا لینے کا راستہ کھول دیا۔ اور ۱۹۱۲ء میں حکومت نے کلیسائے ویلز کی منسوخی کا مسودہ قانون پیش کر دیا جو ۱۸۹۴ء اور ۱۹۰۹ء کے تجاویز کے طریقوں پر مرتب ہوا تھا۔ امرا نے وہی روش اختیار کی جس کی توقع تھی۔ مگر یہ مسودہ قانون (جس میں ویلز کے ساتھ انگلستان کے ضلع منمتھ میں بھی کلیسا کی منسوخی کی تجویز کی گئی تھی)

---

[1] ۱۹۰۶ء میں اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ایک شاہی ماموریہ مقرر ہوا تھا۔ اس کی روداد یہ ہے کہ سرکاری کلیسا کے پیروؤں کی تعداد ۱۹۳،۰۸۱ ہے۔ اس کے مقابلے میں ۱۷۵،۱۶۴ جماعتی، ۱۷۰،۱۶۷ اکالوینی ضابطہ پسند اور ۱۲۳،۰۰۰ اصطباغی ہیں۔ اس روداد میں جملہ منحرفوں کی مجموعی تعداد ۵۵۰،۲۸۰ بتائی گئی۔

ایوان بالائی میں تین متواتر میقاتوں میں منظور ہو گیا۔ اور ۱۹۱۴ء میں وہ پہلی غیر مالیاتی تجویز تھی جو قانون پارلیمنٹ کے شرائط کے تحت کتاب قوانین پر ثبت ہوئی۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ میں کلیسا کی منسوخی کا مسئلہ بعد کے غور کے لئے ملتوی رہا۔ طولانی معرکہ آرائی کے بعد ویلز اور منمتھ شایر میں واقعی منسوخی جنگ کے بعد تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔ ۱۹۱۹ء کے " قانون مقبوضات دینوی" کے بموجب کسی قدر ترمیم ہو کر " قانون منسوخی کلیسائے ویلز" ۳۱ مارچ ۱۹۲۰ء کو نافذالعمل ہو گیا[1]

---

[1] کلیسائے انگلستان کے تاریخی ارتقا کا خاکہ جنکس نے اپنی کتاب ذیل میں دیا ہے۔ "حکومت شہنشاہی برطانیہ" Jenks, Government of the British Empire باب سیزدہم۔ کلیسا کی عام حیثیت و تنظیم کا بیان لوئل نے دیا ہے " حکومت انگلستان" Lowell: Government of England. جلد دوم ابواب ۵۱-۵۲۔ کلیسا کی ایک عمدہ مختصر تاریخ کلیسائے اعلیٰ کے ایک پیرو ایچ۔ او۔ ویکمن کی لکھی ہوئی ہے۔ " تقریب تاریخ کلیسائے انگلستان" H.O. Wakeman, Introduction to the History of the Church of England مطبوعہ لندن ۱۸۹۶ء موقوفی کے خلاف مستند دلیل لارڈ سیلبورن کی کتاب ہے: " انفساخ کے خلاف کلیسائے انگلستان کی حمایت" Lord Selborne, Defence of the Church of England against Disestablishment ای۔ اے فریمن نے بھی اس موضوع پر شاندار بحث کی ہے: " موقوفی کلیسا و انفکاک اوقاف" E. A. Freeman, Disestablishment and Disendowment, ویلز سے متعلق انفساخ کے معاملہ پر کتب ذیل میں دلائل دئے گئے ہیں:۔ پی۔ ڈبلیو۔ ولسن " موقوفی کلیسائے ویلز" P. W. Wilson, Welsh Disestablishment مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء۔ اے ڈل " ویلز کا کلیسا" A. Dell, The Church in Wales مطبوعہ لندن ۱۹۱۲ء اس کے علاوہ ڈرہم کے کا مضمون " انگلستان میں کلیسا و سلطنت"

مسئلۂ تعلیمات

جنگ سے قبل کے عشرے میں جس مسئلہ نے فریقوں میں سخت تفریق پیدا کر دی اور جس نے خاص خاص مذہبی جماعتوں کو ہمیشہ سے زیادہ عمیق طور پر سیاسیات کے اندر کھینچ لیا وہ مسئلۂ تعلیمات عامہ کا مسئلہ تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس تعلیمی اختلاف آرا کو فی نفسہ تعلیم سے کچھ ایسا سروکار نہ تھا؛ اسے اس سے بحث نہ تھی کہ لڑکوں کو کس طرح تعلیم دیجائے کونسے مضامین پڑھائے جائیں، تعلیم کب شروع ہو اور کب ختم ہو، اور خالص علمی نوعیت کے معاملات سے تو اسے اور بھی کم تعلق تھا۔ اس مسئلہ کی سیاسی اہمیت جو کچھ تھی اور اب بھی ہے وہ زیادہ تر ان کثیر التعداد ابتدائی وثانوی مدارس کی حیثیت اور بالخصوص ان کی مالی مدد سے متعلق تھی جو سرکاری کلیسا کی اولوالعزمی سے جاری تھے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ سرکاری کلیسا اور انحراف کے تصادم کی یہ بھی ایک صورت تھی۔

دوسرے مقامات کی طرح انگلستان میں بھی ازمنۂ وسطیٰ میں اور نیز بہت دنوں تک ازمنہ جدیدہ کے اندر تعلیم کی سہولتوں کا مہیا کرنا کلیسائی اور شخصی فیاضی پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ درحقیقت مغربی یورپ کے سربرآوردہ ملکوں میں انگلستان آخری ملک تھا جس میں سلطنت نے اس ضمن میں اپنی ذمہ داری کو تسلیم و قبول کیا۔ ابتدائی تعلیم کی امداد میں پارلیمنٹی عطیوں کا آغاز صرف ۱۸۳۳ء سے ہوا ہے، اور ۱۸۷۰ء تک یہ کوشش نہیں کی گئی کہ مدرسوں کی تعداد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ "اڈنبرا ریویو" اکتوبر ۱۹۱۶ء بھی دیکھنا چاہئے۔ کلیسا اور مملکت کے عام مسئلہ پر تاریخانہ فلسفیانہ تبصرہ ان۔ جے فگس نے کیا ہے "سلطنت جدیدہ کے کلیسے" J. N. Figgis, Churches in the Modern State. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۳ء۔ انگلستان کی قدیم ترہبنتوں کا بیان ایچ۔ ایم۔ گواٹکن کی کتاب میں ہوا ہے۔ "ملکہ این کے انتقال کے وقت انگلستان میں کلیسا و سلطنت" H. M. Gwatkin,
Church and State in England to the Death of Queen Anne
مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء۔

ان کے اوصاف اوران کی تقسیم میں جو نمایاں خامیاں تھیں انھیں سلطنت کی امداد سے باقاعدہ درست کیا جائے۔ اس دوران میں مدرسوں کا انصرام زیادہ تر دو بڑے مذہبی ادارات کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا تھا، ایک تو غربا میں سرکاری کلیسائی اصول کی تعلیم کو ترقی دینے کی قومی مجلس" تھی جو ۱۸۱۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ اور دوسری اس کی رقیب "منحرفین کی برطانی وخارجی مجلس مدارس" جو ۱۸۱۴ء میں وقوع میں آئی تھی۔ فارسٹر کے ۱۸۷۰ء والے قانون تعلیمات کا منشا یہ تھا (جیسا کہ خود اس کے واضع نے دارالعوام میں بیان کیا تھا) کہ "رضاکارانہ نظم کو مکمل کیا جائے اور خلاؤں کو پر کیا جائے۔ اس قانون نے ملک کو مدرسی اضلاع میں تقسیم کر دیا اور یہ قرار دیا کہ جس صوبے میں مدرسی سہولتیں ناکافی ہوں، اس میں محصول دہندگان ایک مدرسی مجلس کا انتخاب کریں جسے نئے مدرسوں کے قائم کرنے، ان کے قیام کے لئے محصول لگانے اور حاضری پر مجبور کرنے کے اختیارات ہوں آئندہ سالوں میں اس طرح پر کثیر التعداد مدرسی مجلسیں بن گئیں اور بہت سے مجلسی" مدرسے قائم ہو گئے۔ پس اس طرح ۱۸۷۰ء کے بعد سے انگلستان میں دو خاص قسم کے مدرسے پیدا ہو گئے۔ (۱) ایک مجلسی مدرسے تھے جو پارلیمنٹ کے سالانہ عطیات میں سے حصہ پاتے تھے مگر ان کا خرچ زیادہ تر مقامی محصول اور معاوضۂ تعلیمی سے چلتا تھا، (۲) دوسرے "رضاکارانہ" مدرسے تھے، یہ بھی پارلیمنٹی عطیات میں شریک تھے مگر ان کا انحصار زیادہ تر شخصی فیاضی اور معاوضۂ تعلیمی پر تھا۔ مجلسی مدرسے سرکاری نگرانی میں تھے، رضاکارانہ مدارس فرقہ وارانہ اور زیادہ تر کلیسائے انگلستان کی نگرانی میں تھے، موخر الذکر کو مقامی محصول میں سے مدد پانے کا استحقاق نہیں تھا۔

۱۸۷۰ء کے قانون کے متعلق اگرچہ جان برائٹ نے علی رؤس الاشہاد یہ کہا تھا کہ "۱۸۳۲ء کے بعد سے لبرل حکومت نے جتنے قوانین منظور کئے ہیں ان سب میں یہ بدترین قانون ہے" مگر پھر بھی اس نے انگریزوں

کی تعلیم کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کر دیا تھا۔ ۱۸۸۰ء میں حاضری لازمی قرار دی گئی اور ۱۸۹۱ء میں ابتدائی تعلیم مفت کر دی گئی، اور یہ دونوں اسی قانون ہی کا منطقی نتیجہ تھے۔ لیکن جس قدر زمانہ گزرتا گیا رضاکارانہ مدارس کے سرمایہ کے مشکلات زیادہ ہوتے گئے اور محصول سے امداد پانے والے مجلسی مدرسوں کے مقابلہ میں وہ خسارے میں آتے گئے۔ شخصی فیاضیاں کتنی ہی کچھ ہوں مگر غیر منضبط و غیر متیقن ہیں۔ اور "عطیہ بموجب نتائج" کے اصول کے تحت (جس کا اجرا ۱۸۶۱ء میں ہوا تھا) صدی کے اختتام کے قریب قومی تعلیمی امداد میں کلیسائی مدرسوں کا حصہ برابر کم ہوتا گیا۔ پارلیمنٹ سے امداد چاہی گئی اور ۱۸۹۷ء میں زیادہ عطیے دینے قرار پائے مگر اس سے صورت حال میں کچھ زیادہ ترقی نہیں ہوئی اور شورانگیزی جاری رہی تا آنکہ ۱۹۰۲ء میں ایک عظیم قانون تعلیمات اس غرض سے منظور ہوا کہ دونوں قسم کے مدرسوں کے مالی وسائل کو برابر کر دیا جائے۔ اس کارروائی کو زور و تحرک زیادہ تر سرکاری کلیسا سے حاصل ہوا اور اسے کتاب قوانین پر مسٹر بالفور کی اتحادی حکومت کی سرکردگی میں ۱۹۰۰ء کی منتخب شدہ "خاکی پوشش" پارلیمنٹ نے ثبت کیا۔

۱۹۰۲ء کا قانون تمام تر مختلف فیہ نہیں تھا، جس دفعہ کی رو سے مدرسی مجلسیں منسوخ کی گئیں اور سرکاری امداد پانے والے مدرسوں کا انتظام صوبہ، برو اور ضلع کی کونسلوں کے سپرد کر دیا گیا، اس دفعہ کی شدید مخالفت نہیں کی گئی، مگر اس قانون کے خاص حصے یعنی ان دفعات نے جن کے بموجب رضاکارانہ مدرسوں کو مقامی محصول سے حصہ دلایا گیا تھا، انھوں نے ایسے فریقانہ جذبات مشتعل کر دیئے کہ اس عشرے کے اندر کسی قانون کے سلسلے میں ایسا نہیں ہوا تھا، مختصر یہ کہ اس قانون میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ کونسلیں مقامی محصول لگانے والی

اور خرچ کرنے والی جماعتوں کی حیثیت سے ان محصولوں سے تا حد ضرورت سابق کے مجلسی مدرسوں اور رضاکارانہ مدرسوں دونوں کو یکساں مدد دیں اور نیز یہ کہ دنیاوی مدرسوں کا انتظام کونسلوں کی مدرسی مجالس کے ہاتھ میں رہے مگر فرقہ داری مدرسوں کی نگرانی چھ ارکان کی مقامی مجالس کے ذریعہ سے ہو، ان میں سے دو رکن کونسل کی نمائندگی کریں اور چار مخصوص فرقہ کی کسی " امدادی " یا سابق کے مجلسی مدرسہ میں کسی قسم کی ایسی مذہبی تعلیم نہ دی جائے جو کسی خاص فرقہ کی ممیز تعلیم ہو اور محصولوں سے مدد پانے کے لئے فرقہ داری مدرسوں کو مذہبی تعلیم اس شرط کے ساتھ دینا چاہیے کہ وہ کامل اجازت اس امر کی دیدے کہ طلبا اس مذہبی تعلیم سے غیر حاضر ہوسکیں[1]

لبرل فریق کے حصہ کثیر کی پشت پناہی سے منحرفین نے اس تجویز سے پرزور مخالفت کی۔ اس میں سے بہت سے ایسے تھے جو انگلیکی مدرسوں کی مالی مشکلات پر اپنی مسرت کو پوشیدہ نہیں رکھتے تھے، انھیں امید یہ تھی کہ یہ مدرسے یا تو اپنے فرقہ داری تعلق کو بالکلیہ ترک کرنے پر مجبور ہوجائینگے ورنہ گھٹتے گھٹتے تعلیمی نظم سے بالکل غائب ہوجائینگے۔ اس قسم کے لوگوں کو یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا کہ ان مدرسوں کو نہ صرف زندگی کا نیا پٹہ مل گیا بلکہ گزشتہ پچاس برس کے اندر تعلیمی نظم میں ان کی جو حیثیت تھی اس سے زیادہ پرنفع اور مستحکم حیثیت انھیں حاصل ہوگئی۔ اس امر واقعہ سے کافی طور پر کام لیا گیا کہ اس قانون نے ایک طرف تو رضاکارانہ مدرسوں کا تقریباً کل خرچ محاصل عامہ پر عاید کردیا ہے اور دوسری طرف ان مدرسوں کا واقعی انتظام (جس میں چند قیود کے ساتھ استادوں کا تقرر بھی

---

[1] قانون تعلیمات کے اہم حصص کے موزوں انتخاب کے لئے جے۔ سی۔ گرنیف کی کتاب دیکھنا چاہیے:۔ برطانیہ عظمیٰ ابتدائی مدرسوں کا ارتقا، C.C Greenough,
Evolution of Elementary Schools of Great Britain
مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۰ء صفحات ۱۹۲ - ۲۳۰۔

شامل ہے)' اہل فرقہ کے ہاتھوں میں رہنے دیا ہے۔ اس قانون کو اس بنا پر مردود قرار دیا گیا کہ یہ سرکاری کلیسا کی طاقت کو بڑھانے کی ایک تدبیر ہے' اور اس کے خلاف یہ دلیل پیش کی گئی کہ جس پارلیمنٹ کا انتخاب جنگ جنوبی افریقہ کے مسئلہ پر ہوا ہو اسے کوئی اخلاقی حق اس امر کا نہیں حاصل ہے کہ وہ ایک ایسے موضوع ایک ایسا انقلابی قانون بنائے۔ کچھ زمانہ تک اس قانون کے نفاذ میں شدید دقت حائل کی گئی۔ عبادت عام سے اتفاق نہ کرنے والے ہزاروں اشخاص نے ان محصولوں کے ادا کرنے سے انکار کردیا جن سے فرقہ داری مدرسوں کو مدد ملتی' نتیجہ یہ ہوا کہ محصول کے پورا کرنے کے لئے سرکاری عہدہ داروں نے ان کے مملوکات فروخت کردئے۔ ستر ہزار سے زیادہ اشخاص عدالتوں میں طلب ہوئے اور بہت سے قید ہوے۔ کچھ وقت گزرنے پر یہ جوش سرد پڑ گیا مگر سیاسیات میں اس مسئلہ کو سب سے بلند جگہ اس وقت تک حاصل رہی تا آنکہ مسٹر چمبرلین کے محاصل درآمد و برآمد کی اصلاح کے تجاویز کی وجہ سے اس مسئلے کی اہمیت کم ہوگئی' اور ۱۹۰۶ء کے پارلیمنٹی انتخابات میں اتحادی فریق کو جو شدید شکست نصیب ہوئی اس کے خاص اسباب میں ایک سبب اس مسئلہ پر جذبات کا مشتعل ہوجانا بھی تھا۔

لبرل منحرفین کی جانبداری کے کاملاً پابند ہوکر برسر اقتدار ہوئے اور انھوں نے سب سے پہلے جو عظیم قوانین پارلیمنٹ میں منظور کرانا چاہے ان میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ عام ابتدائی تعلیم کو اگر بالکلیہ و بنیادی نہ بنا لیا جائے تو بھی اسے فرقہ داری نہ رکھا جائے۔ ۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو مجلس تعلیمات کے صدر مسٹر آگسٹین برل نے جو مسودۂ قانون پیش کیا تھا اس کے خاص شرائط حسب ذیل ہیں:۔ (۱) یکم جنوری ۱۹۰۸ء کے بعد سے صرف وہی مدرسے' مدارس عامہ سمجھے جائیں اور انھیں مدرسوں کو سرمایۂ عامہ سے (خواہ قومی ہو یا مقامی) مدد ملنے کا حق ہوگا جو مقامی

ادارات کے قائم کردہ، امداد یافتہ اور زیر نگرانی ہونگے۔ (۲) تاریخ مذکورہ کے بعد سے مدارس عامہ میں استادوں کے لئے کسی قسم کے مذہبی آزمائش کی ضرورت نہ ہوگی (۳) جن فرقہ داری مدرسوں کو مقامی حکام نے اپنے قبضے میں لیلیا ہوگا ان میں ہفتہ میں دو روز صبح کو ایسے لوگوں کو جو اس کے خواہاں ہوں فرقہ داری مذہبی تعلیم دی جاسکے گی مگر یہ تعلیم ایسے لوگ دینگے جو باقاعدہ استاد نہ ہوں اور یہ تعلیم سرکاری خرچ سے بھی نہ ہوگی۔ بظاہر اس مسودہ قانون کے مقاصد یہ تھے کہ جن ابتدائی مدارس کو سرمایہ عامہ سے مدد ملتی ہو وہ سب کے سب انتظام عام کے تحت آجائیں، ہر لڑکے کی رسائی میں کسی نہ کسی غیر فرقہ داری مدرسے تک ہوجائے، استادوں کو مذہبی آزمائش سے آزاد کردیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی مفاہمت کے طور پر یہ اجازت دی جائے کہ جن مدرسوں میں ابتک فرقہ داری تعلیم ہوتی رہی ہے ان میں کسی حدتک یہ تعلیم جاری رہے۔

اینگلیکی اشخاص کی مخالفت کے باوجود، جو یہ کہتے تھے کہ اس تجویز کا مقصد یہ تھا کہ آخر الامر فرقہ داری مدرسے ضبط ہوجادیں، یہ مسودہ قانون جون ۱۹۰۶ء میں دار العوام میں بہت بڑی کثرت سے منظور ہوگیا۔ دار الامرا میں مخالفت پورے زوروں پر تھی، اور اگرچہ یہ تجویز معقول کثرت رائے سے منظور ہوگئی مگر دراصل اساساً بدل دی گئی مثلاً یہ کہ مذہبی تعلیم (یعنی اینگلیکی کلیسا کی عقائد کی تعلیم) پر مجبور کیا جائے گا۔ ایوان ادنیٰ نے دار الامرا کے ترمیمات کو بہت بڑی کثرت رائے سے مسترد کردیا، حکومت نے یہ اعلان کر کے کہ مصالحت ناممکن ہے اس مسودۂ قانون کو واپس لے لیا۔ آخر الامر اس موضوع پر تین دوسری تجویزیں جیسے مجلس تعلیمات نے تیار کیا تھا بعد میں پیش کی گئیں مگر ان میں سے کوئی ایک تجویز بھی ذیلی مجلس کے مرحلہ سے آگے نہیں بڑھی اور ۱۹۰۲ء کا قانون بغیر کسی اہم ترمیم کے جنگ عظیم تک جاری رہا۔ ۱۹۰۹ء کے بعد یہ مسئلہ کسی قدر عقب میں

آگیا اور دوسرے مسائل آگے بڑھ گئے مثلاً اصلاح اجرائے محصول، آیرستانی سوا راج رائے وہی اناث، ویلز میں کلیسا کی موقوفی، اور تجارتِ منشیات کا انضباط وغیرہ۔ بہر نوع یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے، اس کے اجزاء عناصر کی کیفیت پہلے ہی کی سی ہے، اور جب پھر موقع مناسب آئے گا تو اغلب یہی ہے کہ اس پر پھر شدید معرکہ آرائی شروع ہوگی۔ جنگ نے تعلیم کے طریقوں اور نتائج کے متعلق تحقیقات کی ضرورت پیدا کردی اور ۱۹۱۸ء میں ایک نہایت ہی اہم قانون تعلیمات اس غرض سے منظور ہوا کہ تعلیمات کے تمام نظم کو تقویت پہنچائی جائے۔ مقامی عہدہ داران تعلیمات کے فرائض میں اور سرکاری عطیوں کی تقسیم میں بعض تغیرات کئے گئے۔ لیکن سرکاری اور فرقہ واری نگرانی تعلیم کی اصل بحث باقی رہی اور یہ مسئلہ اب بھی فریقانہ معرکہ آرائی کا داعی ہے[1]

---

[1] تعلیمی نظم اور اس سے متعلقہ اہم مسائل واضح طور پر لوئل کی کتاب میں بیان ہوئے ہیں "حکومت انگلستان" Lowell, Government of England. جلد دوم ابواب ۴۶ - ۵۰۔ تاریخی کتابوں میں کتب ذیل داخل ہیں:- جی - بالفور "برطانیہ عظمی اور آیرستان کے تعلیمی نظم" G. Balfour, Educational System in Great Britain and Ireland مطبوعہ آکسفورڈ ۱۸۹۰ء۔ ایچ - ہالمین "انگلستان کی قومی تعلیم" H. Holman, English National Education مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء۔ جے - ای - جی - مانٹمورنسی "انگلستان میں تعلیم کی ترقی" J. E. G. Montmorency, The Progress of Education in England مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ء مذہبی اختلاف آرا پر مے اور ہالینڈ کی کتاب میں تبصرہ کیا گیا ہے:- "تاریخ دستوری" May and Holland, Constitutional History جلد سوم باب ۱۴۔ زمانہ جنگ کے قانون کا بیان اے۔ اے۔ ٹامس کی کتاب میں ہوا ہے:- ۱۹۱۸ء کا قانون تعلیمات" A. A. Thomas. The Education Act of 1918 مطبوعہ لندن ۱۹۱۹ء اور اس کا ایک خلاصہ "یونائٹڈ اسٹیٹس منتھلی لیبر ریویو" دسمبر ۱۹۱۸ء میں طبع ہوا ہے۔

باب ہیز دہم

۱۹۱۴ء کے بعد سے فریقانہ سیاسیات

فرق سیاسیہ اور جنگ۔ جنگ سے عام طور پر سیاسی فریقوں میں اور سیاسی صف آرایوں میں اہم تغیرات پیدا ہوجاتے ہیں، نئے یا خوابیدہ مسائل سب سے آگے آجاتے ہیں، لوگوں کو مجبور ہو کر غیر مساوی تعلقات میں داخل ہونا پڑتا ہے جن سے ان کے تخیل کے طریقے اور ان کے عمل کے عادات بدل جاتے ہیں اور (جیساکہ بسا اوقات صحیح ہوتا ہے) ناگہانی بیرونی خطرے کے مقابلہ میں اگر عام احساس ایسا پیدا بھی ہوجاتا ہے جو فریقانہ مخاصمتوں کے کاملاً بند ہوجانے کا متقاضی ہوتا ہے یعنی ایک طرح کی عارضی فریقانہ صلح قایم ہوجاتی ہے، پھر بھی آخر میں یہی ہوتا ہے کہ فریقانہ روح اور فریقانہ سرگرمی گھٹنے کے بجائے اور بڑھ جاتی ہیں۔ ۱۹۱۴ء کے بعد سے برطانیہ عظمی کا تجربہ انھیں عام روشوں کے تحت چلتا رہا ہے، اور اس باب کا مقصود یہ ہے کہ اس تجربہ کے اہم خصوصیات کو ظاہر کیا جائے اور التوائے جنگ کے اٹھارہ ماہ کے بعد جہاں تک تعین ہوسکتا ہو جنگ کے بعد کی فریقانہ حالت کو مختصراً بیان کیا جائے۔

جنگ کے شروع ہونے کے وقت کی فریقانہ حالت کہیں دوسری جسگہ

بیان ہو چکی ہے، اور اس کے اصل واقعات چند ہی لفظوں میں دوبارہ بیان ہو سکتے ہیں۔ لبرل برسر اقتدار تھے اور ایسکوتھ وزیر اعظم تھا۔ لیکن اس فریق کے پیرو دار العوام کے اندر اتحادیوں سے کچھ برائے نام ہی زیادہ تھے اور وزیر اعظم اپنے رفقا آیرستان کے قوم پرستوں اور مزدیوں کی مدد سے وزارت کو سنبھالے ہوئے تھا۔ قریب تھا کہ قانون پارلیمنٹ کے دفعات کے تحت لبرل کتاب قوانین پر چند نہایت ہی متنازعہ فیہ قوانین ثبت کر دیں جن کے وہ مدتوں سے گرویدہ تھے، ان میں زیادہ نمایاں آیرستانی حکومت خود اختیاری، ویلز میں کلیسا کی برخواستگی اور تکثیر رائے دہی کی منسوخی کے قوانین تھے۔ مزید براں، لبرلوں کی حکمت عملی ایسے وضع قوانین کی طرف مائل تھی جن سے معاشری بہبود حاصل ہو چنانچہ جس وقت جنگ شروع ہوئی ہے اس وقت زرعی مزدوروں کے لئے کمترین شرح اجرت کا ایک مسودہ حکومت کے زیر غور تھا۔ انتخاب عام کو صرف پندرہ مہینے باقی تھے اور درمیانی انتخاب کے نتائج سے (جن کی تصدیق دوسری کیفیات سے بھی ہوتی تھی) یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اتحادیوں نے ملک کا اعتماد اس حد تک حاصل کر لیا ہے کہ وہ اس فریقی جنگ میں کامیابی کی معقول توقع کے ساتھ در آئیں گے۔ قانون حکومت خود اختیاری کے دفعات کے متعلق آئرستان خانہ جنگی کے کنارے آ لگا تھا۔ حق رائے دہی کی خواہاں عورتیں پھر علانیہ حکام کی مخالفت پر تلی ہوئی تھیں۔ منضبط مزدوروں میں غیر معمولی بےچینی پھیلی ہوئی تھی، تا آنکہ سرکاری مزدور بھی ہڑتال کر رہے تھے۔ مختصر یہ کہ سیاسیات میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا اور معاملات عامہ کی صورت حال میں ایسا اضطراب برپا تھا کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ پس اس میں بہت کم تعجب ہو سکتا ہے کہ جرمانیہ کے ناخدایان جنگ جو براعظم پر بین الاقوامی آتش حرب کے بھڑکنے کے امکانات کا اندازہ کر چکے تھے، وہ اس اطمینان کن نتیجہ پر پہنچے ہوں کہ برطانیہ اگرچاہے بھی تو بھی اس کی اندرونی حالت اسے اس جنگ میں حصہ لینے کی اجازت نہ دے گی۔

سلطنت متحدہ نے جس سہولت و عجلت کے ساتھ مستعدی کا اظہار کیا، اپنے خانگی مناقشوں کو ساقط کر دیا اور اپنی پوری قوت جنگ کے کاموں میں لگا دی

اس سے نہ صرف جرمانی بلکہ عام طور پر ساری دنیا حیرت میں پڑگئی - یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے عمل کا امکان صرف اسی طرح ہو سکتا تھا کہ فریقانہ مناقشہ کوتہ کردیا جائے اور جہاں تک فریقانہ تاریخ کا تعلق ہے جس طرح التوائے جنگ کے بعد کئی برسوں کی سیاسی دلچسپی فریقانہ زندگی کی تجدید اور حصول غلبہ کے لئے قدیم وجدید قوتوں کی معرکہ آرائی میں ہے، بعینہ اسی طرح خاص دوران جنگ کا اہم واقعہ یہ ہے کہ فریقانہ سرگرمیاں معلق کردی گئیں - برطانیہ کے جنگ میں داخل ہونے سے پانچ روز قبل یعنی ۳۰ جولائی ۱۹۱۴ء کو وزیر اعظم نے فریق مخالف کے سرگروہ اور اپنے فریق سے باہر دوسرے اشخاص سے مشاورت کرکے ایک باوقار تقریر میں تمام گروہوں کے خیالات کو اس طرح ظاہر کیا کہ یہ نہایت ہی اہم و ضروری ہے کہ اس نازک وقت میں ملک جو کچھ کہے اور جو کچھ کرے "وہ ایک غیر منقسم قوم کی تائید کے ساتھ" کہے اور کرے، اور جب کہ قطعی طور پر جنگ کے لئے پانسہ پڑگیا تو فریقانہ سرگروہوں کے درمیان باقاعدہ عارضی صلح ہوگئی جس کی پابندی تا قیام جنگ لازمی تھی اس عارضی صلح کے بموجب قرار پایا کہ مختلف فیہ خانگی مسائل علیحدہ کردئیے جائیں، اس نازک وقت میں تمام فریقوں کے پیرو اپنے فریقانہ مرتبہ کے نفع یا ضرر کا خیال کئے بغیر پارلیمنٹ کے اندر ملک کی بہبود کے لئے کام کریں اور کوئی فریق کسی درمیانی انتخاب میں یہ سعی نہ کرے کہ جو جگہ کسی فریق سے تعلق رکھتی ہو اسے اس کے چنگل سے نکال لے -

آزاد مزدیوں کے سوا باقی تمام فریقوں نے جنگ کے لئے حکومت کے فیصلہ کی تائید کی[1] اور سب نے تا آنکہ مذکورۂ بالا گروہ نے بھی آخر الامر عارضی صلح سے اتفاق کرلیا - لیکن جب وسط ستمبر میں وزیر اعظم نے یہ اعلان کیا کہ مسودہ قانون حکومت خود اختیاری اور مسودۂ قانون برخواستگی کلیسائے ویلز فوراً کتاب قوانین پر ثبت کردئے جائینگے

---

[1] - بعض انفرادی سرگروہوں نے مخالفت کی، چنانچہ حکومت کے فیصلے سے موافقت کرنے کے بجائے لارڈ مارلے اور جان برنس نے کابینہ سے استعفے دیدئے اور ریمزے میکڈانلڈ نے پارلیمنٹ کی مزدی فریق کی صدارت سے دست کشی اختیار کرلی -

اوران کے ساتھ ایسی تجویزیں شامل کردی جائیں گی جن سے وہ بارہ مہینے تک یا اختتام جنگ تک معلق رہیں گے تو اس وقت مناقشات کا اندیشہ پیدا ہوگیا۔ ایک نہایت ہی پرشور مبقات میں دارالعوام کے اتحادی ارکان کل کے کل دارالعوام سے اس غرض سے نکل گئے کہ "اپنے قول و قرار کی اس کریہہ خلاف ورزی"[۲] کے متعلق حکومت پر اعتراض کرنا چاہتے تھے۔ لیکن خانگی مناقشہ کے اس اعادے سے عوام میں سخت تنفر پیدا ہوگیا اور آیرستانی اور ویلزی مسائل کے حکومت حسب خواہ طے ہوجانیکے بعد، پھر تمام عناصر جنگ کے کام میں مشغول ہوگئے۔

یہ امر ویسے بھی خلاف قیاس تھا اور انگریزی نظم کے تحت تو ضروری ایسا تھا کہ جو حکومت ایک ہی فریق کے ارکان سے مرکب ہو وہ ایک مدت دراز اور غیر معین زمانہ تک اپنے رقیب فریقوں کے پیروان کی تائید کا مطالبہ کرے اور اسے یہ تائید ملتی رہے۔ صرف جنگ کی وجہ سے اس انتظام کا امکان تھا اور وہ بھی تھوڑے زمانہ کے لئے، لیکن خود جنگ ہی کا اقتضا یہ تھا کہ سرکاری اقتدار کی بنیاد پہلے سے زیادہ وسیع ہو۔ پس مرکبی اصول کا اختیار کرنا لابدی ہوا اور مئی ۱۹۱۵ء میں اسی اصول پر آخرکار عمل ہوگیا۔ لبرل وزیراعظم بدستور کشتی کا ناخدا رہا مگر وزارت کے اندر خاص خاص ذمہ داریوں کے مناصب آزادخیالوں اور اتحادیوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگئے کہ ان میں زیادہ غیر مساوات نہیں تھی اور ان میں کسی قدر مزدی فریق کی نمائندگی بھی ہوی۔ نیا کابینہ بارہ آزادخیال، آٹھ اتحادی اور ایک مزدی رکن اور لارڈ کچنر پر جو کسی فریق میں نہیں تھا مشتمل تھا آزادخیال اتحادی، اور مزدی سب مل کر دارالعوام کے ارکان کے اٹھاسی فیصدی ہوتے تھے پس تمام عملی اغراض کے لئے حکومت اور فریق مخالف شیر و شکر ہوگئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی اور نیز اس کے باہر کی فریقانہ سرگرمی انتہائی حد تک گھٹ گئی تھی۔

مسٹر ایسکوئتھ کی قیادت میں مرکب وزارت اور مسٹر لائڈ جارج کے تحت مرکب وزارت اور کابینۂ جنگی کی تاریخ و نوعیت کسی دوسری جگہ بیان ہوچکی ہے (باب)یہاں صرف اتنا اشارہ کردینا کافی ہے کہ اس محالفہ کی شکست کا خطرہ کئی مرتبہ

۲۔ لندن ٹائمز، ہفتہ وار، ۱۸ ستمبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۴۱۔

پیدا ہوا اور ٹوٹنے سے صرف بال بال بچا۔ انفرادی طور پر وزرا نے بکثرت استعفے دیئے دسمبر ۱۹۱۶ء میں مسٹر لائڈ جارج کی وزارت کو از سر نو مرتب کرنے کے بعد وزارت عظمیٰ کو چھوڑ کر دوسری سب سے زیادہ اہم وزارتیں اتحادیوں کے قبضے میں چلی گئیں۔
اتحادیت نہ صرف حکومت پر بلکہ عام ملک پر اپنے کو مستحکم کرتی گئی۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں ایک باضابطہ فریق مخالف پھر دارالعوام میں نمایاں ہوا جس کا سرگروہ سابق وزیر اعظم ایسکوتھ تھا۔ ۱۹۱۸ء کے موسم گرما کے زمانہ سے مزدی فریق بھی اپنے مخصوص راستہ پر چلنے لگا، اور التوائے جنگ کے وقت ملک میں پھر تقریباً اسی زور کا فریقانہ مناقشہ برپا ہو گیا جیسا جنگ کے قبل تھا، البتہ صفوں کی ترتیب بدلی ہوئی تھی اور مباحث کسی قدر کم واضح تھے۔
برطانیہ جب جنگ سے نکلی ہے اس وقت فریقانہ حالت جو کچھ تھی اس کا بہترین اظہار دسمبر ۱۹۱۸ء کے پارلیمنٹی انتخاب کے نتایج سے ہوتا ہے چنانچہ اس نمایاں معرکہ آرائی اور اس کے بعد کے فریقانہ ارتقا کا بیان عنقریب کیا جائے گا لیکن آگے بڑھنے سے قبل اس صورت حال کے جز و غالب پر تنہا زور دینا ضروری ہوگا اور وہ جز و غالب ایک نئی صورت میں آیرستانی مسئلہ کا دوبارہ اٹھنا ہے۔

آئرلینڈ کا مسئلہ آیرستانی مسئلہ سین فین کی تاریخ اور اس کے عیب و صواب پر ایک دوسری جگہ غور ہو چکا ہے، اور ۱۹۱۴ء میں جنگ عالم کے شروع ہونے کے وقت یہ مسئلہ جس نازک حالت پر پہنچ گیا تھا اس کا بھی کافی ووافی بیان ہو چکا ہے یہاں اس سے زیادہ کوشش نہیں کی جائے گی کہ جنگ کے زمانہ میں اس اختلاف آرائی کی جو خاص صورتیں تھیں ان کا اشارہ کر دیا جائے، اور حکومت خود اختیاری کے اس نئے مسودہ کی نوعیت ظاہر کر دی جائے جس کی نسبت ۱۹۱۹ء میں مرکب حکومت کو یہ امید تھی کہ یہ ایک پائیدار قرار داد کی بنیاد بن جائے گا جیسا ظاہر کیا جا چکا ہے، فریقانہ عارضی صلح کے ساتھ ایک قرار داد باہمی اس مفہوم کی بھی شامل تھی کہ ۱۹۱۲ء کا مسودۂ حکومت خود اختیاری جو تین مرتبہ دارالعوام میں منظور ہو چکا تھا اور اس کے قانون بننے کے لئے صرف شاہی منظوری باقی رہ گئی تھی، وہ کتاب قوانین پر دستخط ثبت کر دیا جائے۔ مگر جنگ کے زمانہ تک کے لئے معلق رہے، اور لبرل حکومت

اس امر کی پابند تھی کہ اس کے عمل میں آنے سے قبل السٹر کے مفاد کی نظر سے اس میں کچھ ترمیم بھی کر دے۔ اس انتظام نے تا قیام جنگ اس مسئلہ کا تصفیہ کر دیا تھا۔ آئرلینڈ کے قوم پرست سرگروہوں، خاص کر جان ریڈمنڈ نے حلفا کی فتحیابی کی کوششوں میں دل و جان سے حکومت کی مدد کی تھی۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ آئرلینڈ کے شمال و جنوب دونوں حصوں میں فوج کا رضاکارانہ داخلہ قابل اطمینان طور پر چل رہا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اہل آئرلینڈ کا دل برطانیہ اور اس کے حلیف متحاربین کے ساتھ ہے اور ایک سال سے زائد تک صورت حال کی ظاہری کیفیات میں کوئی خلل نہیں پڑا۔

لیکن اب ہم یہ جانتے ہیں کہ جنگ کی ابتدائی ہیئتوں میں بھی اہل آئرلینڈ بےچین و بددل تھے، اور ۱۹۱۵ء کے ختم ہوتے ہوتے ایسے فسادات اندر ہی اندر پک رہے تھے کہ حکام پہلے سے ان کا سد باب کرنے میں ناکام رہے تھے۔ حکومت خود اختیاری کے فوری عطیہ کا کثرت کے ساتھ مطالبہ ہو رہا تھا۔ استیصالی عناصر رضاکارانہ بھرتی میں پرزور دقتیں ڈال رہے تھے۔ اور بھرتی ہونے والوں کی تعداد میں برابر کمی ہوتی جا رہی تھی۔ حکام کی باخبری کے باوجود آئرلینڈ کے مغربی ساحل سے جرمانی برابر اس جزیرے میں سامان جنگ بھیجتے رہے اور اس کے بعد ہی یہ ظاہر ہو گیا کہ پروشیا کے مبلغ بہت سرعت کے ساتھ بیشتر اہالی آئرلینڈ کو حامی حکومت خود اختیاری ہونے کے بجائے استیصالی جمہوریت اور کامل قومی آزادی کا حامی بناتے جا رہے تھے۔ اس تبلیغ و اشاعت کی خاص کارکن ایک مجلس تھی جو سن فین کے نام سے مشہور تھی۔ اس لفظ کے معنی "ہم ہی ہم" کے ہیں۔ اس صدی کے آغاز کے قریب اس تنظیم کو بالخصوص لسانی و علمی بنیاد پر گیلی علم و فن کی تجدید و استقامت کی مسلسل کوششوں سے قوت حاصل ہوی۔ اسی زمانہ میں یورپ کے دیگر حصص بلکہ ایشیا اور افریقہ میں بھی قومیت کے جو میلانات پیدا ہوئے ان میں اور اس تحریک میں بہت کچھ مشترک عنصر موجود تھا۔ ایک ممیز انجمن کی حیثیت سے "سن فین" کا آغاز ۱۹۰۵ء سے ہوتا ہے اور ڈبلن کے ایک پرزور شورش انگیز مدیر، آرتھر گریفتھ کی سرگردہی میں، اس انجمن نے ابتدا ہی سے سیاسی نوعیت اختیار کر لی۔ اس انجمن کے پیرو قوم پرستوں کے حزم و احتیاط و آمادگی مصالحت کو ناپسند کرتے تھے۔

انھیں اس امر کا یقین تھا کہ فطری حق کے رو سے ان کا ملک ایک ذی اقتدار مملکت ہے، اور ان تمام قراردادوں اور انتظاموں کی صحت و جواز کے منکر تھے جن سے ان کا ملک برطانی شہنشاہی کے تابع ہوتا ہو۔ وہ برطانیہ سے ہر قسم کے سیاسی روابط منقطع کردینا، ملک کو ہر طرح کے برطانی اثر سے پاک کردینا اور ایک آزاد دولت عامہ قائم کردینا چاہتے تھے۔

کئی برس تک یہ "سن فین" تحریک کچھ آگے نہ بڑھی، میدان قوم پرستوں کے ہاتھ رہا اس لئے کہ قوم کا بیشتر حصہ آزادی کے بجائے برطانی حکومت کے تحت میں مراعات کی جانب جھکا ہوا تھا، لیکن مسلسل دو برس کے واقعات نے استیصالی سرگروہوں کے ہاتھ میں ایک ایسا آلہ دیدیا جس سے انھوں نے تقریباً کل قوم کو برانگیختہ کردیا، وہ واقعات کیا تھے، السٹر کا احتجاج، اہل السٹر کی صورت حال کے ساتھ اتحادیوں کی تائید، مسلح تصادم کے لئے طیاریاں اور السٹر کو خاص سلوک کی کوئی صورت عطا کرنے کے لئے لبرل حکومت کا مجبورانہ فیصلہ۔ غرض ۱۹۱۴ء تک "سن فین" ہر موقع پر اعتدال پسند قوم پرستوں کی حکمت عملی کو صلائے جنگ دے سکتی تھی اب یہ کافی طور پر عیاں ہوچکا ہے کہ "سن فین" کی تبلیغ و اشاعت میں کسی وقت بھی خلل نہیں پڑا، اگر خلل پڑا بھی تو محض عارضی جرمانیوں کے ساتھ مستعد آتش رسل و رسائل برابر جاری رہے باوثوق طور پر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ برطانی قوت کے مکمل اخراج کے لئے جس قدر مدد کی بھی ضرورت ہوگی جرمانیہ وہ مدد دیگی اور بہت جلد یہ خیال راسخ ہوگیا کہ آزادی کی خاطر کاری ضرب لگانے کا وقت یہی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ ۱۹۱۶ء کے عید الفسح کے بعد والے دوشنبہ کو ڈبلن میں مسلح شورش ہوگئی۔ گو یہ بغاوت عجلت کے ساتھ دبا دی گئی مگر بغاوت اس سے قبل نہ دب سکی کہ حامیان "سین فین" نے جمہوریہ آئرلینڈ کو ایک ذی اقتدار آزاد مملکت مشتہر کرکے اور ایک تصور پرست معلم مدرسہ کو اس جمہوریہ کا صدر منتخب کرکے دنیا کی توجہ اس طرف منعطف نہ کردی۔

عید الفسح کی اس بغاوت نے آئرلینڈ کی صورت حال میں ایک نئی نزاکت

پیدا کر دی، اور اسی وقت سے برطانی حکومت اور آیرستان کی کیتھولک آبادی کے درمیان اس نیم جنگ حالت کا آغاز قرار دینا چاہیے جو اس وقت سے برابر جاری رہی ایک جانب برطانی حکام نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ملک کو فوجی قانون کے تحت کر دیں، سرسری قواعد سے شورش کرنے والوں کو سزائیں دیں، اور قوم کی آزادی کو مختلف طریقوں سے محدود کر دیں' دوسری طرف حکومت کی ان کارروائیوں نے بغاوت کے سرگروہوں کے سروں پر شہادت کا تاج رکھ دیا اور "سن فین" کے نام کو ڈونیگال سے کورک تک مرجع خیال بنا دیا۔ ۱۹۱۷ء میں "سن فین" کی تنظیم اور اس کا لائحہ عمل از سرنو ڈھالے گئے، اور ایک نوعمر امریکی نژاد معلم ڈی ویلیرا نے اس کی سرگروہی اختیار کی۔ ۱۹۱۸ء تک یہ صورت ہو گئی کہ قوم پرستوں کو تقریباً ہر ایک اس انتخاب میں شکست ہونے لگی جس میں "سن فین" کے امیدوار انکے مقابل ہوتے تھے اور اب یہ عیاں ہو گیا کہ ایرستان کے تمام مسئلہ کا مرکز ثقل مسئلہ حکومت خود اختیاری سے ہٹ کر کامل آزاد ہو گیا ہے۔[a]

---

[a] "سن فین" کے نشو و نما اور عید الفصح کے خروج کا ایک مختصر غیر جانبدارانہ بیان ٹرنر کی کتاب "آیرستان و انگلستان" Turner, Ireland and England صفحہ ۱۵۔ ۳۵۹ میں ہے یہ "سن فین" کی جانبدارانہ تاریخوں میں کتب ذیل شامل ہیں:۔ ایف۔ پی۔ جونس "سن فینی تحریک کی اور ۱۹۱۶ء کی آیرستانی بغاوت"۔ F. P. Jores, History of the Sinn Fein Movement and the Irisn Rebellion of 916 مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء۔ پی۔ اس وبگارٹی "سن فین تنویریہ" P. S. O'Hegarty, Sinn Fein : an Illumination مطبوعہ ڈبلن ۱۹۱۹ء "سن فین" کے نقطۂ نظر سے ۱۹۱۶ء کے خروج کا حال ایم۔ اسکینڈر کی کتاب "آئرستان کے لئے میرا کار قلیل" M. Skinnider. Doing My Bit for Ireland مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء میں بیان ہوا ہے اور قوم پرستوں کے نقطۂ نظر سے ایل۔ جی ایڈمنڈ ہاورڈ کی کتاب "جمہوریۂ آیرستان کے چھ دن" L. G. Redmond-Howard, Six Days of the Irish Republic مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۶ء میں بیان ہوا ہے۔ زیادہ غیر جانبدارانہ بیانات کتب ذیل میں ملیں گے۔

مناقشات رفع کرنے کی لاحاصل کوششیں

اس دوران میں برطانی حکومت نے (جو یورپ کی جنگ کے بار اور اس سے متعلقہ بیشمار کاموں سے پریشان تھی) تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اگر پائیدار رفع تنازعات کی نہیں تو آشتی کی متعدد کوششیں کیں۔ سب سے پہلے یہ ہوا کہ لائڈ جارج آئرستان کے سرگروہوں سے گفت و شنود کرنے اور مصالحت کا انتظام کرنے کے لئے متعین ہوا اور اس نے ۱۹۱۶ء کے موسم گرما میں ایک تجویز پیش کی کہ حکومت خود اختیاری کا فوراً نفاذ ہو جائے، السٹر کے پروٹسٹنٹ حصص اس سے علیحدہ رہیں اور یہ مفاہمت رہے کہ جنگ کے بعد اس کل انتظام پر نظر ثانی ہو گی؛ مگر حامیان "سن فین" اور کچھ اتحادیوں نے اس پر اعتراض کیا اور یہ تجویز عمل میں نہ آئی۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۱۷ء میں قوم پرستوں نے باضابطہ یہ مطالبہ کیا کہ قانون سوراج جس طرح کتاب قوانین پر ثبت ہے اسی طرح عمل میں آجائے تاکہ اس سے یہ ثبوت ملے کہ "برطانیہ چھوٹی قوموں اور عمومیت کی حمایت میں صادق ہے" مگر اتحادیوں اور السٹر والوں کی مخالفت اس عمل کو روک دینے کیلئے کافی تھی۔ دوسری تجویزوں کے ناکام رہنے کے بعد حکومت کی صلاح سے ۲۵ جولائی ۱۹۱۷ء کو ڈبلن میں آئرلینڈ کا ایک اجتماع کوئی تجویز قرار دینے کیلئے منعقد ہوا۔ ارادہ یہ تھا کہ یہ اجتماع کل فریقوں کا نمائندہ ہو مگر حامیان "سین فین" نے اس میں شرکت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۶ء میں بیان ہوا ہے۔ زیادہ غیر جانب دار بیانات کتب ذیل میں ملیں گے:۔ ڈبلیو۔ بی ولز اوران مارلو "۱۹۱۶ء کی بغاوت آئرستان کی تاریخ"

W. B Wells and.n. Marlowe, History of the Irish Rebellion

مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۶ء جے۔ ایف۔ بائل "۱۹۱۶ء کی بغاوت آئرستان" J. E. Boyle

the Irish. Rebellion of 1916. مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء جنگ عظیم کی باتصویر تاریخ و دائرۃ المعارف

The London Times Illustrated History and Encyclopedia of the war منجانب لندن ٹائمز

کے شمارہ ۱۰۲۔۱۰۳، اس مبحث کے لئے وقف ہیں، اور "۱۹۱۶ء کی بغاوت آئرلینڈ کے متعلق شاہی کمیشن کی روداد"

Report of the Royal Commission on the Rebellion in Ireland

(شمارہ ۸۲۷۹) میں سرکاری بیان موجود ہے۔

کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے علیحدہ اجتماع منعقد کرنے کو ترجیح دی' اس مجلس میں انہوں نے ایک قرار داد اس مضمون کی منظور کی کہ برطانیوں کو آئرلینڈ سے خارج کر دینے کے لئے "ہر ایک ذریعہ" کام میں لانا چاہیئے اور انہوں نے آزاد جمہوریہ آئرلینڈ کے لئے ایک دستور ریاسی مرتب کیا۔ وفاداروں کے اجتماع کی روداد ۱۲ اپریل ۱۹۱۸ء کو شائع ہوئی' اس میں یہ سعی کی گئی تھی کہ متصادم اغراض و مفاد میں اس طرح آشتی پیدا کی جائے کہ حکومت خود اختیاری فوراً عطا کی جائے اور السٹر کی نمایندگی کے لئے اسے خاص امتیازات دیئے جائیں۔ مگر انتہا پسند اتحادی اور انتہا پسند قوم پرست دونوں نے اپنی اپنی اقلیتی روداد یں پیش کیں جن سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حقیقی بندوبست دور ہے۔ [۱]

اس موقع پر آکر وزیر اعظم کی اس تجویز سے اختلاف آرا میں ایک جدید

---

[۱] - ان رودادوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سرکاری اجتماع کے ارکان تین گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے : (۱) ایک اعتدال پسند یعنی وسطی گروہ تھا جس نے وفاقی اصولوں پر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی یعنی آئرستان کی وفاقیہ سلطنت متحدہ کے اندر ایک ریاست بن جائے (۲) دوسرا السٹر کا گروہ تھا جو موجودہ اتحاد کے برقرار رہنے پر زور دیتا تھا یا اگر یہ ناممکن ہو تو السٹر کے چھ ضلعوں کو قانون حکومت خود اختیاری سے خارج کرانا چاہتا تھا۔ (۳) تیسرا انتہائی قوم پرست گروہ تھا جس کا مطالبہ یہ تھا کہ آئرستان کو سوراجی قلمرو کی حیثیت حاصل ہو جیسی کہ کناڈا کی حیثیت ہے۔ لیکن اس اجتماع میں "سن فین" کے جذبات کی نمایندگی نہیں ہوئی تھی اس مجلس کے متعلق ہمعصر رسالوں کے مضامین کے علاوہ کتب ذیل بھی دیکھنا چاہئیں - جے۔ کوین اور جی۔ ڈبلیو۔ رسل "آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری کی مجلس عارضی" J. Quinn and G. W. Russell, The Irish Home Rule convention مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۸ء۔ ڈبلیو۔ بی ولز اور این مارلو "آئرلینڈ کا سرکاری اجتماع اور سن فین" W. B. Wells, and V Marlowe, the Irish convention and sinn Fein. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء اجتماع کی سرکاری روداد "نیلی کتاب" (شمارہ ۹۰۱۹) میں ملے گی اور ایک مستند عام بیان "لندن ٹائمز" (ہفتہ وار) مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء اور بعد کی اشاعتوں میں ہے۔ وعید الفصح کی بغاوت اور اجتماع کے درمیانی زمانہ پر رسالہ "راونڈ ٹیبل" بابت دسمبر ۱۹۱۶ء اور مارچ ۱۹۱۷ء میں تبصرہ ہوا ہے۔

کیفیت پیدا ہو گئی کہ حکومت خود اختیاری اور جبری فوجی خدمت ایک ساتھ جاری کی جائے۔ جبری فوجی خدمت کا ایک مسودہ دارالعوام میں منظور ہو گیا مگر نہ صرف ہر جماعت کے آئرستانی بلکہ خود انگریزوں کی ایک بڑی تعداد کی مخالفت اس قدر شدید تھی کہ مغربی سرحد پر زیادہ سپاہیوں کی ضرورت شدید کے باوجود اس تجویز کو ترک کر دینا پڑا[1]

سنہ ۱۹۱۸ء کے بقیہ حصہ میں اس کشش میں کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوئی اور اس سال کے آخری مہینوں میں "سن فین" کی قوت و مقصد کے اظہار کے لئے نئے مواقع پیدا ہو گئے۔ اس قسم کا پہلا موقع دسمبر کے پارلیمنٹی انتخاب کے وقت ملا۔ اس معرکہ میں آئرلینڈ کا مسئلہ بہت بڑا نظر آتا تھا۔ مرکب حکومت کے سرگروہ لائڈ جارج اور لا نے اپنے انتخابی اعلان میں یہ زور دیا تھا کہ ملک میں سیاسی امن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ آئرستان کے مسئلہ کا تصفیہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کا تصفیہ حکومت خود اختیاری کی بنیاد پر ہونا چاہئے مگر اس میں انہوں نے یہ اضافہ کر دیا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ سے علیحدگی نہ ہونا چاہئے اور نہ السٹر کو مجبور کر کے مطیع بنانا چاہیے۔ سابق وزیر اعظم ایسکوتھ نے ان لبرلوں کی جانب سے جو مرکب حکومت کے حامی نہ تھے یہ مطالبہ کیا کہ آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری سنہ ۱۹۱۴ء کے قانون کی بنیاد پر فوراً نافذ ہو جانا چاہیے اور مزدور فریق نے آئرلینڈ کے حق آزادی پر زور دیا۔ خود اس جزیرے کے اندر معرکہ آرائی قوم پرستوں اور حامیانِ "سن فین" کے درمیان تھی۔ اس ملک کو جن ایک سو پانچ نشستوں کا استحقاق تھا، ان میں سے پانچ کے سوا باقی تمام نشستوں کے لئے اس نئے فریق نے اپنے امیدوار پیش کئے اور یہ معرکہ آرائی اس شدت اور ناگواری کو پہنچ گئی کہ آئرلینڈ بھی اس سے ناآشنا تھا۔ جو لوگ صورت حال کو سمجھتے تھے انھیں "سن فین" کی معقول کامیابیوں کی توقع تھی مگر جیسے نتائج ظاہر ہوئے خود "سن فین" کے سرگروہوں کو بھی اس کی توقع نہ تھی۔ اتحادیوں کو پچیس نشستیں مل گئیں اور اس طرح علاوہ اپنی حالت پر قائم رہے۔

---

[1] ٹرنر "آئرلینڈ و انگلستان" Turner, Ireland and England صفحات ۱۸ا۔ ۳۷۷۔

مگر قوم پرستوں کو ۱۹۱۸ء کی چوراسی جگہوں کے بجائے صرف سات جگہیں ملیں اور بقیہ تہتر جگہیں "سن فین" کو حاصل ہوئیں۔ قوم پرست فریق یعنی بٹ اور پارنل، ریڈمنڈ اور ڈلن کا فریق نہ صرف شکست کھا گیا اور باطل ہو گیا بلکہ عملاً بالکل فنا ہو گیا۔ "سن فین" کی فتحیابوں میں متمدن کا دمش مارکیز بھی تھی جو نسلاً انگریزنی اور عقیدۃً پولستانی تھی، جس کا ڈبلن کا مکان مدتوں "سن فین" اثر کا مرکز رہا تھا اور جو پہلی عورت تھی جس کا انتخاب پارلیمنٹ کے لئے ہوا ہو[1]۔

"سن فین" کے امیدواروں نے مہم انتخاب کے دوران میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر ان کا انتخاب ہو جائے گا تو وہ اپنی جگہوں پر نشست کرنے سے انکار کر کے برطانی تعلق کے خلاف اپنا احتجاج جاری رکھیں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کامیاب امیدواروں میں سے اس وقت سینتیس امیدوار قید خانوں میں تھے اور چار پر مقدمات دائر تھے جنوری ۱۹۱۹ء میں نئے منتخب شدہ ارکان میں سے جو لوگ آزاد تھے وہ ڈبلن کے "مینشن ہاؤس" میں جمع ہوئے اور خود ایک مجلس دستور ساز اس غرض سے منتظم کی کہ وہ آئرلینڈ کو آزاد جمہوری حکومت عطا کرے۔ اس کے بموجب قرار پایا کہ ایک پارلیمنٹ (ڈیل ایریان) ہو جو موجودہ حلقوں سے منتخب شدہ نائبوں پر مشتمل ہو اور عاملانہ اقتدار ایک صدر اور وزرا کی ایک جماعت کے قبضے میں ہو۔ یہ اعلان کیا گیا کہ تعین دستوری کے اصول کا انطباق جس طرح پولستان اور چیکوسلوواکیہ پر ہوتا ہے اس سے کم آئرستان پر نہیں ہوتا اور رئیس جمہوریہ امریکہ ولسن، فرانسیسی اور اطالوی مدبروں اور آخر الامر خود صلح کانفرنس کے نام لاحاصل التجائیں بھیجی گئیں کہ آئرلینڈ کو کانفرنس کے اندر اسی بنیاد پر شامل کرنا چاہئیے جس بنیاد پر برطانیہ عظمیٰ شامل ہے ورنہ بہر نوع اس ملک کی آزادی کو فوراً بلا شرط تسلیم کر لینا چاہیے۔ ڈی ویلرا جس نے قوم پرستوں کے سرگروہ ڈلن کو قوم پرستوں کے ایک مستحکم حلقۂ انتخاب میں شکست دی تھی، اب جمہوریہ آئرلینڈ کا صدر منتخب ہو گیا، لیکن وہ انگلستان کے

[1] پی۔ کالم، "آئرلینڈی انتخابات میں سن فین کی فتحیابی" P. Colum, "The Sinn Fein Victory in the Irish Elections," مطبوعۂ نیویارک نیشن" ۱۱ر جنوری ۱۹۱۹ء۔

ایک قید خانہ میں محبوس تھا۔ مگر فروری ۱۹۱۹ء میں وہ اس قید سے نکل بھاگا اور اپنے پیرووں سے مل کر اور انھیں اس جنگ کے جاری رکھنے کی ہمت دلاکر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ ممالک متحدہ امریکہ میں پہنچ گیا جہاں اسے اپنے معاملہ میں مالی و اخلاقی دونوں قسم کی کچھ نہ کچھ مدد مل گئی علہ

۱۹۱۹ء کا مسودۂ قانون حکومت خود اختیاری

اس دوران میں لائڈ جارج کی حکومت نے اس مسئلہ کے طے کرنے کے لئے از سر نو توجہ کی۔ آئرستان کے چار خمس میں خفیہ بغاوت پھیلی ہوی تھی اگرچہ بغاوتی حکومت خود عمل کے قابل نہ تھی مگر برطانی حکام کی برابر مقاومت کر رہی تھی۔ نظم کی کسی قدر ظاہری صورت صرف مسلح دار وگیر کے ذریعہ سے قائم رکھی گئی تھی۔ ایک کے بعد دوسرے افسوسناک واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا جاتا تھا کہ آئرلینڈ کے احساس میں کس قدر تلخی پیدا ہوگئی ہے اور مفاہمت کی کسی بنیاد کا ملنا کس قدر دشوار ہوگا۔ سرکاری کانفرنسیں اور غیر رسمی بحث مباحثے تھوڑے تھوڑے وقفوں سے مہینوں چلتے رہے اور ۱۹۱۹ء کے آخر تک یہ نہ ہو سکا کہ حکومت اپنے تجاویز پارلیمنٹ کے روبرو پیش کرنے کے لیے طیار کر سکتی۔ ۲۲ دسمبر کو یعنی ڈبلن میں نائب السلطنت سپہ سالار فرنچ کو قتل کر دینے کی ناکام کوشش کے تین دن بعد، لائڈ جارج نے ایک اعلیٰ درجہ کی تقریر میں آئندہ کا مسودہ قانون پیش کیا علہ یہ مسودہ سرکاری طور پر مسودہ قانون حکومت آئرستان کے نام سے موسوم تھا، اس کی پہلی خواندگی ۲۷ فروری ۱۹۲۰ء کو منظور ہوی، اور اس کے پورے مطالب اسی دن پہلی مرتبہ عام طور پر معلوم ہوئے۔ اس مسودہ قانون کو جو اپنی قسم کی چوتھی تاریخی کارروائی تھا کابینہ کی ایک

علہ۔ ڈی ولیرا "خود مختاری کے لئے آئرلینڈ کا حق" De Valera, "Ireland's Right to Independence" مطبوعۂ "نیویارک نیشن" ، ۸ جون ۱۹۱۹ء۔ دوران جنگ میں آئرستان کے مسئلہ کا ایک مفید خلاصہ ٹرنر کی کتاب "آئرلینڈ و انگلستان" Turner, Ireland and England صفحات ۳۹۶ - ۴۱۰ میں ہے۔

علہ۔ یہ "نیویارک ٹائمز کرنٹ ہسٹری" بابت فروری ۱۹۲۰ء کے صفحات ۲۰۵ - ۲۱۴ پر طبع ہوا ہے۔

مجلس ذیلی نے تیار کیا تھا جس کا صدر والٹر لانگ وزیر بحریہ تھا۔ جیساکہ وزیر اعظم نے اس کی تشریح کی تھی یہ تین بنیادی خیالات پر مبنی تھی۔ اول یہ کہ آئرلینڈ کے لوگوں میں سے چونکہ تین چوتھائی حقیقت میں باغی ہیں، اس لئے وہ حکومت کی پیش کردہ ہر ایک تجویز سے شدت کے ساتھ مخالفت کریں گے۔ دوسرے یہ کہ السٹر کو کیتھولک اکثریت کی حکومت کے تابع نہیں کرنا چاہیے۔ تیسرے یہ کہ آئرلینڈ کا سلطنت متحدہ سے علیحدہ ہوجانا سلطنت متحدہ اور آئرلینڈ دونوں کے مفاد کے لئے یکساں مہلک ہوگا اور علیحدگی کی ہر ایک کوشش کا بزور قوت مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ تجویز سابقہ تجویزوں سے بالکل ہی مختلف روش پر تیار کی گئی تھی۔ اس کے اہم خصوصیات حسب ذیل تھے:- (۱) دو یک ایوانی آئرلینڈی پارلیمنٹیں ہوں، ان میں سے ایک بلفاسٹ میں ہو جو انیٹرم، ڈاون، آرماہ، لنڈنڈری، فرماناہ، اور ٹائرون کے صوبوں اور بلفاسٹ اور لیڈنڈری کے برو کی نمایندگی کرتی ہو اور دوسری ڈبلن میں ہو جو ملک کی بقیہ حصص کی نمایندہ ہو۔ ۵۲، ارکان شمالی آئرلینڈ کے دار العوام کے اور ۱۲۸، ارکان جنوبی آئرستان کے دار العوام کے انھیں انتخاب کنندوں کی طرف سے منتخب ہوں جو شہنشاہی پارلیمنٹ کے ارکان کا انتخاب کرتے ہیں اور یہ انتخابات تناسبی نمایندگی کے اصول پر ہوں۔ (۲) چالیس ارکان کی ایک مجلس وفاقی ہو جس میں بیس بیس ارکان دونوں مجالس مقننہ کی طرف سے منتخب ہوں اور ایک صدر ہو جس کا تقرر تاجدار کی طرف سے ہو (۴) خانگی سودات کی توضیع اور ریلوں کے انضباط کے کامل اختیارات کے ساتھ ساتھ یہ مجلس وفاقی ایسے مسائل پر غور کرسکے گی جو ملک کے دونوں حصوں میں سے کسی حصہ کی بہبود سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کے متعلق سفارشیں پیش کرسکے گی، اور اسے ایسے مزید اختیارات بھی حاصل ہونگے جو نئی پارلیمنٹیں اپنے حدود و اقتدار کے اندر اسے عطا کرنا چاہیں۔ (۵) دونوں پارلیمنٹوں کو ان تمام مسائل پر کامل تشریعی اختیارات حاصل ہوں گے جو صراحتہً وسط نسٹر کی شہنشاہی پارلیمنٹ کے لئے محفوظ نہ کرلئے گئے ہوں (وزیر اعظم نے اس موقع پر شہنشاہی کے بجائے وفاقی پارلیمنٹ کا لفظ استعمال کیا تھا) یہ محفوظ مسائل بالتخصیص ذیل کے مسائل ہوں گے۔ جنگ و صلح، افواج بری و بحری، غداری، غیر ملکی آبادی اور حصول حق توطن، غیر ملکی تجارت، ضرب سکجات، محصول درآمد و برآمد

محصول چنگی، اور زائد منافع و آمدنی کے محاصل۔ (۶) سلطنتِ متحدہ کی حکومت کی طرف سے ان دونوں مجالس مقننہ کے اتحاد کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی مگر ان جماعتوں کو خود اس قسم کے اتحاد کا اختیار ہوگا اور امید بلکہ یقین یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ بہت جلد اتحاد ہو جائے گا (۷) عاملانہ اختیار بادشاہ کی ذات کے ساتھ وابستہ رہے گا اور ایک نائب السلطنت کے ذریعہ سے (جس کا تقرر چھ برس کے لئے ہوگا) اور دو گروہ وزرا کے ذریعہ سے عمل میں آئے گا جن میں سے ایک گروہ شمال کیلئے ہوگا اور ایک گروہ جنوب کے لئے۔ (۸) دونوں حصوں کے لئے جدا جدا عدالتی انتظام ہوگا لیکن کل ملک کے لئے ایک عدالت لعالیہ مرافعہ ہوگی (۹) جیسا کہ ۱۹۱۴ء کے مسودہ قانونِ حکومت خود اختیاری میں قرار دیا گیا تھا آئرلینڈ کے بیالیس نمائندے وسٹ منسٹر کے دارالعوام میں رہیں گے۔ (۱۰) شہنشاہی پارلیمنٹ کا اعلیٰ اقتدار آئرلینڈ کے "تمام اشخاص، امور اور اشیا" پر بدستور قائم و برقرار رہے گا۔ اس تحریک کی آخری دفعہ نے اس قانون سوراج کو منسوخ کر دیا جو ۱۹۱۴ء میں منظور ہوا تھا۔ [1]

آئرلینڈ میں اس مسودے کو بہت سردمہری کے ساتھ دیکھا گیا، "سن فین" نے کامل آزادی کا مطالبہ کیا، السٹر کے اتحادیوں نے موجودہ صورت حال کے قائم رکھنے پر زور دیا اور وفاقی تجویز کی حمایت کرنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ جزیرے میں یوماً فیوماً شورش زیادہ بڑھتی گئی اور فوجی حکومت سخت گیر ہوتی گئی تا آنکہ ملک بالکل ہی مسلح لشکرگاہ بن گیا۔ "سن فین" نے ۱۵ جنوری کے بلدی انتخابات میں نئی کامیابی حاصل کی، اور پہلے سے بھی زیادہ سربلند و سرکش بن گئے [2]۔ انگلستان میں فریق مزدور اور آزاد لبرلوں نے اس مسودہ قانون سے سخت مخالفت کی، اول الذکر نے یہ مطالبہ کیا کہ تعین دستوری کا اصول آئرستان پر عاید کیا جائے۔

---

[1] مفصل تاریخ کے لئے "نیویارک ٹائمز کرنٹ ہسٹری" بابت مئی ۱۹۲۰ء کے صفحات ۲۰۱-۲۰۳- دیکھنا چاہئے۔

[2] "سن فین" کے امیدواروں میں سے تخمیناً پچاس فیصدی کامیاب ہوئے۔ لنڈنڈری تک میں اتحادیوں کو شکست ہو گئی اور السٹر کے کل صوبہ میں اتحادیوں کے لئے ۸۱۸,۲۳۸ رایوں کے مقابلہ میں "سن فین" کو ۲۳۸,۴۴۳ رائیں ملیں۔

حالانکہ اس مسئلہ پر برمحل تحقیقات کے لئے جو ماموریہ بھیجا گیا تھا اس نے یہ رائے دی تھی کہ تمام خارجی تعلقات اور مدافعت سے متعلق امور میں یہ چھوٹا جزیرہ شہنشاہی پارلیمنٹ کے زیر اقتدار رہے [1] آزاد لبرل ۱۹۱۴ئہ والے اصول پر جمے ہوئے تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ یہ نئی تجویز نہ تو مطالبات کو پورا کرتی ہے اور نہ جزیرے کے کسی عنصر کی پسندیدگی اسے حاصل ہے، اور حکومت کے ظاہری خیالات کے برخلاف اس قانون میں ملک کو جن حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا وہ مستقل ہو جائے گی اور کوئی جغرافی حد ایسی نہیں قرار دی جا سکتی جس سے ہر شخص مطمئن ہو۔ دوسری طرف مرکب حکومت کے پیرو خواہ اتحادی خیالات کے ہوں یا لبرل خیالات کے' تاحد امکان پورے جوش کے ساتھ اس مسودے کی تائید کر رہے تھے' ان کی دلیل بالتخصیص یہ تھی کہ یہ مسودہ قانون اس طرح سے منظور ہو سکتا ہے جس سے سلطنت متحدہ کے بقیہ اجزا کے ساتھ انصاف ہو سکے' اس سے آئرستان کو اس حد تک حکومت خود اختیاری مل جائیگی جہاں تک جملہ مقاصد کا تحفظ اسے روا رکھتا ہو' اس سے آئرستان کے لوگوں کو خود اپنے تنازعات کے طے کرنے کا ایک موقع ملتا ہے' اور اس تجویز کی ترکیب ایسی رکھی گئی ہے کہ وہ اس قسم کے عام وفاقی نظم و نسق میں موزونیت کے ساتھ جم سکے' جس کے نسبت حکومت کے بعض سرگرد ہوں کا خیال تھا کہ انجام کار میں اسے اختیار کرنا پڑے گا [2]

۲۹ مارچ کو اس مسودہ قانون کی دوسری خواندگی ۲۵۴' رایوں کی کثرت سے منظور ہو گئی جو ایک غیر متوقع کثرت تھی اور اس تحریر کی تاریخ (جون ۱۹۲۰ئہ) تک اس تجویز کے متعلق معقول حد تک یہ یقین تھا کہ وہ قانون بن جائے گی۔ مگر بیشمار ترمیمیں بھی پیش ہوئیں' ان میں سے ایک ترمیم کی تائید آزاد لبرل اور مزدیو نے کی جس کا مقصد یہ تھا کہ صرف ایک پارلیمنٹ ہو' اور دوسری تجویز کی پشت پناہی آزاد لبرل گروہ کی طرف سے ہوئی جس کا منشا یہ تھا کہ السٹر کے ہر ضلع کو تعین دستوری کا

---

[1] اس ماموریہ کی روداد "نیویارک نیشن" ۱۰ اپریل ۱۹۲۰ئہ کی اشاعت میں طبع ہوئی ہے۔

[2] یہ یاد ہو گا کہ صدر دارالعوام کی مقرر کردہ مستشار دربارہ تحول اسی زمانہ میں اس مسئلہ پر غور کر رہی تھی

اختیار دیا جائے۔ کسی بہج سے یہ متیقن نہیں تھا کہ کس قسم کے تغیرات ہوں گے۔ لیکن اتنے دوررس تغیرات کا ہونا جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ناممکن تھا السٹر فی الجملہ نئے انتظامات کے قبول کرنے کو طیار تھا، مگر قوم پرست ان انتظامات کے سرگرم مخالف تھے، "سن فین" کے دعاوں کے بدلنے کے کسی قسم کے آثار نہیں معلوم ہوتے تھے اور یہ پیشین گوئی کی جاتی تھی کہ اس تجویز کے تحت میں جس تنظیم کی ضرورت ہے اس کے اختیار کرنے سے آیرستان کے کیتھولکوں کے انکار کر دینے کی وجہ سے یہ تجویز فوراً شکست ہوجائے گی۔ اس کے ساتھ ہی کسی نہ کسی تصفیہ کی ضرورت روز بروز زیادہ شدید ہوتی جاتی تھی نہ صرف اس وجہ سے کہ جزیرے کے حالات بد سے بد تر ہوتے جاتے تھے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ ۱۹۱۴ء کے قانون سواراج کے شرایط کے بموجب جنگ آزما سلطنتوں کے ساتھ گفتگوئے صلح کے مکمل ہوجانے کے ساتھ قانون مذکور ہ ازخود نافذ ہوجائے گا اور حالت یہ تھی کہ اب آزادلبرلوں اور مزدوریوں کے حلقہ سے باہر کوئی بھی اس کی تائید کے لیے تیار نہ تھا۔

۱۹۱۸ء کا انتخاب مرکب حکومت کے حامیوں کی مہم [۱]

زمانہ جنگ کے حالات اور ایک نئے انتخابی قانون نے دسمبر ۱۹۱۸ء کے برطانی پارلیمنٹی انتخابات میں متعدد عجیب وغریب خصوصیتیں پیدا کر دیں قومی انتخاب کنندگان کی تعداد جن میں ساٹھ لاکھ عورتیں بھی شامل تھیں سابق سے دوچند ہوگئی۔ سپاہیوں اور دوسرے غیر حاضر رائے دہندوں کے سوا، دوسرے لوگوں کے لیے رائے دہی صرف ایک دن کے لئے محدود ہوگئی۔ رایوں کے ڈاکخانہ کے ذریعہ سے بھیجنے بلکہ دوسرے شخص کے ذریعہ سے بھی رائے دینے کی اجازت مل گئی حسب سابق فریقانہ مقابلہ کے بجائے اب زور آزمائی مرکب حکومت اور متعدد دگرد ہوں کے درمیاں ہو رہی تھی۔ مرکب حکومت کو عملاً تمام سیاسی گروہوں میں تائید حاصل تھی اور دوسرے گروہوں کی حالت ایسی تھی کہ جنگ سے

---

[۱] ذیل کے تین جزو ایک مضمون کی مدد سے ترتیب دئے گئے ہیں جسے مصنف نے "امریکن پولیٹکل سائنس ریویو" بابت فروری ۱۹۱۹ء میں شائع کیا تھا۔

پہلے کوئی شخص انھیں شناخت بھی مشکل سے کرسکتا تھا۔
پہلا اہم سوال یہ تھا کہ معاہدہ صلح پر دستخط ہونے سے قبل انتخاب ہو یا نہ ہو۔ گذشتہ فروری میں "قانون نمایندگی قوم" کے منظور ہوجانے سے گمان پیدا ہوگیا تھا کہ پارلیمنٹ کا بہت جلد انفساخ ہوجائیگا مگر اس کے بعد کے مہینوں میں فوجی پسپائیوں نے اس قسم کی تمام تحریکوں کو پست کردیا۔ لیکن وسط گرما تک مختلف محاذوں پر صورت حالات پھر قابو میں آگئی اور اس وقت سے یہ علامات بڑھتے گئے کہ مرکب حکومت بہت جلد انتخاب عامہ کرنے والی ہے۔ اور اس معاملہ میں حکومت کا مقصد اوائل موسم خزاں میں قطعی طور پر ظاہر ہوگیا۔ سابق وزیر اعظم مسٹر اسکوتھ کے زیر قیادت قدیم طرز کے آزاد خیالوں نے اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی انھوں نے یہ کہا کہ نئے انتخابی قانون کے مجوزہ انتظامات کے باوجود تیس لاکھ برطانی و آئرستانی سپاہی غیر ممالک میں بھی رائے نہ دے سکیں گے۔ انھوں نے اس امر پر زور دیا ایک متحدہ قوم کے ساتھ مستشار صلح میں جانے کے لئے مرکب حکومت کو کسی نئے انتخاب کی ضرورت نہیں ہے۔ مزدوری فریق نے بھی تعرض کیا ظاہراً اسلئے کہ انھیں یہ اندیشہ تھا کہ سپاہی رائے نہیں دے سکتے مگر واقعی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ ابتدائے سال سے یہ فریق حلقہائے انتخاب کے اندر اپنی جو کل تیار کررہا تھا وہ ہنوز نامکمل تھی۔
لیکن مرکب حکومت کے سرگروہوں نے ظاہر کردیا کہ جلد تر انتخاب کی ملک کو صریحی ضرورت ہے۔ موجودہ پارلیمنٹ دسمبر ۱۹۱۰ء سے قائم تھی اور اس لئے اپنی انتہائی قانونی مدت سے تین برس آگے بڑھ گئی تھی اور ۱۹۱۵ء کے بعد سے اس نے اپنی مدت حیات میں پانچ مختلف قراردادوں کے ذریعہ سے توسیع کی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۹۱۰ء کے انتخابات عام کے بعد سے دارالعوام کے تقریباً نصف ارکان درمیانی انتخابات کے منتخب شدہ تھے مگر اسے ہر شخص قبول کرتا تھا کہ یہ ایوان "اب پست، بے کیف، کمزور اور غیر نمایندہ ہوگیا ہے۔" وزیر اعظم نے کہا کہ ایوان جاں بلب ہے اور ملک کو جن وسیع مسائل سے سابقہ ہے ان کو طے کرنے کے لئے اسے وسعت یافتہ جدید انتخاب کنندگان کی طرف سے اختیار حاصل نہیں ہے۔ صلح کانفرنس میں برطانیہ کے نائبین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کی

پشت پر ایک ایسا دارالعوام ہے جو قوم کا کامل و جدید نمایندہ ہے اور اس دارالعوام کی نسبت یہ اعتماد ہو سکتا ہے کہ وہ معاشی و معاشری ترتیب جدید کے کاموں کو نئی قوت و زور کے ساتھ اختیار کر سکتا ہے۔ جو لبرل مرکب حکومت کے حامی نہیں تھے وہ یہ الزام لگاتے تھے کہ وزیر اعظم کی نظر صلح سے آگے بڑھی ہوئی ہے اور حقیقت میں اس کے دل میں یہ ہے کہ اسے اختیار کا ایک جدید اجازت نامہ ایسے وقت میں مل جائے جب قوم کسی سیاسی تغیر کی طرف راجح نہ ہوا اور اس اجازت نامہ کے ذریعے سے وزیر اعظم کے اتحادی تائید کنندگان کے اتفاق رائے سے جو لائحہ عمل تیار ہوا ہو اس کو عمل میں لایا جائے۔

پارلیمنٹ ۲۱ نومبر کو برخاست کر دی گئی، اور اس کے چار روز بعد اس کا انفساخ کر دیا گیا[۱] اس سے پہلے ہی ۱۶ نومبر کو وزیر اعظم اور (جنگی کابینہ کے اعلیٰ اتحادی رکن (یعنی مسٹر لا) وسٹ منسٹر کے سنٹرل ہال میں مرکب حکومت کی جانب سے مہم کا آغاز کر چکے تھے، اور بعد میں بہت جلد، ان دونوں نے اپنا معاملہ ایک مشترکہ اعلان کے ذریعہ سے رائے دہندوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کے باوجود کہ اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ صلح کانفرنس کی وجہ سے انتخاب کا ہونا ضروری ہے، پھر بھی حکومت کے سرگروہوں نے اس مہم کے آگے بڑھ جانے سے بین الاقوامی معاملات کے متعلق خاموشی اختیار کی۔ وزیر اعظم نے بہت لمبی لمبی تقریریں کیں مگر اس مسئلہ پر زبان بھی نہ کھولی۔ حکومتی اعلان میں مختصراً حکومت کے اس ارادہ کا اعلان کیا گیا تھا کہ اگر وہ برسر اقتدار رہی تو وہ ایک "منصفانہ و پائیدار صلح" حاصل کرے گی اور آزاد اقوام کے ایک لیگ کی تکوین کو ترقی دے گی مگر زیادہ حصہ خانگی یا کم از کم برطانی نوعیت کے مباحث پر موقوف تھا۔ ان میں سے سات مباحث کو خاص اہمیت دی گئی تھی۔ (۱) اصلاح اراضی، اس نظر سے کہ قطعات اور چھوٹی اراضی داریوں کو عام وسعت ہو، زرعی مزدوری میں اضافہ ہو،

---

[۱] انفساخ کے وقت دارالعوام کی فریقانہ صورت حسب ذیل تھی:۔ اتحادی ۲۸۲۔ لبرل، ۲۶۰۔ مزدوی ۳۸۔ آئرستانی قوم پرست ۸۷۔ حامیان "سن فین" ۶۔ متفرق ۶ جملہ ۶۷۰۔

زرعی پیداوار میں ترقی ہو اور واپس آنے والے سپاہیوں اور ملاحوں کو ان زمینوں پر آباد کیا جائے۔ (۲) کیفیات سکونت کی اصلاح اور دیہی زندگی میں "وسیع طریقوں" پر ترقی دیہی (۳) اس نوع کے مالیاتی قانون کہ حرفت اور ساکھ کو کم سے کم نقصان پہنچے بغیر جنگ کا قرضہ ادا ہو جائے۔ غلّہ اور خام اشیاء کو جدید محصولوں سے بچایا جائے اور نوآبادیوں کے حق میں موجودہ اور آیندہ محاصل پر ترجیحی طریق جاری کیا جائے۔ (۴) جس قدر جلد ممکن ہو صنعت و حرفت کو حکومت کی نگرانی سے آزادی دی جائے۔ (۵) دارالامرا کی اصلاح اس طریق پر کی جائے جس سے اس کا براہ راست قوم کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے اور اس میں اتنی کافی نمایندگی ہو کہ وہ معقول طور پر اپنے فرایض کو انجام دے سکے" (۶) ہندوستان میں تدریجی مدارج کے ساتھ ذمہ دار حکومت کو ترقی دینے کا" جو اقرار ہو چکا ہے اسے عمل میں لایا جائے۔ (۷) آئرستان کے مسئلہ کو سوراج کی بنیاد پر حل کیا جائے مگر نہ اس طرح کہ وہ جزیرہ برطانی شہنشاہی سے علیحدہ ہو جائے اور نہ السٹر کو مجبور کر کے سوراجی پارلیمنٹ کے تابع کیا جائے۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مرکب حکومت کی مہم سر کرنے والوں نے بین الاقوامی معاملات کے متعلق اس قدر کم کہنا کیوں مناسب سمجھا، اس قسم کی بحث لامحالہ ایسے پیچیدہ مسائل کی جزئیات کی طرف لے جاتی جن کو موجودہ مرحلہ میں بتائے کار قرار دینا دشوار یا عبث تھا لیکن رائے دہندے بہت جلد اس ذہنی غذا سے اکتا گئے جو ان کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ معمولی حالت میں، مسئلہ آئرلینڈ، اصلاح اراضی، اور شہنشاہی ترجیح سے کافی طور پر پرجوش معرکہ آرائی کے لئے سامان مہیا ہو جاتا مگر اس وقت جو مرد و زن سیاسی جلسوں میں شامل ہوتے تھے وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ قیصر کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا آیا جرمنی سے اخراجات جنگ وصول کئے جائیں گے اور دشمن غیر ملکیوں کے متعلق حکومت کی روش کیا ہوگی۔ ان مسائل اور ایسے ہی دوسرے مسائل کے متعلق وزیر اعظم اور اس کے رفقا کو مجبور ہو کر زبان کھولنا پڑی۔ ۲۹ نومبر کو نیوکاسل میں لائڈ جارج نے "بیدردانہ با انصاف امن،" دشمن غیر ملکیوں کے اخراج، جرمانیہ کے حد امکان تک اخراجات جنگ کی

وصولی، اور جنگ کے اور قانون اقوام کی خلاف ورزیوں کے ذمہ دار اشخاص کی (بشمول قیصر) انفرادی سزا ہی اس امر کا بکثرت ثبوت موجود تھا کہ ملک کی طبیعت دوررس معاشری و سیاسی اصلاح کی خواہاں ہے، مگر علی العموم یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اس قسم کی اصلاح ہونا چاہیئے اور ضرور ہوگی رائے دہندگان جن مسائل کا اثر قبول کرا سکتے تھے وہ صرف وہی مسائل تھے جن کا تعلق شرائط صلح سے تھا۔

۱۹۱۸ء کا انتخاب دو سربرگروہ۔

یہ بہت جلد عیاں ہو گیا کہ آئرلینڈ سے باہر رائے دہندوں کے سامنے تین گروہ تھے جن میں سے انھیں انتخاب کرنا تھا یعنی حامیانِ مرکب حکومت، آزاد لبرل اور مزدی فرقہ آزاد لبرلوں نے مسٹر ایسکوئتھ کی سرکردگی میں یہ اعلان کرتے ہوے کہ انتخاب "ایک فاحش غلطی اور مصیبت" ہے صاف صاف یہ ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی ممیز فریقانہ حیثیت کو برقرار رکھیں گے۔ ایک اعلان جسے "آزاد خیال قومی وفاقیہ" نے اپنے منچسٹر کے جلسہ میں ماہ اکتوبر شایع کیا تھا اور گلاسگو میں اسکاٹ لینڈ والے لبرلوں کے جلسے نے اس کی توثیق کی تھی، اس سے فرقی اعلان کا کام لیا گیا۔ حرفت زراعت، سرمایہ و اجرت، سکونت، محصول، صحت عامہ، اور دوسرے معاشری مسائل پر بڑھا ہوا قدم رکھنے کے بعد اس تحریر میں اس اعتقاد کی تصدیق مکرر کی گئی تھی کہ آزاد تجارت قوم کی بہبود کے لئے قطعاً ضروری ہے اور اس میں یہ بھی زور دیا گیا کہ آئرستان کی قومی حکومت کو "فوراً ہی" نہ صرف ایک قانونی حق بلکہ واقعہ کاملہ "بنا دینا چاہیئے۔ لائڈ جارج نے اپنے اتحادی رفقاء مؤیدین کے ساتھ جو مراعات برتے تھے، اس تمام مہم کے دوران میں ان پر نہایت پر زور لعنت و ملامت ہوتی رہی۔ یہ دلیل پیش کی گئی تھی کہ شہنشاہی ترجیح جب ایک مرتبہ واقعہ کی حیثیت اختیار کرلے گی تو پھر بہت جلد اشیاء خوردنی پر محاصل بھی لگا دئے جائیں گے جن سے اتنا اظہار نفرت ہو چکا ہے۔ سوا راج ایک قانونی امر واقعہ ہے اور اسے طاق نسیان پر نہ رکھ دینا چاہیئے۔ رہ گیا دارالامرا کی اصلاح کا مسئلہ تو یہ اصلاح کس کام کی ہوگی اگر وہ ایسی حکومت کے ہاتھوں انجام پائے گی جس کا خاص پشتیبان ٹوری فریق ہو۔ جن مسائل سے رائے دہندوں کو سب سے زیادہ دلچسپی تھی یعنی شرائط صلح سے

متعلق مسائل، ان کی بابت مسٹر ایسکوئتھ اور اس کے پیرو وہی حیثیت اختیار کر سکتے تھے جو حکومت کی ہو مگر ایک تو ان کے سامنے بڑی مشکلات حائل تھیں اور دوسرے وہ اپنے سابق سرگروہ سے سخت غضب ناک تھے کہ اس نے ان کے اغراض کا کچھ لحاظ نہیں کیا، خاص کر اس لئے کہ اس نے مدت العمر کے آزاد خیالوں کے بالمقابل مرکب حکومت کے امیدواروں کے طرف اظہار پسندیدگی کیا اور وہ بھی ایسے انتخابی حلقوں میں جو ہمیشہ سے ہی لبرل رہے تھے۔

مزدی فریق کی سرگرمیوں سے بھی اس مہم میں کچھ کم دلچسپی نہیں پیدا ہوئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آئرلینڈ سے باہر اور ہر ایک دوسرے گروہ کے بہ نسبت مزدی مہم سب سے زیادہ پُر زور تھی، سابق کی بیش از بیش انتہائی تعداد اڑسٹھ کے بجائے اس وقت تین سو ساٹھ امیدوار میدان مقابلہ میں آئے اور اعلام نامہ جس کا عنوان "قوم کے نام مزدوروں کی صدا" تھا ہمہ گیر توجہ کا جاذب بن گیا۔ اس کے خاص مباحث حسب ذیل تھے:۔ مصالحتِ باہمی اور بین الاقوامی اتحادِ عمل کی صلح" اور معاہدہ صلح کے لازمی جزو کی حیثیت سے ایک بین الاقوامی مزدی منشور، روس سے متحدہ افواج کی فوری واپسی، آئرلینڈ، ہندوستان اور شہنشاہی برطانیہ کے دوسرے حصص کے لئے تعین دستوری کا اختیار، تمدنی و حرفی آزادیوں کی بحالی، جبری فوجی خدمت کی کامل منسوخی، اراضی ملک کا قومی بنایا جانا، سلطنت کے خرچ سے دس لاکھ مکانوں کی فوری تعمیر، آزاد تجارت کی قطعی برقراری، قرضۂ جنگ کی ادائی کے لئے سرمایہ پر تدریجی براہ راست محصول، معادن، ریل، جہاز رانی، سلاح اور برقی قوت کو فوراً قومی بنا لینا اور عمومی نگرانی کے تحت میں لے آنا، ایک قومی اقل اجرت کا تعین، کام یا گزارے کا ہمہ گیر حق، بالغوں کے لئے کامل حق رائے دہی اور عورتوں کیلئے مساوی معاوضہ[ع۱]۔

ع۱۔ اس فریق کا باضابطہ اعلامنامہ پی۔ یو کلاگ اور اے گلیسن کی کتاب "برطانی مزدورین اور جنگ"

P. U. Kellogg and A. Gleason, British Labour and the War.

مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء صفحات ۱۴۳-۱۴۷ میں طبع ہوا ہے۔

مرکب حکومت کے سرگروہ مزدی کثرت کے انتخاب کے خلاف جو دلائل استعمال کرتے تھے ان میں اہم دلائل یہ تھے کہ یہ فریق کل مزدوروں کی نمایندگی نہیں کرتا بلکہ اس کے ایک جزو اور وہ بھی جز قلیل کی نمایندگی کرتا ہے، اور اس کے سرگروہ صلح جو اور بالشوی میلانات کے افراد ہیں۔ اسی طرح لبرلوں کی کامیابی کے خلاف ان کے دلائل یہ تھے کہ ایسکوئتھ کا گروہ تعداد میں ان لبرلوں سے زیادہ نہیں جو مرکب حکومت کی تائید کرتے ہیں، اس لئے اسے کوئی حق نہیں ہے کہ زمانہ سابق کے لبرل فریق کے قالب میں خود کو نمایاں کرے اور اس کی سرگروہی و قابلیت ایسی بے مایہ ہے کہ قوم کے معاملات اسے تفویض نہیں کئے جا سکتے۔

آئرلینڈ کے کیتھولک حصص میں تنازعہ قوم پرستوں اور سن فین کے حامیوں کے درمیان تھا۔ اول الذکر یہ چاہتے تھے کہ حکومت خود اختیاری نافذ ہو جائے اور آخر الذکر آزادی سے کم کسی چیز سے مطمئن نہیں تھے۔ یہ مہم نہایت جوش انگیز تھی اور اس میں اکثر بدعنوانیاں صادر ہوئیں۔ حامیان "سن فین" کی ترقی پذیر قوت کا ثبوت درمیانی انتخابات کی تقریباً مسلسل کامیابیوں سے مل گیا تھا۔ انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ آئرلینڈ کی (۱۰۵) نشستوں میں پانچ نشستوں کے سوا اور ہر نشست پر مقابلہ کریں گے اور ابتدا ہی سے ہوا کا رخ انھیں کی طرف تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ان کے امیدواروں نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کر دیا تھا کہ انتخاب کی صورت میں وہ وسٹ منسٹر حاضر ہونے سے باز رہیں گے مگر پھر بھی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اگر مزدیوں کو بہت بڑی فتح حاصل ہو گئی تو وہ ایسے شرائط پیش کریں گے جس سے ان کے ساتھ اتحادِ عمل کرنے کی غرض سے حامیانِ "سن فین" اپنی جگہوں پر آجائیں۔

انتخاب کے نتائج مہم انتخابات ۱۴ دسمبر کو اختتام کو پہنچ گئی اور اس میں جلسوں کی تقریباً وہی کثرت رہی جو قبل از جنگ زمانوں میں تھی۔ اس کے دوسرے روز جملہ ۵۸۴ نشستوں کے لئے رائیں دی گئیں۔ ایک سو سات امیدوار بغیر مخالفت کے منتخب ہو گئے۔ جامعات کی پندرہ نشستوں کے لئے ۲۰ دسمبر کو رائے دہی شروع ہوئی، اور ایک حلقہ میں ایک امیدوار کی موت کی وجہ سے یہاں کی رائے دہی ملتوی کرنا پڑی۔ اس سے قبل ہی تقریباً چالیس لاکھ رائے دہی کے

پرچے مع لفافوں اور پرچہ اندازی کی صندوقوں کے اندرون ملک کے لشکرگاہوں اور مغربی محاذ کے سپاہیوں میں تقسیم کردئے گئے تھے ۔ حلقوں میں رائے دہی کے ختم ہو جانے کے بعد یعنی ۱۴ ؍ دسمبر کو عہدہ داران انتخاب نے صندوقوں پر مہر لگا کر انھیں محفوظ جگہوں میں رکھوا دیا (زیادہ تر یہ صندوق ضلع کی پولس کے تھانوں میں رکھ دیے گئے تھے) دو ہفتے تک یہ عہدہ دار رائے دہی کے وہ پرچے وصول کرتے رہے جو ثبت دستخط و گواہی کے ساتھ ڈاک کے ذریعہ سے بھیجے گئے تھے اور وہ رائیں بھی لیتے رہے جو قائم مقام کے ذریعہ سے دی گئیں ۔ شمار ۲۸ ؍ دسمبر کو ہوا ، غیر حاضر اشخاص یا انتخاب کنندگان کے کسی اور خاص گروہ نے جو رائیں دیں ان کا کوئی علیحدہ حساب نہیں رکھا گیا مگر بظاہر تین چار واقعات کامل طور پر محقق ہو گئے اول یہ کہ ، درج شدہ انتخاب کنندگان میں سے واقعاً پچیس فی صدی سے زاید نے رائے نہیں دی ؛ دوسرے یہ کہ جو سپاہی ملک سے باہر تھے ان میں سے ایک بڑی تعداد رائے نہ دے سکی یا کم از کم یہ کہ اس نے رائے نہیں دی اور آزاد خیال و مزدوری سرگروہ اس کی پیشین گوئی پہلے ہی کر چکے تھے تیسرے (شاید قلت وقت کی وجہ سے) قائم مقامی کے طریق سے بہت کم کام لیا گیا چوتھے یہ کہ عام خیال کے برخلاف عورتوں نے بہت زیادہ رائیں دیں۔

حالات اس قدر خلافِ معمول تھے کہ دوسرے انتخابات کے ساتھ مقابلہ کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا ۔ نتایج کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ مرکب حکومت کو توقع سے بڑھ کر کامل فتحمندی حاصل ہوئی ، جملہ عمومی رائے کے نو میں سے پانچ حصے اسے حاصل ہوئے[1] اور جدید ۷۰۷ نشستوں میں سے ۴۷۲ نشستیں اسے ملیں ، ایسکوئتھ کے پیرو لبرل بہت خسارہ میں رہے ، خود سابق وزیر اعظم کو

عل۱ ۔ عمومی رائے کی حالت حسب ذیل تھی : ۔ انگلستان و ویلز ۶۵۶، ۹۳، ۴۴۰ اسکاٹ لینڈ ۳۲۲، ۹۳۹، ۱۱ ۔ آئرستان ۴۲، ۶۰، ۴ ۔ ۱۰ ۔ جملہ ۲۰، ۷۴۹۰، ۱۰ ۔ حکومت کے امیدواروں کو کم و بیش ۰۰۰، ۹۰، ۵ رائیں ملیں اور ان کے مخالفوں کو کم و بیش ۰۰۰، ۴۰، ۴۸ ۔ جن ایک سو سات حلقوں میں انتخاب بغیر مخالفت کے ہوا تھا جن کے رائے دہندگان کی جملہ تعداد ۲۶۶، ۸۱، ۳۰ ، تھی ۔

ایسٹ فائف کے حلقہ میں شکست ہو گئی حالانکہ ۱۸۸۶ء سے اس حلقہ سے برابر اسی کا انتخاب ہوتا رہا تھا[۱]۔ اس فریق کو صرف ستائیس نشستیں ملیں بہتعدد سابق وزرا کو یہ ذلت بھی گوارا کرنا پڑی کہ اپنے حلقوں میں آٹھواں حصہ رائے بھی نہ حاصل کر سکنے کی وجہ سے ان کی انتخابی امانتیں ضبط ہو گئیں۔ مزدوروں کی نمائندگی بڑھ گئی، انھوں نے ۵۹ نشستیں حاصل کر لیں تاہم یہ تعداد اس حد تک نہیں پہنچی جس کی وثوق کے ساتھ پیشین گوئی کی جاتی تھی، تین قابل ترین سرگروہوں، ریمزے میکڈانلڈ، فلپ سنوڈن، اور آرتھر ہنڈرسن کو شکست ہو گئی۔ چھیالیس ایسے اتحادیوں کا انتخاب ہوا جو مرکب حکومت کے حامی نہ تھے اور دو تین چھوٹے گروہوں نے بھی کچھ کچھ کامیابیاں حاصل کیں۔ جیسا کہ ظاہر کیا جا چکا ہے آئرستان کو حامیان "سن فین" اڑا لے گئے، انھیں ۷۳ نشستیں حاصل ہوئیں اور قوم پرستوں کے پاس صرف سات باقی رہیں۔ انتخاب کے قبل قوم پرستوں کے پاس ۷۰ نشستیں تھیں اور حامیان "سن فین" کے پاس چھ۔ جدید پارلیمنٹ میں نئے اراکین کا تناسب غیر معمولی تھا؛ نصف سے زائد ارکان (جن کی صحیح تعداد ۳۸۰ تھی) سابق پارلیمنٹ میں شامل نہیں تھے؛ ڈھائی سو یعنی ایک ثلث سے زائد ایسے ارکان تھے جنھوں نے جنگ میں کام کیا تھا۔

نتائج کی تنقیح سے بعض اہم نتائج حاصل ہوئے؛ اول یہ کہ جس مرکب حکومت نے جنگ کو کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچایا تھا قوم نے اس کی تصدیق کی اور اس حکومت کی جانب سے شرائط صلح کا جس حد تک اعلان ہوا تھا، اسے پسند کیا، اور صلح کی گفتگو انھیں لوگوں کے ذریعہ سے کرنا چاہی جو الحال برسر اقتدار تھے۔ دوسرے یہ کہ قوم مجموعی حیثیت سے صلح جوئی یا بولشویت سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتی تھی۔ بیسیوں مزدوی و آزاد خیال امیدوار جن کے نام مفاہمتی صلح کے تصور کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے، انھیں ذلت کے ساتھ

---

[۱] ڈبلیو ناٹسٹین، "سوانح مسٹر ایسکویتھ" W. Notestein, "The Career of Mr. Asquith," مطبوعہ پولٹیکل سائنس کوارٹرلی۔ ستمبر ۱۹۱۶ء۔

شکست اٹھانا پڑی۔ تیسرے یہ کہ ۱۹۰۵ء میں جس لبرل حکومت کا دور شروع ہوا تھا اس کا خاتمہ ہو گیا، بالفاظ دیگر یہ کہ قوم اتحادی بن گئی تھی"۔ نہ صرف یہ کہ نئی پارلیمنٹ کے اندر حامیانِ مرکب حکومت میں اتحادیوں کا غلبہ تھا (یعنی ۵۳۳ اتحادی، ۲۷ لبرل اور ۱۰ مزدوی اس میں شامل تھے) بلکہ شرکت نہ کرنے والے حامیانِ "سن فین" کو بھی شمار کرکے کل دار العوام میں اتحادیوں کو ۳۰۵ کی زیادتی حاصل تھی۔ آخری امر یہ تھا کہ آئرستان کے نتائج نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ گزشتہ سو برس کے اندر کسی انگریزی حکومت کو اس ملک میں جن حالات سے سابقہ پڑا ہو، اس وقت کی صورت حالات ان سب سے زیادہ نازک تھی۔[1]

۱۹۱۸ء کے انتخاب کے بعد فریقانہ ارتقاء

اپنے جدید و موثر تقرر کی تائید حاصل کرکے وزیر اعظم نے بپیش نظر کام کے لحاظ سے فوراً ہی وزارت مرکب کو ازسرنو ترتیب دیا۔ ستتر تصوریوں کا اعلان کیا گیا[2]۔ مگر نئے داخل ہونے والوں کی تعداد (دس) توقع سے بہت کم تھی وزارت عظمیٰ

---

[1] انتخاب کے دوران میں جو سیاسی نشیب و فراز واقع ہوتے رہے ان کی رفتار بسہولت تمام "لندن ٹائمز" کی ہفتہ وار اشاعت سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ذیل کے مضامین جن کا انتخاب کثیر التعداد رسالہ جات سے ہوا ہے، دلچسپی سے خالی نہیں ہیں:- اس۔ وب "پیش آنے والے برطانی انتخابات" S. Webb, "The Coming British Elections," مطبوعہ "نیو ریپبلک" ۳ اگست ۱۹۱۸ء۔ نامعلوم "انگلستان میں انتخاب عام" Anon, "The General Election in England" ایضاً ۲۱ دسمبر ۱۹۱۸ء۔ جے۔ بی۔ فرتھ "وسٹ منسٹر کے فاتح و مفتوح" J. B. Firth, "Victors and Vanquished at Westminster" "فورٹ نائٹلی ریویو" فروری ۱۹۱۹ء۔ اس۔ وب "جدید برطانی پارلیمنٹ" S. Webb, "The New British Parliament" مطبوعہ "نیو ریپبلک" ۲۵ جنوری ۱۹۱۹ء۔ سی۔ ماسٹرمین و دیگر اصحاب "انتخاب عام و مابعد" C. Maeter man et al. The General Election and After, مطبوعہ "کانٹمپوریری ریویو" فروری ۱۹۱۹ء۔ غیر معلوم "مسٹر ایسکویتھ کی شکست" Anon., Mr. Asquith's Defeat مطبوعہ "نیویارک نیشن" یکم مارچ۔

[2] "لندن ٹائمز" (ہفتہ وار) ۱۷ جنوری ۱۹۱۹ء صفحہ ۵۹۔

کے سوا اکثر وبیشتر اہم عہدے اتحادیوں کو دیئے گئے اور جنگی کابینہ جو غیر معین طور پر جاری رکھا گیا اس میں اتحادی گروہ ہی کا غلبہ تھا۔ مرکب حکومت کے حامیوں نے عام طور پر ایسا انداز اختیار کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو آیندہ کی نسبت وثوق واعتماد ہے مگر باہر کے نقاد و مبصر اس پیشین گوئی پر متفق تھے کہ نئی حکومت کو دشوار گزار راستہ طے کرنا پڑے گا اور واقعات نے ان پیش بینی کو صحیح ثابت کر دیا۔ اول یہ کہ وزارت کو پیچیدہ قومی مسائل کی ایک مہیب تعداد سے سابقہ پڑا جو خود جنگ اور صلح کی فوری بحالی کی وجہ سے دفعۃً سر پر آپڑے تھے ان مسائل کا تو کوئی ذکر ہی نہیں جو اسے اپنی پیشرو حکومتوں سے ورثے میں ملے تھے، جن میں آئرستان کا مسئلہ سب سے خاص تھا۔ دوسرے یہ کہ پیرس میں جو گفتگوئے صلح ہو رہی تھی کئی مہینے تک تمامتر توجہ اس پر وقف کر دینے کی ضرورت ہوئی اور اس کے معنی یہ تھے کہ خانگی قانون سازی میں مزید التوا واقع ہو، اور یہ ایسے وقت میں جب کہ شدید حرفی و معاشری پریشانیوں کا اقتضا یہ تھا کہ بتوجہ تمام انھیں پر خیالات مرکوز کر دیئے جائیں۔ مزید برآں، وزارت کے اندر بلکہ خود کابینہ کے اندر جو معلوم عام اختلاف رائے تھا، اس سے بھی تذبذب و تاخیر لازم آتی تھی، اس کے ساتھ ہی ۱۹۰۶ء کی وسیع کثرت کے مانند اس وقت بھی دار العوام کے اندر حکومت کی وسیع کثرت بجائے خود پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ عام پیش بندی سے بھی پہلے ہی حکومت کی مقبولیت کے کم ہو جانے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور معاً درمیانی انتخابات کے نمایاں تسلسل نے پے بہ پے یہ ظاہر کرنا شروع کر دیا کہ اب رخ مخالفت کے عناصر کی طرف پھر گیا ہے۔

جب نئی پارلیمنٹ کا اجتماع ہوا تو (اصطلاحی معنی میں) "فریق مخالف" کی نوعیت و شخصیت درحقیقت ایک عجوبہ شے بن گئی۔ حکومت کے بعد، سب سے زیادہ نشستیں فریق مزدور کے پاس تھیں، اور رواج کی شدید پابندی کے لحاظ سے اس کے معنی یہ ہوتے کہ اسے فریق مخالف کی اولین صف پر قبضہ کرنے کا حق تھا مگر آزاد لبرل اس انتظام پر رضامند نہیں ہو سکتے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تسویہ باہمی ہو گیا جس کے بموجب دونوں فریق کے باضابطہ رہبر مع اپنے اپنے

چند رفقاء کے اس نازک جگہ پر باقاعدہ قابض ہو گئے ۔ دونوں گروہ باضابطہ متحد نہیں تھے مگر حالات نے عملاً انھیں متحد کر دیا، اور اگرچہ تعداد کے اعتبار سے وہ کمزور تھے مگر انھوں نے نکتہ چینی کا ایسا سلسلہ جاری رکھا جسے حکومت نظر انداز نہیں کر سکتی تھی ۔

پارلیمنٹ کی اندر کی صف بندیوں کا جہاں تک تعلق ہے، ان صفحات کی تحریر کے وقت صورت حالات یہی تھی جو مذکور ہوئی لیکن یہ صورت کب تک قایم رہے گی اور اس کے بعد کیا حالت پیش آئے گی، یہ سوالات نہایت عمیق اور کل قوم کی دلچسپی کے ہیں۔ بعض ایسے مساعی و رجحانات کا ذکر ہو سکتا ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ دوبارہ فریقانہ نظم کن روشوں پر قرار پکڑے گا۔ ان میں سب سے اول وہ کوشش ہے جو طریق لبرل کو متحد رکھنے اور سیاسیات میں ایک ممیز قوت کے طور پر اس فریق کے اپنی سابقہ جگہ حاصل کرنے کے متعلق ہو رہی ہے۔ ۱۹۱۸ء کے انتخاب کے بعد آزاد خیال قومی وفاقیہ کی جو پہلی مجلس عاملہ منعقد ہوئی اس میں سابق وزیر اعظم ایسکویتھ نے علی الاعلان یہ کہا کہ یہ امر قوم کے لئے نہایت ہی اہم ہے کہ آزاد خیال فریق اپنی وحدت اور اپنے آزادانہ عمل کو قایم رکھے، اور اس نے اس امر پر زور دیا کہ تمام ملک میں لبرلوں کی تنظیمات کو زندہ رکھا جائے[عہ۱] اس نصیحت کے بموجب پارلیمنٹ کے اندر اس آزاد خیال گروہ نے جو مرکب حکومت کا حامی نہیں تھا، سر ڈانلڈ میکلن کو اپنا سرگروہ منتخب کر لیا اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے مزدوری فریق کے ساتھ مل کر فریق مخالف کی حیثیت اختیار کر لی ۔ اس کے ساتھ ہی مشورت کی مجلسیں اور دعوتیں برابر ہوتی رہیں اور ان مواقع پر مسٹر ایسکویتھ (جو بدستور حقیقی سرگروہ تھا) اور دوسرے مستند مقررین کی طرف سے لبرل حکمت عملی کے متعلق جو اعلانات ہوتے رہے، ان کی وجہ سے تمام ملک کے اندر اس فریق کی اخلاقی حالت برقرار رہی ۔ فروری ۱۹۲۰ء میں ایسکویتھ خود دوبارہ دارالعوام میں آگیا، اور اس مرتبہ

عہ۱ ۔ "لنڈن ٹائمز" (ہفتہ وار) ۲۴ جنوری ۱۹۱۸ء صفحہ ۹۰ ۔

وہ اپنے قدیم حلقہ ایسٹ فائف کے بجائے پیزلی سے منتخب ہوا تھا۔ اس واقعہ اور اس کے ساتھ متعدد دوسرے درمیانی انتخابات میں آزاد لبرلوں کی نمایاں کامیابی نے ۱۹۲۰ء کے موسم گرما کے شروع ہوتے ہوتے ایک وسیع مطالبہ یہ پیدا کر دیا کہ فریقانہ اتحاد کامل طور پر بحال کر دیا جائے یعنی تمام لبرل مرکب حکومت سے علیحدہ ہو جائیں اور اس طرح خود مرکب حکومت کا خاتمہ ہو جائے۔ دلیل یہ پیش کی جاتی تھی کہ مرکب حکومت ایک دوسرے سے ممیز و مخالف فریقوں کا ایک اتحاد ہے جو جنگ کے غیر معمولی حالات میں ترتیب دیا گیا تھا اور ۱۹۱۸ء میں ایک خاص مقصد یعنی سرانجام صلح کے لئے بحال رکھا گیا تھا۔ یہ اتحاد خود اپنی نوعیت ہی کے اعتبار سے عارضی و ہنگامی تھا؛ اس کے مقاصد اب حاصل ہو چکے ہیں؛ اگر اس کا مقصود یہ نہیں ہے کہ چند محدود شخصی اغراض کے پورا کرنے کے لئے یہ ایک "کا بال" بن جائے تو اسے فوراً شکست کر دینا چاہیئے۔ بہر نوع، اسے حکومت کا ایک مستقل آلہ بنانے کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے اصلی اور واحد مقصد کو بالکلیہ بدل دیا جائے۔ اس امر پر بھی زور دیا جاتا تھا کہ موجودہ صورت حال کا میلان یہ ہے کہ مرکب حکومت کے حامی لبرلوں اور آزاد لبرلوں کے باہمی عناد کو ترقی ہوتی جائے۔ دونوں عناصر برابر ایک دوسرے کے خلاف مختلف حلقوں میں امیدوار مقرر کرتے تھے اور چونکہ اکثر حلقوں میں فریقانہ کل آزاد لبرلوں کے ہاتھوں میں تھی اس وجہ سے مرکب حکومت کے عناصر کو یہ ترغیب ہوتی تھی کہ وہ خود اپنی فریقانہ کل مہیا کریں حالانکہ اس کا اثر قطعاً یہی ہے تاکہ مزید کدورتیں پیدا ہوں اور دوبارہ اتحاد کے مشکلات میں اور بیّن اضافہ ہو جائے۔

اس دور کا ایک دوسرا اہم ارتقا مزدی فریق کی تنظیم جدید تھی، جس کا مطمح نظر یہ تھا کہ اس فریق کو زیادہ وسیع حلقۂ انتخاب ہاتھ آئے اور ترتیب جدید کے دور کی سیاسی زندگی میں اسے زیادہ وزن حاصل ہو جائے۔ اس تنظیم جدید کی بنا ایک نئے دستور پر رکھی گئی تھی جو ایک فریقانہ کانفرنس

میں منظور ہوا تھا جس کا انعقاد فروری ۱۹۱۸ء میں بمقام لندن ہوا تھا۔
اس وقت تک یہ فریق، اتحادات تجارتی، مقامی مزدی فرق، اور مجالس
اشتراکی واتحاد باہمی کی ایک خالص وفاقیہ تھا مگر اب آئندہ سے ان
گروہوں کے علاوہ، اس فریق کی مقامی شاخیں بھی قرار دی گئی تھیں جو حلقوں کے اندر
اسی طرح بنتیں اور قائم رہتیں جیسے دوسرے فریقوں کی شاخیں بنتیں
اور قائم رہتی ہیں اور جو لوگ کہ اتحاد تجارتی یا مجالس اشتراکی سے تعلق نہ رکھتے
ہوں یا نہ رکھنا چاہتے ہوں انھیں مزدی فریق کی رکنیت میں شامل ہونے
اور قائم رہنے کا موقع ملتا۔ دوسری جدت طرازی یہ تھی کہ بلا امتیاز طبقہ
یا پیشہ کے "ہاتھ یا دماغ سے کام کرنے والے تمام اشخاص" کی نسبت باضابطہ
یہ تسلیم کر لیا گیا کہ وہ اس فریق کے پیرو ہونے کے لئے موزوں اور اس کی
حفاظت کے حقدار ہیں۔ آخری امر یہ تھا کہ فریقانہ کل میں بعض تغیرات عمل میں آئے
اور یہ شرط خاص طور پر قرار دی گئی کہ ہر ایک انتخاب عام کے قبل فریقانہ لائحۂ عمل پہ
فریقانہ کانفرنس کے ذریعہ سے رائے حاصل کی جائے گی اور ہر ایک
امیدوار جو اس فریق کے ساتھ وابستہ ہونا چاہے اسے (فریق کے) مشرحہ
اصولوں اور اس کی حکمت عملیوں کی کامل وفاشعاری کا غیر مشروط اعلان کرنا پڑے گا۔

مزدی فریق کے پیروؤں کو جتنی امید تھی ۱۹۱۸ء کے انتخاب عام میں اس سے کم
نشستیں انھیں حاصل ہوئیں مگر آئندہ کے ڈیڑھ برس میں اس فریق نے ملک پر ایسا تسلط جما لیا
کہ تیز بیں بیاسی مبصر مزدی حکومت کے امکان کے متعلق چرچے کرنے لگے۔ ۱۹۱۹ء کے جن
بارہ درمیانی انتخابوں میں مزدی فریق کھڑے ہوئے ان میں مزدیوں کو ۳م ۲۳ ۱۱ رائیں
اور مرکب حکومت کے حامی امیدواروں کو ۵م ۴ ۱ رائیں ملیں اور
مزدیوں نے تین نئی نشستیں حاصل کیں۔ مزید براں، رایوں کے
تجزیہ سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ فریق نہ صرف حرفی اضلاع میں بلکہ طبقۂ متوسط
کے حلقوں میں بھی استحکام حاصل کرتا جاتا تھا اور ۱۹۱۸ء میں وسعت رائے دہی
کے توسع سے ہر ایک دوسرے فریق کی بہ نسبت اسی کو زیادہ نفع پہنچنے کی
توقع تھی۔ پارلیمنٹی سرگرمی میں یہ فریق کمزور تھا، اس کی تنظیم ہنوز کسی قدر

سقیم سی تھی، اور اس میں رجعت پسند اور ترقی پسند دونوں عناصر شامل تھے، مگر اکثر مباحث پر اس کا لائحۂ عمل اس کے ہر ایک حریف لائحۂ عمل کے بہ نسبت زیادہ قطعی تھا۔ پیداوار اور تقسیم کے ذرائع کو قومی بنا لینے کی بابت اس کی وسیع تبلیغ نے جنگ کے بعد کے مضطرب حالات میں خاص اثر پیدا کر لیا، اور اس امر کا صاف امکان نظر آنے لگا کہ اس کی یہ پرزور یسارانہ حرکت کسی وقت اپنے ساتھ کافی رائے دہندوں کو سمیٹ لے جائے گی اور آخر کار اسے با اقتدار حیثیت حاصل ہو جائے گی [1]۔

[1] زمانۂ جنگ کے اندر انگلستان کی مزدی تحریک کا بہترین بیان مع کثیر التعداد اہم دستاویزوں کے یو۔ پی کلاگ اور اے گلیسن کی کتاب "مزدیان برطانی و جنگ"
P. U. Kellogg A. Gleason, British Labour and the War.
مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۸ء میں ہے۔ اس مختصر مگر مفید تبصرہ ای۔ ایم۔ فریڈمین کی E. M. Friedman کتاب میں ہے:۔ "مزدی اور یورپ کی ترتیب جدید" Labour and Reconstruction in Europe مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء۔ ماخذی مواد میں سب سے زیادہ قابل قدر کتاب "مزدی کتاب سالانہ" Labour Year Book جس کی اشاعتیں ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۹ء میں ہوئیں۔ دو اہم مضامین حسب ذیل ہیں:۔ اے۔ ڈبلیو ہمفری "برطانی مزدی تحریک اور جنگ" A. W. Humphrey The British Labour Movement and the War مطبوعہ "پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی" مارچ ۱۹۱۷ء۔ سی۔ ایچ نارتھ کوٹ "زمانۂ جنگ میں برطانیہ عظمیٰ کے اندر مزدی تنظیم" C. H. Northcott, "The Organization of Labour in War Time in Great Britain (ایضاً جون ۱۹۱۷ء۔ جنگ کے بعد کے نئے دور کے منظم شدہ مزدی فریق کے سیاسی خیالات، مقاصد اور طریقہائے کار کے متعلق باقاعدہ بحث کتب ذیل میں ملے گی:۔ اے۔ ہنڈرسن "مزدیین کے مقاصد" A. Henderson. The Aims of Labour مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء۔ جی۔ ڈی۔ ایچ۔ کول "مزدیین دولت عامہ کے اندر" G. D. H. Cole, Labour in the Common wealth مطبوعہ نیویارک،

تیسرا قابل الذکر ارتقا وہ تحریک ہے جو حامیان مرکب حکومت کو ایک مستقل فریق میں بدل دینے کے لئے ہوئی یہ بیتقن کرنا غیر ممکن ہے کہ کب اور کس کی طرف سے سب سے پہلے یہ تجویز ہوئی، اس خیال کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے کہ یہ اتحاد جب اولاً ہوا ہے اس وقت کسی کے دل میں یہ تجویز موجود تھی اور التوائے جنگ کے قبل اس کے متعلق علانیہ کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ مگر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ۱۹۱۹ء۔ آر لین (نارمن انیگل) "برطانی انقلاب اور امریکی عمومیت" R. Lane (Norman Angell) The British Revolution and the American Democracy مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء ایس۔ جی۔ ہاکسن "قومی انجمنہائے پیشہ وران اور مملکت" S. G. Hobson, National Guilds and the State مطبوعہ لندن ۱۹۲۰ء۔ رسالوں کے مضامین میں مضامین ذیل قابلِ ذکر ہیں:۔ اسے ہنڈرسن "مزدئین کا مستقبل" A. Henderson, "The Outloo.. for Labour "کانٹمپوریری ریویو" فروری ۱۹۱۸ء۔ اے۔ جی۔ گارڈنر "مسٹر ہنڈرسن اور تحریک مزدی" A. G. Gardiner, "Mr. Henderson and the Labor Movement مطبوعہ "اٹلانٹک منتھلی" اگست ۱۹۱۸ء۔ جی۔ ڈی۔ ایچ۔ کول "برطانی مزدی تحریک کا ارتقار حالیہ" G. D. H Cole, "Recent Developments in the British Labor Movement مطبوعہ "امریکن اکونومک ریویو" ستمبر ۱۹۱۸ء۔ اس۔ بروکس "برطانی مزدی مستقبل" S. Brooks, "The British labour Outlook مطبوعہ "نارتھ امریکن ریویو" مارچ ۱۹۱۹ء۔ الیف۔ جے۔ سی ہرنشا۔ "مزدی فریق نشا ہنائے منزل پر" F. J. C. Hearnshaw, "The Labour Party at the Crossings," مطبوعہ "فورٹنائٹلی ریویو" مارچ ۱۹۱۹ء۔ آر۔ رابرٹس "انگلستان بحالت انقلاب" R. Roberts, England in Revolution مطبوعہ "نیویارک نیشن" ۱۷ مئی ۱۹۱۹ء۔ جے۔ آر۔ میکڈانلڈ۔ "آزاد مزدی فریق" J. R. MacDonald, The Independent labour party,, "ایضاً" ۱۴ جون ۱۹۱۹ء۔ جی۔ ڈی۔ ایچ۔ کول "برطانی مزدی تدبیر عمل" G. D. H. Cole, "British Labour Strategy

مئی ۱۹۱۹؁ میں نئے مرکبی ارکان کی ایک غیر رسمی ذیلی مجلس نے ایک مستقل مرکزی فریق کے قیام کے لئے ایک تجویز طیار کرنے کا کام شروع کیا جو معتدل ترقی پسند ارکان یعنی مرکب حکومت کے حامی لبرلوں اور آزادی پسند اتحادیوں پر مشتمل ہو، جس کا مقصد خاص یہ ہو کہ مزدی فریق کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت کی مخالفت کیجائے^{ع۱} موسم گرما میں متعدد وزرا نے اس تجویز سے اپنی موافقت کا اعلان کیا اور سال کے ختم ہوتے ہوتے یہ معلوم ہو گیا کہ وزیر اعظم اور برائے نام اتحادی سرگروہ مسٹر لا دونوں اس کی موافقت میں ہیں۔ اوائل ۱۹۲۰؁ میں کچھ دنوں تک تقریباً روزہی یہ انتظار رہتا تھا کہ اس تجویز کی پختگی کا اعلان ہو جائیگا مگر اس تحریر کے وقت تک کسی نہ کسی وجہ سے اس کارروائی کی طرف علانیہ کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مرکب حکومت کے سرگروہوں نے کسی زیادہ مناسب موقع (مثلاً قومی انتخاب کے وقت) کے انتظار کو ترجیح دی ہو یا شاید اس موضوع پر ابھی ان کی رائے پوری طرح قائم نہ ہوئی ہو۔

اس تجویز نے بالطبع تمام سیاسی عناصر میں شدید دلچسپی پیدا کر دی کیونکہ اس کے پورے ہو جانے سے نہ صرف ازمنۂ وسطیٰ کی فریقانہ صف آرائیوں کا قطعی خاتمہ ہو جاتا بلکہ کل فریقانہ نظم ایک نئی اور پائدار بنیاد پر قائم ہو جاتا۔ آزاد لبرل یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ زمانۂ جنگ سے قبل کی فریقانہ تفریق پر واپس جانے کا وقت آگیا ہے، وہ یہ دکھاتے تھے کہ درمیانی انتخاب میں آزاد لبرلوں اور مزدیوں کی فتح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرکب حکومت کی مقبولیت گھٹتی جارہی ہے، وہ یہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ لبرل تائید بسرعت تمام زائل ہوتی جاری ہے اور جہاں تک عام ملک کا تعلق ہے اس مرکب جماعت میں صرف اتحادی فریق ہی رہ جائیگا اور جنگ سے قبل کے فریقانہ نظم کی تجدید کے لئے صرف اتنی ہی ضرورت ہے کہ وزارتی اتحاد باضابطہ منسوخ کر دیا جائے۔ دوسری طرف مرکب حکومت کے سرگروہ اس امر پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ایضاً ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹؁۔ ایم فلپس وغیرہم کی کتاب بھی قابل ذکر ہے مستورات اور فریق مزدی M. Phillips et al. Women and the Labour Party, مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹؁۔

ع۱۔ دوسرے نام جو اس نئے فریق کے لئے تجویز ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:۔ نیشنل رفارم (قومی اصلاحی فریق) "نیشنل ڈیموکریٹ" (قومی عموی فریق)، "پروگریسیو" (ترقی پسند فریق)۔

زور دیتے تھے کہ اس حکومت کو ابھی ایک معقول زمانہ تک برقرار رہنا چاہیئے، قدیم فریقانہ نظم اب متروک ہو چکا ہے، آیندہ کی تفریق اب اس بناء پر ہوگی کہ دونوں قدیم تر بڑے فریقوں کے اعتدال پسند اشخاص ایک طرف ہو جائیں گے اور مزدوریت و اشتراکیت کی استیصالی قوتیں دوسری جانب ہو جائیں گی ۔ وہ اعتدال پسند اتحادی اور آزاد خیال عناصر کے دائمی امتزاج کے طبعی بلکہ ضروری ہونے پر زور دیتے تھے ۔

مرکب حکومت کو بہت بڑی کثرت کی تائید حاصل تھی، اور وہ اس حالت میں تھی کہ غیر معین زمانہ تک قائم رہے گو اواخر ۱۹۱۹؁ء میں دارالعوام کے اندر ایسے ایک مسئلہ پر شکست مل چکی تھی جس سے معمولی حالت میں وزارت کنارہ کش ہو جاتی، اور باوجود اس کے کہ سستی، فقدان حکمت عملی، اسراف، آئینی قواعد سے گریز اور خود سری کے میلانات کی شدید نکتہ چینیاں بھی برابر بڑھتی جاتی تھیں، پھر بھی وہ اپنی جگہ پر قائم رہی لیکن حالت ایسی نازک ہو گئی تھی کہ راتوں رات کوئی قومی انتخاب پیش آجانا بالکل ممکن ہوتا، اور کوئی موجودہ شخص یہ پیشین گوئی نہیں کرسکتا تھا کہ اس صورت میں فریقانہ نظم و ستعد کاری کیا رفتار اختیار کرے گی [1]

[1]۔ ۱۹۱۸؁ء کے انتخاب کے بعد سے انگلستان کے فریقانہ سیاسیات کی رفتار کا مطالعہ "لنڈن ٹائمز" اور "منچسٹر گارڈین" کی ہفتہ وار اشاعتوں میں بہ سہولت تمام ہو سکتا ہے مگر مرکب حکومت کے متعلق دونوں اخباروں کی نکتہ چین روش کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مضامین ذیل بھی دیکھنا چاہیئے:

Anon., The Leadership of the English Liberals, نامعلوم "انگریز لبرلوں کی سرگروہی"
"نیو ریپبلک"، ۱۵ جنوری ۱۹۱۹؁ء۔ جے۔ آر۔ میکڈانلڈ، "برطانیہ عظمیٰ کی سیاسی ہیولانی کیفیت"
J. R. MacDonald. "Great Britain's Political Chaos," مطبوعہ "نیویارک نیشن"
W. P. Crozier, ۸ نومبر ۱۹۱۹؁ء۔ ڈبلیو۔ پی۔ کروزیر، "انگلستان میں سیاسی آثار"
"Political Portents in England مطبوعہ "دی نیو ریپبلک"، ۳۱ مئی ۱۹۱۹؁ء نامعلوم "انگلستان
Anon. The Political Outlook in England کا سیاسی مستقبل" ایضاً ۴ جنوری ۱۹۲۰؁ء ایس۔ ویب
S. Webb, "The Portent of Spen Valley," "وادیٔ اسپین کا شگون" ایضاً ۴ فروری ۱۹۲۰؁ء
J. R. MacDonald, "Drifting جے۔ آر۔ میکڈانلڈ "مزدوری حکومت کی جانب روانی"
toward a Labour Government, مطبوعہ "نیویارک نیشن" ۲۸ فروری ۱۹۲۰؁ء۔

باب نوزدہم

برطانیۂ کبریٰ: خود حکومتی نوآبادیاں

روایتی سیاسی آزادی

برطانی سیاسی نظم کا یہ بیان اس وقت تک موزوں طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ سلطنت برطانیہ کے حکومتی ارادات و مسائل کی بھی کچھ تفسیر نہ کر دی جائے۔ سلطنت متحدہ اگرچہ اکثر اعتبارات سے ایک جداگانہ و خود کفیل ملک ہے مگر پھر بھی وہ اس سیاسی قلمرو کا ایک جزو ہے جو قابل سکونت سطح ارض کے تقریباً ایک ربع پر پھیلی ہوی ہے اور جو دنیا کی آبادی کے ایک ربع سے زائد کی قسمت کی نگراں ہے۔ رومانی شہنشاہی نسبتاً ایک زیادہ پرشکوہ طاقت تھی کیونکہ اپنی شان و شوکت کے زمانہ میں وہ عملاً تمام متمدن دنیا کو گھیرے ہوے تھی لیکن قطعی حیثیت سے جب اندازہ کیا جائے تو برطانی شہنشاہی گزشتہ و موجودہ زمانوں کی تمام سلطنتوں سے زیادہ تاباں و درخشاں ہے۔

سرسری طور پر یہ دیکھنا چاہئے کہ برطانی علم کے نیچے جو قومیں آباد ہیں وہ ایسی ہی خوشحال ہیں، ایسی ہی قانع، ایسی ہی آزاد اور اپنے حقوق کی ایسی ہی حریص و رقیب ہیں جیسی دنیا کی قوموں کے بڑے گروہوں میں سے کوئی

دوسرا گروہ ہو۔ وہ ہر اقلیم میں آباد ہیں، ان کا تعلق تقریباً ہر ایک نسل سے ہے، وہ علم و تہذیب کے ہر ایک ممکن الخیال درجہ کی نمایندگی کرتی ہیں، وہ ہر ایک ممکن معاشی غرض رکھتی ہیں، ان میں یورپی نسل کے لوگوں کا تناسب اس وقت اس سے کچھ زیادہ نہیں ہے جتنا ڈیڑھ سو برس قبل تھا۔ پھر بھی جو روابط اس سلطنت کو باہم وابستہ کئے ہوئے ہیں وہ اس سے زیادہ قوی ثابت ہوئے جتنا کہ جنگ کے قبل کے زمانہ میں اہل رجا گمان کرتے تھے۔ اس مسئلے پر یہاں بحث نہیں ہوسکتی کہ ان کے ایسا ہونے کے وجوہ کیا ہیں۔ یہ وجوہ قرابت نسلی، تعلقات تمدنی، فوائد تجارتی و کاروباری، خواہش تحفظ، غرض تمام ہی اغراض کو احاطہ کئے ہوئے ہیں، مگر ان سب کی تہ میں اصل واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ سو برس کے اندر برطانوی شہنشاہی پر بہ حیثیت مجموعی عاملانہ ہی نہیں بلکہ نافعانہ حکمرانی ہوی ہے۔ بڑے بڑے دور افتادہ توابع میں کچھ ایسی تبدیلی ہوگئی ہے کہ تمام اغراض و مقاصد کے لئے اب وہ آزاد مملکتیں بن گئی ہیں۔ جن قوموں کو حکومت خود اختیاری کے پورے حقوق دینا محفوظ یا قرین عقل نہیں سمجھا گیا انھیں جزوی حقوق دئے گئے ہیں۔ جو قومیں ان سے زیادہ پست حالت میں ہیں ان پر انگریز حکام کے ذریعہ سے قوت اور دیانت داری کے ساتھ حکومت کی جاتی ہے اور عام طور پر اس سے خود انھیں قوموں کو زیادہ نفع پہنچا ہے۔

دوسری توسیع پذیر قوموں کے برخلاف انگلستان نے اول ہی سے اپنے آباد کاروں کے لئے یہ روا رکھا تھا کہ خود ان کی حکومت میں ان کا بھی حصہ ہو لیکن اس پر بھی تلخ تجربہ کے بعد ہی انگلستان کو یہ نظر آیا کہ نوآبادیوں کا سوراج شہنشاہی اقتدار کے منافی ہونے کے بجائے اس اقتدار کو مستحکم ترین بنیاد بنا سکتا ہے۔ یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ زمانۂ حال کا ایک عالم (جس نے انگریزی نقطۂ نظر سے لکھا ہے) اس مبحث پر کیا کہتا ہے۔ "جب یورپ نے بقیہ دنیا میں ہاتھ پاؤں پھیلانا شروع کئے اس وقت صرف برطانیہ کے لوگ تھے جن کی رگ و پے میں حکومت خود اختیاری کی عادت و خصلت سرایت کر چکی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جہاں

کہیں گئے، حکومت خود اختیاری کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ اٹھارھویں صدی بلکہ انیسویں کے وسط تک تمام دنیا میں صرف برطانیہ اور اس سے نوزائیدہ قومیں آزاد مملکتوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کا اس طرح پھلنا پھولنا صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ آزاد تھے۔ وہ خود اپنے طور پر پھیلے، انھوں نے جہاں کہیں قدم جمائے، خالی زمینوں میں نئی آبادیاں قائم کر دیں اور اکثر مادری ملک کی مرضی کے خلاف ایسا کیا۔ پرزور آزاد ملتوں کا از خود نشو و نما پانا برطانی شہنشاہی کی بے اندازہ وسعت کا ایک خاص سبب ہوا ہے۔ برطانی نوآبادیوں میں حکومت خود اختیاری کے حقوق کی موجودگی کی وجہ سے جو نتائج نکلے انہیں سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ دوسرے ممالک کے آبادکاروں کے بہ نسبت یہ لوگ مادری ملک کے اقتدار کے ہر ایک ناواجب عمل کو ناپسند کرتے اور اس کی مقاومت کرنے میں سب سے زیادہ وہ مستعد رہتے تھے۔ آزادی کا یہی جذبہ تھا جس کی وجہ سے حکومت خود اختیاری کی آبیاری کے باعث ۱۷۷۵ء میں امریکی نوآبادیوں نے سرتابی کی اور ممالک متحدہ کی آزاد قوم بن گئیں اس عظیم الشان معرکہ آرائی میں ایک نہایت ہی اہم سوال اٹھ کھڑا ہوا جو انسان کی تاریخ میں ایک نیا سوال تھا وہ یہ کہ آیا انتہائی آزادی کے ساتھ اتحاد قائم رہ سکتا ہے یا نہیں آیا یہ ممکن ہے یا نہیں کہ آزاد ملتوں کا ایک وفاق یا برادری ایسی قائم کی جائے جس میں ہر ایک ملت خود اپنی قسمت کی مالک ہو اور پھر بھی عام مفاد کے لئے سب متحد ہوں، مگر یہ سوال بہت ہی نیا تھا اور اسی وجہ سے بحر اوقیانوس کے اس طرف سمجھا گیا نہ اُس طرف یہ طبعی امر تھا کہ برطانیہ نے اتحاد کے قائم رکھنے پر سب سے زیادہ خیال کیا، اس نے اسے ناواجب سمجھا کہ عام مدافعت کا کل بار اسی کے اوپر پڑ جائے اور اپنے خیال کو بزور عاید کرنے میں اس نے متعدد سفیہانہ غلطیاں کیں۔ دوسری طرف یہ امر بھی اتنا ہی طبعی تھا کہ آبادکاروں نے اولاً اپنے سواراجی حقوق کا خیال کیا اور

یہ مطالبہ کیا کہ گھٹنے کے بجائے ان حقوق کو بڑھنا چاہیئے۔ نتیجہ اس کا وہ بدنصیب جنگ تھی جس نے آزاد قوموں کے اس واحد خاندان کو شکست کر دیا جو اس وقت تک دنیا کے اندر وجود میں آیا تھا، اور ان میں علٰحدگی پیدا کر دی جس سے دنیا میں آزادی کا مسئلہ نہایت ہی کمزور ہو گیا۔ امریکی انقلاب سے برطانیہ نے بہت سے کارآمد سبق سیکھ لیئے۔ اس قدیم سلطنت کے جاتے رہنے کے بعد ہی جلد تر اس نے جو سلطنت بنانا شروع کی اس میں توقع یہ ہونا چاہیئے تھی کہ وہ حکومتِ خوداختیاری کے ان اصولوں سے جھجکے گی جنھیں کسی دوسری سلطنت نے اپنے ماورائے بحر قلمرو پر عائد کرنے کی کبھی سعی نہیں کی تھی اور جن کی وجہ سے (شہنشاہی نقطہ سے) امریکہ میں اس قدر مصیبت ناک نتائج نکلے تھے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ خودحکومتی کی عادتیں برطانیہ کے فرزندوں میں اس قدر عمیق جڑ پکڑ گئی تھیں کہ برطانیہ کے لیئے یہ ناممکن تھا کہ وہ ان کے نئے مسکنوں میں انھیں حکومتِ خوداختیاری کے حقوق دینے سے انکار کر دے۔ اس کے برخلاف، انیسویں صدی میں برطانیہ نے یہ سیکھا کہ وہ ان کی آزادی کے ہر ایک توسع کا خیرمقدم کرے اور اس میں سہولت پیدا کرے، اور اس نے بتدریج وہ ذرائع نکالے جن سے آزاد قوموں کی ایک شرکت پیدا ہو جائے جس میں اتحاد آزادی کے ساتھ جمع ہو۔ اس کی کامیابی جنگ عظیم میں بہت ہی نمایاں ہو چکی ہے (اگرچہ ابھی اس میں بہت کچھ ترقی کا امکان ہے)[1]

خودحکومتی قلمرو: عام خصوصیات

خود سلطنت متحدہ کے علاوہ شہنشاہی برطانیہ جن دوردراز ممالک سے مرکب ہے وہ اپنی سیاسی حیثیت کے نقطۂ نظر سے چار خاص گروہوں میں منقسم ہوتے ہیں: (۱) خودحکومتی قلمرویں

---

[1] آر میور "سلطنت برطانیہ کے صفات" R. Muir, Character of the British Empire مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء صفحات ۹ تا ۱۲۔

(۲) شاہی نوآبادیاں (۳) محمیات (۴) ہندوستان جس میں اگرچہ شاہی نوآبادیوں اور محمیات دونوں کے اوصاف موجود ہیں مگر وہ ان دونوں میں سے کسی شق میں نہیں آتا بلکہ "تابع شہنشاہی" ہے جس کی اندرونی تنظیم اور جس کے بیرونی تعلقات خوداسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ خود حکومتی قلمرو تعداد میں پانچ ہیں: قلمروِ کناڈا، دولت عامہ آسٹریلیا، اتحاد جنوبی افریقہ، قلمروئے نیوزیلینڈ اور نیوفاؤنڈلینڈ ۱۹۱۴ء میں ان کا مجموعی رقبہ ...،...،۵، مربع میل کا تھا یعنی بشمولِ ہندوستان کل سلطنت برطانیہ کے نصف سے کچھ زائد اور باخراج ہند، تین ربع سے زائد۔ ان کی کل سفید رنگ آبادی ڈیڑھ کروڑ تھی جس کے مقابلہ میں سلطنت متحدہ کی آبادی چار کروڑ ساٹھ لاکھ تھی۔

نظامہائے حکومت کا مطالعہ کرنے والا ان پانچ بڑے قطعات کے متعلق، ایک نظر میں دو عجیب واقعات معلوم کرلیتا ہے۔ اول یہ کہ اگرچہ وہ اس ادارے کے جزو ہیں جسے رواج کی مجبوری سے ہم غلط طور پر شہنشاہی کہتے ہیں مگر اپنے بیشتر اغراض کے لئے وہ آزاد قومیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ سب کے سب نام کے سوا اور ہر طرح پر جمہوریتیں ہیں، جن میں عمومی رائے دہی کی بنا پر منتخب شدہ پارلیمنٹیں اور ذمہ دار عاملانہ حکام ہیں جو مادری ملک کے کارکن عاملانہ حکام کے مماثل و مشابہ ہیں۔ ان کے خود اپنے اپنے علم ہیں، ان کی خود اپنی اپنی فوجیں ہیں، ان کے خود اپنے اپنے بیڑے ہیں۔ وہ خود اپنے دستورِ حکومت کی ترمیم کرتے اور خود اپنے قوانین بناتے ہیں جن میں لندن سے اقلِ قلیل مداخلت ہوتی ہے، وہ خود اپنے عہدہ دار مقرر کرتے ہیں (جس میں صرف ایک استثنا گورنر جنرل کا ہے مگر اس کے فرائض تقریباً ویسے ہی رسمی ہوتے ہیں جیسے انگلستان کے بادشاہ کے ہیں۔) وہ خود ہی محصول لگاتے ہیں، وہ خود ہی مادری ملک اور دوسرے اجزائے سلطنت سے آئے ہوئے مال پر آزادانہ طور پر تامینی محصول عاید کرتے ہیں اور ان قرضوں کا سود تک ادا کرنے میں

مدد نہیں دیتے جو نسلوں قبل خود انھیں نوآبادیوں کی حفاظت کے واسطے لیئے گئے تھے۔ بیڑے کے قائم رکھنے میں مدد دینا بھی ان کے لیئے ضروری نہیں ہے جواب تک ان تمامی مستعمرات کا بہت بڑا محافظ ہے سلطنت متحدہ جب کسی سے "برسرجنگ" ہو تو قانوناً یہ نوآبادیاں "برسرجنگ" ہوتی ہیں مگر وہ اُس کے لیئے ایک آدمی، ایک جہاز یا ایک حبہ بھیجنے کے لیئے کبھی مجبور نہیں ہیں ۔ مختصر یہ کہ مادری ملک کے ساتھ ان کا خالص سیاسی تعلق نہایت ہی خفیف ہے۔ اس کا نمایاں ثبوت بس صرف اتنا ہی ہے کہ وہ غیر ممالک میں خود اپنے وکلا اور کانسل نہیں بھیج سکتے اور نہ خود کوئی آزادانہ خارجی حکمتِ عملی اختیار کرسکتے ہیں جس طرح وقت گزرتا جاتا ہے، تاج دار کا ان کے بنائے ہوئے قوانین کو باطل کر دینے کا حق[۱] پارلیمنٹ کا ان کے لیئے قوانین وضع کرنے کا حق[۲] تا آنکہ پریوی کونسل کی مجلس عدالتی کا ان کے مرافعات سننے کا حق[۳] سب کا استعمال کم ہوتا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادھر آخر زمانہ میں ان ممالک کو یہ اجازت مل گئی ہے کہ وہ اپنے جداگانہ تجارتی معاہدوں اور دوسری بین الاقوامی قراردادوں کی گفت وشنود کریں۔ مثلاً ۱۹۰۷ء میں کناڈا اور فرانس کے درمیان جو تجارتی معاہدہ ہوا اُس کی گفت وشنود حکومت کناڈا کے نامزد کردہ

۱۔ ازروئے قانون بادشاہ حسب صلاح وزرا و بتوسط گورنر جنرل، کسی مستعمری قانون کو باطل کرسکتا ہے مگر اس اختیار کا استعمال اس قدر کم ہوتا ہے کہ نوآبادیات کی پارلیمنٹوں کو اپنے وضع قوانین میں شاذ و نادر ہی اس پر کچھ عملی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء کے بعد سے کناڈا کے صرف چھ یا آٹھ قوانین باطل قرار دیئے گئے ہیں۔

۲۔ ۱۸۶۵ء سے مسلمہ اصول یہ رہا ہے کہ مستعمرات سے متعلق پارلیمنٹ کو ہر قسم کا قانون بنانے کا حق ہے بجز ان قوانین کے جن سے محض آمدنی کی غرض سے محصول عائد ہوتے ہیں۔ کوئی برطانوی قانون نوآبادیوں پر اُس وقت تک عائد نہیں ہوتا جب تک مخصوص طور پر اس کا ذکر نہ کر دیا جائے اور بہت ہی کم قوانین اس طرح پر عائد ہوتے ہیں۔

۳۔ ملاحظہ ہو باب ۱۲۔

ایلچیوں نے کی تھی؛ اگرچہ انھیں اسناد بادشاہ با جلاس کونسل ہی کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ بڑھے ہوے خارجی معاملات کی نظر سے کناڈا نے ۱۹۰۹ء سے ایک نئی "وزارت معاملات خارجیہ" کا اضافہ کر دیا گیا۔[1]

قلمرو کناڈا۔ عام طور پر خود حکومتی قلمروں کے متعلق ان واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد، ہم ان میں سے تین خاص ممالک، کناڈا، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی حکومت کی تشکیل و خصوصیت پر زیادہ قریبی نظر ڈالتے ہیں۔ کناڈا میں خاص دلچسپی کا مواد ہے نہ صرف اس وجہ سے کہ رقبہ اور آبادی دونوں کے لحاظ سے یہ ان تمام قلمروں میں سب سے بڑا ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ یہ ممالک متحدہ امریکہ سے قریب ہے اور اس سے گہرے تعلقات رکھتا ہے جیسا کہ توقع ہوسکتی ہے اس کے حکومتی نظم میں خود امریکی حکومت کے ساتھ مقابلہ اور تباین کے بہت سے مواقع ملتے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ ممالک متحدہ کے مثل اور انگلستان کے برعکس، کناڈا کی تنظیم وفاقی طریق پر ہے یعنی حکومت کے اختیارات و فرائض ایک تحریری دستور کے ذریعہ سے ایک جانب مرکزی یا قومی حکومت اور دوسری جانب متعدد رقباتی یا صوبجاتی حکومتوں کے درمیان منقسم ہیں۔ کناڈا کے اس اتحاد کا آغاز اس کی موجودہ شکل میں ۱۸۶۷ء سے ہوتا ہے جب کہ خود آبادکاروں کی درخواست پر لندن کی پارلیمنٹ نے "قانون برطانی شمالی امریکہ" منظور کیا، جس کے بموجب سابق کی چار جداگانہ نوآبادیاں یعنی

---

[1] خود حکومتی مستعمرات کی سیاسی ترقی کا ایک عمدہ مختصر بیان لوول کی کتاب "حکومت انگلستان" Lowell: Government of England. جلد دوم باب ۵۵ میں ہے۔ اس کے سوا کتاب ذیل بھی دیکھنا چاہیے، اے۔ جے ہربرٹسن A. J. Herbertson اور او۔ جے۔ ہاورڈ "برطانی شہنشاہی کا آکسفورڈی تبصرہ" and O. J. Howard, The Oxford Survey of the British Empire مطبوعہ آکسفورڈ، ۱۹۱۴ء۔

کوئے بیک، او نیٹریو، نیو برنسویک اور نوار سکوخیہ نے "قلمرو کناڈا" میں ملا دئے گئے۔ بعد کے عشرات میں جب آبادی مغرب کی طرف بڑھی تو کناڈا کی پارلیمنٹ نے مزید دوسرے صوبے قائم کئے۔ یہ بالکل ویسا ہی ہوا جیسے کانگریس نے امریکی مغربی ریاستیں اتحاد میں شامل کرلیں۔ غرض ۱۹۰۵ء تک یوکن اور شمالی مغربی علاقوں کے علاوہ اس قلمرو میں نو صوبے شامل تھے۔ قانون اتحاد سے بہت قبل قدیمی ریاستوں کو نیابتی حکومت مل چکی تھی، اور ۱۸۴۷ء کے بعد زیادہ ترقی یافتہ ریاستوں کو ذمہ دار حکومت بھی مل گئی تھی یعنی ایک ایسا نظم قائم ہو گیا تھا جس کے تحت میں انگلستان کی وزارت کی طرح یہاں بھی وزارتیں، منتخب شدہ مجالس مقننہ کے روبرو جواب دہ ہو گئی تھیں۔ اس لئے، جب نئے وفاقیہ کے تحریکات تیار ہوئے تو اس امر کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا تھا کہ حکومت کی عام شکل کیا ہوگی۔ انگریزی نظم نے نمونہ کا کام دیا، اور جا بجا اس تجویز کو پورا کرتے اور خاص کر انہیں وفاقی اصول سے ہم آہنگ بنانے کے لئے، امریکی نظم سے کام لیا گیا۔ اس قلمرو کی حکومت کے حقیقی خصوصیات مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

جماعت عاملہ کا باضابطہ سرگروہ "گورنر جنرل" ہے، جس کا تقرر لندن میں رسماً بادشاہ کی طرف سے مگر واقعاً کابینہ کی طرف سے بالعموم پانچ برس کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے ذمہ فی الواقع کام یہ ہوتا ہے کہ مادری ملک میں جو فرض بادشاہ انجام دیتا ہے یہاں اس فرض کو وہ انجام دے۔ فرق اتنا ہوتا ہے کہ بعض وہ اختیارات (مثلاً حق امحا) جن کا عمل بادشاہ کبھی نہیں کرتا، وہ اس مستعمری صاحب جاہ کے ہاتھ سے عمل پذیر ہوتے ہیں مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے۔ عاملانہ مجلس چند اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے (جن کی تعداد ۱۹۱۱ء میں تیئیس تھی) جو قانوناً پریوی کونسل پر مشتمل ہے مگر واقعاً وہ کابینہ ہے جس کے ارکان بیشتر اسی طرح مقرر ہوتے ہیں جس طرح انگلستان کے کابینہ کے عہدہ دار مقرر ہوتے ہیں۔ یعنی گورنر جنرل، پارلیمنٹ کی عمومی شاخ کے فریق غالب کے مسلمہ سرگروہ کو وزیر اعظم نامزد کرتا ہے اور وزیر اعظم اپنے

رفقا کا انتخاب کرتا اور ان کے عہدے متعین کرتا ہے۔ فریقانہ استحکام، پارلیمنٹ کی رکنیت وسرگروہی، پارلیمنٹ کی عمومی شاخ کے سامنے متفقہ ذمہ داری کابینہ کے جلسے سے گورنر جنرل کی غیر حاضری، وزیر اعظم کی سرگروہی اور وہ خالص رواجی بنیاد جس پر کابینی نظم کا مدار ہے، سب بالکل اسی طرح ہیں جس طرح انگلستان میں ہیں۔ مادری ملک ہی کی طرح سیاسی فریق آزاد خیال اور مستحفظ ہیں، جس سے اس نظم کے عملدرآمد میں سہولت پیدا ہوجاتی ہے۔

پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے، ایک سینات اور دوسرا دار العوام سینات میں ۹۶ ارکان ہیں، کوئے بیک اور اونیٹر یو ہر ایک کے چوبیس چوبیس رکن ہیں، نوا سکوشیہ اور نیو برنسویک کے دس دس، آبادی کے اوسط تناسب کے اعتبار سے دوسرے صوبوں کے قائم مقام اور بھی کم ہیں تاہم کہ بعض کے تین ہی ارکان ہیں۔ دستور سیاسی جب تیار ہو رہا تھا اس وقت یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ سیناتیوں کا انتخاب قوم کی طرف سے ہو، مگر زیادہ تر اس خوف سے کہ کہیں منتخب شدہ ایوانِ بالائی، ایوانِ زیریں کے اختیارات میں مداخلت نہ کرے، یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے تقرر کا اختیار گورنر جنرل (عملاً کابینہ) کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ تقرر عمر بھر کے لئے ہوتا ہے مگر موت واستعفا کے سوا اور متعدد طریقے بھی ایسے ہیں جن سے رضایۃً یا بلا رضا نشستیں خالی ہوسکتی ہیں۔ اس معمولی عام شرط کے سوا کہ رقمی مسودات قانون پر پہلے ایوان زیریں میں غور ہوگا، باقی ہر طرح سینات کو دار العوام کے مساوی اختیارات وفرائض حاصل ہیں۔ لیکن معمولاً یہ ایوان اس پر قانع رہا ہے کہ وہ ایک معقول سمجھ دار اور حریص نظر ثانی کرنے والی جماعت کا کام انجام دے۔

مادری ملک کے مثل یہاں بھی دار العوام ان نمایندوں پر مشتمل ہے جنھیں قوم مختلف اضلاع میں منتخب کرتی ہے، فرق یہ ہے کہ ممالکِ متحدہ امریکہ کی طرح کناڈا میں بھی ہر دسویں برس کی مردم شماری کے بعد

تقسیم لابدی ہو جاتی ہے۔ ارکان کی تعداد میں ضرورت سے زیادہ اضافے کو روکنے کے خیال سے کوئے بیک کے ارکان ہمیشہ ۶۵ ہوتے ہیں اور دوسرے صوبوں کے حصوں میں اسی تناسب سے بمناسبت کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ۱۹۱۴ء کی تقسیم کے رو سے اونیٹریو کو ۸۲ نشستیں، نوااسکوشیہ اور سیکیچیوان کو ۱۶-۱۶ نشستیں اور دوسرے صوبوں کو اس سے کم نشستیں ملیں اور کل مجموعہ ۲۳۴ کا ہوا۔ ممالکِ متحدہ امریکہ کی طرح حق رائے دہی کا انضباط ریاستی مجالس مقننہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور اس لئے یہ ہر جگہ یکساں نہیں ہے۔ نو صوبوں میں سے سات میں کل بالغوں کو رائے دہی کا حق حاصل ہے باقی دو میں (یعنی نوااسکوشیہ اور کوئے بیک میں) جائداد یا آمدنی کے کچھ شرائط لگے ہوئے ہیں۔ دارالعوام کی انتہائی میعاد انگلستان کی طرح پانچ برس ہے، مگر اس کا انفساخ اتنی کثرت کے ساتھ ہوتا رہتا ہے کہ پارلیمنٹ کی اوسط مدت حیات تقریباً چار برس کی رہ جاتی ہے۔ دارالعوام مجلس مقننہ کی ذی اقتدار شاخ ہے۔ تمام رقمی مسودات کی ابتدا وہیں ہوتی ہے، دوسرے اقسام کے نہایت اہم قوانین پہلے وہیں پیش ہوتے ہیں، یہی سیاسی اختلافات کا دنگل ہے اور یہی وہ ایوان ہے جہاں لوگوں کی شہرتیں قائم ہوتی اور اعلیٰ حکمت عملیاں متعین ہوتی ہیں۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہاں اکثر مرکزی حکومت کے اختیارات ممالکِ متحدہ امریکہ کی وفاقی حکومت کے اختیارات کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ "قانون شمالی امریکہ" کے سولہ دفعات میں صوبوں کے اختیارات کی تحدید کی گئی ہے، اور وفاقی پارلیمنٹ کے اختیارات کے بیان میں انتیس دفعات ہیں، مزید براں، ممالکِ متحدہ امریکہ میں مرکزی اختیارات محدود و معدود ہیں اور ریاستوں کے اختیارات وسیع و باقی ماندہ ہیں لیکن اس کے برعکس کناڈا میں وہ تمام اختیارات جو خالصۃً صوبوں کو تفویض نہ کئے گئے ہوں، وہ مرکزی حکومت سے متعلق ہیں۔

صوبوں کی حکومتوں کے متعلق یہاں کچھ کہنا غیر ممکن ہے بجز اس کے کہ برائے نام عاملانہ حاکم ایک لفٹننٹ گورنر ہے جس کا تقرر پانچ برس کے لیے گورنر جنرل (عملاً قلمرو کی کابینہ) کی طرف سے ہوتا ہے مگر اس عہدہ دار کے ماتحت چار پانچ ارکان کی ایک کابینی مجلس ہوتی ہے جو ایک وزیر اعظم کی سرکردگی میں کارکن و ذمہ دار جماعت ہے۔ مجالس مقننہ، جن کا انتخاب دو صوبوں کے سوا اور تمام صوبوں میں کل بالغوں کی حق رائے دہی کی بنا پر ہوتا ہے، دو صوبوں کے سوا باقی ہر جگہ ایک ایوان پر مشتمل ہیں۔ صوبوں کی کابینی حکومت معقول حد تک اسی طرح عمل کرتی ہے جس طرح قومی حکومت عمل کرتی ہے۔ مختصر یہ کہ ہر ایک صوبجاتی دارالصدر میں حکومت کی تنظیم تا حد امکان اسی نمونہ پر ہے جیسی کہ اوٹاوا کی حکومت کی ہے۔ اضلاع، دیہات، قصبات اور شہروں کے بلدی معاملات کی تنظیم نظم و نسق کے لیے ہر ایک صوبے کے اپنے خاص ضابطے ہیں۔ انگلستان کی مقامی حکومت کے نظم سے خاص فرق یہ ہے کہ یہاں براہِ راست قوم کی طرف سے منتخب شدہ عہدہ داروں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے[1]

---

[1] ایک جلد میں کناڈا کی حکومت کا بہترین بیان ای۔ پارٹ کی کتاب میں ہے:۔ "قلمرو کناڈا کا ارتقا" E. Porritt, Evolution of the Dominion of Canada. مطبوعہ یانکرز ۱۹۱۸ء۔ اس موضوع پر ایک عمدہ بحث اے۔ بی۔ کیتھ کی کتاب میں ملے گی:۔ "قلمروؤں میں ذمہ دار حکومت" A. B. Keith, Responsible Government in the Dominions ۳ جلد، مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۲ء۔ اہم دستوری دستاویزات ایچ۔ ای۔ اجرٹن، اور ڈبلیو۔ ایل گرانٹ کی کتاب ذیل میں ہیں:۔ "کناڈا کا دستوری نشو و نما" H.E. Egerton and W.L. Grant, Canadian Constitutional Development مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء۔ اے۔ پی۔ پولی کی کتاب ذیل میں ایک خاکہ موجود ہے:۔ "ممالکِ متحدہ امریکہ اور شہنشاہی برطانیہ وفاقی نظم" A. P. Poley, Federal Systems of the United States and the British Empire.

دولتِ عامۂ آسٹریلیا

آسٹریلیا کی تاریخ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی ایسی ہی بے کیف ہے جیسے اس ملک کے مناظر گر علم سیاست اور معاملات عامہ کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے اس عظیم الشان وفاقی حکومت کی تکوین جو آج اس دور افتادہ جزائری براعظم میں عمل کر رہی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۳ء۔ ابواب ۱۵-۲۳۔ ایک معقول حد تک کامیاب تشریح کناڈا کے متعلق ڈبلیو۔ آر۔ رڈل کی کتاب میں ملے گی "کناڈا کے دستورِ سلطنت کی تاریخ، اور اس کا واقعی عملدرآمد" W. R. Riddell, Constitution of Canada in its History and Practical working مطبوعہ نیو ہیون ۱۹۱۷ء۔ دوسری اہم تصانیف حسب ذیل ہیں:۔ جے۔ ای۔ سی منرو، "کناڈا کا دستورِ سیاسی" J. E. C. Munro, The Constitution of Canada. مطبوعہ کیمبرج ۱۸۸۹ء ڈبلیو۔ ایچ۔ پی کلیمنٹ "کناڈا کا قانون دستوری" W. H. P. Clement Law of the Canadian Constitution طبع سوم لندن ۱۹۱۵ء۔ اے۔ ایچ۔ ایف لفرائے "کناڈا کا وفاقی نظم" A. H. F. Lefroy, Canada's Federal System مطبوعہ ٹورنٹو ۱۹۱۳ء اے۔ ٹاڈ "برطانوی نوآبادیاں میں پارلیمنٹی حکومت" A. Todd, Parliamentary Government in the British Colonies طبع دوم مطبوعہ لندن ۱۸۹۴ء۔ یہ کتاب اگرچہ پرانی ہے مگر خالی از منفعت نہیں ہے۔ کابینی نظم کی تاریخ اور اس کا مستند بیان اے۔ شارٹ کے مضمون ذیل میں ہے:۔ کناڈا کی حکومت کی تشریعی اعاملہ شاخوں کا تعلق فیمابین A. Shortt, "Relation between the Legistive and Executive Branches of the Canadian Government." مطبوعہ امریکن پولٹیکل سائنس ریویو، مئی ۱۹۱۳ء رواں سیاسی واقعات جے۔ سی۔ ہاپکنس (مدیر) نے کافی طور پر کتاب ذیل میں تاریخ وار دیئے ہیں:۔ "معاملات عامہ کناڈی سالانہ تبصرہ" J. C. Hopkins (ed.), The Canadian Annual Review of Public Affairs مطبوعہ ٹورونٹو ۱۹۰۱ء ومابعد۔

دلچسپی و ہدایت سے بھری ہوئی ہے۔ دنیا میں کہیں دوسری جگہ ایسا نہیں ہوا ہے کہ انگریزوں کے سیاسی طباعی کو ایک خالی سرزمین پر ایک قوم کے وجود میں لانے میں اس سے زیادہ آزادی ملی ہو۔ انگریزی بولنے والی دنیا میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوا ہے تاآنکہ ممالک متحدہ امریکہ میں بھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ عمومیت کے بڑھے ہوئے تصورات کو ایک کثیر آبادی اور وسیع قطعہ ارضی میں اس سے زیادہ کامل طور پر عمل میں آنے کا موقع ملا ہو۔ اس ملک کے اندر پہلی ملکی حکومت نیو ساؤتھ ویلز میں ۱۸۲۳ء میں قائم ہوئی اور اس کے بعد سے جس سرعت کے ساتھ آبادی میں ترقی ہوتی گئی اسی سرعت کے ساتھ تحریری وسائیر سیاسی نمائندہ مجالس مقننہ اور ذمہ دار جماعت ہائے عاملہ مختلف نوآبادیوں کو عطا ہوتے گئے۔ ۱۸۶۰ء تک (بشمول جزیرہ تسمانیہ) پانچ خود حکومتی نوآبادیاں قائم ہوگئی تھیں۔ اور ایک چھٹی نوآبادی کی تنظیم ۱۸۹۰ء میں ہوئی۔ ایک وفاقی حکومت کے ماتحت اتحاد کی تجویز انیسویں صدی کے وسط میں ہوچکی تھی مگر نوآبادیوں کے کسی تجویز پر متحد ہونے کے لئے پچاس برس کے مباحثہ و تجربہ کی ضرورت پیش آئی۔ آخرالامر ۱۸۹۹ء میں ایک تجویز برطانوی حکومت کے غور کے لیے تیار کی گئی، اور سال آئندہ کے جلیل الشان "قانون دولت عامہ آسٹریلیا" کی صورت میں پارلیمنٹ نے اس تجویز پر اپنی منظوری صادر کردی۔ نئے انتظام کا نفاذ موجودہ صدی کے پہلے دن ہوا۔

دولت عامہ چھ ریاستوں پر مشتمل ہے اور اُسے برّاعظم کے شمالی حصے اور برطانی نیوگنی پر براہ راست اختیار حاصل ہے۔ نئی ریاستوں کا داخلہ ان شرائط پر ہوسکتا ہے جنھیں قلمرو کی پارلیمنٹ عاید کرنا ضروری سمجھے۔ نیوزیلینڈ کو اس میں شامل ہونے کا موقع تھا مگر بارہ سو میل کی دوری اور خود اپنے نہایت ہی قابل اطمینان حکومتی انتظامات کی وجہ سے اس ملک نے ایک جداگانہ خود حکومتی قلمرو رہنے کو ترجیح دی۔ کناڈا کے دستور سیاسی (یعنی قانون شمالی امریکہ) کے برخلاف جو کسی عمومی

تحریک کے بغیر عمل میں آگیا تھا، آسٹریلوی اساسی قانون (یعنی "قانون دولت عام") براہ راست قوم سے نافذ ہوا اور اپنے مطالب و ترتیب کے اعتبار سے وہ ممالک متحدہ امریکہ کے دستور سے بہت نوعی مشابہت رکھتا ہے۔ کناڈا کے دستور میں صرف شہنشاہی پارلیمنٹ کے قانون سے ترمیم ہوسکتی ہے مگر آسٹریلوی دستور میں ہر ایسے وقت ترمیم ہوسکتی ہے جب کبھی کثیر تعداد ریاستوں کے کثیر تعداد اشخاص رائے اس کے موافق دیں بشرطیکہ مطلوبہ ترمیم دولت عامہ کے دونوں ایوانوں نے منظور کرلی ہو یا ایک ہی ایوان سے کم از کم تین مہینے کے وقفے سے دو مرتبہ منظور ہوی ہو۔

حکومت کی ترتیب کناڈا کی ترتیب سے اس قدر مشابہ ہے کہ اسے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گورنر جنرل جو تاج برطانیہ کی نمائندگی کرتا ہے برائے نام اعلیٰ حاکم عاملہ ہے۔ واقعی کارکن جماعت عاملہ ان وزرا سے بنتی ہے جو کناڈا کے مانند یہاں بھی منتخب ہوتے ہیں۔ کابینی نظم کے لیے کوئی تحریری شرط نہیں ہے تا آنکہ وزیر اعظم کا کہیں ذکر بھی نہیں ہے مگر اس کابینی نظم کا نفاذ یہاں سے زیادہ شاید اور کہیں نہ ہوگا۔ پارلیمنٹ ایک سینا ت اور ایک ایوان دارالنائبین پر مشتمل ہے، اور اس میں امریکی کانگرس کے ناموں کی تقلید کی گئی ہے۔ سینات میں ہر ریاست کے چھ ارکان شامل ہیں جن کا انتخاب یکجائی طریقے سے براہ راست قوم کی طرف سے چھ برس کے لیے اور ارکان دارالنائبین کا انتخاب قوم کی طرف سے تین برس کے لیے یک رکنی حلقوں سے ہوتا ہے۔ کناڈا اور ممالک متحدہ امریکہ کی طرح یہاں بھی ہر دسویں برس کی مردم شماری کے بعد تقسیم جدید ہوتی ہے اور ایوان کی وسعت میں غیر معمولی زیادتی کو اس شرط کے ذریعے سے روکا گیا ہے کہ ایوان زیریں میں ارکان کی تعداد ایوان بالائی کے ارکان سے عملاً دوچند ہوگی۔ جیسا کہ کناڈا میں ہے ویسا ہی یہاں بھی رائے دہی کا اقتدار اس حد تک انفرادی ریاستوں کے تحت ہوتا ہے جس حد تک وفاقی

حکومت ضوابطہ نہ عاید کرے۔ ریاستی قانون کے بموجب بالغون کی رائے دہی کا اصول ہر جگہ رائج ہے اور اکثر ریاستوں نے عورتوں کو بھی حق رائے دہی عطا کر دیا ہے۔ کناڈا کے برعکس اور امریکی طریق کے بموجب وفاقی حکومت کو صرف محدود اختیارات دئے گئے ہیں، اور باقی اختیارات ریاستوں کو تفویض ہوتے ہیں۔ جو اختیارات معین طور پر وفاقی حکومت کو دئے گئے ہیں وہ ممالک متحدہ امریکہ کے اختیارات سے زیادہ وسیع ہیں کیونکہ امریکہ کے تجربے سے آسٹریلیوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس قسم کی حکومت کے لئے کن اختیارات کی ضرورت ہے، مگر یہاں مرکزیت کناڈا کے بہ نسبت بہت کم ہے۔ اس دولت عامہ کی گزشتہ پندرہ برس کی تاریخ اس اعتبار سے نمایاں ہے کہ اس میں مسلسل ایسے قوانین بنتے رہے جن کا مقصود کامل سیاسی و معاشری عمومیت کا قائم کرنا تھا۔ درحقیقت مزدوروں کا طبقہ اس قدر زبردست ہو گیا تھا کہ ۱۹۱۰ء میں ملک میں مزدوری وزارت قائم ہو گئی جس کی تائید دارالعوام کی مزدوری کثرت سے ہوتی تھی اور وزیر اعظم ایک اسکاچ تھا جو کسی زمانے میں کوئلے کی کان میں کام کرتا تھا[1]

[1] آسٹریلیا کی ۱۹۱۱ء تک کی سیاسی تاریخ کا خاکہ مسٹر ای جنکس نے بہت صحیح طور پر اپنی کتاب میں کیا ہے:۔ "تاریخ مستعمرات آسٹریلیوی" E. Jenks, History of the Australasian Colonies طبع جدید کیمبرج ۱۹۱۲ء۔ اس موضوع پر کتب ذیل میں زیادہ وسعت کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ جی۔ ڈبلیو رسڈن تاریخ آسٹریلیا G. W. Rusden History of Australia, ۳ جلد، ملبورن ۱۸۹۷ء۔ ایچ۔ پارکس آسٹریلیوی تاریخ کے تکوین کے پچاس برس" H. Parkes, fifty years in the making of Australian History Keith, Responsible Government in the Dominions, مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء۔ نظم حکومت کا بہترین بیان کیتھ کی کتاب میں ہے "اقلمروں میں ذمہ دار حکومت" یوں "ممالک متحدہ امریکہ اور شہنشاہی برطانیہ کے متفقہ نظم"

اتحادِ جنوبی افریقہ

مستعمری اتحاد کے متعلق برطانی حکمت کی سب سے آخری اور مختلف اعتبارات سے سب سے زیادہ نمایاں کامیابی جنوبی افریقہ کا اتحاد ہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں جب جنگ بوئر ختم ہوئی ہے تو اس معرکہ گاہ میں برطانیہ عظمیٰ کے دو سوا راجی نوآبادیاں موجود تھیں ایک نوآبادی راس امید اور دوسرے نیٹال؛ اور دو مفتوح علاقے سابق بوئر جمہوریات تھے ایک آزاد ریاست آرینج اور دوسرے ٹرانسوال، اور ان کے متعلق برطانیہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ انھیں معمولی انگریزی طرز کی ذمہ دار حکومت عطا کرے گی۔ ٹرانسوال کا وعدہ سنہ ۱۹۰۶ء میں پورا کر دیا گیا اور آرینج کی آزاد ریاست کا وعدہ دوسرے سال پورا ہو گیا۔ اب مالیات، حکمتِ عملی محصول درآمد برآمد، نگرانی ریلوے اور معاملات باشندگان ملکی سے متعلق ایسے مسائل پیدا ہوئے جن سے نوآبادیوں کا قریبی اتحادِ عمل ضروری ہو گیا۔ بوئر اور انگریز دونوں عناصر نے یکساں طور پر اس کی تائید کی اور سنہ ۱۹۰۹ء میں ایک دستور تیار کیا گیا جسے مختلف نوآبادیوں کے مجالس وضع قوانین کے مقرر کردہ نمائندوں کے اجتماع نے مرتب کیا تھا۔ صرف ایک ہی نوآبادی یعنی نیٹال نے اس دستور کو عام رائے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Poley, Federal Systems of the United States and the British Empire ابواب ۴۴ تا ۴۳۔ یہ کتاب معقول حد تک قابلِ اطمینان ہے۔

تین اہم کتابیں حسب ذیل ہیں :۔ بی۔ آر۔ وائز "تکوین دولتِ عامہ آسٹریلیا ۱۸۸۹ء۔ ۱۹۰۰ء"

B. R. Wise, The making of the Australian Commonwealth, 1889-1900

مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۱۳ء۔ ڈبلیو۔ ایچ مور "دولت آسٹریلیا کا دستور سلطنت"

W. H. Moore, The constitution of the Commenwealth of Australia.

مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۲ء۔ ایچ۔ جی ٹرنر "دولت عامہ آسٹریلیا کا عشرہ"

H. G. Turner, The First Decade of the Commenweath.

مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۱۱ء۔

کے لیے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی اس کی توثیق ہو جانے کے بعد اسے ملک انگلستان کو بھیجدیا گیا اور یہاں ۱۹۰۹ء کے موسم خزاں میں پارلیمنٹ نے اس کی منظوری دے دی اور نئے دستور کا نفاذ ۳۱ مئی ۱۹۱۰ء کو ہو گیا۔

دستورِ سلطنت کے بنانے والوں کے سامنے خاص سوال یہ تھا کہ آیا آسٹریلیا کے مانند ایک حد تک مرکزی اتحاد قائم کرنا چاہیئے یا کناڈا کے طریق کے مطابق غایت مرکزی اتحاد قائم کرنا چاہیئے۔ جن خیالات نے اتحاد کی ضرورت پیدا کی تھی ان کا تقاضا فی نفسہ یہی تھا کہ نہایت ہی پائدار اتحاد ہو، لہذا فیصلہ یہی ہوا کہ وفاقی نظم کے بجائے فردی نظم ہو۔ چار مشتملہ صوبے محض مقامی حکومت کے رقبات بن گئے جن کی تشریعی و انتظامی کل جداگانہ ضرور تھی مگر ان کے اختیارات کناڈا کے صوبوں سے بھی بدرجہا زیادہ گھٹے ہوئے تھے۔ دوسری طرف حکومت اتحاد کو وسیع اختیارات عطا ہوئے جن میں معدودہ و ما بقی دونوں طرح کے اختیارات داخل تھے۔ اس فیصلہ نے پارلیمنٹی طریق کے کامل قیام میں کسی طرح خلل نہیں ڈالا، بلکہ حقیقت یہ ہے جیسا کہ آسٹریلیا کے تجربے سے ثابت ہو گیا، خالص وفاقیت میں خصوصاً جس صورت میں کہ اس میں دو عمومی ایوان ہوں) یہ ایک پریشان کن مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کابینی ذمہ داری دو تشریعی جماعتوں کے درمیان کیسے منقسم کی جائے۔ جنوبی افریقہ میں گورنر جنرل تاج کی نمائندگی کرتا ہے۔ وزرا (جن کی تعداد دس تک محدود ہے) تمام عاملانہ کاموں کے لیے ذمہ دار ہیں، اس کے سوا، پارلیمنٹی حکومت کے اور دوسرے لوازم بھی اپنی مناسب صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ سینات نے وفاقیہ کا ایک نقش قائم کر رکھا ہے، اس کے آٹھ آٹھ ارکان ہر ایک صوبجاتی کونسل کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں اور آٹھ ارکان گورنر جنرل کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں، ان کی میعادیں دس برس کی ہوتی ہیں۔ ایوانِ جمعیت ایک سو اکیس ارکان پر مشتمل ہے جن کا انتخاب پانچ برس کے لیے ایسے قوانین رائے دہی کے تحت ہوتا ہے جس میں تقریباً تمام بوئر اور انگریز مرد

داخل ہو جاتے ہیں مگر اصلی باشندگانِ افریقہ اس سے خارج رہتے ہیں۔ اپنے تعدادی غلبہ کی وجہ سے "جنوبی افریقی" یا بوئر فریق نے برابر حکومت پر اقتدار جمائے رکھا ہے۔ پہلا وزیر اعظم سپہ سالار بوتہا ہوا تھا جو دس ہی برس قبل لارڈ رابرٹس اور لارڈ کچنر کی فوجوں کے مقابلہ میں بوئروں کی فوج کی قیادت قابلانہ طور پر کر چکا تھا۔ بہر نوع، سلطنت برطانیہ کے وسیع تر اغراض کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ جنگ عظیم کے ابتدائی مہینوں میں بددل ولندیزی عناصر کی شورش سے بہت اندیشہ پیدا ہو گیا تھا مگر اسی اتحادی حکومت نے جو خود بوئر تھی اسے دبا دیا اور اس کے بعد سے جنوبی افریقہ، اس تصادم میں ٹیوٹنی طاقتوں کے ساتھ پوری طرح آمادۂ پیکار رہا۔[1]

[1] جنوبی افریقہ میں برطانی طاقت کے نشو ونما کا خاکہ کتب ذیل میں بہت اچھی طرح کھینچا گیا ہے:۔ این۔ ڈی ہیرس "جنوبی افریقہ میں مداخلت واستعمار" N. D. Harris, Intervention and Colonization in Africa. مطبوعۂ بوسٹن ۱۹۱۴ء باب ۵۔ ای سانڈرسن "برطانیۂ عظمیٰ افریقۂ جدید میں" E. Sanderson, Great Britain in Modern Africa مطبوعہ لندن ابواب ۱، ۳۔ جنگ بوئر کے زمانہ اور ترتیب جدید کی سیاسی تاریخ کو ڈبلیو بی ورسفولڈ نے ایک سلسلۂ تصانیف میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے:۔ "جنوبی افریقہ کے استعماری نظم ونسق اور ترقی کا مطالعہ" W. B. Worsfold, A Study in Colonial Administration and Development طبع دوم مطبوعۂ لندن ۱۸۹۷ء "لارڈ ملنر کا کام جنوبی افریقہ میں ۱۸۹۷ - ۱۹۰۲" Lord Milner's Work in South Africa مطبوعۂ لندن ۱۹۰۶ء "لارڈ ملنر کے تحت میں نئے مستعمرات کی ترتیب جدید" Reconstruction of the New Colonies under Lord Milner ۲ جلد مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء "اتحاد جنوبی افریقہ" The Union of South Africa مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء۔ ۱۹۱۰ء کے بعد سے حکومتی نظم کا بہترین بیان کیتھ کی کتاب میں ہے:۔ "قلمروؤں میں ذمہ دار حکومت" Keith, Responsible Government in the Dominions ایک نسبتاً مختصر بیان بوئی کی کتاب میں ہے: ممالک متحدہ امریکہ اور

شاہی نوآبادیاں اور محمیات بقیہ

سوا راجی قلمروؤں میں زیادہ تر وہی لوگ آباد ہیں جن میں اینگلو سیکسن قوم کا شعور سواراج بہت گہرا اثر کئے ہوئے ہے، اور جو اس قوم کی سیاسی تنظیم، اس کے طریقے اور اغراض کی روایات سے بہرہ اندوز ہیں، مگر سمندروں پر پھیلے ہوئے بہت سے مقبوضات ایسے ہیں جہاں یورپی نسلوں کے لوگ کم و بیش پست اقوام سے تعداد میں بہت کم ہیں، اور اس لئے یہاں ضروری ہے کہ حکومت کے ایک دوسرے ہی طریق سے کام لیا جائے۔ ان مقبوضات کا بیشتر حصہ ایک عام تعریف "شاہی مستعمرات" کے تحت میں آجاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مستعمرات ایک بڑی حد تک لندن کی برطانی حکومت کے زیر نگرانی ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جہاں جزائر برمودا اور بہاما کے مانند منتخب شدہ ایوان زیریں اور مقرر شدہ ایوان بالائی یا کونسل موجود ہیں، بعض میں جمائیکا اور مالٹا کے مانند جزواً منتخب شدہ اور جزواً مقرر شدہ مجلس مقننہ موجود ہے، بعض میں لنکا اور خاکنائے نوآبادیات کے مانند بالکلیہ مقرر شدہ مجلس مقننہ ہے۔ بعض میں بسوٹولینڈ اور جبل الطارق کی طرح کوئی مجلس مقننہ نہیں ہے، مگر ان سب میں ایک مقیم گورنر یا دوسرا ناظم حکومت برطانیہ کا مقرر کردہ ہوا کرتا ہے، جو واقعی حکمراں ہوا کرتا ہے، جو لندن کے دفتر نوآبادیات کے احکام کی تعمیل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور خود اس نوآبادی کے اندر کسی قسم کی نگرانی کا تابع نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر یہ کہ اگرچہ ان میں سے بعض میں کسی قدر ترقی کردہ نیابتی ادارات موجود ہیں مگر کسی میں ذمہ دار حکومت اس مفہوم میں نہیں ہے جس مفہوم میں ہم اس فقرے کے استعمال کے عادی ہو گئے ہیں، یعنی جماعتہائے عاملہ جماعت ہائے مقننہ کے مخالفانہ تجویز کے ذریعے سے اپنے عہدے سے خارج نہیں کی جاسکتیں۔ ہر ایک نوآبادی کا رتبہ ہر وقت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ "شہنشاہی برطانیہ میں متفقی نظم" Poley, Federal Systems of the United States and the British Empire ابواب ۳۲-۴۱

سیاسی زینے پر بڑھایا جاسکتا ہے اور یہ کوشش کبھی نہیں کی گئی کہ ان چھوٹے چھوٹے مقبوضات سے حکمراں قوم کے لئے خراج لیا جائے۔ پسماندہ اقطاع کے انتظام کے متعلق برطانی طریق دو خاص اصولوں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ دیسیوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اور دوسرے یہ کہ تمام تجارتی قوتوں کو مساوی موقع دیا جائے (یعنی "دروازہ کھلا رکھا جائے")۔ افریقہ، ایشیا اور اوقیانیہ کے وسیع غیر ترقی یافتہ حصص میں برطانی حکومت تخریب اختیارات سے ہمیشہ مبرا نہیں رہی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اس سے زیادہ ترکریہہ مظالم سرزد نہیں ہوئے اور بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پس ماندہ اقوام کے لئے برطانی اقتدار کے معنی یہ رہے ہیں کہ لامتناہی قتل و ہلاکت کا خاتمہ ہو جائے، غلامی ناپید ہو جائے، بیباکانہ تجارتی کوششوں کے مقابلہ میں قدیمی و سادہ دل قوموں کے حقوق و رواج کا تحفظ ہو اور انھیں بربریت سے نکلنے اور تدریجی ترقی کا موقع دیا جائے۔ اس حکومت کے معنی ہر جگہ قانون کی حکمرانی کے رہے ہیں جس کے بغیر تہذیب و تمدن ناممکن ہے[1]

شاہی نوآبادیوں سے کسی قدر مختلف حالت محمیات کی ہے۔ اول الذکر میں حکومت بیشتر یا کلیتہً ان عہدہ داروں کے قبضے میں ہوتی ہے جن کا تقرر لندن سے ہوتا ہے اور جو زیادہ تر انگریز ہوتے ہیں، ثانی الذکر میں ملکی حکومتیں اور ادارے کام کرتے رہتے ہیں مگر ان پر

---

[1] شاہی نوآبادیوں کے نظم و نسق کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیے۔ لوئل، حکومت انگلستان، Lowell, Government of England جلد دوم باب ۵۶۔ اے۔ آئرلینڈ، "استعمار منطقہ حارہ" A. Ireland, Tropical Colonization مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۹ء۔ باب دوم۔ ایک اہم کتاب سی۔ بروس کی کتاب ذیل ہے:۔ "شہنشاہی کا سنگ فراخ:۔ شاہی نوآبادیوں کے نظم و نسق کے مسائل" C. Bruce, The Broad Stone of Empire Problems of Crown Colony Administration ۲ جلد مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء

انگریزوں کی نگرانی ہوتی ہے۔ اس وقت محمیات میں سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ اہم مصر کی قدیم سرزمین اور اس کے ساتھ اس کا تابع انگریزی مصری سوڈان ہے۔ اصطلاحاً ملک مصر صرف ۱۹۱۴ء سے برطانی محمیت میں آیا ہے۔ اس سے قبل اس ملک کی واقعی ایک عجیب حیثیت تھی۔ وہ ترکی کی سیادت کو تسلیم کرتا تھا مگر اس کا موروثی حکمران خدیو عملاً ترکی حکمرانی سے مستثنیٰ تھا۔ ۱۸۷۹ء کے بعد سے یہ ملک ایک معقول حد تک اولاً برطانیۂ عظمیٰ و فرانس کی مشترکہ نگرانی میں اور بعد ازاں (۱۸۸۲ء سے) تنہا برطانیۂ عظمیٰ کے زیرِ نگرانی آگیا جس کے عمال اور قناصل اعلیٰ رسماً صرف خدیو کے مشیر تھے گر واقعاً وہ وزرا اور قانون سازوں کو ان کے تمام کاموں میں ہدایت دیتے تھے۔ پس آخرالذکر تاریخ سے یہ ملک واقعاً برطانی محمیت بن گیا تھا، اور جب دسمبر ۱۹۱۴ء میں خدیو (جنھوں نے جنگ میں علانیہ ترکی کی جانبداری کی تھی) معزول کر دیے گئے تو ترکی کی سیادت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا گیا، خدیوی تاج ایک نئے ملکی شہزادے کے تفویض کردیا گیا جس کا لقب سلطان قرار پایا، برطانی قنصل اعلیٰ کمشنر اعلیٰ ہوگیا، اور محمیت کا لفظ پہلی مرتبہ سرکاری طور پر اس ملک پر عاید کیا گیا۔

سابق کا طریق جسے بہت صحیح طور پر "حکومت بذریعہ معائنہ و مشورہ" کہا گیا ہے اپنی اکثر خصوصیتوں میں برقرار رہی۔ انگریزی مندوب اعلیٰ سلطان کو برابر مشورے دیتا رہتا ہے، وزرا کے انتخاب میں لندن کے احکام کا اتباع کیا جاتا ہے، ان وزرا کی ہدایت برطانی مالیاتی، عدالتی اور دوسرے مشیران خاص کرتے ہیں اور محکموں میں نظم ونسق کا واقعی کام نائب معتمدین انجام دیتے ہیں جو انگریز ہوتے ہیں۔ مقامی حکام یعنی صوبہ وار سے لے کر گاؤں کے مکھیا تک کو ہر موقع پر برطانی ماہرین کے ذریعہ ہدایات کی جاتی ہیں۔ ملکی فوج کی تعلیم اور اسکی حد تک افسری برطانی سپاہیوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اس قسم کی چالیس برس کی نگرانی نے ملک کو سیاسی تخریب، افلاس، دیوالیہ پن، جہالت اور فلاکت کے غار سے نکال لیا ہے۔ انگریزوں پر یہ نکتہ چینی

کی جاتی ہے کہ انھوں نے مصریوں کو حکومت خود اختیاری کی طرف زیادہ تیز قدمی سے آگے نہیں بڑھایا، اور ایک مختصر پر شور "قوم پرست" فریق یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ملک کو کامل و فوری طور پر اہل ملک ہی کی نگرانی میں دیدینا چاہیے، مگر ایک بالکل ہی ناتجربہ کار اور غیر منضبط قوم میں سیاسی قابلیت کو ترقی دینے کے لئے بہت زمانہ درکار ہے اور مصر میں جس قدر ترقی ہوئی ہے وہ غالباً اتنی ہی ہے جس کی توقع ہو سکتی تھی۔ قانون، امن و امان اور انصاف کے بے اندازہ فوائد حاصل ہو گئے ہیں، عمدہ نظم و نسق کا ایک مسلسل و پرزور سبق مل گیا ہے۔ بعض خود حکومتی ادارات قائم کر دئے گئے ہیں، جن میں خاص طور پر وہ قومی جمعیت ہے جو ۱۸۸۳ء میں قائم ہوئی اور ۱۹۱۳ء میں اسے تقویت دی گئی۔ آخری امر یہ ہے کہ مندوب اعلیٰ، فیلڈ مارشل ایلنبی نے اواخر ۱۹۱۹ء میں یہ اعلان کر دیا کہ برطانی حکومت بہت جلد مصر کو ایک وفد روانہ کرے گی جو سلطان اور ان کے وزرا کے مشورے سے ملک کے لئے جدید و تحریری دستور مرتب کرے گا۔[۱]

---

[۱] مصر میں برطانی سرگرمیوں کا بلند پایہ بیان ارل کرومر کی کتاب "مصر جدید" Earl of Cromer, Modern Egypt, (۲ جلد مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۸ء) ہے۔ اس مبحث پر نسبتاً ایک مختصر و قابل قدر کتاب اس لو کی کتاب "مصر بحالت تقلیب" S. Low, Egypt in Transition (مطبوعہ لندن) ہے دوسری اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:۔ لارڈ ملنر "انگلستان مصر میں" (Lord Milner; England in Egypt.) مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء۔ ڈبلیو۔ بی۔ ورسفولڈ "انفکاک مصر" W. B. Worsfold, The Redemption of Egypt مطبوعہ لندن ۱۸۹۹ء
اے۔ کالون، "تکوین مصر جدید" A. Colvin, Making of Modern Egypt مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء۔ اے۔ اس۔ وہائٹ "انگریزی مصری حکومت میں مصر کی ترقی" A. S. White, Expansion of Egypt under Anglo-Egyptian Condominium

سلطنت ہند[1] دوسری قدیمی سرزمین جس پر برطانی اقتدار کو وسعت حاصل ہوئی ہے وہ ہندوستان ہے۔ یہ وہ ملک ہے جس میں تنہا تمام برطانی سلطنت کی چارخمس آبادی ہے۔ یہ بغایت وسیع و زرخیز تابع ایک بہت بڑے تجارتی شخصیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ سے جسے ملکہ الیزبتھ نے ۱۶۰۰ء میں منشور عطا کیا تھا، بتدریج زیراقتدار آگیا۔ اٹھارھویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے انگریزی حکومت اس کمپنی کے معاملات پر اپنا اقتدار بڑھا ئی گئی اور ۱۸۵۸ء میں ہنگامۂ سپاہ کے بعد اس شخصیہ کے تمام حقوق و اختیارات تاج کی طرف منتقل کردئیے گئے۔ وہی کارروائی جس کے بموجب اس کمپنی کے سیاسی فرائض کا خاتمہ ہوا (یعنی "ہندوستان کی بہتر حکومت کا قانون") اسی کے رو سے ہندوستانی معاملات کا انتظام پارلیمنٹ کے اقتدار کے تحت ایک نئے وزیر یعنی وزیر ہند کو تفویض کیا گیا جس کی مدد کے لئے ایک مجلس ہند مقرر ہوی۔ اس مجلس میں دس سے چودہ تک تنخواہ دار ارکان ہوتے ہیں جن کا انتخاب وزیر ہند سات برس کے لئے کرتا ہے اور یہ انتخاب زیادہ تر ان لوگوں سے ہوتا ہے جنھیں ہندوستان کے نظم ونسق کا تجربہ ہوتا ہے۔ وزیر ہند اور اس کی مجلس ہی حکمت عملی کے اہم مسائل کا تصفیہ کرتے ہیں مگر عملی نظم ونسق کو لامحالہ انھیں حکام کے ہاتھوں میں چھوڑ دینا پڑتا ہے جو اس کے تابع خود ہندوستان میں رہتے ہیں۔

ان حکام میں سب سے اعلیٰ حاکم وائسرائے یا گورنر جنرل ہے۔ اس معزز عہدہ دار کا تقرر تاجدار کی طرف سے پانچ برس کے لئے ہوتا ہے، وہ دہلی میں بیٹھ کر حکمرانی کرتا ہے جو کہ مغلوں کی قدیم سلطنت کا دارالسلطنت

---

[1] ۱۸۷۶ء میں ملکہ وکٹوریہ کے "قیصرۂ ہند" ہونے کے بعد سے اس ملک کا سرکاری لقب یہی رہا ہے۔

رہا ہے۔ اس کا دربار اس ملک میں برطانی طاقت کا مرکز ہے، خواہ یہ طاقت ملکی ہو یا فوجی؛ اس کے دربار میں وہ شان و شوکت قائم رکھی گئی ہے جو اہلِ ملک کے مطبوع خاطر روایات کے موافق ہو۔ ۱۹۱۹ء تک جو انتظامات قائم تھے ان کے تحت وائسرائے کو اپنے بے شمار فرائض میں دو مجلسوں سے مدد ملتی ہے (۱) مجلسِ عاملہ، جس میں پانچ یا چھ اعلیٰ عہدہ دار ہوتے تھے جن کا تقرر تاجدار کی طرف سے پانچ برس کے لئے ہوتا تھا اور وہ انفرادی طور پر محکموں کے سرِ دفتر اور مجموعی طور پر کابینہ مشیر کار کے خدمات انجام دیتے تھے۔ (۲) مجلسِ مقننہ۔ اس میں ایک حصہ مجلسِ عاملہ کے ارکان کا ہوتا تھا اور دوسرا حصہ ان ارکان کا جنھیں وائسرائے اس غرض کے لئے نامزد کرتا تھا۔ لیکن ۱۹۰۹ء کے "قانون مجالسِ ہند" نے (وائسرائے اور ارکانِ عاملہ کے علاوہ) مجلسِ مقننہ کے ارکان کی تعداد ساٹھ کر دی ہے جن میں تینتیس مقرر کردہ ہوتے ہیں اور ستائیس بالواسطہ یا بلا واسطہ عوام کی طرف سے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ جماعت ایک معقول حد تک نسبتۂ زیادہ نیابتی ہو گئی مگر اس کے اختیارات کارروائیوں کی تجویز پیش کرنے اور ابتدائی حیثیت سے ان پر بحث کرنے تک محدود تھے۔ مرکزی حکومت کے تحت میں پندرہ صوبجاتی حکومتیں تھیں جن میں سے ہر ایک کا اعلیٰ حاکم کوئی گورنر، لفٹننٹ گورنر یا چیف کمشنر ہوتا تھا، جن کا تقرر تاجدار کی طرف سے ہوتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک حکومت میں ایک مجلس ہوتی تھی جسے مشیرانہ اختیارات حاصل تھے۔ ۱۸۶۱ء سے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ ان صوبجاتی مجلسوں میں باشندگانِ ملک کی نمائندگی ہو، اور ۱۸۹۲ء اور ۱۹۰۹ء کے تغیرات سے ان مجالس میں غیر سرکاری عناصر کو کثرت حاصل ہو گئی لیکن کل ہند یعنی مجلس مقننہ کے مانند، ان مجلسوں کو بھی نہایت ہی محدود اختیارات حاصل تھے۔ صوبوں کے اندر نظم و نسق کا خاص بار مستقل ملازمانِ ملکی پر تھا اور اب بھی ہے۔ یہ ملازمانِ ملکی ان عہدہ داروں کی جماعت ہے جن کا داخلہ سلطنتِ متحدہ اور خود ہندوستان کے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے

تعلیم یافتہ نوجوانوں میں سے شدید مقابلتی امتحان کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔
یہ لوگ اپنی زندگیاں اس خدمت کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور وہ صوبوں
کے گورنری کے ذمہ وار مناصب بلکہ دہلی کے مجلس عاملہ کے ارکین کے
عہدوں تک ترقی کر سکتے ہیں۔ آخری امر یہ ہے کہ سات سو سے زیادہ
"باجگذار" ریاستیں ہیں۔ رقبہ ملک کا دو خمس اور آبادی کا دونواں حصہ
انھیں میں داخل تھا۔ ان معاہدوں کے تحت میں جو فرداً فرداً برطانی
حکومت کے ساتھ ہوئے ہیں یہ ریاستیں اب بھی اپنے ہندو یا مسلمان
حکمران کے زیر حکومت ہیں؛ اور ان پر صرف برطانی نگرانی و تحفظ ہے۔
اہم ہندوستانی درباروں میں برطانی اغراض کی نگہداشت تاج کا
ایک عہدہ دار کرتا ہے جو "رزیڈنٹ" کہلاتا ہے۔

گزشتہ ربع صدی کے اندر آبادی کے ہندو اور مسلم دونوں
عناصر کی جانب سے بہت کچھ نکتہ چینیاں ہو رہی ہیں اور ۱۹۰۹ء کا
قانون مجالس زیادہ تر اسی نظر سے منظور ہوا تھا کہ حکومت کو زیادہ عمومی رنگ
دے کر بد دلی کو ساکن کیا جائے۔ لیکن، نہایت پرجوش "قوم پرست"
بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ برطانی حکومت سے قوم کے تمام طبقات
کو نفع پہنچا ہے۔ برطانی قوت کے قائم ہونے کے قبل تک ملک نااتفاقی،
جنگ اور مطلق العنانی سے برابر مصیبت اٹھاتا رہا تھا۔ برطانیوں سے
یہ وسیع منافع پہنچے ہیں کہ ایک معقول سیاسی اتحاد پیدا ہو گیا ہے،
قانون کے ایک منصفانہ و مساویانہ نظم کا بے لوث نفاذ ہوتا ہے،
اور اندرون ملک کا امن تقریباً برابر قائم رہا ہے۔ ریلوں اور سڑکوں
کا بننا، حفظان صحت کی ترقی، ویران زمینوں کی آبپاشی، قحطوں کا انسداد
رسم ستی اور طفل کشی کا سدباب اور مغربی تعلیم کا اجرا، یہ سب تو وہ
ہیں جن کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ ہندوستان کے لوگ "خراج" کا ایک حبہ
نہیں ادا کرتے برطانی بیڑے کے اخراجات میں کسی قسم کی شرکت نہیں کرتے
وہ خود اپنی فوج کا خرچ برداشت کرتے ہیں مگر جب یہ فوجیں دنیا کے

دوسرے حصوں کے خدمات کے لئے لی جاتی ہیں تو اُس کا خرچ وہ نہیں دیتے۔ برطانی تاجروں کو اس ملک کے بندرگاہوں میں کوئی خاص مراعات نہیں حاصل ہے۔ سلطنتِ متحدہ سے درآمد کے روکنے کی غرض سے تحفظی محصول لگائے جاسکتے ہیں اور لگائے گئے ہیں۔ ملک کے اندر برطانی ملکی حکام کی تعداد تین ہزار سے زائد نہیں ہے' اور متمدن اہل ملک اس خدمت میں سرعت کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں سیاسی اتحاد کبھی رہا ہی نہ ہو' جہاں نسلی و مذہبی تفرقات معاشرے کی تہ تک پہنچے ہوے ہوں' جہاں اڑتیس مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں اور جہاں مطلق العنانی کے سوا حکومت کے اور کوئی روایات نہ ہوں' ایسے ملک میں حقیقی حکومت خود اختیاری کا قائم کرنا برسوں نہیں بلکہ نسلوں' بلکہ شاید صدیوں کا کام ہے۔ یہ امر کسی طرح سے ظاہر نہیں ہے کہ انگلستان اساسی اغراض متعلقہ کو محفوظ رکھتے ہوئے ہندوستان میں اس سے زیادہ سرعت کے ساتھ قدم بڑھا سکتا تھا۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو' یہ عام طور پر قبول کیا جاتا ہے کہ اب اہم ترتیب جدید کا وقت آگیا ہے۔ ہندوستان نے جنگ عظیم میں حلفا کے معاملہ کی وفادارانہ تائید کی مگر اہل ملک نے اس تصادم سے پیدا شدہ نئی حالت سے فائدہ اٹھاکر مزید سیاسی حقوق کے مطالبہ میں کوتاہی نہیں کی۔ "ہندی قومی کانگرس" نے ۱۹۱۵ء میں ایک ذیلی مجلس اس غرض سے مقرر کی کہ سلطنت کے اندر ہندوستانی حکو[مت] خود اختیاری کی تجویز مرتب کرے' اور آئندہ برس میں ساتھ کے ساتھ جو اجتماعات لکھنؤ میں ہوئے' ان میں "کانگرس" اور "مسلم لیگ" (جو اب تک ایک دوسرے کی سخت دشمن تھیں) دونوں اس مطالبہ میں پوری طرح ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہوگئیں کہ ان کا ملک سوراجی قلمرؤں کے ساتھ مساوی درجہ پر سلطنت کی اندرونی مجلسوں میں شامل کیا جائے۔ اگست ۱۹۱۷ء میں برطانی حکومت نے نئے وزیر ہند مسٹر مانٹیگو کی وساطت سے یہ اعلان کیا کہ آئندہ سے برطانی حکمت عملی یہ ہوگی کہ

نظم ونسق کی ہر شاخ میں ہندوستانیوں کا شمول بڑھتا جائے، خود حکومتی اداروں میں تدریجی نشو ونما ہوتا جائے تا آنکہ ترقی کرتے کرتے سلطنت برطانیہ کے ایک حقیقی جزو کے طور پر ہندوستان میں ذمہ دار حکومت قائم ہو جائے۔"

یہ اعلان اس اعتبار سے ممتاز تھا کہ برطانی حکومت کی جانب سے پہلا اعتراف اس مقصد کا تھا کہ وہ ہندوستانیوں کی سیاسی تعلیم اپنی حکمت عملی کی ایک مقررہ ہیئت اور ان کے سیاسی سوا راج کو ایک شعوری مقصد بنانا چاہتی ہے۔ اس کے اتباع میں ۱۹۱۷ء کے موسم سرما میں وزیر ہند نے وائسرائے لارڈ چمسفورڈ کے ساتھ مل کر خود ہندوستان کے اندر اس مسئلہ پر کامل غور کیا۔ ان عہدہ داروں نے اوائل ۱۹۱۸ء میں جو قابلانہ روداد کابینہ کے سامنے پیش کی اس میں انھوں نے سوا راج چاہنے والے فریقوں کے انتہائی مطالبہ کو مسترد کر دیا مگر انھوں نے وسیع مراعات کی سفارش بھی کی[1] اور بعد ازاں دو ماہرانہ مجالس ذیلی نے (جن میں انگریز اور ہندوستانی تقریباً برابر برابر تھے) حق رائے دہی اور دوسرے عملی مسائل کا خاص طور پر مطالعہ کیا۔ ان رودادوں کے ضروری مسائل پر مشتمل مسودۂ قانون "حکومت ہند" دارالعوام میں پیش کیا گیا۔ مباحثہ نے طول کھینچا اور اختلاف رائے بہت سخت ہوا مگر یہ تجویز دسمبر ۱۹۱۹ء میں قانون بن گئی۔

اب اس قانون کے دفعات کے بموجب ہندوستان میں ایک دو ایوانی جماعت ہے جسے پارلیمنٹ کہنا سزا وار ہوگا۔ ایوان بالائی جس کا نام اب کونسل آف اسٹیٹ (مجلس مملکت) رکھا گیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس عاملہ کو وسعت دے کر ایک ایسی جماعت بنا دیا گیا ہے جس کے

---

[1] "ہندوستانی آئینی اصلاحات کی روداد" Report on Indian Constitutional Reforms—۱۹۱۸ء، شمارہ ۹۱۰۹

ارکان ساٹھ سے زاید نہیں ہوتے، جس میں سے بیس سے زاید محکموں کے سرِ دفتر اور ارکان باعتبار عہدہ نہیں ہو سکتے۔ ایوانِ زیرین جو "اسمبلی" (جمعیت) کہلاتا ہے وہ سابق کی مجلس مقننہ ہے جس کی رکنیت ایک سو بیس تک بڑھا دی گئی ہے۔ "کونسل آف اسٹیٹ" کے ارکان پانچ برس کے لئے نامزد ہوتے ہیں اور "اسمبلی" کے ارکان تین برس کے لئے منتخب ہوتے ہیں مگر وائسرائے جس وقت چاہے ان دونوں ایوانوں میں سے کسی ایوان کا انفساخ کر سکتا ہے۔ تشریعی و مالی اختیارات معقول حد تک عطا کیے گئے ہیں تاہم مالیاتی نوعیت کے بعض مختص مسائل پر جمعیت کو رائے دینے بلکہ بحث کرنے تک کی اجازت نہیں ہے۔ دونوں ایوانوں کے اختلافات کا فیصلہ مشترکہ اجلاسوں میں ہوتا ہے۔ صوبوں کی حکومتوں کی جس طرح ترتیب جدید ہوئی ہے، وہ بطریق ذیل ہے:۔ (۱) گورنر اور چار ارکان کی ایک مجلس عاملہ (جس میں سے ایک ہندوستانی ہونا ضروری ہے) ، اسے "شعبہ جات محفوظہ" سپرد ہیں۔ (۲) گورنر اور وزرا کی ایک جماعت جن کا تقرر گورنر مجلس مقننہ میں سے کرتا ہے، ان کے قبضے میں شعبہ جات مفوضہ کی نگرانی ہوتی ہے (۳) ایک مجلس مقننہ جو مجلس عاملہ اور ان منتخب شدہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جن کا انتخاب اس قانون کے دفعات کے تحت میں وہ انتخاب کنندگان کرتے ہیں جن کی تعداد آبادی کے ڈھائی فیصدی کے اندر اندر ہے۔ اس طرح حکومتی نظم میں عمومی عنصر کا بہت بڑا اضافہ ہو گیا ہے تاہم یہ اب بھی قوم پرستوں کے مطالبہ سے قطعاً کم ہے اور اس کے متعلق بد اطمنانی کے پر زور اظہارات ہوئے ہیں۔ لیکن ایک اہم قدم اٹھایا گیا ہے اور برطانی حکومت نہ صرف اس مسئلہ پر برابر توجہ رکھنے کی بلکہ اس تابع ملک میں "خود حکومتی ادارات کے تدریجی نشو و نما" کی پابند ہو گئی ہے۔ درحقیقت ۱۹۱۹ء کے قانون میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ دس برس کے بعد ایک ماموریہ اس امر کی یادداشت پیش کرے کہ "آیا یہ پسندیدہ ہے کہ ذمہ دار حکومت کا اصول قائم کیا جائے، یا یہ کہ جس حد کی ذمہ دار حکومت

ہے اس میں وسعت دیجائے، ترمیم کی جائے یا اسے محدود کیا جائے اور ایسا ہو تو کس حد تک[1]

---

[1] ہندوستانی معاملات کے متعلق ایک عمدہ تقریب تی۔ ڈبلیو ہولڈرنس کی کتاب ہندوستان کے اقوام و مسائل" W Holderness, Peoples and Problems of India. مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۲ء۔ برطانی اقتدار کی تاریخ اے لایل کی کتاب ذیل میں قابل اطمینان طور پر بیان ہوئی ہے:۔ ہندوستان میں برطانی تسلط کا عروج و توسیع" A. Lyall, Rise and Expansion of British Dominion India مطبوعہ نیویارک ۱۸۹۴ء۔ حکومت کا نظم مختصر طور پر کتب ذیل میں بیان ہوا ہے:۔ لوئل، حکومت انگلستان Lowell, Government of England, جلد دوم صفحات ۴۲۰-۴۲۹۔ جنکس، "حکومت سلطنت برطانیہ" Jenks, Government of the British Empire صفحات ۵۷-۸۰۔ نہایت اہم دستاویزات کتب ذیل میں جمع کیے گئے ہیں:۔ مکرجی "ہندوستان کے دستوری دستاویزات ۱۷۷۴-۱۹۱۵" Mukherji Indian Constitutional Documents, 1773-1915. مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔ آر۔ میور، "تکوین ہند برطانی" R. Muir, Making of British India مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔ ایک پر از فکر مطالعہ برائس کا مضمون "رومانی شہنشاہی اور ہند کی برطانی شہنشاہی" Bryce, "The Roman Empire and the British Empire in India. ہے جو "مطالعات تاریخ اصول قانون" Studies in History and Jurisprudence. میں طبع ہوا ہے۔ حکومتی نظم پر خاص کتاب البرٹ کی کتاب ہے: "حکومت ہند" Ilbert, Goverrment of India. طبع سوم مطبوعہ لندن ۱۹۱۵ء۔ خدمت ملکی (سول سروس) کے نشو و نما کا بیان اے۔ ایل۔ لوئل، اور ایچ۔ سٹیونز کتاب "نوآبادیات کی خدمت ملکی" A.L.Lowell and H.Stephens, Colonial Civil Service (مطبوعہ نیویارک ۱۹۰۰ء) میں ہوا ہے۔ بے شمار کتابیں جس میں حکومت خود اختیاری کے متعلق ہندوستان کے حقوق کا مطالبہ پیش ہوا ہے یا اور طرح پر سیاسی حالات سے بحث کی گئی ہے اس میں کتب ذیل داخل ہیں: آغا خاں "ہندوستان

شہنشاہی تنظیم جدید کا مسئلہ ۔	ساٹھ برس پہلے انگلستان میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مستعمرات کی قدر و قیمت مشکوک ہے اور آخر میں آزادی ہونا ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ "بحالت تقلیب؛ سیاسی ارتقا کا ایک مطالعہ" Aga Khan,
مطبوعہ India in Transition, a Study in Political Evolution.
لندن ۱۹۱۸ء ۔ لاجپت رائے "نوجوان ہند" Lajpat Bai. Young India ibid, Ibid
مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء ۔ ایضاً "ہندوستان کا قرضہ England's debt to India.
انگلستان پر" مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۷ء ۔ ایضاً "ہندوستان کا سیاسی مستقبل" مطبوعہ نیویارک Ipid., The Political future of India.
۱۹۱۹ء ۔ آرچر "ہندوستان اور مستقبل" Archer, India and the Future.
مطبوعہ لندن ۱۹۱۷ء ۔ ایل ۔ کرٹس "ذمہ دار حکومت کے متعلق قوم ہند کے نام خطوط"
L. Curtis, Letters to the People of India on Responsible Government.
مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء ۔ کے ۔ راؤ ۔ "ہندوستان کے آیندہ حکومت" K. Rao,
مطبوعہ لندن ۱۹۱۸ء ۔ وی ۔ اے ۔ اسمتھ ۔ The future Government of India.
"ہندوستان کی دستوری اصلاح تاریخ کی روشنی میں" V A. Smith. Indian
مطبوعہ آکسفورڈ Constitutional Reform Viewed in the Light of
۱۹۱۹ء ۔ ایف ۔ بی ۔ فشر اور جی ۔ ولیمز: "ہندوستان کا خاموش انقلاب"
History. F.B. Fisher, and G. Wilhams. India's Silent Revolution.
مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۹ء ای ۔ پارکر "ہندوستان کی آیندہ حکومت" E, Barker.
مطبوعہ لندن ۱۹۱۹ء "راؤنڈ ٹیبل" کے The Future Government of India
بے شمار مضامین خاص کر ۱۹۱۵ء کے بعد سے کار آمد ہیں ۔ دیسی ریاستوں کی حیثیت
کو ڈبلیو ۔ لی وارنر نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے ۔ "ہندوستان کی دیسی
ریاستیں" W. Lee-Warner, Native States of India مطبوعہ لندن ۱۹۱۰ء
اس کا اور زیادہ مختصر طور پر بیان "راؤنڈ ٹیبل" دسمبر ۱۹۱۷ء کے صفحات ۹۰ ۔ ۱۱۲ میں
دیا ہوا ہے ۔

انگریزی بولنے والے خود حکومتی توابع پوری خود مختاری کا دعویٰ کریں اور اسے حاصل کرلیں۔ سر جان سیلی اور دوسرے اربابِ قلم نے قوم میں سلطنت کی شان و شوکت، طاقت اور اہمیت کا ایک نیا تصور پیدا کر دیا۔ جرمانیہ و اطالیہ کے (اپنی اپنی جگہ پر) ایک ملک بنجانے، جاپان کے عروج اور ممالکِ متحدہ امریکہ کے نشو و نما سے انگلستان کی حالت نسبتہً معمول سے زیادہ کمزور ہوگئی۔ اسلحۂ جنگ کی زیادتی سے ایک ایسا بار پڑگیا جس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ نوآبادیاں جن کے تحفظ کے لئے نئے بیڑے کا ایک جزو قائم کیا گیا ہے اس خرچ کا کچھ حصہ برداشت کریں۔ خود مختار ریاستوں کے وفاقی تنظیم کے وسیع امکانات نہ صرف ممالکِ متحدہ امریکہ اور جرمانیہ کے تجربے سے بلکہ سلطنت برطانیہ کے اندر کناڈا اور بعد میں آسٹریلیا کے تجربہ سے بھی عیاں ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاپروائی کے انداز کے بجائے قومی خواہش یہ پیدا ہوگئی کہ سلطنت کے دوام، اتحاد اور قوت کے تیقن کے طور پر نوآبادیوں کو زیادہ گہرے طور پر مادری ملک کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے۔ جذبات، مشترک شہریت اور تجارتی مفاد کے روابط پہلے ہی سے موجود تھے مگر یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ روابط حقیقتاً کتنے مضبوط ہیں؛ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اگر مادری ملک کسی شدید جنگ میں پھنس جائے جس سے نوآبادیوں کے مفاد پر براہ راست اثر نہ پڑتا ہو تو اس صورت میں کیا ہوگا۔

اس کا حل یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ایسی تجویز ہو جس سے عظیم الشان خود حکومتی نوآبادیاں اپنے نفوذ کو قربان کئے بغیر اور ایک دوسرے کے ساتھ مساوی شرائط پر مادری ملک کے ساتھ پوری طرح شریک کار ہو جائیں، بالفاظ دیگر یہ کہ شہنشاہی وفاقیہ کی کوئی تجویز نکل آئے۔ اس قسم کا وفاقیہ جو شکل اختیار کرتا اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ ہو سکتا تھا کہ سب سے اول یہ صورت اصل میں تجارتی نوعیت کی ہو یعنی سلطنت متحدہ اور خود حکومتی قلمروئیں ایک دوسرے کو ایسے تجارتی فوائد فائقہ

عطا کریں جیسے باقی دنیا کے لئے روا نہ رکھا گیا ہو۔ اس خیال کے اتباع میں کناڈا نے ۱۸۹۷ء میں مادری ملک کے لئے یہ جائز رکھا کہ اُن کے مال پر اپنے معمولی محصول کا آٹھواں حصہ کم کر دے اور تین برس میں اس ترجیح کو ایک تہائی تک بڑھا دیا۔ جنوبی افریقہ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ نے بھی ایسی ہی کارروائی کی لیکن اس وقت تک یہ انتظام یک طرفہ ہے کیونکہ اتحادیوں کی تجویز "اصلاح محاصل" نے اب تک مادری ملک میں کچھ نتیجہ نہیں پیدا کیا ہے اور چونکہ وہاں تحفظی محصول ہی نہیں جن میں تقلیل یا تنسیخ کی جائے اس لئے انگریزی حکومت مستعمری حکومتوں سے برابر کا معاملہ نہیں کر سکتی۔

ایک دوسری ممکن بنیاد مسلح حفاظت کی ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ بیڑہ جسقدر سلطنت متحدہ کا پشت پناہ ہے اس سے کم ان قلمروؤں کا پشت و پناہ نہیں ہے مگر ان قلمروؤں بلکہ ہندوستان تک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے قیام میں کچھ مدد دیں۔ قلمرویں اس حالت سے بے خبر نہیں تھیں اور ان میں سے اکثروں نے خود قلیل امداد دینا شروع کر دیا ہے۔ نیوزیلینڈ نے ایک جنگی جہاز پیش کیا، جنوبی افریقہ نے ایک قلیل سالانہ رقم کا دینا منظور کیا، آسٹریلیا نے ایک چھوٹا سا جداگانہ بیڑا خود بنانا شروع کر دیا، کناڈا نے اس موضوع پر بحث کی مگر کسی رائے پر قائم نہ ہو سکا۔ مزید برآں ان میں سے تین قلمروؤں نے خود اپنی مرضی سے جنگ بوئرؔ میں بڑی فوج بھی مہیا کی، اور ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں ان سب نے مادری ملک اور اس کے حلیفوں کی مدد میں دل کھول کر کوشش کی مگر اس رضاکارانہ مدد کو پوری طرح تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا یہ ممکن و مناسب نہ ہوگا کہ مسلح مدافعت کی ایک ایسی عام شہنشاہی تحریک کی جائے جس کی بنیاد اتفاقیہ امداد باہمی کے بجائے ایک معین طریق پر ہو اور وہ ایک ہی فوجی اقتدار کے تحت میں منتظم ہو۔

لیکن ایسی وفاقیت کے لئے جس میں کچھ اصلیت ہو تجارتی ترجیح اور باہمی مدافعت کے سوا کچھ اور بھی درکار ہے، اس میں کسی حد تک مشترک سیاسی عمل ہونا چاہئے۔ اور اس کے لئے کوئی سیاسی کل ہونا چاہیئے۔

ان قلمروؤں نے اس امر کے ظاہر کر دینے میں کوتاہی نہیں کی ہے کہ یہ امر ان کی طاقت و مفاخرت کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے شریک کار کے ساتھ لندن میں صرف دفترِ نوآبادیات کے ذریعہ سے مراسلت کریں جیسا کہ شاہی نوآبادیاں یا دوسرے پست درجہ توابع سے توقع کیجاتی ہے اور اب سے بہت قبل انھوں نے یہ چاہا کہ عام شہنشاہی مفاد کے مسائل پر صرف برطانی کابینہ ہی میں بحث نہ ہو بلکہ ان پر ایک ایسی جماعت میں بھی بحث ہو جس میں سلطنت کے تمام ماورائے بحر حصص جلیلہ کی نمائندگی ہوتی ہو۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے اس مطالبہ کے پورا کرنے کے لئے شہنشاہی کانفرنس کی تنظیم کے سوا اور کوئی عملی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ پہلی کانفرنس ۱۸۸۷ء میں ملکہ کے جشن پنجاہ سالہ کے موقع پر منعقد ہوئی۔ اس کے بعد دوسری کانفرنس ۱۸۹۷ء ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۷ء میں منعقد ہوئی اور اس آخری موقع پر ایک مستقل تنظیم اس غرض سے اختیار کی گئی کہ ہر چوتھے برس باقاعدہ جلسے ہوتے رہیں۔ یہ امر لحاظ کرنے کے قابل ہے کہ ان اجلاسوں میں مادری ملک کی نمائندگی وزیر نوآبادیات کے ذریعہ سے نہیں ہوتی تھی بلکہ وزیر اعظم کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ اس انتظام کا مقصد یہ تھا کہ قلمرو مادری ملک کے ہمپایہ ہو جائے کیونکہ ان کی نمائندگی ان کے وزرائے اعظم کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ اس کانفرنس کو کوئی قانونی حیثیت نہیں حاصل تھی مگر ایک غور و فکر کرنے والی اور صلاح دینے والی جماعت کی حیثیت سے اس نے بیش بہا خدمات انجام دیئے۔

یہ ایک لابدی امر تھا کہ جنگ عظیم میں باہمی تعامل کی وجہ سے سلطنت کے مختلف حصوں کے باہمی تعلقات میں نمایاں تغیرات واقع ہو جائیں۔ ان تغیرات میں خاص تغیر ایک شہنشاہی کابینہ کا پیدا ہو جانا تھا۔ ۱۹۱۶ء کی جنگی کابینہ کے اولین کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ ایک خاص شہنشاہی کانفرنس طلب کی گئی جس میں سوا راجی قلمرو اور ہندوستان کے نمائندے بھیجے گئے۔ اس کانفرنس کے اجلاسوں کے وقفوں کے درمیان

۱۹۱۷ء میں متعدد جلسے ایک ایسی جماعت کے ہوئے جس کے مثل جماعت قوم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ نئے اور چھوٹے جنگی کابینہ میں قلمروؤں کے وزرائے اعظم اور دوسرے نمائندے اور نیز ہندوستان کے دو دیسی نمائندے بلائے گئے تھے اور وہ محض گواہ یا غیر رسمی مشیر کار نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی حیثیت ایسے وزرا کی تھی جنھیں کوئی خاص صیغہ سپرد نہ ہو یہ پریوی کونسل کے حلف کے تحت میں غور و بحث میں شرکت کرتے تھے اور رائے دیتے تھے۔ مزید براں ان ارکان کے روانہ ہونے کے قبل وزیر اعظم لائڈ جارج نے یہ اعلان کیا کہ تجویز یہ ہے کہ اس قسم کے جلسے سالانہ ہوا کریں جس میں برطانی وزیر اعظم اور اس کے رفقا جو بالخصوص شہنشاہی معاملات سے سروکار رکھتے ہوں، وہ سواراجی قلمروؤں کے وزرائے اعظم یا دوسرے باضابطہ نمائندے اور ایک نمائندہ ہندوستان کا جسے حکومتِ ہند نے مقرر کیا ہو، شامل ہوا کریں۔ ایک ایسی شہنشاہی پارلیمنٹ کی تجویز بار ہا ہوئی ہے جس میں تمام سلطنت سے قانون ساز نائب یک جا ہوں مگر ہر مرتبہ اسے ناممکن سمجھ کر ترک کر دیا گیا ہے۔ لیکن دورانِ جنگ کی ضرورتِ شدید کے باعث ایک شہنشاہی کابینہ (کم از کم اس وقت کے لئے) ایک حقیقی شے بن گیا۔ اس کانفرنس نے ۱۹۱۷ء میں ایک قرارداد منظور کی جس کا مطمح نظر یہ تھا کہ ایک خاص کانفرنس میں جو جنگ کے بعد طلب کی جائے برطانی حکومت کے دستوری تعلقات کو از سر نو منظم کیا جائے۔ اس میں یہ دلچسپ اعلان شامل تھا کہ "حکومتِ خود اختیاری کے تمام موجودہ اختیارات اور خانگی معاملات کے کامل اقتدار کو قائم رکھتے ہوئے، یہ ترتیب جدید اس پر مبنی ہوگی کہ قلمروؤں کو ایک شہنشاہی دولتِ عامہ کے سواراجی اقوام اور ہندوستان کو اس کا ایک اہم جزو پوری طرح تسلیم کیا جائے خارجی حکمتِ عملی اور خارجی تعلقات میں

ان کی مناسب رائے کا حق تسلیم ہو، اور مشترک شہنشاہی تعلق کے تمام اہم
معاملات میں مسلسل مشورت کے موثر انتظامات کئے جائیں اور نیز ایسے
ضروری متفقہ عمل کا انتظام کیا جائے جس کی بنا مختلف حکومتوں کی منظوری
پر ہو۔ ۱۹۱۷ء کے تجربے کا ۱۹۱۸ء میں بھی اعادہ کیا گیا۔ ؎

ل۔ شہنشاہی وفاقیہ کی مختصر بحث کے لیے لوول کی کتاب حکومت انگلستان Lowell, Government of England جلد دوم باب ۸۵ دیکھنا چاہئے۔ اولین وسیع مباحث میں ایک کتاب سی۔ ڈلک کی ہے: "مسایل برطانیہ کبریٰ" C. Dilke Problems of Greater Britai مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء۔ اس موضوع پر زیادہ حال کی کتابیں حسب ذیل ہیں۔ آر۔ جیب "مستعمری قومیت کے مطالبات" R. Jebb, Studies in Colonial Nationalism مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء۔ ایضاً "شہنشاہی کانفرنس" Imperial Conference ۲ جلد مطبوعہ لندن ۱۹۱۱ء۔ ایضاً "برطانوی سوال، متبادلات کا تبصرہ" ibid., The Britannic Question; a Survey of Alternatives مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء۔ جے۔ آر۔ روٹ "مستعمری محاصل درآمد و برآمد" J. W. Root Colonial Tariffs مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء۔ سی۔ جی۔ فکس "برطانیہ عظمیٰ اور اس کے مستعمرات کی تجارتی حکمت عملی از ۱۸۶۰ء" C. J. Fuchs, Trade Policy of Great Britain and her Colonies since 1860 مترجمہ سی۔ آر۔ چہالڈ مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء۔ اے۔ جے۔ پین "نمونۂ آبادیات و نو آبادیاتی وفاقیہ" E. J. Payne, Colonial Federation مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء۔ لارڈ ملنر "قوم اور سلطنت" Lord Milner, The Nation and the Empire مطبوعہ بوسٹن ۱۹۱۳ء۔ ایل۔ کرٹس "مسئلہ دولت عامہ" L. Curtis, The Problem of the Commonwealth مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء۔ اے۔ پی۔ نیوٹن "سلطنت اور مستقبل" A. P. Newton, The Empire and the Future مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء۔ ڈبلیو۔ بی۔ ورسفولڈ "شہنشاہی سندان پر" W. B. Worsfold, The Empire on the Anvil مطبوعہ لندن ۱۹۱۶ء۔ ارل کرامر کا ایک دلچسپ اظہار خیال ڈبلیو۔ ایچ۔ ڈاسن (مدیر) "نئے مسائل مابعد جنگ" W. H. Dawson (ed.) After War. Problems

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۱ء صفحات ۱۷۔۲۰۴ ۔میں پیش کیا ہے ۔
شہنشاہی کابینہ کے متعلق کتب ذیل دیکھنا چاہیے۔ فیرلی ج۔ اے برطانی نظم و نسق بحالت جنگ"
J. A. Fairlie British War Administration مطبوعۂ نیویارک ۱۹۱۹ء باب سوم۔
جی۔ ایم۔ رانگ "شہنشاہی جنگی کابینہ" G. M. Wrong "The Imperial War Cabinet
مطبوعۂ "کنیڈین ہسٹاریکل ریویو" مارچ ۱۹۲۰ء ۔ دلچسپ اشارات مضامین میں موجود ہیں
اے ۔ پی پولی" پریوی کونسل اور سلطنت کے زیادہ قریبی اتحاد کے مسائل" A. P
Poley, "The Privy Council and Problems of Closer Union of the
مطبوعہ جرنل آف سوشل اینڈ کمپیر یٹو لیجسلیشن اے۔ بی کیتھ" ایک شہنشاہی دستور سلطنت
کا تصو" A. B. Keith. The dia of an Imperial Constitution," مطبوعۂ
کینیڈین لا ٹائمز" نومبر ۱۹۱۶ء ۔اس موضوع پر کارآمد تبصرات مضامین ذیل میں ہیں :۔
ٹی ۔ایچ باگز۔ سلطنت برطانیہ اور زیادہ قریبی اتحاد" T. H. Boggs,
"The British Empire and Closer Union, مطبوعۂ" امریکن پولیٹیکل سائنس ریویو
نومبر ۱۹۱۶ء ۔ آر۔ ایل شوئیلر" سلطنت برطانیہ کی ترکیب جدید" R. L. Schuyler,
Reconstruction of the British Empire مطبوعہ" پولیٹیکل سائنس کوارٹرلی"
بابتہ ستمبر ۱۹۱۶ء ۔

فہرست اصطلاحات

"ارتقائے حکومتہائے یورپ"

A

Abgeordnetenhaus:	دارالنائبین
Act of Mediation:	قانونِ توسط
Act of Settlement:	قانونِ بندوبست
Act of Uniformity:	قانونِ یکرنگی
Adjournment:	التوا
Administrative:	انتظامی
Administrative Council:	مجلسِ انتظامی
Agent:	عمیل
Aisle:	راستہ
Alternate:	متبادل
Amtsgericht:	ابتدائی محکمہ
Anarchy:	نراج
Ancestor worship:	پرکھا پوجا
Armistice:	متارکہ
Arrêts:	تجاویز
Arrondissement:	ضلع

English	اردو
Attorney-General:	وکیل سرکار
Auditor-General:	صدرِ ناظرِ حسابات
Ausschuss:	مجلس

B

English	اردو
Baptist:	اصطباغی
Bezirk:	ضلع
Bezirksamman:	ناظرِ ضلع
Bolshevism:	بولشویت
Bolshevist:	بولشوی
Borough:	برو
Bourgeoisie :	طبقۂ اوسط
Bundesgericht (Federal Court):	محکمۂ وفاقیہ
Bundesruth:	مجلسِ وفاقیہ
Bureau (Fr). ce):	شعبہ
Bye-election:	درمیانی انتخاب

C

English	اردو
Cabinet:	کابینہ
Chaier	بیاض
Canton:	پرگنہ
Caucus:	بزمک
Chambre des Requêtes:	عدالتِ عرائض
Chancellor of the Exchequer:	وزیرِ مالیات
Chancery:	عدالتِ نصفت
Choice:	ترجیح
Circles (*Kreise*):	حلقے

Circondaro:	ضلع
Circular:	گشتی
Cisalpine Republic:	جمہوریۂ این روے الپ
Cispadane Republic:	جمہوریہ ایں روے پو
City State:	شہری مملکت
Civil Service:	ملازمانِ دیوانی
Class:	طبقہ
Closure:	قطع بحث
Coalition:	مخلوط فریق
Collectivism:	اجتماعیت
Collegial:	مرکب
Colonial Preference:	مستعمراتی ترجیح
Commission:	ماموریہ
Commission d'initiative:	ماموریۂ ہدایت
Committee of Public Accounts:	مجلسِ حسابات عامّہ
Committee of Public Petitions:	مجلسِ عرائضِ عامّہ
Committee of Supply:	مجلسِ رسد
Committee of Ways and Means:	مجلسِ طلب
Common Law:	قانونِ غیر موضوعہ
Commonwealth:	دولتِ عامّہ
Commune:	بلدیہ
Communism:	اشتمالیت
Compromise:	مفاہمت
Comptroller-General:	صدر مستوفی
Conscription:	جبری فوجی خدمت

Conservative:	مستحفظ یا استحفاظی
Consolidated Fund:	سرمایۂ مجتمعہ
Constituency:	حلقۂ رائے دہی
Constituent Assembly:	جمعیتِ دستور ساز
Consulate:	قنصلیہ
Controller:	نگران
Convention:	اجتماع ملکی
Convocation:	اجتماع کلیسائی، اجتماع جامعی
Co-operation:	تعامل
Corporations:	شخصیات
Corps Législatif :	جماعتِ مقننہ
Corridor:	رواق
Council of State:	مجلسِ مملکت
Council of States:	مجلسِ نمایندگانِ اجزاء
County:	صوبہ
Court of Cassation:	عدالتِ تنسیخ
Court of Criminal Appeal:	عدالتِ مرافعۂ فوجداری
Court of First Instance:	عدالتِ مراتبِ ابتدائی
Crown Colony:	شاہی نوآبادی
Cumulative:	مجموعی

D

Dane:	ڈنمارکی
Decentralization:	لامرکزیت
Deconcentration:	لاتمرکزیت
Décrets:	احکام

Deduotive political science:	قیاسی علم سیاست
Delegate:	وفید
Democratic:	عمومی
***Departement* (Fr.):**	صوبہ
Department (Eng):	صیغہ، محکمہ، شعبہ
Departmental :	محکمہ واری
Dependencies :	توابع
Devolution :	انتقالِ اختیار
Dictatorship :	آمریت
Diet :	مجلسِ ملّی
Direct Action :	عملِ راست
Directory :	نظامت، منتظمہ
Disestablishment :	موقوفی
Dissenter :	منحرف
Dissolution (of Parliament) :	انفساخ
District :	ضلع
Division :	قسمت
Divisional :	قسمتی
Domicile :	توطن
Dominion :	قلمرو

E

Easter :	عید الفصح
Ecclesia :	اکلسیہ
Electoral quotient :	انتخابی حاصل قسمت
Emancipation Act :	قانونِ رفع قیود

Emigration :	ترکِ وطن
Employer :	آجر
Engineer :	مہندس
Entente :	ایتلاف
Eviction :	بے دخلی
Excise :	چنگی
Excommunicate :	دین بدر کرنا
Extradition :	تحویل ملزمین
Ex-officis member :	رکن باعتبارِ عہدہ

F

Faction :	فرقہ
Federal :	وفاقی
Federal Assembly:	جمعیتِ وفاقیہ
Federal Council :	مجلسِ وفاقی
Federal State :	وفاقیہ
Final Act :	اختتامی قانون
Finland :	فنستان
First Consul :	قنصلِ اول
First Lord of the Admiralty :	وزیرِ بحریہ
First Lord of the Treasury:	اول امیرِ خزانہ
Flexible Constitution :	لچکدار دستور

G

Gallery :	غلام گردش
Gendarme	جندارمہ
Génèrlité:	شاہی اضلاع

Gild :	انجمن
Gladiator ;	شمشیر باز
Government of National Defence :	حکومتِ مدافعتِ قومی
Grand Council :	مجلسِ اعظم
Grandes ordonnances :	ضوابطِ عظمیٰ
Guardian :	متولی

H

Habeas Corpus :	احضارِ ملزم
Herrenhaus :	دارالامرا
Home Office :	دفترِ امورِ داخلی
Home Rule :	سوراج
House of Assembly :	ایوانِ جمعیت
Hundred :	ہنڈریڈ، پرگنہ

I

Impeachment :	مواخذہ
Imperial Service Troops :	افواجِ خدمتِ شہنشاہی
Imprisonment for life :	جنم قید، حبسِ دوام
Initiative :	ہدایت
Inspector :	ناظر
Intendant :	ناظر
Internationale **(The) :**	بین الاقوامیہ
International Exhibition :	نمائشِ بین الاقوامی
Interpellation :	استیضاح

J

Judicial Committee :	مجلسِ عدالتی

Judiciary : محکمۂ عدلیہ
Justice of the peace : ناظمِ امن

K

King's Bench Division : عدالتِ شاہی
Kulturkampf : میدانِ تمدن

L

Labour Party : مزدوی فریق
Laissez-faire : غیرمداخلت
Laity : عامانی
Landeshauptmann : ناظمِ صوبہ
Landgericht : عدالتِ ضلع
Landtag : مجلسِ ملی
League of Nations : انجمنِ اقوام
Legitimists : حامیانِ وراثتِ تامہ
Liberalism : احراریت
Licence : اجازہ
Licensing Bill : مسودۂ قانون اجازہ دہی
Livres Coutumiers : کتبِ قوانینِ رواج
Lobby : پیش طاق
Long Parliament : طویل العہد پارلیمنٹ
Lord High Treasurer : امیرِ خزانہ
Lords of Appeal in Ordinary : امراء مرافعہ معمولی

M

Majority : اکثریت
Mandamento : حلقہ

Mayor :	میر بلد
Methodist :	ضابطہ پسند
Militarism :	عسکریت
Minister of Defence :	وزیرِ مدافعت
Minority :	اقلیت
Misdemeanour :	بداطواری، بداعمالی
Money Bill :	مالی مسودہ
Multiple :	تعددی
Municipal :	بلدی
Municipal Corporations Act :	قانونِ شخصیاتِ بلدی
Municipal Edict :	بلدی فرمان

N

National Council :	مجلسِ قومی
National Liberal:	قومی آزاد خیال
Naturalization:	توطن
Nonconformist:	منحرف

O

Oberlandesgericht:	عدالتِ صوبہ
Old Age Pensions:	وظائف معمرین
Opportunist:	موقع شناس
Overseer:	ناظر

P

Palatinate:	بلاطیہ
Parlement:	پارلماں
Parliament:	پارلیمنٹ

Party:	گروہ؛ فریق
Patent:	سندِ ایجاد
Pays d'états:	صوبجاتِ مجلسِ طبقات
People's Commissioner:	مامورِ عموم
Petty Sessions:	اجلاسِ خفیفہ
Platforms (Political):	اصول (سیاسی)
Plebiscite:	استشارہ
Plural Executive:	مرکب عاملہ
Plural Vote:	تکثیری رائے
Pocket Boroughs:	جیبی قصبات
Points of Order:	امورِ ضابطہ
Poland:	پولستان
Pole; Polish:	پولستانی
Poor-Law Unions:	مجموعہ جات امدادِ غربا
Prayer Book:	کتاب ادعیہ
Prefeot (Fr) ce) :	صوبہ دار
Preferential:	ترجیحی
Preferential Tariffs:	ترجیحی محاصل
Primary Assembly:	ابتدائی جمعیت
Primogeniture:	کلانیت
Private Bills:	خانگی مسودات
Procureur du roi:	وکیلِ سرکار
Programme:	پیش نامہ
Proletariat:	ارذلیہ؛ طبقۂ ارذل؛ ارذلیت
Propaganda:	تبلیغ

Proportional Representation: تناسبی نیابت
Prorogation: برخاست
Protectionist: تامین پسند
Protective: تامینی
Protectorate: محمیہ
Protest: احتجاج
Provisional: ہنگامی
Public Bill: مسودۂ قانونِ عامّہ

Q

Qualification: اہلیت
Quarter Sessions: سہ ماہی اجلاس

R

Radical: استیصالی
Rates: ابواب
Ratification: توثیق
Reading: خواندگی
Recall: بازطلبی
Reclamation: بازیافت
Referendum: مراجعہ
Regierungspräsident: صدر ناظم
Regionalism: اقطاعیت
Regions: قطعات
Register: سجل
Registration: تسجیل
Regulations: ضوابط

Reichsgericht:	عدالتِ عالیہ
Reichstag:	جمعیتِ ملی، رائخشٹاگ
Representation of the People Act:	قانونِ نمایندگیِ قوم
Reprieve:	التواے سزا
Reserved Subjects:	شعبہ جات محفوظہ
Responsible:	ذمہ دار
Returning Officer:	راے گیرندہ
Rigid Constitution:	استوار دستور
Rotten Boroughs:	بوسیدہ قصبات
Rural:	دیہی

S

Scrutin d'arrondissement:	ضلع واری انتخاب
Scrutin de liste:	فہرست واری انتخاب
Seats	نشست، جگہ
Secretary of State for War:	وزیرِ جنگ
Self-Determination:	تعینِ دستوری
Self-governing Dominion:	سواراجی قلمرو
Senate:	سینات
Sessions:	اجلاس
Sheriff:	ناظمِ صوبہ
Single-member Constituency:	یک رکنی حلقۂ راے دہی
Social Democrats:	اشتراکی عمومی
Sonderbund:	عہدیتِ منفصلہ
Staatenbund:	عہدیت
Stadtrat:	مجلسِ بلدیہ

Stage	مرحلہ
State:	(آزاد مملکت یا ماتحت) ریاست
Status quo:	صورتِ حال
Statute Law:	قانونِ موضوعہ
Straits Settlements:	خاکنائی نوآبادیات
Suspension:	تعطل
Syndication:	اتحادیت
System:	نظم

T

Tariff Reform League:	معاقدہ اصلاحِ محاصل
Tellers:	شمار کنندہ
Territory:	علاقہ
Town Hall:	ایوانِ بلدی
Township:	دیہہ
Tragedy:	وردیہ
Transferred Departments:	شعبہ جات منتقلہ
Transpadane Republic:	جمہوریہ آں روے پو
Tribunal Correctionnel:	عدالتِ اصلاح
Tribunal des Conflits:	عدالتِ تنازعات
Tribunate:	تریبونیہ
Tribune (Platform for speakers):	تقریرگاہ

U

Unearned increment:	غیر اکتسابی اضافہ
Unemployment:	بے روزگاری
Unicameral:	یک ایوانی

Unionist:	اتحادی
Unitary State:	فردیہ
United Kingdom:	سلطنتِ متحدہ
Urban:	بلدی

V

Vermittler:	پنچ
Vestry:	ویسٹری
Veto:	امتناع
Vote of Censure:	قرار دادِ ملامت

W

Ward:	حلقہ

Z

Zollverein:	اتحادِ محاصلی

صحت نامہ

حکومتہاے یورپ حصۂ اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵	۲۴	Eustom	Custom
۶	۱۴	بامعموم	بالعموم
۷	۱۵	اور	اول
۷	سطر ۱ حاشیہ	ے	اے
"	" ۱۳ "	نیو یارگ	نیو یارک
۲۵	" ۱ "	ایڈمنڑ و سیٹولن	ایڈمنڑو اسٹفن
۲۸	۶	کنگسی	کیگیی
۳۹	۲۳	پورٹ والوپر	پوٹ والوپر
۴۰	۲۳	کثرت وحدت	کثرت و وحدت
۴۲	۱۲	accession	Accession
۴۳	۱۰	Treu	True
۴۴	۲۵	Statutes and	and Statutes
۴۶	۲۴	ٹیلنیڈ	ٹیلفیڈ
۴۹	سطر ۲ حاشیہ	۱ہ	۲ہ
"	۲۴	Puristan	Puritans
۵۱	۹	درخواست صلاحؒ	درخواست و صلاحؒ
"	سطر ۰ حاشیہ	عہ۱	عہ۲
۵۲	" ۴ "	سنہ ۱۹۰۰	سنہ ۱۹۰۷ء
۵۸	۱۴	آخری	آخری طور پر
"	" ۹ "	موصع	موضع
۵۹	۵	مفید	مقید
"	سطر ۳ حاشیہ	رعت	رجعت
"	" ۷ "	چارلس	چارلس دوم
۶۱	۹	باحتیااط	باحتیاط
۷۱	سطر ۹ حاشیہ	سنہ ۱۱۹۰۳	سنہ ۱۹۰۳ء
۷۷	۸	بدایت	ہدایت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۸۴	۲۱	زواجوں	رواجوں
〃	سطر ۲ حاشیہ	.	طبع ششم باب ۱۴
۸۶	〃 ۶ 〃	مطالع قانون	مطابع قانون
〃	۲۲	yan	law
〃	سطر 〃	مطبوعہ لندن	مترجمہ والسی مطبوعہ لندن
〃	〃 ۸ 〃	مطبوعہ رسالہ	مطبوعہ رسالہ قانون
〃	〃 ۹ 〃	۱۵۰۔	باب ۱۵۔
۹۱	〃 ۹ 〃	کتاب"	کتاب دستور سلطنت انگلشیہ
۹۲	〃 ۶ 〃	حکومت چند	حکومت کو چند
۹۷	۲۱	.	سلطنت
۱۰۶	۴	اب یک	اب ایک
۱۰۹	۳	پرسکتی	پڑ سکتا
〃	۲۱	پامرسٹن	لارڈ پامرسٹن
۱۳۳	۱	کردے گئے	کردیئے گئے
۱۳۹	حاشیہ سطر ۱	Fngland	England
۱۴۴	۴	۱۵۱۴ء	۱۹۱۴ء
۱۷۱	〃	اوررو واسطہ	اور وہ واسطہ
۱۷۳	حاشیہ ۱	لوواسیور	لوواسیور
〃	〃 ۳ 〃	۱۹۰۰ء	۱۹۱۸ء
〃	〃 ۹ 〃	۱۵۰۰ء	۱۹۱۸ء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۸۰	۱۸	مردفتر	سردفتر
۱۸۱	۱۳	آنا	آتا
〃	حاشیہ ۴	اریح	مارچ
〃	〃 ۷	ہیتگم	ہینگھم
۱۸۲	۱۴	اقتدر	اقتدار
۱۸۴	۳	ہے	سہے
۱۸۵	۶	محزن	مخزن
۱۸۶	حاشیہ ۱	رہتے والے	رہنے والے
〃	〃 ۷	مناصبت	مناصب
۱۸۹	〃 ۱	متعلی	متعلق
۱۹۰	۴	پارلیمیٹی	پارلیمنٹی
〃	۶	جنہیں	جنھیں
〃	۱۵	ہاتوں	ہاتھوں
〃	حاشیہ ۲	یوریب	یورپ
۱۹۱	۹	ناعائز	ناجائز
۱۹۵	۵	قوم	قوم میں
〃	حاشیہ ۱	سیاحت	مباحث
۱۹۹	۱	سنجیدگی کے	سنجیدگی
۲۰۰	۱۱	دوسہ ا	دوسرا
〃	۱۴	انتحاب	انتخاب
〃	حاشیہ ۲	شامل میں	شامل ہیں
۲۰۱	۲۰	تقسیمات حدید	تقسیمات جدید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۰۲	۹	پچاس ہزار	پچاس ہزار
۲۰۳	۱	تعداد آرا تقسیم جدید	تعداد آرا و تقسیم جدید
″	حاشیہ ۹	سویزستان	سویزرستان
″	″ ۲۰	از سنہ ۱۸۳۰ تا سنہ ۱۸۷۳	سنہ ۱۸۳۰ء تا سنہ ۱۸۷۳ء
۲۰۵	۱۶	مدلی مساوات	مدنی مساوات
۲۰۶	۱۱	سمھیں	سمجھیں
۲۰۷	۲۰	آ مندہ	آئندہ
۲۰۸	۲۴	تبدل	تبدیل
۲۱۰	۴	مہنوں	مہینوں
۲۱۳	۱۴	دورایورن	دورایوں
″	″	مہینے	مہینے
۲۱۶	۳	بس	میں
″	۱۴	اورہی	اوربھی
۲۱۷	۲	غرموقت	غیرموقت
″	۹	کوئی	لوئی
″	حاشیہ ۶	گر نتیجہ	گر نتیجہ
″	″ ۸	رائے وی	رائے وہی
۲۱۸	″ ۱۰	پارلیمٹی	پارلیمنٹی
۲۱۹	۹	میعات	میعاد
″	۱۱	مالاوسط	بالاوسط
″	حاشیہ ۱۴	بڑھادے	بڑھادی
۲۲۱	۳	صولوں	صوبوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۲۲	۱	تقصبہ	قصبہ
۲۲۴	حاشیہ ۳	متعدہ	متعدد
۲۲۵	۲	سکریٹ	سگریٹ
۲۲۷	حاشیہ ۱	عرمں	عرض
″	″ ۲	بہ خرچ	یہ خرچ
۲۲۸	۱۰	تقالے	مقابلے
۲۲۹	۸	ابتداً	ابتداءً
۲۳۳	۱۳	دارالارلعم	دارالعوام
″	۱۹	سنہ ۱۷۰	سنہ ۱۷۰۱ء
۲۳۶	حاشیہ ۸	موقونی جنگ	موقوفی جنگ
″	″ ۱۱	اساقفۃ	اساقفہ
۲۳۸	۲۲	اس حملہ	اس جملہ
۲۴۰	۱۱	سالبری	سالسبری
۲۴۱	۸	تولکرہ	ٹوٹ کر
۲۵۰	۱۴	پالیمنٹ	پارلیمنٹ
۲۵۵	حاشیہ ۱	پارللینٹوں	پارلیمنٹوں
۲۵۶	″ له	ملاحظہ ہو صفحہ	له ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۵
″	″ عه	ملاحظہ ہو صفحہ	عه ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۹ و ما بعد
۲۶۰	۶	معین الیت	معین المدت
″	۲۵	بکرلے	نہ کرنے
۲۶۶	حاشیہ ۱۲	انگلستاں	انگلستان
۲۶۷	″ ۱۵	مصمون	مضمون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۶۹	حاشیہ ۱۱	موجود د	موجودہ
۲۷۲	״ ۱	پہیتی	چھیتی
۲۸۲	۲	برغانگی	برغانگی
۲۸۴	۱۸	کارروایہوں	کارروائیوں
۲۹۱	۲۰	تقریبا	تقریباً
۲۹۳	۱۳	ذرایع	ذرائع
۲۹۴	۲۳	کونسے	کونسی
״	״	چاہیے	چاہئیں
۳۰۰	۱۶	گرانی	نگرانی
۳۰۳	حاشیہ ۴	آکسفوڈ	آکسفورڈ
۳۱۲	۱۰	کہ وہ	کہ یہ وہ
۳۱۳	۸	ہو	ہوتا
۳۱۶	۴	تنسیخ	تفسیخ
״	۱۳	تجدید	تحدید
۳۲۲	۲۲	ناشرے	ناشر سے
۳۲۴	۲۴	Proeedure	Procedure
۳۳۹	۶	نہیں لی	نہیں ہوی
۳۵۷	حاشیہ ۳	نومبر سنہ ۱۹۱	نومبر سنہ ۱۹۱۱ء
۳۶۷	۴	اقتدا	اقتدار
״	۱۹	کئی گئی	کی گئی
۳۷۲	۱۶	قانون آرائش	قانون آرایش
۳۷۴	۲۰	اضلاغ	اضلاع

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۰۸	۲	رواحی	رواجی
״	۳	وہ مغائر	دو مغائر
۴۱۶	حاشیہ ۲	سائیس	سائنس
۴۱۸	״ ۵	Noyember	November
״	״ ۱۱	نائنٹھ	نائنٹینتھ
۴۱۹	״ ۳	an	An
۴۲۱	״ ۴	Janier	Janvier
۴۲۴	۹	ماوقت تک	اس وقت تک
۴۲۶	۳	کرپشیی و توضع	کرپشی و توضیع
۴۲۹	حاشیہ ۱۰	Inturance	Insurance
۴۳۰	۲۱	حکومت کا سواج کا	حکومت سواج کا
״	۲۲	عظیم الشان سے	عظیم الشان
۴۳۲	۱	محوں	محسوس
۴۴۹	۹	حصوصیت	خصوصیت
۴۵۰	۷	اس	اس لئے
۴۶۸	حاشیہ ۲	اشترالی	اشتراکی
۴۸۰	۱	بولنے	بولنے والی
۴۸۳	حاشیہ ۲۰	زقفہ	زقند
۴۹۲	۵	مباعث	مباحث
۴۹۷	۲۲	ایک غیر کاری	غیر سرکاری
۵۰۵	حاشیہ ۵	پچاس	بچاس
۵۰۷	۹	وہاتی	دیہاتی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۱۱	۱۵	دارالعلوام	دارالعوام
۵۱۵	۱۶	گہ	گر
۵۱۷	۸	وزقہ واری	فرقہ واری
۵۳۴	۹	لیڈ ندری	لندنڈری
۵۳۵	۸	عدالت العالیہ	عدالت عالیہ
۵۴۵	۶	یہنچی	پہنچی
۵۴۶	۱۱	ستتتر	ستہتر
۵۵۴	حاشیہ ۷	وبمبر	نومبر
۵۶۴	۲۶	مرکری	مرکزی
۵۶۸	۱۶	سبنات	سینات
۵۷۹	۸	تحفط	تحفظ
۵۸۰	۵	مٹرنٹیگو	مٹرانٹیگو
۵۸۵	۱۵	مطبوط	مضبوط
۵۸۶	؍؍	لچھ	کچھ
۵۸۷	۱۰	کانفرنس	کانفرنیس
۵۸۹	حاشیہ ۴	لارڈ مُنز	لارڈ ملنر

صحت نامۂ فہرست اصطلاحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲	۱	Attorney-Gencral	Attorney-General
″	۱۴	(Fr).ce:	France
۶	۲۵	Generlite	Generalite
۱۰	۱۶	(Fr) ce)	France
۱۳	۱۰	Lcague	League
۵	۱۲	Territory	Territory